جب نام پکارے جائیں گے
بسمہ اعجاز
Season2
Novels Mania
Urdu Novels Mania Team©
www.urdunovelsmania.com

یہ منصف بھی تو قیدی ہیں ہمیں انصاف کیا دیں گے
لکھا ہے وہ ان کے چہروں پر جو ہم کو فیصلہ دیں گے

اٹھائیں لاکھ دیواریں طلوع سحر تو ھو گا...
یہ شب کے پاسباں کب تک نہ ھم کو راستہ دیں گے

ہمیں تو شوق ہے اہلِ جنوں کے ساتھ چلنے کا
نہیں پروا ہمیں یہ اہل دانش کیا سزا دیں گے

ہمارے ذہن میں آزاد مستقبل کا نقشہ ہے
زمین کے ذرے ذرے کا مقدر جگمگا دیں گے

ہمارے قتل پر جو آج ہیں خاموش کل جالبؔ
بہت آنسو بہائیں گے بہت دادِ وفا دیں گے

حبیب جالب

یہ ایک چکور درمیانے سا . ز کا آفس نما کمرہ تھا جسکے وسط میں پڑی گول میز کے گرد چار کرسیاں تھیں جن پر چار سوٹڈ بوٹڈ حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ پانچوں کرسی پہ ابھی ابھی منہاس آکر بیٹھا تھا۔

"خیریت اتنی ایمرجینسی میں آپ لوگوں نے بلایا مجھے"؟ سرسری سا کہتے ہوئے اس نے سامنے دھرے جگ میں سے پانی گلاس میں انڈیلا اور ایک ہی سانس میں غٹا غٹ پی گیا۔

"ر . یلی منہاس تمہیں یاد تھا کہ ہم نے تمہیں ایمرجنسی میں بلایا ہے"۔ باس کی جانب سے طنزیہ کہا گیا۔ اسے دو دن پہلے بلایا گیا تھا اور وہ آج آرہا تھا۔

"سوری مجھے آنے میں تھوڑی دیر ہو گ . ۔ اصل میں سراج پاشا کے کاموں میں مصروف تھا میں تھوڑا۔ اسکی فیکٹری میں آگ لگادی تھی کسی نے۔ وہی پتا کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے"۔ اس نے سر کھجاتے ہوئے وضاحت دینے کی کوشش کی۔ وگرنہ وہ اچھے سے جانتا تھا ان کو اس کے ایک ایک پل کی خبر رہتی ہے۔

"تو منہاس عالم کو پتا چلا کہ وہ عظیم کارنامہ کس نے سرانجام دیا تھا"؟ باس نے ایک بار پھر طنز کیا۔

"تھا ایک سراج پاشا کا دشمن۔ اسی نے پرانی دشمنی نکالی ہے"۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے اس نے لاپرواہی دکھا . ں۔

"تمہیں ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا منہاس۔ اگر اسے تم پہ شک ہوگیا تو ساری منصوبہ بندی ناکام ہو جائے گی اور تمہاری سلامتی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے"۔ منہاس کے سامنے بیٹھے شخص نے ذرا آگے کو ہوتے ہوئے تشویش سے کہا تو اسکا چہرہ واضح ہوا۔

"انکل آپ اچھے سے جانتے ہیں جب میں کچھ کرنے کو ٹھان لوں تو پھر مجھے کو . ں نہیں روک سکتا۔ آپ سب بھی مجھے نہیں روک سکتے۔ کیوں کہ آپ لوگ اچھے سے جانتے ہیں کہ مجھے کسی کی ضرورت نہیں جبکہ آپ کے اداروں کو میرے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ اور میں آپ کو پہلے سے ہی بتا دوں میں آپ لوگوں تک صرف سراج پاشا کے گینگ اور اسکے رابطوں کی تفصیل پہنچا . ں گا۔ سراج پاشا کے ساتھ جو کرنا ہوا وہ میں خود کروں گا"۔

اس نے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے اپنی شرا . طبتا . یں۔ اس وقت اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

"منہاس تم قانون ہاتھ میں نہیں لوگے۔ کچھ بھی ایسا نہیں کروگے جو قانون کے خلاف ہو۔" زمان انکل نے اسے تنبیہہ کی۔

"انکل آپ قانون کی بات مجھ سے نہ کریں تو بہتر ہوگا"۔ وہ جارہانہ لہجے میں کہتا کھڑا ہو گیا۔
"آپ کا قانون تب کدھر تھا جب میرے محب وطن باپ کو سرعام گولیوں کا نشانہ بنا یا گیا۔ آپ کا قانون تب کہاں تھا جب میری ماں پہ قاتلانہ حملے ہوئے اور انہیں بھی میرے باپ کی طرح مار دیا گیا۔ بتا یے تب کہاں تھا آپ کا قانون"؟

ہمیشہ ٹھنڈے رہنے والے منہاس کو آج شدید غصہ آیا تھا۔اسکی پھولیں نسیں اور لہو رنگ ہوتی آنکھیں اسکے طیش میں ہونے
کا ثبوت دے رہی تھیں۔

"بولیں نہ آپ سب؟ خاموش کیوں ہو گئے"؟اس نے زور سے میز پر ہاتھ مارا۔

"جواب دیجیے تب آپ کا قانون کہاں سو یا ہوا تھا جب ایک اٹھارہ سالہ لڑکے کو قانون کے دروازوں سے ہی دھتکار دیا گیا اور اسے مجرم بننے پہ مجبور کیا گیا۔اگر تب آپ کا قانون سو یا ہوا تھا تو بہتر ہے اسے آج بھی اسے مت جگا . یں ورنہ انصاف کے پنے کھلے تو آپ کے قانون کو منہ کے بل گرنا پڑے گا۔اور اگر آپکو یاد ہو تو یہ آپکا قانون ہی تھا جس کی وجہ سے مجھے دوہری زندگی جینی پڑی۔جب جب میں نے واپسی کا سوچا مجھے آپکے نام نہاد قانون کے دروازے بند ملے۔اور آج جب بدنام زمانہ گینگسٹر منہاس عالم کی مدد کی ضرورت قانون کو پڑ رہی ہے تو وہ اسے اخلاقیات سکھا رہا ہے۔وا . امیزنگ"۔۔

اس نے استہزا . یہ انداز میں تمسخرانہ نظروں سے سب کے جھکے چہروں اور شرمندہ تاثرات کو دیکھا۔وہ سب بھی جانتے تھے وہ جھوٹ نہیں کہہ رہا۔اسکا ایک ایک لفظ سچ تھا۔

منہاس نے پھر جگ سے پانی انڈیل کر گلاس میں ڈالا اور ایک ہی سانس میں پی گیا۔کچھ دیر وہ اپنے آپ کو پر سکون رکھنے کی کوشش کرنے کے بعد وہ جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

"معافی چاہتا ہوں میرا ارادہ تلخ کلامی یا بد تمیزی کا نہیں تھا"۔اس نے ہموار اور سپاٹ لہجے میں بات آگے بڑھا . ں۔

"مگر میں اپنے انتقام کی راہ میں آپکے قانون کو ہرگز بھی برداشت نہیں کروں گا۔ چلتا ہوں۔ خدا حافظ"۔

وہ جیسے آندھی طوفان کی طرح آیا تھا ویسے ہی چلا گیا اور زمان انکل ہلتے دروازے کو دیکھتے ہوئے منہاس کے بارے میں سوچنے لگے۔۔

حویلی کے عقب میں ڈیرہ تھا جہاں بھینسوں اور بکریوں کو رکھا جاتا تھا۔ڈیرے کا ایک دروازہ حویلی کی طرف کھلتا تھا اور دوسرا کھیتوں کی طرف۔ لہلہاتے کھیتوں کی پگڈنڈیوں پہ آگے پیچھے چلتے ان دونوں کے سائے پیچھے کی جانب پڑ رہے تھے۔ سورج کی براہ راست کرنوں سے بچنے کو ہاتھوں کا چھجا بنائے عزہ غازی کو اپنے علاقے کے بارے میں بتا رہی تھی۔

"ہمارے یہاں عورتیں مرد کی اجازت کے بغیر قدم باہر نہیں رکھتیں۔ واحد میں ہوں جو دوپہر کو منہ اٹھا کر باہر نکلی ہو . ں ہوں"۔

گنے کے گیت میں گھستے ہوئے عزہ نے ایک گنا اتار کر اسکی جانب پھینکا اور ایک خود چھیلتے ہوئے آگے کو جانے لگی۔

"تمہارے چچا نے خود مجھے کہا تھا کہ عزہ کے ساتھ گاؤں جا کر گھوم پھر لوں۔بیچارے سچ میں مجھے داماد سمجھ بیٹھے ہیں۔ویسے اگر انہوں نے نکاح نامہ مانگ لیا ہوتا تو بڑی مشکل ہو جاتی مگر شکر ہے تمہاری امی نے بات سنبھال لی"۔

غازی نے اسکے قدموں کی تقلید کرتے ہوئے کہا۔وہ بہت احتیاط سے قدم رکھ رہا تھا۔ایسی اونچی نیچی پگڈنڈیوں پہ چلنے کا اس سے پہلے اتفاق نہیں ہوا تھا۔

"ہاں میں بھی حیران ہوں مجھے ایسے کیسے تمہارے ساتھ بھیج دیا پہلے تو ابو کے ساتھ بھی بڑی مشکل سے باہر جانے دیتے تھے"۔

وہ اپنا پورا گنا چھیل چکی تھی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔وہ گنے کو ابھی تک یونہی ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔

"کیا ہوا چھیل کیوں نہیں رہے"؟وہ حیران ہوئی۔

"مجھے گنا چھیلنا نہیں آتا"؟اس نے جھنیپ کر کہا۔

"کیوں تم نے کبھی گنا نہیں کھایا"۔

"کھایا ہے لیکن چھیل کر نہیں۔یہ اتنا سخت ہے اگر میرے دانتوں کو کچھ ہو گیا تو"؟غازی نے مصنوعی تشویش سے کہا۔

"توبہ لوگ کتنے نازک اندام بنتے ہیں"۔عزہ نے اسکے ہاتھ سے گنا لے کر اپنا اسے پکڑا یا پھر دو منٹ میں اسکو چھیل کر دیا۔

"لیں سرکار اب آپ کھا لیں۔اور مجھے میرا واپس دیں۔ویسے تم ایلیٹ فورس میں کیسے چلے گئے۔مجھے تو شک ہے تمہیں بندوق بھی چلانی آتی ہے یا نہیں"؟

وہ دونوں اب ٹیوب ویل پر پہنچ چکے تھے۔منڈیر پہ بیٹھتے ہوئے اس نے غازی پہ طنز کیا۔

"ایسی بات نہیں ہے میں بہت اچھے سے بندوق چلا لیتا ہوں"۔وہ بھی اسکے برابر بیٹھ گیا۔
"اور رہی بات اسکی"۔اس نے ہاتھ میں پکڑے گنے کو دیکھا پھر عزہ کو۔
"میں یہ چھیل سکتا تھا"۔

"تو چھیلا کیوں نہیں۔مجھ سے کیوں کہا"۔وہ ناراض ہو . ں۔

"یونہی میرا دل چاہ رہا تھا کہ اپنا کام تم سے کروا ں۔ مجھے اچھا لگ رہا تھا جب تم گنا چھیل رہی تھی۔ بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔

آخری فقرہ اس نے دل میں ادا کیا تھا۔

"ویسے میں سوچ رہی ہوں۔ ہم کس قدر بے سرو پا گفتگو کر رہے ہیں"۔ وہ سر پر ہاتھ مار کر منہ کے زاویے بگاڑ کر بولی۔

"ہاں صحیح کہہ رہی ہو"۔ غازی نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"اچھا ہم کو ں کام کی بات کرتے ہیں"۔ عزہ نے شانوں پہ چادر درست کی۔ پھر کام کی بات سوچنے لگی۔

"اچھا یہ بتا ں تم نے مجھے پہلی بار کہاں دیکھا تھا؟ وہاں لاہور میں اسی روڈ پہ جب تم مجھ سے نقاب اتارنے کو کہہ رہے تھے"؟

غازی نے نظریں ٹیوب ویل سے بہتے پانی پہ جما دیں جو دور تک کھیتوں کو سیراب کر رہا تھا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے وہ ماضی میں پہنچ گیا۔ ایک مانوس سی آواز اسکے کانوں سے ٹکرا ں۔

شکل دیکھی ہے اپنی بڑے آئے کمانڈو۔۔۔ صرف آنکھیں ہی اچھی ہیں ذرا سی۔۔۔ اس میں کیا ہے وہ تو کسی گینگسٹر کی بھی ہو سکتی ہیں اور ویسے بھی منہ تو دہشتگرد چھپاتے ہیں کمانڈو نہیں"۔۔۔

"میں نے تمہیں پہلی بار اسپتال کے بیڈ پہ دیکھا تھا جب تم زخمی اور منت ہونے کا ناٹک کر رہی تھی"۔

غازی کا انکشاف تھا یا دھماکہ۔ عزہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہو . ں۔

"او میرے خدا تو وہ گینگسٹر تم ہو"؟ صدمے سے اس سے آواز بھی صحیح سے نہ نکلی۔

غازی نے برہمی سے اسے دیکھا۔

"دیکھو یہ غلط ہے۔ پہلے بھی تم اس کمانڈو کو گینگسٹر کو ہونے کا الزام دے چکی ہو"۔ غازی نے اپنی جانب اشارہ کیا۔ عزہ نے الجھن سے اسے دیکھا۔۔
لاہور۔۔۔۔اسپتال۔۔۔۔منت.....زخمی۔۔۔۔۔۔ناٹک۔۔۔۔۔گینگسٹر۔۔۔کمانڈو
عزہ کے ذہن میں ایک جھٹکے سے کلک ہوا اور اسے سب سمجھ آنے لگا۔

"شکل دیکھی ہے اپنی بڑے آئے کمانڈو۔۔۔صرف آنکھیں ہی اچھی ہیں ذرا سی۔۔۔اس میں کیا ہے وہ تو کسی گینگسٹر کی بھی ہو سکتی ہیں اور ویسے بھی منہ تو دہشتگرد چھپاتے ہیں کمانڈو نہیں"۔۔۔

"اویس"۔۔۔وہ اچھل پڑی۔ "یاد آگیا۔ یاد آگیا۔ تو وہ تم تھے"۔

"ہاں وہ میں تھا"۔غازی نے سکون کا سانس بھرا۔

یعنی اسپتال سے لے کر سڑک کنارے نقاب اتارنے کا کہنے والے تم تھے۔۔میں بھی کہوں کہ آنکھیں کچھ دیکھی دیکھی لگ رہی ہیں۔

"لیکن یہ بتا . تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں منت نہیں"؟عزہ کو ابھی بھی یہ بات سمجھ نہیں آ . ں تھی۔

"ایک دن اسپتال میں تمہیں اور ایک دوسری لڑکی کو دیکھا جسے تم لوگ منت کہہ رہے تھے۔میں تم لوگوں کے پیچھے پیچھے گیا اور بعد میں ڈاکٹر سے تفصیل پوچھی تو یہی پتا چلا کہ ایکسڈینٹ کیس کا نام منت ہے اور ساتھ جو لڑکی ہے وہ عزہ نام کی ہے۔بس پھر مجھے سمجھ آ گا . کہ تم جان بوجھ کر منت بنی ہو . ں تھی۔لیکن تم نے ایسا کیوں کیا"؟

غازی نے تفصیل بتا کر سوال پوچھا۔دو گھنٹے ہو گئے تھے انہیں باہر آئے اور اب شام ہونے والی تھی۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

"ہم لوگ اصل میں اس گینگسٹر کو الو بنانا چاہ رہے تھے لیکن تم کیوں بیان بدلوانا چاہ رہے تھے"؟

آج گو یا ساری الجھنیں رفع کرنے کا دن تھا۔ایک کے بعد ایک نکلتے سوال ماضی کے ک . سوالوں کے جواب دے رہے تھے۔

غازی نے آنکھیں بند کر کے چند لمحے سوچا فیصلہ کیا پھر گردن جھکائے بولا۔

"اس لیے کہ وہ گینگسٹر میرا بڑا بھا . ں ہے"۔

کتنا تکلیف دہ تھا اسکے لیے یہ رشتہ بتانا, عزہ اندازہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو"؟ عزہ کو اپنی سماعتوں پہ یقین نہیں آیا۔ غازی جیسے سلجھے اور اچھے انسان کا بھا . ں ایک مجرم۔

"سچ کہہ رہا ہوں"۔ وہ جھک کر نیچے پڑے پتوں کو خوامخواہ ہی ادھر ادھر کرنے لگا۔

"انکے خلاف جتنے بھی ثبوت تھے وہ سب غا . ب کر دیے گئے تھے واحد چیز جو کچھ عرصے ان کو جیل میں رکھ سکتی تھی وہ اس لڑکی کا بیان تھا جس کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا اسی لیے میں چاہتا تھا کہ بھا . ں کے خلاف بیان دیا جائے۔ مگر تم لوگوں نے سارے پلان کا ستیاناس کر دیا"۔

"لو ہمیں تھوڑی نہ پتا تھا یہ سب"۔۔ عزہ کو افسوس ہوا تھا سب سن کر۔

"مگر میں تمہارے جذبے کی قدر کرتی ہوں۔ تم واقعی ایک اچھے انسان ہو۔ تم جیسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ میں یقین کر سکتی ہوں کہ تم میرے لیے بھی ہمیشہ اچھا سوچتے رہے ہو گے اسی لیے مجھے حقیقت نہیں بتا . ں ۔ تمہاری جگہ میں ہوتی تو شاید میں بھی ایسا ہی کرتی۔ بہر حال پہلے میں تم سے خفا تھی کہ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے لیکن اب میں نے تمہیں معاف کیا"۔

"مہربانی ملکہ عالیہ کی"۔ وہ دلکشی سے مسکرایا۔

شام اب زیادہ گہری ہو گ . تھی۔ وہ دونوں جانے کے لیے اٹھے۔ عزہ نے اسکی آنکھوں میں جھانکا۔ خوبصورت شرارتی آنکھوں میں اس وقت ہزار رنگ نظر آرہے تھے۔

اس کی آنکھوں کا وہی رنگ ہے جھیلوں جیسا

خاص جرگوں میں قبا . ل کی دلیلوں جیسا

عزہ نے نظریں پھیر لیں۔

"تمہارا بھی شکریہ میرا ساتھ دینے کا۔ میرے لیے یہاں تک آنے کا"۔

اور وہ سر جھٹک کر مسکرا کر دل میں کہنے لگا۔
"بھلا تمہارا ساتھ نہ دیتا تو کس کا دیتا۔ تمہارے لیے یہاں نہ آتا تو کہاں جاتا۔ میرے تو اب سبھی راستے تمہاری طرف ہی آتے ہیں"۔

*_____*_____*_____*_____*_____

وہ دونوں حویلی میں داخل ہوئے تو سامنے ہی عزہ کی امی چکر کاٹتے نظر آ . یں۔ وہ بے صبری سے ان دونوں کا انتظار کر رہی تھیں۔

"دیکھیں امی ہم دونوں کو چچا نے زبردستی باہر بھیجا تھا۔ مجھے ڈانٹیے گا نہیں"۔
ان کے کچھ کہنے سے قبل ہی عزہ نے صفا . ی پیش کی۔
"ادھر آ . تم میرے ساتھ۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہو . یں وہاں سے لے گ . یں"۔

"یہ آنٹی کو کیا ہوا"؟

غازی حیران ہوتا ہوا اپنے کمرے میں آگیا۔ جیکٹ اتار کر بیڈ پہ رکھی اور ہاتھ منہ دھونے کا ارادہ کیا۔ واشروم کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ ارد گرد گھوم کر دیکھا۔ بظاہر سب ٹھیک لگ رہا تھا مگر پھر بھی اسکی چھٹی حس کچھ اشارہ دے رہی تھی۔

غازی نے الجھن سے ایک بار پھر کمرے پہ نظر ڈالی یہ کمرہ مردان خانے کی پچھلی جانب تھا۔ سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ ایک طرف کمرے میں بیڈ تھا۔ اسکے سامنے ہی سنگھار میز تھی۔ دوسرے کونے میں الماری تھی۔ ایک جانب دھرے میز پہ پہلے چائے کے برتن پڑے ہوئے تھے جو یقیناً اب اٹھا لیے گئے تھے۔ نظر ہوتی ہو . ں اپنے سفری سامان والے بیگ پر پڑی۔ اس بیگ میں اس نے عزہ کے والد کے قتل کیس کے اب تک کے بیانات اور ثبوت رکھے ہوئے تھے اسکے علاوہ ایف آ . ں آر کی کاپی اور جو تفسیش اس نے کی تھی اسکی ساری تفصیل موجود تھی۔ اس نے وہ ساری چیزیں اپنے کپڑوں کے نیچے چھپا . ں ہو . ں تھیں۔ جس دن وہ یہاں آیا تھا تو خالی ہاتھ تھا۔ مگر بعد میں اگلے ہی دن اس نے ایان کو کہہ کر کسی کے ذریعے اپنا بیگ منگوا لیا تھا۔

جو چونکانے والی بات تھی وہ یہ تھی کہ اس نے بیگ کو میز کے نیچے ایک طرف کر کے رکھا ہوا تھا۔ لیکن اب نہ صرف وہ چند قدم دور تھا بلکہ اس کا رخ بھی الٹا تھا۔ یہ کو . ں اتنی تشویش والی بات نہیں تھی مگر اسے کچھ غلط لگ رہا تھا۔ اس نے بیگ کو ہاتھ بڑھا کر باہر نکال کر کھولا۔ اسکی زیرک نگاہوں نے فوراً بھانپ لیا کہ اسکے بیگ کو کھولا گیا تھا۔ کپڑوں کی ترتیب ویسی نہیں تھی جیسے اس نے کی تھی۔

یکدم ہی ایک خیال نے اسکے رنگ اڑا دیے۔ اس نے بے تابی سے کپڑوں کو باہر پھینکنا شروع کیا۔ تمام چیزوں کو موجود پا کر اسنے شکر ادا کیا۔

"یہ سب ہوکیا رہا ہے؟میرے بیگ کی تلاشی لی گ . مگر کیوں"؟

اس نے کچھ سوچتے ہوئے اندرونی جیب کو کھولا وہاں اس نے گھڑی اور پیسے رکھے تھے وہ دونوں چیزیں بھی وہیں تھیں۔

"یعنی جس نے بھی میرے بیگ کو کھولا ہے اس نے چوری کی نیت سے نہیں کھولا ورنہ گھڑی اور پیسے غا . ب ہوتے۔ملازموں میں سے تو کو . ں یہ حرکت نہیں کر سکتا۔پھر"؟

وہ سوچتے ہوئے تمام چیزوں کو اٹھا کر واپس بیگ میں ڈالنے لگا۔

کسی گھر والے کا کام ہوگا۔میں عزہ سے بات کروں یا نہیں؟بیگ کو بند کر کے دوبارہ اسکی جگہ پر رکھا اور خود بیڈ پہ بیٹھ کر سوچنے لگا۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

"نہیں میرا خیال ہے ابھی اس سے بات نہ ہی کروں۔اچھا نہیں لگے گا اگر میں کسی پہ الزام لگا . ں۔ویسے بھی ساری اہم چیزیں تو وہیں موجود ہیں۔گھڑی اور پیسے بھی وہیں ہیں تو فا . رہ نہیں بات بڑھانے کا"۔

وہ جھک کر جوتوں کے تسمے کھولنے لگا۔اتنے میں دروازے پہ دستک دے کر ایک لڑکی اندر آ . ں۔

"غازی بھا . ں کھانا تیار ہے۔آپ آجا . یں۔بڑے تایا آپکو کھانے پہ بلا رہے ہیں"۔

"اوکے ردا۔آپ جا . میں آتا ہوں"۔

وہ عزہ کی چھوٹی بہن تھی۔ بالکل اس کا پرتو۔ دو دنوں میں ہی اس کی غازی سے اچھی خاصی دوستی ہو چکی تھی۔

"ٹھیک ہے غازی بھا . ں پانچ منٹ تک آجا ۓ گا"۔۔وہ واپس پلٹ گ . ۔کچھ سوچ کر غازی نے اسے آواز دی۔

"رکو ردا"۔

"جی بھا . ں"۔۔وہ واپس پلٹی۔

"ادھر آ . تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے"۔۔غازی نے اسے بیڈ پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ جھجکتے ہوئے بیٹھ گ . اور غازی کی بات توجہ سے سننے لگی۔

"کیا بات ہے امی یوں کھینچ کر کیوں لا . ۓں ہیں؟ سب خیر تو ہے۔۔۔ میں نے آپ کو بتا یا نہ چچا نے کہا تھا اسکو گا . ں گھمالا . ں میں جان بوجھ کر پھرنے نہیں گ . تھی۔ قسم لے لیں چاہے تو۔ میں جانتی ہوں آپ ناراض ہیں مگر"۔۔۔۔

"عزہ چپ کر کے میری بات سنو"۔امی نے اسکی نان سٹاپ چلتی زبان بند کی۔ پھر تیزی سے جا کر دروازہ بند کیا۔ انکے چہرے سے پریشانی جھلک کر رہی تھی۔ وہ حیران سی انکی کاروا . ں ملاحظہ کر رہی تھی۔

"کیا ہوا امی؟ دروازہ کیوں بند کر دیا"؟ بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے اس نے الجھن سے پوچھا۔

"تمہارے چچا اور تایا لوگوں کی آج پنچا . یت بیٹھی تھی"۔انہوں نے اسکی بات ان سنی کرتے ہوئے دھماکہ کیا۔

"انہوں نے تمہاری اور غازی کی شادی طے کر دی ہے"۔

"کیا"؟ وہ چلا کر کھڑی ہو گ . . ۔

"میری اور غازی کی شادی؟ مطلب کیا۔۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا آپ کیا کہہ رہی ہیں"۔

"کہنا کیا ہے میں نے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایک بار پھر سے تمہارا اور غازی کا نکاح کر دیں۔ بلکہ اصل نکاح کر دیں اور ساتھ ہی رخصتی بھی۔ پورے گا . ں اور رشتہ داروں کو مدعو کرنے کا بھی کہہ رہے تھے۔ اب بتا . میں کیا کروں؟ میں تو پھنس گ . ہوں نہ ہاں کر سکتی ہوں اور نہ ہی نہ"۔

راحت دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گ . یں۔ انہیں احساس ہو رہا تھا کہ عزہ کا ساتھ دے کر وہ خود بھی پھنس گ . ہیں۔

"اب کیا ہو گا امی؟ ان کو روک دیں کو . ں بھی بہانا کر کے۔ ایسے کیسے بیٹھے بٹھائے شادی ہو سکتی ہے"۔

"تمہارے چچا اور تا یا کو ابھی بھی یقین نہیں ہے کہ واقعی تمہارا نکاح ہو چکا ہے اس لیے وہ اپنی عزت بچانے کی خاطر اس بات کو یقینی بنانا چاہ رہے ہیں. تم جانتی تو ہو اپنے بڑوں کو اپنے رسم و رواج کو۔۔ ایسے فیصلے یہاں لمحوں میں ہوتے ہیں"۔

وہ تھکے تھکے سے انداز میں کہنے لگیں۔ عزت اور غیرت کے نام پہ قتل اور اچانک نکاح جیسے فیصلے کرنے میں پنچا . یت دیر نہیں لگاتی تھی۔ کبھی کسی چھوٹی سی بچی کو دیت کے طور پر پچاس سالہ بڈھے کے ساتھ بیاہ دیا جاتا تھا تو کبھی کاری کر دیا جاتا تھا۔ سر کٹوانا اور زندگیاں اجاڑنا انکے نزدیک نام نہاد عزت اور غیرت سے زیادہ بہتر تھا۔ راحت اسی لیے پریشان تھیں کہ اب انکی بیٹی بھی بھینٹ چڑھے گی۔

عزہ سوچنے لگی کہ اس مشکل سے کیسے باہر نکلے۔ اگر وہ اکیلی ہوتی تو چپ چاپ یہاں سے نکل جاتی۔ مگر امی اور بہنوں کے ہوتے ہوئے ایسا ممکن نہیں تھا۔ کبھی کبھی رشتے بھی کمزوری بن جاتے ہیں۔

"امی "۔۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مستحکم انداز میں فیصلہ کرتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔
"میں چچا اور تایا سے بات کرنے جا رہی ہوں۔ میں کسی کی غیرت کی بھینٹ چڑھ کر کو . ں بھی فیصلہ قبول نہیں کروں گی۔ زیادہ بات بڑھی تو میں کہہ دوں گی کہ ہاں نہیں ہوا میرا نکاح کر لیں جو کرنا ہے۔ اگر انہوں نے کو . ں زبردستی کرنے کی کوشش کی تو میں میڈیا کو بلا لوں گی"۔۔

اسے غازی سے شادی کرنے پہ اعتراض نہیں تھا مگر ابھی تک غازی کی طرف سے کو . ں بات نہیں ہو . ں تھی تو وہ کیسے اسے خود سے کہہ کر شادی کے لیے مجبور کرتی۔اور دوسری بات وہ کسی کے کہنے پہ تو اپنے لیے کو . ں فیصلہ قبول نہیں کر سکتی تھی۔

عزہ خطرناک تیور لیے باہر کو بڑھی۔راحت پریشانی سے اسکے پیچھے لپکیں۔

"عزہ رکو بیٹا"۔۔

"امی آپ کمرے میں جا . یں کم سے کم ابھی آپ مجھے نہیں روک سکتیں"۔
وہ بھاگتی ہو . ں اور دوپٹے کے پلو کو زمین پہ گھسیٹتی ہو . ں مردان خانے کے دروازے کے باہر رکی۔۔سانس درست کیا۔سر پہ ڈوپٹہ درست کیا۔کچھ پل وہیں رکی رہی۔پھر ایکدم دروازہ کھول کر اندر بڑھی۔اسکے پیچھے پیچھے بھاگ کر آتی ہو . یں راحت کا سانس تھما۔انکی بیٹی جو کرنے والی تھی اسکے بدلے صرف موت تھی۔راحت نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے خاموش آنکھوں سے اسے واپس چلنے کی درخواست کی مگر وہ انکی طرف دیکھ ہی کہاں رہی تھی۔

"عزہ"۔۔چچا اور تایا دونوں دروازہ کھلنے کی آواز پر چونک کر پلٹے۔اس سے پہلے وہ ناگواری سے اسے ٹوکتے وہ خود ہی آگے بڑھ کر سلام کرتی ہو . ں پیار لینے کو جھکی۔
کمرے میں موجود تینوں نفوس نے از حد حیرانی سے اسکے جھکے سر کو دیکھا۔اتنی تابعدار تو وہ کبھی بھی نہیں تھی۔

"جیتی رہو"۔۔ تایا نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔

"عزہ تم یہاں کیوں آ . ں ہو"؟ چچا نے سوال کیا۔

"مجھے امی نے بتایا کہ آپ میری شادی طے کر رہے ہیں"۔

اس نے گردن موڑ کر دروازے میں کھڑی راحت کے چہرے پہ پھیلتے خوف کے سائے دیـ . ھے۔

"شادی تو تمہاری ہو ہی چکی ہے بس گا . ں اور رشتے داروں میں ظاہر کرنی ہے"۔ چچا نے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے ٹانگ جھلاتے ہوئے بے فکری سے کہا۔

"دیکھو بیٹا۔ وہ تمہارا شوہر ہے یہ ہم جانتے ہیں گا . ں والے اور رشتہ دار نہیں اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ سب کو پتا چل جائے اور تمہاری رخصتی کر دیں"۔ تایا نے اسے بہلانے کی کوشش کی۔

"تایا جی۔ چچا جی"۔۔ اس نے دونوں کو دیکھتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

"آپ دونوں اچھے سے جانتے ہیں کہ میں گا . ں اور رشتے داروں کی طرح عام لڑکی نہیں ہوں۔ میں سب سے مختلف ہوں۔ اس لیے اعتماد کے ساتھ آپ سے بات کرنے آ . ں ہوں"۔

"عزہ ابھی چلو بعد میں بات کریں گے۔ ابھی مناسب وقت نہیں ہے"۔

راحت ہوش میں آتے ہوئے اسے کھینچ کر لے جانے لگیں۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

"راحت چھوڑو اسے۔کیا بات کرنی ہے تمہیں۔اگر تم انکار کا سوچ رہی ہو تو"۔۔

تایا نے انگلی اٹھاتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی۔۔

"انکار کون کر رہا ہے تایا جی۔میں تو یہاں یہ کہنے آ . ں تھی کہ اپنی شادی کی ساری خریداری میں خود کروں گی تا . ں یا چچی نہیں۔انکی چوا . س بالکل بھی اچھی نہیں ہے"۔

عزہ نے مزے سے کہتے ہوئے اپنا بازو آرام سے چھڑوایا۔

"اچھا اچھا تو یہ بات ہے"۔تایا اور چچا کے تنے اعصاب ڈھیلے ہوگئے اور راحت کی جان میں جان آ . ں۔

"تم فکر نہ کرو میں تمہاری تا . ں اور چچی سے کہہ دوں گا کہ وہ تمہیں کسی کام سے نہ ٹوکیں۔جو تمہارا دل چاہے وہی کرنا"۔

تایا نے فراخدلی سے اجازت دی۔چچا ہنوز بیٹھے اسکے تاثرات جانچ رہے تھے۔

"جی بالکل میں اب وہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا"۔وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا . ں۔

"شکریہ تایا جی"۔سر کو خم دیتی مصنوعی مسکراہٹ سجائے وہ الٹے قدموں واپس پلٹ آ . ں۔

"عزہ تم آخر کیا کر رہی ہو یہ سب؟ مجھے تمہاری بالکل سمجھ نہیں آتی"۔۔راحت جنجھلا کر بولیں۔وہ رکی اور پیچھے مڑی۔

"ابھی آپ خود ہی تو چاہ رہی تھیں کہ میں کو . ں ہنگامہ نہ کروں۔تو میں وہی کر رہی ہوں"۔
نہایت اطمینان سے کہا گیا۔

"تو تمہیں غازی سے شادی پہ کو . ں اعتراض نہیں۔"راحت نے بے یقینی سے پوچھا۔
"تم سچ مچ اس سے شادی کروگی"؟

"جی۔اچھا انسان ہے وہ۔مجھے اس سے شادی پہ کو . ں اعتراض نہیں۔"شا نے جھٹکتے ہوئے وہ آگے چل دی۔

"اور اگر اسے اعتراض ہوا تو"؟امی کی پکار سنا . ں دی۔کچھ پل کے لیے وہ وہیں ٹھہری ہونٹ کاٹ کر کچھ سوچتی رہی۔

"تو بعد میں سوچیں گے۔ابھی میں اس سے بات کرلوں پھر آکے آپ کے سارے سوالوں کے تسلی بخش جواب دے دوں گی"۔

وہ کہتی ہو . ں غازی کے کمرے کی جانب بڑھ گ . ۔۔

"تم سچ کہہ رہی ہو"؟غازی نے اپنی اندرونی خوشی چھپاتے ہوئے بظاہر شدید حیرانی سے پوچھا۔

ردا نے شدومد سے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"جی بھا . ں میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے تایا اور چچا نے آپکی اور عزہ آپی کی شادی طے کر دی ہے"۔

غازی کا دل چاہا کہ وہ اٹھ کر بھنگڑا ڈالنا شروع کر دے۔

"ابھی وہ آپکو اسی لیے بلا رہے ہیں کہ آپ کو بھی اطلاع دے دیں"۔

"عزہ آپی کو تو امی بتا دیں گی"۔

ردا نے اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔

"ویسے میں تو دل و جان سے عزہ سے شادی پہ راضی ہوں پتا نہیں وہ مانے گی کہ نہیں"۔

غازی نے سوچتے ہوئے خود کلامی کی۔

"ٹھیک ہے ردا تم جا . اور جا کر کہو میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں"۔

وہ کچھ دیر اکیلے صورت حال پہ غور کرنا چاہتا تھا تاکہ فیصلہ کر سکے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔

ردا کو گئے ابھی ایک منٹ ہی ہوا تھا جب عزہ آندھی طوفان کی طرح اسکے کمرے میں داخل ہو . ں۔وہ حیرانی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے"۔ ہاتھوں کو مسلتے ہوئے وہ جھجھک کر کہنے لگی۔

"لگتا ہے اسے پتا چل چکا ہے اور اب یہ انکار کرنے آ . ں ہے"۔
غازی نے دل ہی دل میں سوچتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

کچھ پل خاموشی ان دونوں کے بیچ حا . ل رہی۔ عزہ سر جھکائے لفظوں کو ترتیب دینے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ اسے دیکھ کر اندازے لگا رہا تھا کہ وہ کیا کیا کہنے آ . ں ہو گی۔

"وہ اصل میں تایا جی نے میری اور تمہاری شادی طے کر دی ہے"۔
عزہ نے اپنے ت . یں دھماکہ کیا۔ "مجھے ابھی امی سے پتا چلا"۔

"اور مجھے ردا سے"۔ غازی نے اسکی مشکل آسان کرتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں میری طرح تمہیں بھی یہ سن کر میرے خاندان والوں پہ غصہ آیا ہو گا"۔۔

(ارے سچ میں نہیں۔ بالکل بھی نہیں۔ مجھے تو ان پہ پیار آ رہا ہے)

"تم سوچ رہے ہو گے میں تو عزہ کی مدد کر کے پھنس گیا ہوں"۔

)تم کہہ کر تو دیکھو میں ساری عمر تمہاری مدد کے لیے تیار ہوں(

"میں اسی سلسلے میں تایا اور چچا سے بات کرنے گ . تھی پھر انکی باتیں سن کر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا"۔

"کیسی باتیں"؟غازی چونک گیا۔

"زیادہ تو نہیں بس یہی سنا تھا کہ تایا جی چچا سے کہہ رہے تھے عزہ کی شادی ہونا ہمارے پلان کے لیے فا . رہ مند ہے۔ ہمیں وقت مل جائے گا اور ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔"

"اسکا کیا مطلب ہوا"؟غازی نے الجھن سے استفار کیا۔
عزہ کہیں تمہارے یہ رشتے دار تمہارے خلاف کو . ں سازش تو نہیں "کر رہے۔ہو سکتا ہے تمہارے ابو کی جا . یداد کے حوالے سے انکا کو . ں پلان ہو"۔

"مجھے نہیں پتا۔۔میں نے بس اتنا ہی سنا تھا اور اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں انہی کے پلان کو لے کر آگے چلوں گی تو میں نے "۔۔۔۔
وہ بات ادھوری چھوڑ کر رک گ . ۔کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

"تو تم نے شادی کے لیے ہاں کہہ دی"۔اس نے عزہ کے لفظوں کو زبان دی۔وہ دنگ رہ گا ۔ ۔ جھٹکے سے سر اٹھا یا ۔وہ اسے کتنے اچھے سے جاننے لگا تھا۔

"ہاں۔مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا۔۔اگر ایسا نہ کرتی تو تا یا اور چچا یہاں سے نکال دیتے اور مجھے یہ جاننا ہے کہ کونسا راز وہ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔کیا تم اس معاملے میں میرا ساتھ دو گے"؟

)اس نے مجبوری میں یہ فیصلہ کیا ہے دل سے نہیں(
غازی نے بغور اسکے جھکے سر کو دیکھا۔وہ ایسے تو بات نہیں کرتی تھی۔سر اٹھا کر مقابل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والی عزہ نظریں نیچی کیے بیٹھی تھی تو یقیناً یہ اسکے لیے خوشی والی بات نہیں تھی۔

"ٹھیک ہے عزہ میں تمہاری مدد کرنے کے لیے تیار ہوں"۔اس نے بجھے دل سے کہا۔

"اس نے مدد کہا محبت نہیں۔یہ مجبوری میں ہاں کہہ رہا ہے۔"
عزہ نے آنکھوں میں آئے آنسو ۔ ں کو بمشکل اندر دھکیلا۔وہ منتظر تھی کہ وہ کچھ کہے گا لیکن وہ تو مدد کہہ رہا تھا۔وہ بوجھل دل لیے اٹھ گ ۔ ۔ ۔

"شکریہ تمہارا۔سارے مسلے حل ہو جا ۔ یں تو تم آزاد ہو گے جب کہو گے ہم راستے جدا کر لیں گے"۔آہستگی سے کہتی وہ دروازے کی دہلیز پار کر گ ۔ ۔ ۔

"کتنی آسانی سے یہ راستے الگ کرنے کی بات کرگا . ہے۔کیا اس کے نزدیک میری ذرا سی بھی اہمیت نہیں"۔

وہ دلگرفتی سے سوچتا ہوا مردان خانے کی جانب بڑھ گیا جہاں اسکا انتظار ہو رہا تھا۔

شام چار بجے پارک میں معمول کا رش تھا۔لوگ آجا رہے تھے۔کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔کچھ گھاس پہ لیٹے سستا رہے تھے اور کچھ بنچ پر بیٹھے اپنے موبا . ل پہ مصروف تھے۔منت شان کی انگلی تھامے نزاکت سے پارک میں ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی۔اسکی متلاشی نظریں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔دس منٹ کے بعد اسے مطلوبہ ہدف مل گیا۔یہ ایک الگ تھلگ گوشہ تھا جہاں اتنا رش بھی نہیں تھا۔ایک لڑکی بنچ پر بیٹھی موبا . ل میں مصروف تھی۔

منت نے ایک بار پھر سے جگہ کا جا . زہ لیا۔سب پلان کے مطابق تھا۔اس نے کچھ دور کھڑے لڑکوں کو اشارے سے پاس بلایا۔وہ لگ بھگ پندرہ سال کے تھے۔وہ دونوں منت کے ہمسائے تھے۔

"باجی کام شروع کریں-"ایک نے جوش سے پوچھا۔

"تم لوگوں کو معلوم تو ہے نہ کہ کیا کرنا ہے"؟منت نے ایک بار پھر سے یقین دہانی چاہی۔

"جی باجی آپ فکر نہ کریں۔ایک دم فرسٹ کلاس ویڈیو بنے گی آپ کی"۔۔

منت بی بی کو ان دنوں ویڈیوز بنانے کا شوق ہو رہا تھا۔ وہ ہر وقت کورین اور چا . نیز ویڈیوز دیکھتی رہتی تھی جن میں لوگ دوسروں کی مدد کرتے تھے۔ ان میں ایک ویڈیو تو اسے بہت ہی پسند آ . ن تھی جس میں ایک پیاری سی چا . نیز لڑکی ایک پارک میں جاتی ہے وہاں ماں موبا . ل پہ مصروف ہوتی ہے اور ایک شخص اس کے بچے کو اغوا کر لیتا ہے وہ لڑکی یہ سارا معاملہ دیکھ لیتی ہے اور اس اغوا کرنے والے سے بچے کو چھین لیتی ہے۔
اسکی ماں کو ابھی تک پتا ہی نہیں چلتا کہ اسکے بچے کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ وہ لڑکی بچہ اسکی گود میں پکڑاتی ہے اور اس عورت کے ہاتھ سے موبا . ل چھین کر زور سے نیچے پھینک دیتی ہے اور خود بال ایک جھٹکے سے پیچھے کرتی ہو . ن سلو موشن میں آگے بڑھ کر پیغام دیتی ہے کہ بچوں کی حفاظت کیا کریں۔

منت نے یہ ویڈیو کا . بار دیکھی پھر اس سے ملتی جلتی اور ویڈیوز دیکھیں۔ جن میں ہر مدد کرنے والا جس لاپرواہ اور غیر ذمہ دار کی مدد کرتا ہے آخر میں اسکا موبا . ل ضرور اٹھا کر نیچے پھینکتا ہے۔ اسے یہ سب دیکھ کر بہت اچھا لگا اور وہ بھی آج اسی طرح کی ویڈیو بنانے کے لیے پارک میں موجود تھی۔

بنچ پر بیٹھی موبا . ل میں مصروف لڑکی اسے بہترین لگ رہی تھی۔ وہ جینز شرٹ پہنے ارد گرد سے بے نیاز اپنے موبا . ل میں منہمک تھی۔ وہ اس کے پاس گ . . ۔

ہیلو السلام و علیکم۔۔ کیسی ہیں آپ؟ منت نے خوشدلی سے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام۔ آپ کون ہیں میں آپ کو نہیں جانتی"۔

اس لڑکی نے موبا . ل سے سر اٹھا کر قدرے الجھن سے اسے دیکھا جو بہترین تراش خراش کا برانڈڈ سوٹ زیب تن کیے ہوئے تھی۔ہلکا پھلکا میک اپ اور کندھوں پہ ایک مہنگا پرس لٹکائے منت دوسروں کو متاثر کرنے کی مکمل تیاری کر کے آ . ں تھی۔

"جانتی نہیں تو کیا ہوا ابھی جان لیں۔ میرا نام منت ہے"۔اس نے ہاتھ مصافحے کے لیے آگے بڑھایا۔

"ٹھیک ہیں آپ منت ہیں مگر آپ مجھے کیوں بتا رہی ہیں"۔
اس لڑکی نے رکھا . ں سے پوچھا۔منت نے ہمت نہیں ہاری اور اسی اعتماد کے ساتھ بات آگے بڑھا . ں۔

"کیوں آپ تھوڑی خوبصورت بھی ہیں اور آپ کے پاس موبا . ل بھی ہے۔اور مجھے اسی قسم کی لڑکی کی ضرورت ہے"۔

"کیا مطلب ہے"؟اس لڑکی نے گھبرا کر اپنا موبا . ل والا ہاتھ پیچھے کیا۔وہ منت کو ڈاکو سمجھ رہی تھی۔

"ارے بھ . بات یہ ہے میں ایک معروف نیوز چینل سے ہوں۔اور آج یہاں ایک ویڈیو بنانے آ . ں ہوں۔آپکی مدد کی ضرورت ہے۔اگر آپ نے ایک اچھی ویڈیو بنانے میں میری مدد کی تو ہو سکتا ہے آپ کو ہم اپنے نیوز چینل میں جاب دے دیں۔۔بلکہ میں آپ کو پے بھی کروں گی اس وڈیو بنانے کا"۔۔

منت نے بھرپور مبالغہ آرا ۔ ں سے کام لے کر اور پیسے دینے کا لالچ دے کر اس لڑکی کو بات سننے پر مجبور کر ہی دیا۔اگلے دس منٹوں میں وہ اسکو ساری بات بھی سمجھا چکی تھی اور ویڈیو بھی دکھا چکی تھی۔

"اوکے چلو حامد تم اپنی پوزیشن سنبھالو۔یہ پکڑو میرا موبا ۔ ل اور کیمرہ سیٹ کرو۔کاظم تم اغوا کار بنو گے اور شان کو لے کر دا ۔ یں جانب بھاگو گے۔میں تمہارے پیچھے بھاگوں گی تو تم ڈر کے بھاگ جا ۔ گے"۔
ہدایات دیتے ہوئے وہ لڑکی کی جانب پلٹی۔
"اور آپ موبا ۔ ل پہ مصروف رہنا۔میں اس بچے کو لے کر واپس آ ۔ ں گی اور آپکے موبا ۔ ل کو زمین پر دے ماروں گی۔نہیں میرا مطلب یہاں گھاس پہ زور سے پھینکوں گی تاکہ اسے کچھ ہو نہ"۔
لڑکی کو گھبراتے دیکھ کر اس نے وضاحت دی تو اسے سکون ملا۔

"پھر میں ایک جھٹکے سے ہیرو ۔ نوں کی طرح سلو موشن میں چلتی ہو ۔ ں آ ۔ ں گی اور یہ کہوں گی کہ خدارا پبلک پلیس پہ موبا ۔ ل فون کی بجائے بچوں پہ دھیان دیں"۔۔
"اوکے سب اپنی اپنی پوزیشن لے لیں"۔منت نے بلند آواز میں اعلان کیا تو سب جھٹ سے اپنی اپنی جگہ پر آ گئے۔
حامد نے کیمرہ سیٹ کیا۔لڑکی اپنا موبا ۔ ل پکڑ کر بنچ کے ایک کونے پر ٹک گ ۔ اور شان کو منت نے سمجھا بجھا کر دوسرے کونے پہ ٹکا دیا۔
"سٹارٹ کیمرہ ایکشن"۔۔حامد نے کسی ماہر پروڈیوسر کی طرح انگوٹھا دکھایا۔

ویڈیو شروع کی گ . ۔کاظم نے منہ پہ رومال باندھا۔وہ آگے بڑھا اور چور نگاہوں سے موبا . ل پہ مصروف لڑکی کو دیکھا پھر خاموشی سے آگے بڑھ کر شان کے منہ پہ ہاتھ رکھا۔اسی دوران دور سے منت آتی دکھا . ں دی۔کاظم نے شان کو اٹھایا اور جلدی سے ایک جانب بھاگا۔۔

"اے رکو۔ بچے کو کہاں لے جارہے ہو"؟منت چلا . ں۔

"مس آپکا بچہ وہ ایک شخص اٹھا کر لے گیا۔منت نے موبا . ل پہ مصروف لڑکی کو پکارا مگر وہ ہینڈ فری لگائے بیٹھی تھی۔منت اسے افسوس سے دیکھتی ہو . ں خود ہی اس لڑکے کے پیچھے بھاگی"۔

تھوڑی دور جا کر اس نے اس لڑکے کو دبوچ لیا اور اسے طمانچہ رسید کیا۔

" بچے اغوا کرنے کا زیادہ شوق ہے تمہیں "؟اس نے کہتے ہوئے اس نے گھوم کر اسکے پیٹ میں لات رسید کی۔

"ارے منت باجی۔۔مارنے کی تو بات ہی نہیں ہو . ں تھی۔۔مار کیوں رہی ہیں "۔۔کاظم بیچارہ بلبلا کر نیچے گرا۔

"چپ رہو نہیں تو آواز ویڈیو میں چلی جائے گی"۔منت نے نیچے جھکتے ہوئے آہستہ سے کہا پھر دہرے پڑے کاظم کو ایک اور لات ماری۔۔

"منت باجی یا تو سکرپٹ بھول گ . ہیں یا سچ میں اپنے آپ کو ہیرو . ین سمجھ بیٹھی ہیں"۔حامد کیمرے کو زوم کرتا ہوا کاظم کے سوجے چہرے کو دکھانے لگا۔

اس سے پہلے منت اسکی اور پٹا . ں کرتی کاظم نے بھلا . ں اسی میں سمجھی کہ بھاگ جائے۔وہ سرپٹ بھاگا وہاں سے اور منت بی بی شان کی انگلی تھامے ایک ادا سے چلتی ہو . ں اس لڑکی کے پاس آکر رکی۔شان کو اسکے پاس بٹھایا اور اس لڑکی سے موبا . ل چھینا۔پلان کے مطابق منت نے اسکا موبا . ل آرام سے پھینکنا تھا مگر

www.urdunovelsmania.com

اس وقت وہ خود کو سچ مچ کی ہیرو . ین سمجھ بیٹھی تھی۔اس نے ایک جھٹکے سے اس سے موبا . ل چھین کر گھاس کی بجائے پتھریلی روش پہ دے مارا۔آن کی آن میں موبا . ل کے گرتے ہی اس کے حصے بخرے ہو گئے۔مگر اس کا دھیان ہی کب تھا وہ تو اب آخر میں پیغام دینا چاہ رہی تھی۔۔

پبلک پلیس پہ موبا . ل کی بجائے بچوں۔۔۔۔۔۔

ہاتھ جوڑ کر کہتی منت کی آواز اس لڑکی کی چیخوں میں دب کر رہ گ . ۔

"ارے میرا موبا . ل توڑ دیا۔چکنا چور کر دیا۔۔تم پاگل ہو گیا۔اپنی ویڈیو کے چکر میں میرا موبا . ل ضا .ح کر دیا۔میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں"۔۔

منت ہڑبڑا کر پلٹی۔۔کہاں کی ویڈیو اور کیسی ویڈیو۔وہ تو اس لڑکی کے تیور دیکھتے ہی سہم گ . ۔ایک نظر اسکے فون پہ ڈالی تو اسے حواس گم ہو گئے۔وہ فون اب بالکل بھی استعمال کے قابل نہیں رہا تھا۔

"ایم سو سوری۔۔دیکھیں مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ یوں ہو جائے گا"۔

منت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ آخر میں اسکی بیوقوفی سارا کام خراب کر دے گی۔

حامد نے جلدی سے کیمرہ بند کیا۔کاظم,شان اور وہ جلدی سے منت کی جانب بڑھے۔

"تمہاری سوری سے میرا موبا . ل واپس آ جائے گا کیا"؟وہ لڑکی دھاڑی۔

شام پھیلنے لگی۔لوگ بھی گھروں کو لوٹنے لگے۔منت کی جان نکلی جا رہی تھی۔چار بجے وہ یہاں آ . ں تھی اور اب چھ بجنے والے تھے۔

"دیکھیں میں آپ کا نقصان بھرنے کو تیار ہوں آپ پلیز ریلیکس ہو جا . یں"۔

اس وقت منت کو عزہ بہت یاد آ . ں۔ایسے موقعوں پہ وہ بڑے اعتماد کے ساتھ اگلے سے بات کرتی تھی۔منت کے ساتھ کو . ں اونچا بولتا تھا تو اسکی سیٹی گم ہو جاتی تھی۔ابھی بھی وہ بے حد پریشان ہو گ . تھی۔آج کا ایڈونچر الٹا گلے پڑ گیا تھا۔

اس نے اپنے کندھے سے لٹکتے پرس میں جھانکا۔وہ یہاں آتے ہوئے دانستہ سارے پیسے نکال کر دراز میں رکھ آ . ں تھی۔ابھی اسکے پاس صرف آٹھ سو روپے تھے۔منت کا حلق سوکھنے لگا۔اسے کیا خبر تھی لینے کے دینے پڑ جا . یں گے۔اس نے سوچا تھا پانچ سو ویڈیو میں آنے والی لڑکی کو دوں گی اور تین سو کے سب واپسی پہ گول گپے کھا لیں گے۔زیادہ پیسے اگر رکھ لیے اور کو . ں بیگ چھین کر بھاگ گیا تو؟اسی سوچ کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ گن کر آٹھ سو روپے بیگ میں رکھ کر لا . ں تھی۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے وہ آٹھ سو روپے اس لڑکی کی جانب بڑھا دیے۔

"میرے پاس بس یہی ہیں"۔وہ منمنا کر بولی۔

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے کیا؟ میرا تیس ہزار کا موبا . ل تھا اور اسکے بدلے تم مجھے آٹھ سو دے رہی ہو"۔ وہ لڑکی چلا . ں۔

"میرا نقصان پورا کرو ورنہ میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔ ویڈیو بنانے کے لیے تو بڑا بن سنور کر آ . ں ہو اور بیگ میں پھوٹی کوڑی نہیں۔ مجھے ابھی کے ابھی پیسے دو میرے موبا . ل کے"۔

"اچھا رکیں۔ میں اپنے ساتھیوں سے پوچھ لوں"۔ وہ مرے مرے قدموں سے حامد اور کاظم کی طرف چلی آ . ں جو ہونق بنے ساری صورت حال دیکھ رہے تھے۔

"تم دونوں کے پاس پیسے ہوں گے"؟ پوچھنے کے باوجود وہ جانتی تھی کہ ان کے پاس ہوئے بھی تو سو دو سو ہی ہوں گے۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

"باجی ایسے موقعوں پہ بھاگ جاتے ہیں۔ یوں اپنی بے عزتی نہیں کرواتے"۔ حامد نے مدبرانہ مشورہ دیا۔ کاظم نے زور و شور سے سر ہلا کر تا . ید کی۔

"اچھا ایسا کرو تم دونوں شان کو لے کر جا . یہاں سے۔ میں بھی سوچتی ہوں کچھ بھاگنے کا"۔ اس نے سرگوشی کی۔

"سنو میرے ساتھی گھر جا کر پیسے لانے لگے ہیں تم تھوڑا انتظار کر لو"۔ منت خود بھی بھاگنے کے لیے پر تولنے لگی۔۔

ٹھیک ہے تم تو یہیں رہو گی جب تک مجھے میرے پیسے واپس نہیں مل جاتے۔اس لڑکی نے منت کا ہاتھ مڑورتے ہوئے سنگین لہجے میں کہا۔حامد اور کاظم توشان کا ہاتھ پکڑ کر فوراً بھاگے تھے۔منت کو آسمان گھومتا ہوا نظر آنے لگا۔

تم جب تک میرا نقصان پورا نہیں کرو گی کہیں نہیں جا . گی۔اس نے درشت لہجے میں کہا۔

اسکی حماقت آج اسکو ڈبونے والی تھی۔پتا نہیں وہ کس قسم کی خطرناک لڑکی سے پنگا لے بیٹھی تھی۔

چلو پیسے نہ سہی۔اپنی انگلی سے اس ہیرے کی انگوٹھی کو نکالو۔

اس نے منت کے با . یں ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔منت نے جھٹ اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔وہ یہ انگوٹھی کیسے دے دیتی جو اسے منہاس نے دی تھی۔اس نے جلدی سے اس لڑکی کے چنگل سے بچنے کے لیے ترکیب سوچنی شروع کردی۔

**

وہ آج گھر پہ ہی تھا۔اس کا ارادہ تھا کہ سارا دن آرام کرے گا اور منت کے ساتھ رہے گا۔وہ بیچاری کافی دنوں سے شکایت کر رہی تھی کہ وہ اسے وقت نہیں دیتا اور آج جب کہ وہ اسکی خاطر اپنے کام کاج سے چھٹی کیے بیٹھا تھا تو وہ اسے مکمل نظرانداز کیے اپنے ہی چکروں میں تھی۔صبح سے وہ ساتھ والوں کے لڑکوں کو نہ جانے کونسی ریہرسل کروا رہی تھی۔اسکے پوچھنے پہ ٹکا سا جواب ملتا کہ ہم ایک اہم کام کر رہے ہیں ہمیں ڈسٹرب نہ کریں اور وہ خود کو کوستا ہوا کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔

"سنیں میں اور شان پاس والی پارک میں جا رہے ہیں۔ شام ہونے سے پہلے لوٹ آ . یں گے"۔
چار بجنے سے دس منٹ پہلے منت تیار ہو کر کمرے میں آ . ں۔

"ہاں ٹھیک ہے جا . "۔ منہاس نے اجازت دیتے ہوئے کہا۔ وہ رحمت کو ملنے کے لیے کہہ چکا تھا تو اب اسے منت کے جانے کے بعد گھر پہ ہی بلانا اسے مناسب لگا۔

"لو میں نے کونسا آپ سے اجازت مانگی ہے جو کہہ رہے ہیں کہ جا . ۔ میں جا ہی تو رہی ہوں"۔
منت کے منہ پھلا کر کہنے پہ وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔ اسکا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ منت کے گھر سے نکلنے کے دس منٹ بعد رحمت آ چکا تھا۔

"بھا . ں آپکے گھر آیا ہوں۔ مہمان ہوں۔ کو . ں چائے وائے کھانے وغیرہ کا رواج بھی ہے یا نہیں آپ کے ہاں"؟
رحمت نے دس منٹ بعد آخر تھک ہار کر دل کی بات کہہ ہی ڈالی۔

"معذرت۔ میری زوجہ گھر پہ نہیں ہیں"۔ منہاس نے ہری جھنڈی دکھا . ں اور خود اسکی لا . ں ہو . ں فا . ل کو دیکھنے لگا۔

"میں خود ہی جاتا ہوں کچن میں"۔ رحمت بڑبڑاتا ہوا کچن میں چلا گیا۔

"ارے واہ۔۔مٹر پلا . "۔رحمت کی اشتیاق بھری چیخ سنا . ں دی۔

"بھا . ں یہ مٹر پلا . کس نے بنایا ہے"؟رحمت کی واپسی پلا . سے بھری ہو . ں پلیٹ کے ساتھ ہو . ں تھی۔منہاس نے ذرا سا سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"شادی شدہ لوگوں کے گھر میں کھانا کون بناتا ہے رحمت"؟اس نے اسے گھور کر دھیان دوبارہ فا . ل پہ لگایا۔

"شوہر"۔۔رحمت کی حاضر جوابی کمال تھی۔وہ ایک لمحے کو گڑبڑا گیا۔

بکو نہیں یہ تمہاری بھابھی نے بنایا ہے"۔منہاس نے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے اپنی صفا . ں پیش کرنے کی کوشش کی۔

"اچھا آپ کہتے ہیں تو مان لیتا ہوں مگر بھا . ں ویسے نہ جانے کیوں مجھے بھابھی کے بنائے ہوئے اس پکوان سے آپکے ہاتھوں کے ذا . قے کی خوشبو آرہی ہے۔۔دل کر رہا ہے آپ کی انگلیاں چاٹ لوں"۔

رحمت نے ندیدے پن سے کہتے ہوئے پوری پلیٹ چٹ کر دی تھی۔

"تمہارا کیا مطلب ہے رحمت کہ میں نے پکاتے ہوئے اپنی انگلیاں گھولی تھیں اس میں جو تمہیں میرے ہاتھوں کے ذا . تقے محسوس ہو رہے ہیں"۔

منہاس نے یونہی جھکے جھکے بے خیالی میں کہا۔ وہ بیک وقت فا . ل بھی دیکھ رہا تھا اور رحمت کی الٹی سیدھی باتوں کے جواب بھی دے رہا تھا۔

رحمت نے منہاس کی بات پہ چونک کر اسے دیکھا۔ بات سمجھنے کی کوشش کی پھر حلق پھاڑ قہقہہ لگایا۔

"اس کا مطلب ہے یہ کھانا واقعی آپ نے بنایا ہے۔۔ دیکھا سچ زبان سے نکل ہی گیا نہ۔ ویسے آپ میرے سامنے کیوں شرمارہے ہے مجھے بتانے سے میں تو آپ کے ہر دکھ سکھ کا ساتھی ہوں۔ میں جانتا ہوں شوہر ایک انتہا . ں مظلوم مخلوق ہے اور کھانا بنانا اسکے اولین فرا . ض میں سے ایک ہے"۔

رحمت کی ہنسی قابو میں نہیں آرہی تھی۔ وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھے دہرا ہوتا ہوا مسلسل ہنس رہا تھا۔ منہاس نے جھٹکے سے فا . ل بند کی۔

"ہوگیا تمہارا؟ ٹھونس لیا کھانا؟ چلو اب نکلو یہاں سے"۔۔

اس نے رحمت کو بازو سے پکڑ کر باہر کی جانب کھینچتے ہوئے کہا۔

"بھا . ں آپ مجھے اپنے گھر سے باہر نکال رہے ہیں؟ وہ بھی بے ضرر سا سچ بولنے پہ"؟ رحمت نے بے یقینی سے پوچھا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"تم اور تمہارا بے ضرر سا سچ۔ چلو نکلو یہاں سے آ . یندہ نظر مت آنا مجھے میرے گھر میں"۔

منہاس نے اسے دروازے سے باہر دھکیلا اور ٹھک سے دروازہ بند کیا۔

"سچ کا تو زمانہ ہی نہیں رہا"۔ رحمت بند دروازے کو گھورتے ہوئے چلا گیا۔

منہاس واپس آیا۔ وقت دیکھا منت ابھی تک نہیں آ . ں تھی۔ وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔ وہ سراج پاشا کو بربادی کے ایک اور زینے تک لانے والا تھا۔ کام کرتے کرتے وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا اب گھڑی کی جانب نگاہ دوڑا . ں تو وہ پریشان ہوگیا۔ منت کو گئے کافی دیر ہو چکی تھی اور اب تک اسے واپس آ جانا چاہیے تھا۔ شام اب گہری ہو چکی تھی۔

وہ چیزیں سمیٹ کر اٹھا۔ دروازے کو تالہ لگا کر باہر آیا۔ ابھی گلی کا موڑ مڑا ہی تھا کہ سامنے سے کاظم اور حامد شان کا ہاتھ تھامے بھاگتے ہوئے آرہے تھے۔ منت انکے ساتھ نہیں تھی۔ وہ دوڑتا ہوا آگے بڑھا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"کیا ہوا ہے؟ اس طرح بھاگتے ہوئے کیوں آرہے ہو؟ اور منت کہاں ہے؟ شان کیوں رو رہا ہے"؟

اس نے پنجوں کے بل نیچے بیٹھ کر روتے ہوئے شان کو گلے لگایا۔

"منت باجی تو ادھر پارک میں ہے"۔ کاظم نے پھولی ہو . سانسوں کے ساتھ جواب دیا۔ حامد تو وہیں ہانپ کر بیٹھ گیا تھا۔

"منت باجی کو وہاں ایک لڑکی نے پکڑ کر رکھا ہے۔ اس نے تو منت باجی کا بازو مڑور کر بندی بنا یا ہوا ہے"۔

"کیا کہہ رہے ہو؟ سیدھے طریقے سے بتا . کہ کیا کر کے آئے ہو وہاں"؟

منہاس نے سختی سے ان دونوں کو ڈانٹا تو کاظم نے جلدی جلدی ساری بات بتا . ں اور منہاس کا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔

"تم دونوں شان کو لے کر اپنے گھر جا . میں تھوڑی دیر بعد آکر اسے واپس لے جا . ں گا"۔

ان کو روانہ کر کے وہ بھاگ کر پارک جانے والے راستے پہ مڑ گیا۔

"توبہ ہے لوگ اپنے بچوں کے پیچھے خوار ہوتے ہیں انکے پیچھے بھاگتے ہیں اور میں اپنی بیوی کے پیچھے خجل ہو رہا ہوں۔لوگوں کو انکے بچوں کی شکائیتیں ملتی ہیں اور مجھے اپنی بیوی کی"۔

وہ بڑبڑاتا ہوا بھاگ رہا تھا۔اسے منت کی فکر ہو رہی تھی۔نہ جانے کس نے اسے پکڑا ہوا تھا۔

ابھی وہ پارک سے سے چند گز کے فاصلے پہ تھا جب منت اسے دور سے بھاگتی ہو . ں نظر آ . ں۔

منت اپنے بچا . کے سارے طریقوں پہ غور چکی تھی اور اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ اسے کسی غیبی مدد کا انتظار کرنا چاہیے۔

"سنو لڑکی میرے بچے پیسے لے کر آتے ہی ہوں گے میرا ہاتھ تو چھوڑ دو"۔ منت نے التجا کی۔ وہ لڑکی مسلسل اسکی انگوٹھی پہ نظریں جما ۔ یں کھڑے تھی اور منت کو اسکے تیور ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

"نہیں میں اتنا انتظار نہیں کر سکتی۔ مجھے تم اپنی یہ انگوٹھی دو"۔

اس لڑکی نے منت کے ہاتھوں سے انگوٹھی نکالنے کی کوشش کی۔ اور یہی وہ لمحہ تھا جب منت میں نہ جانے کہاں سے اتنی ہمت آ گا ۔ کہ اس نے ایکدم سے اس لڑکی کو دھکا دیا اور خود وہاں سے دوڑ لگا دی۔

"اے رکو۔ تم میرے پیسے پورے کیے بغیر بھاگ رہی ہو۔ میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں"۔

وہ لڑکی چیختی ہو ۔ ں اسکے پیچھے بھاگی۔

"اللہ میاں آج بچا لیں۔ قسم سے آ ۔ ندہ اس قسم کی لڑکیوں کے ساتھ ہرگز ویڈیو نہیں بنا ۔ ں گی"۔

بھاگتے ہوئے وہ دعا ۔ یں پڑھ رہی تھی اور ساتھ ساتھ پیچھے مڑ کے بھی دیکھ رہی تھی۔ وہ لڑکی اسکے تعاقب میں ہی تھی جیسے وہ آج منت کو پکڑ کر دم لے گی۔

منت نے بھاگتے بھاگتے پارک کا گیٹ پار کیا۔

"اللہ جی پلیز نہ۔ اچھا میں منت مانگتی ہوں آج بچا لیں پورے محلے میں اپنے ہاتھوں سے بریانی بنا کر بانٹوں گی"۔

ابھی وہ پارک سے چند فٹ دور ہی گ . تھی کہ اچانک راستے میں پڑے پتھر سے ٹھوکر کھا کر بری طرح گری۔
تب تک وہ لڑکی اس کے سر پہ پہنچ چکی تھی۔
"تمہیں تو میں چھوڑوں گی نہیں"۔اس نے منت کو مارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔منت نے بے اختیار بازو آگے کیا۔

"کون ہو تم چھوڑو میرا ہاتھ"۔اس لڑکی کی جنجھلا . ں ہو . ں آواز پہ منت نے سر اٹھایا۔منہاس کو وہاں کھڑے دیکھ کر منت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔وہ اٹھ کر جلدی سے منہاس کے پیچھے چھپ گ . . ۔

منہاس نے ایک جھٹکے سے اس لڑکی کا ہاتھ چھوڑ کر اسے پیچھے دھکیلا۔

"اے یو۔۔ہٹو پیچھے میں اس لڑکی کو چھوڑو گی نہیں"۔وہ لڑکی جھپٹ کر آگے بڑھی۔
منہاس نے ایک ہاتھ سے منت کو اپنے پیچھے کیا اور دوسرے ہاتھ اٹھا کر اس لڑکی کو روکا۔سخت لہجے میں اس نے کہا تھا

Listen rude girl....Stay away from my wife and talk with me..

(سنو بد تمیز لڑکی۔میری بیوی سے دور رہو اور مجھ سے بات کرو)

اس نے انگلی سے اپنی طرف اشارہ کیا۔وہ لڑکی ٹھٹھک کر رکی۔اسے یقین نہیں آیا اتنا شاندار بندہ پیچھے کھڑی اس دبو سی لڑکی کا شوہر ہے۔

"آپکی بیوی صاحبہ نے میرا اتنی قیمتی موبا . ل فون توڑ دیا اور بغیر پیسے بھرے یہ محترمہ وہاں سے بھاگ آ . یں ہیں"۔

لڑکی نے طنزیہ کہتے ہوئے اندر رہی اندر منت کی خوش نصیبی پہ رشک کیا تھا۔

"کتنے کا فون تھا تمہارا"؟ منہاس نے تحمل سے پوچھا۔

"پچاس ہزار کا"۔۔ لڑکی اطمینان سے بولی۔

"جھوٹ بول رہی ہے کمینی۔ مجھے تو تیس ہزار کا کہہ رہی تھی"۔ منت نے منہاس کے شانے سے اچک کر غصے سے کہا۔ تھوڑی دیر پہلے بھیگی بلی منت اب منہاس کی موجودگی میں شیر ہو رہی تھی۔

"مجھے پچاس ہزار چاہیں ابھی کے ابھی ورنہ میں شور مچا دوں گی۔ اتنا وقت ضا . ح کیا میرا۔ بھگا یا الگ۔ اضافی پیسے تو اب لگیں گے"۔۔ وہ کھردرے لہجے میں بولی۔

منہاس نے اپنے بٹوے سے پچاس ہزار نکال کر اس لڑکی کے حوالے کیے۔

"ارے زیادہ کیوں دے رہے ہیں"؟ منت چیخی مگر وہ لڑکی پیسے پکڑتے ہی وہاں سے دوڑ لگا چکی تھی۔

"منت ابھی چپ کر کے چلو میرے ساتھ گھر میں کو ۔ ں بات نہ سنوں اب"۔ منہاس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر واپسی کی راہ لی۔

لیکن پھر بھی بیس ہزار زیادہ۔۔۔۔

منت۔اب کی بار وہ سختی سے بولا تو وہ غصے سے منہ بنا کر چپ ہو گ ۔ مگر بڑبڑانے سے باز نہ رہ سکی۔

"بھلا اتنے پیسے بٹوے میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔میں تو اپنے پرس میں دس ہزار بھی نہ رکھوں باہر نکلتے ہوئے ایویں ڈاکہ واکہ پڑ جائے تو بندہ قلاش ہو جائے اور انکو دنیا کا کچھ پتا ہی نہیں۔ "

تھوڑی دیر بعد وہ شان سمیت گھر پہ تھے۔ان دونوں کی جانب سے کھانا خاموشی سے کھا یا گیا صرف شان تھا جو منہاس کو پارک کی باتیں بتا رہا تھا۔

شان کمرے میں جا ۔ بیٹا اور جا کر سو جا ۔ ۔منہاس نے اسے پچکارا تو وہ جلدی سے تابعداری میں سر ہلاتا ہوا کمرے میں بھاگ گیا۔

"میں بھی جاتی ہوں"۔منت جلدی سے اٹھی تاکہ ڈانٹ سے بچ سکے۔

"تم بیٹھو ادھر اور مجھے تفصیل سے سب بتا ۔ "۔اس نے منت کو واپس بٹھا یا۔

"وہ اصل میں ہم لوگ وہاں ویڈیو بنانے گئے تھے اور"۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پانچ منٹوں میں منت پوری رام کہانی سنا چکی تھی اور وہ سوائے اسکی عقل پہ افسوس کرنے کے کیا کر سکتا تھا۔

"منت یہ پہلی اور آخری ویڈیو تھی اب آ . یندہ مجھے شکایت نہ ملے۔اوکے"؟ وہ اسے بچوں کی طرح سمجھا رہا تھا۔

"ویسے یہ پہلی ویڈیو نہیں تھی"۔منت نے کہتے ہوئے فوراً لب کچلے۔

"کیا مطلب"؟ وہ چونکا۔
"کچھ نہیں"۔اس نے دامن بچانا چاہا۔

"اور کتنی ویڈیوز اس سے پہلے بنا چکی ہو"؟ منہاس نے حیرانی سے پوچھا۔وہ اب تک منت کی ساری حرکتوں سے لا علم ہی تھا۔

"زیادہ نہیں بس دو چار۔۔لیکن وہ سب بھی ناکام ہو . ں تھیں۔پہلی ویڈیو میں, میں نے ایک فقیر کی مدد کرنا چاہی مگر وہ بدتمیز آپکی جیکٹ لے کر بھاگ گیا۔حالانکہ میں نے اسے بولا بھی تھا کہ صرف ویڈیو میں جیکٹ دوں گی ویسے نہیں مگر وہ فرار ہوگیا۔
منت نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بتایا اور منہاس اچھل کر کھڑا ہوگیا"۔

"کیا؟میری وہ نیلے رنگ کی جیکٹ؟منت تم نے وہ غا . ب کی تھی اور میں دو دنوں تک الماری چھانتا رہا کہ پتا نہیں کدھر چلی گ . "۔

وہ ناراض ہو کر اٹھنے لگا۔منت نے جلدی سے اسکے ہاتھ پکڑے۔۔

"اچھا سنیں۔معاف کر دیں نہ صاحب عالم؟ایم سوری"۔
منت نے معصومیت سے کہتے ہوئے کان پکڑے اور منہاس کی ناراضی لمحوں میں ختم ہو . ں تھی۔

"اچھا اور کیا کیا تم کارنامے سرانجام دے چکی ہو تم اب وہ بھی بتا دو۔" وہ نروٹھے انداز میں کہتا دوبارہ بیٹھ گیا۔

"ایک ویڈیو میں پتا کیا ہوا"؟وہ پر جوش انداز سے بتانے لگی۔
"اس دن بل جمع کروانے کافی لوگوں کی لا . ن لگی ہو . ں تھی۔وہاں ایک بوڑھی عورت بھی آ گ . ۔میں نے ویڈیو کے مطابق اسے اپنی جگہ دی اور خود آخر پہ جا کر کھڑی ہو گ . ۔مجھے امید تھی پیچھے کھڑے سب لوگ مجھے سراہیں گے اور خود میرے پیچھے آ کر مجھے میری جگہ تک پہنچا دیں گے مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔اور ایک دفعہ تو۔۔۔

"ایک منٹ"۔۔۔منہاس نے اسکی بات کاٹی۔
"مجھے یہ بتا . تم یہ ویڈیوز کیوں بنا رہی تھی"؟

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

"میں اپنا چینل بنا کر وہاں اپلوڈ کرنا چاہ رہی تھی"۔ منت نے سادگی سے کہا۔

"وجہ"؟

"دیکھیں میں چاہتی ہوں کہ پاکستان کا مثبت پہلو سامنے لا ۔ ں۔ چا ۔ نیز اور کورین ویڈیوز دیکھ کر میں بہت ہی متاثر ہو ۔ ں ہوں اور وہاں کا بہت اچھا امیج میری نظروں میں بنا ہے۔ میں چاہتی ہوں میں بھی پاکستان کے کچھ اچھے پہلو دنیا کو دکھا ۔ ں اور سب سے بڑھ کر میں خود کو ثابت کرنا چاہتی ہوں"۔

سنجیدگی سے اس نے ساری بات منہاس کو تفصیل سے سمجھا ۔ ں۔ اور وہ جو نہایت توجہ سے سن رہا تھا منت کی آخری بات پہ بے ساختہ ہنس دیا۔

"منت سیریسلی اِتم خود کو ثابت کرنا چاہتی ہو؟ کیا ثابت کرنا چاہتی ہو ویسے"؟

منہاس نے ٹھوری پہ ہاتھ رکھتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا لیکن میں دنیا کے سامنے پاکستان کے اچھے پہلو لانا چاہتی ہوں بس"؟ اس نے ہاتھ اٹھا اعلان کیا۔

"دوسروں کی نقل کر کے"؟

منت لاجواب ہو ۔ ں۔ وہ جانے کے لیے اٹھا پھر کچھ سوچ کر واپس بیٹھ گیا۔

"ہم دوسروں کی نقالی کر کے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔دنیا میں ابھرنے کے لیے منفرد ہونا پڑتا ہے۔منت تم کچھ اچھا کرنا چاہتی ہو تو ایسی ویڈیوز کے بجائے کام کی ویڈیوز بنا . ۔کسی بھی نام سے اپنا پروگرام لانچ کرواور وہ چیزیں وہ رخ دنیا کو دکھا . جو آج تک نہ دکھایا گیا ہو"۔

"کچھ آیا سمجھ"؟منہاس نے اسکے سر پر چپت لگا . ں۔

"جی سب کچھ سمجھ آگیا شکریہ آپکا"۔منت پر جوش ہو . ں۔

"بلکہ میں نے تو اپنے پروگرام کا نام بھی سوچ لیا ہے"۔

"اچھا وہ کیا"؟منہاس نے پوچھا۔وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ منت کسی اچھے اور کارآمد کام میں اپنے آپ کو صرف کرے۔وہ جانتا تھا اگر منت کی درست راہنما . ں کی جاتی تو وہ کچھ نہ کچھ نہیں بہت کچھ کر سکتی تھی۔

"میرے پروگرام کا نام ہو گا مثبت پاکستان"۔منت کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ان میں جذبہ اور اپنے وطن سے محبت کا سمندر ہلکورے لے رہا تھا۔وہ بہت جلد پاکستان کی تاریخ میں اک نیا قدم اٹھانے جا رہی تھی۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

ایک کے بعد ایک نقصان ہوتا جا رہا تھا۔پہلے گوجرانوالہ کی انڈسٹری میں کام رکا کیوں کہ کیس عدالت چلا گیا تھا اور اب لاہور والی فیکٹری میں لگنے والی آگ نے سراج پاشا کو مفلوج کر دیا تھا۔کروڑوں کا نقصان ہوا سو ہوا مافیا میں بھی یہ خبر پھیل گ . کہ کو . ں ہے جو سراج پاشا سے دشمنی نبھا رہا ہے۔

سارہ معراج کے لیے بھی یہ سب حیرت کا باعث تھا۔اسکے نزدیک اسکا بھا ۔ ں ہی سب سے طاقتور اور خطرناک تھا لیکن اب ثابت ہو رہا تھا کہ جس نے بھی یہ سب کیا ہے وہ زیادہ چالاک ہے کیوں کہ جس رات فیکٹری میں آگ لگا ۔ ں گ ۔ تھی اس سے اگلے دن کیمکلز کی ایک بڑی کھیپ بیچی جانی تھی۔ عین وقت اور عین موقع پر سراج پاشا کی دکھتی رگ کو اور دبا یا گیا تھا۔

"میں بہت حیران ہوں آخر یہ کام کون کر سکتا ہے"؟ سارہ نے پریشانی سے سر تھا ما۔
"پچھلے بیس سالوں سے سراج پاشا کے نام کا ڈنکا بجتا رہا ہے۔کو ۔ ں اتنی ہمت کیسے کر سکتا ہے کہ ان سے دشمنی مول لے۔اور ابھی تک یہ پتا بھی نہیں چلا کہ یہ کام کس کا ہے"۔

"مانیں نہ مانیں یہ کام منہاس عالم کے سوا اور کو ۔ ں کر ہی نہیں سکتا"۔۔یہ کہنے والا فیضان عرف فیضی تھا۔
"تم تو یہ کہو گے ہی تمہارا دشمن جو ٹھہرا وہ"۔سارہ نے نخوت سے منہ بنا یا۔
"منہاس یہ سب نہیں کر سکتا اس سب سے اسکو بھی نقصان ہوا ہے۔بھا ۔ ں نے وہ ڈیل اسی کے ذریعے کروانی تھی اور ویسے بھی وہ اب بھا ۔ ں کے کاروبار میں حصے دار ہے۔تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ جان بوجھ کر خود ایسا کرے۔ضرور کو ۔ ں بہت بڑا دشمن ہو گا جس کا یہ کام ہے"۔

"آپ کو منہاس پہ اتنا یقین کیوں ہے"؟ فیضی کے لہجے میں چبھن تھی۔
"تمہیں اس پہ شک کیوں ہے"؟ سارہ کا موڈ خراب ہوا تھا۔

"پتا نہیں لیکن میرے اندر سے آواز آ . ں تو میں نے کہہ دیا"۔
فیضی نے شانے اچکائے۔اسے شک نہیں یقین تھا کہ آگ صرف منہاس ہی لگا سکتا ہے لیکن سارہ یقین نہیں کر رہی تھی۔

"فیضی تم اپنے اندر کی آواز کو دبا دو ورنہ میں تمہارا گلا دبانے میں دیر نہیں کروں گی"۔ساحرہ نے اپنے لمبے نوکیلے ناخنوں کی تراش پر نظر دوڑاتے ہوئے بھڑک کر کہا۔وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی کہ فیضی منہاس پہ الزام لگائے۔

"اوکے اوکے۔۔اس بات کو چھوڑ کر ہم وہ بات کرتے ہیں جس کے لیے ہم اکھٹے ہوئے ہیں"۔
فیضی نے مصالحت کی راہ اپنا . ں۔وہ دونوں اس وقت ایک کافی شاپ میں موجود تھے۔

"ہاں ٹھیک ہے۔تم یہ بتا . کہ اس منت کے بارے میں کیا پتا چلا"؟
سارہ دلچسپی سے آگے کو ہو کر پوچھنے لگی۔اس نے فیضان کو منت کی معلومات نکالنے کو کہا تھا۔

"وہ لڑکی منت واقعی میں منہاس کی بیوی ہے۔اور اس کے ساتھ ایک چار سالہ بچہ بھی ہے۔لیکن ایک مزے کی بات کہ وہ بچہ منت اور منہاس کا نہیں"۔
فیضی نے رک کر اسکے تاثرات دیر . ھے۔سارہ کی آنکھوں میں یکدم ہی چمک بڑھی۔دماغ سے جیسے ایک بھاری بوجھ اترا تھا۔

"اسک مطلب ہے کہ انہوں نے وہ بچہ اڈاپٹ کیا ہے"؟

"بظاہر تو ایسا ہی ہے مگر اندر کی بات کچھ اور ہے"۔فیضی نے ڈراما . ں انداز اختیار کیا۔
"وہ بچہ ہمارے ہی دھندے کے ایک بندے کا ہے۔جب وہ پولیس مقابلے میں مارا گیا تو منہاس نے اس بچے کو یتیم خانے میں داخل کروا دیا۔ابھی کچھ مہینوں پہلے ہی منہاس اسے اپنے گھر لایا ہے"۔

"اوہ۔۔یہ تو کافی دلچسپ کہانی ہے"۔سارہ نے ہونٹ سکیڑے۔تو صیفی نظروں سے فیضی کے کام کو سراہا اور کافی کا گھونٹ بھرا۔

"فیضی مجھے جلد از جلد منہاس اس منت کے چنگل سے آزاد چاہیے۔مجھے بہت غصہ آرہا ہے اس منت پہ کیسے جھوٹ بول رہی تھی کہ ہمارا ایک چار سال کا بچہ بھی ہے"۔
سارہ نے منہ بگاڑ کر منت کی نقل اتاری۔

"ارے سارہ جی فکر نہ کریں۔ہم بہت جلد منہاس اور منت کو علیحدہ کر دیں گے۔جب مرد کو اپنی بیوی کے کردار پہ شک ہو جائے تو اس کا دل بدگمان ہونے میں دیر نہیں لگاتا۔منہاس بھی کب تک اپنی بیوی کے پلو سے بندھا رہے گا"۔
فیضی نے اپنے ت . یں اسے تسلی دی۔

"وہ عام مردوں جیسا نہیں ہے فیضی۔ اگر ہوتا تو کب کا میری جانب ما . ل ہوچکا ہوتا۔ وہ کبھی بھی منت پہ شک نہیں کرے گا۔ ہمیں دوسرے منصوبے پر عمل کرنا ہوگا۔ وہ منت سے بدگمان ہوگا تم یہ گمان چھوڑ دو"۔

"واہ آپ تو بہت اچھے سے جان گ . ہیں اسے"۔
فیضی نے طنز کرتے ہوئے اپنی کافی ختم کر کے ویٹر کو دو کپ اور کافی لانے کا اشارہ کیا۔ سارہ کے ساتھ ابھی کافی باتیں ہونے والی رہتی تھیں۔
سارہ نے کپ خالی کر کے میز کے وسط میں رکھا۔ اس کپ کی چمکتی سطح پہ اسے اپنا عکس صاف دکھا . ں دے رہا تھا۔

"تم جانتے ہو فیضی انسان اپنے عکس کو صاف دیکھ دیکھنے میں کو . ں غلطی نہیں کر سکتا کیوں کہ وہ اپنے آپ کو اچھے سے پہچانتا ہے اسی طرح مجھے لگتا ہے کہ میں بھی منہاس کے مزاج اسکی عادات کو جاننے میں غلط اندازہ نہیں لگا سکتی ۔ میں اسے بہت اچھے سے جان گ . ہوں بلکہ مجھے یقین ہے میں اسے خود سے اور منت سے زیادہ بہتر سمجھنے لگی ہوں"۔

بلاشبہ وہ ایک ذہین لڑکی تھی۔ اپنے مقابل کی تمام خوبیاں اور خامیاں اسے ازبر ہوتی تھیں اور وہ ان سے پورا پورا فا . ہ اٹھانے کے ہنر سے بھی آگاہ تھی۔ فیضی نے دل ہی دل میں سارہ کی ذہانت کو سراہا۔

"تواب تک آپ کیا سمجھی ہیں سارہ جی"؟ ویٹر ٹرے پکڑے پاس آیا تو وہ چپ ہوگیا۔ ویٹر نے پچھلے کپ اٹھا کر تازہ کافی دونوں کو پیش کی اور سر خم کر کے چلا گیا۔

"وہ اس کافی سے بھی زیادہ کڑوا ہے"۔ سارہ نے کافی کے کپ کی طرف اشارہ کیا۔

"جتنا تلخ اس کا ذا . قہ ہے اس سے زیادہ تلخ اور ترش وہ ہے۔ لیکن اسکا دل اس کافی کے رنگ جتنا سیاہ نہیں۔ وہ بیک وقت اچھا بھی ہے اور برا بھی۔ جس طرح کڑوی کسیلی کافی پی کر ہم خود کو تازہ دم محسوس کرتے ہیں بالکل اسی طرح اسکی آس پاس موجودگی مجھ میں زندگی کو تازہ کر دیتی ہے۔ کچھ لوگوں کے دن کا آغاز کافی یا چائے کے بغیر نہیں ہوتا اور میرا دن اسے دی . ھے بغیر شروع نہیں ہوتا۔ کاش وہ اتنی آسانی سے میری دسترس میں ہوتا جتنی آسانی سے مجھے کافی کا یہ کپ حاصل ہوا ہے"۔۔

فیضی نے ایک کپ ٹرے سے اٹھا کر اسکے آگے رکھا اور ایک سے خود چسکیاں لینے لگا۔ اسے سارہ سے اس حد تک دیوانگی کی امید نہیں تھی۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ کافی کے کپ میں اور ایک جیتے جاگتے انسان میں فرق ہوتا ہے۔ کافی کا کپ جذبات نہیں رکھتا اور وہ جسکو حاصل کرنا چاہ۔تی تھی وہ اس کے لیے جذبات تو رکھتا تھا لیکن ناپسندیدہ۔ حسین اور مغرور لوگ اگر محبت کے دام میں پھنس جا . یں تو تقدیر اکثر مخالف ہی نکلتی ہے۔

لیکن وہ یہ سب اسکے منہ پہ کہنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ چپ چاپ کافی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

یہ انصاف کی جنگیں اتنی کھٹن اور طویل کیوں ہوتی ہیں؟۔خاص کر جب ایک کمزور اور غریب یہ جنگ لڑے۔کیوں حق اور سچ کا ساتھ دینے والے واقعی آٹے میں نمک کے برابر ہیں؟۔کیوں باضمیر اور ایماندار انسان کو آج کے زمانے میں ایلین سمجھا جاتا ہے۔دنیا اسے پاگل اور بیوقوف کہتی ہے جو اپنی جان خطرے میں ڈال کر انصاف کے خاردار راستے پر ننگے پا . ں چلے کیوں؟ آخر کیوں قانون کے دروازے اتنے بلند و بالا کر دیے جاتے ہیں کہ غریب کے ہاتھ ہی وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

بہت سے کیوں اکٹھے ہوئے تھے جن کے تسلی بخش جواب وہ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔حویلی کے پچھلے باغیچے میں وہ بیٹھی اک اک کر کے پھول کی پتیوں کو توڑتے ہوئے سوچوں میں ڈوبی ہو . ں تھی۔ذہن اسے بار بار ماضی میں دھکیل رہا تھا اور وہ خود کو تکلیف دہ یادوں کے بھنور میں ڈبوئے اذیت کی انتہا . ں پہ تھی۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

کو . ں آہستگی سے اسکے پاس آ بیٹھا۔اس نے گردن موڑ کر غازی کو دیکھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو"؟اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سوچ رہی ہوں کہ تم تو خود قانون کے رکھوالوں میں سے تھے مگر تمہیں بھی اس قانون نام کے سانپ نے ڈس لیا۔یہ تو بالکل ویسا ہی ہوا کہ جس گھر میں آپ رہتے ہوں اسی کے مکین آپ پر دروازے بند کر دیں۔میرا ایمان ہی اٹھ گیا ہے کہ ہمارے یہاں ایمانداری نام کی بھی کو . ں چیز ہے"۔

وہ بہت دلبرداشتہ لگ رہی تھی۔غازی نے مسکرا کر اسکے ہاتھ سے باقی بچا ہوا پھول لیا اور اسکی خوشبو سونگھنے لگا۔

"یہ خوشبو سونگھ رہی ہو؟ کھلتے ہوئے یہ خوبصورت اور خوشنما رنگوں کے پھول, یہ ہوا . یں, فضا . یں, بدلتے موسم, دن کا رات اور رات کا دن میں ڈھلنا یہ سب دنیا کے قا . م ہونے کی نشانیوں میں سے ہے اور دنیا تب تک قا . م ہے جب تک اس میں اچھا . ں ہے کیوں کہ دنیا اچھے لوگوں کے دم سے قا . م رہتی ہے۔ ابھی بھی تمہاری طرح کے نہ جانے کتنے لوگ ہیں جو اپنی یہ جنگ لڑ رہے ہیں اور اگر وہ بھی یہ سوچ کر ہتھیار پھینک دیں کہ انکے علاوہ اور کو . ں ایماندار نہیں اور انکا کچھ نہیں ہو سکتا تو پھر تو عدل وانصاف کا جنازہ ہی نکل جائے گا۔ اس لیے اگر آپ حق پہ ہیں تو ڈٹے رہے کم از کم جب نام پکارے جا . یں گے تو شرمندہ تو نہیں ہوں گے نہ"۔

وہ چپ ہوا تو عزہ بول اٹھی۔

"خاموش کیوں ہو گئے بولتے رہو نہ۔ تم بہت اچھی باتیں کر رہے ہو۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے تمہیں سننا"۔

"پتا ہے عزہ ہماری اکثریت یہ سوچتی ہے کہ پاکستان نے ہمیں کیا دیا؟ ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم نے پاکستان کو کیا دیا۔ کیا ہم نے کبھی ایک ذمہ دار شہری ہونے کا ثبوت دیا؟ کیا ہم اس
ملک کو اچھے لوگ دے پائے ہیں؟ ہم لوگ خود سڑکوں اور گلی محلوں میں کوڑا پھینکتے ہیں اور بعد میں کہتے ہیں کہ پاکستان میں صفا . ں نہیں اور مثالیں دیتے ہیں یورپی ممالک کی۔ ہم خود کرپشن کرتے ہیں اور اک کرپٹ سسٹم پیدا کرتے ہیں اور پھر واویلا کرتے ہیں کہ پاکستان میں یہ سب ہو رہا ہے۔ ہمارے پاس زبانی کلامی بڑے دعوے ہیں کہ ہم پاکستان سے پیار کرتی ہیں لیکن اس کا ثبوت ہم صرف بارڈر پہ جا کر انڈیا کے خلاف لڑ کے دینا چاہتے ہیں اپنے آپ کو اور پاکستان کو بہتر بنا کر نہیں"۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔جب تک عوام نہیں بدلے گی اسکی سوچ نہیں بدلے گی تب تک حکومت بھی نہیں بدلے گی"۔عزہ نے تا . ید کی۔

"مجھے لگتا ہے اللہ تعالیٰ کو پاکستان سے بہت پیار ہے تبھی تو اب تک ہر قسم کے مشکل حالات کے باوجود بچا ہوا ہے۔ورنہ آجکل تو سیکورٹی فورسز کا بھی کو . ں بھروسہ نہیں رہا آئے دن خبروں میں دکھاتے رہتے ہیں کبھی کسی کسی کو ڈاکو کے شبہے میں سرعام مار دیا تو کبھی دہشتگرد ہونے کے شک میں"۔

عزہ نے تلخی سے کہا۔وہ کچھ دنوں سے متواتر ایسی ہی خبریں سن رہی تھی اور یہ سب اسے بہت تلخ بنا رہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے عزہ"۔غازی نے مخالفت کی۔

"اچھے اور برے لوگ ہر ادارے میں ہوتے ہیں۔بلکہ دنیا میں ہر جگہ دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔ہم صرف کچھ لوگوں کی وجہ سے اپنے رکھوالوں اور ملک سے محبت نہیں چھوڑ سکتے"۔

www.urdunovelsmania.com

"میں کب چھوڑ رہی ہوں"۔وہ شرمندہ ہو . ں۔

"میں سانس لینا تو چھوڑ سکتی ہوں مگر اپنے ملک سے محبت نہیں۔یہ میری رگوں میں ہے۔میرے ایمان کا حصہ ہے۔میرے ابو نے اس مٹی کی محبت میرے ساتھ پروان چڑھا . ں ہے"۔

"میں جانتا ہوں"۔وہ مبہم سا مسکرایا۔وہ عزہ کی عادات کو بہت اچھے سے جاننے لگا تھا۔

"چلواب چلیں یہاں سے کسی نے یوں ساتھ بیٹھے دیکھ لیا تو کیا سوچے گا"؟

عزہ نے اٹھتے ہوئے کہا اسکا موڈ اب ٹھیک ہو چکا تھا۔ کبھی کبھی انسان قنوطیت کا شکار ہو جاتا ہے بغیر کسی وجہ کے دل بھر آتا ہے اور موڈ خراب ہو جاتا ہے وہ بھی ایسی ہی کیفیات کا شکار ہو رہی تھی لیکن غازی سے بات کر کے اسکی کوفت اور کلفت ختم ہو گ . تھی۔ تھوڑی دیر پہلے تک چھا . ں بیزاری اب جوش میں ڈھل چکی تھی۔

"تم کیوں بھول رہی ہو حویلی والے کچھ نہیں سوچیں گے"۔وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاں میں تو بھول ہی گ . تم تو میرے نقلی والے شوہر ہو"۔وہ چہ چہ کرتے ہوئے آگے بڑھی۔

"اب کہاں جارہی ہو"؟وہ وہیں سے چلایا۔

"بھاڑ میں جارہی ہوں۔چلو گے"۔وہ شوخ ہو . ں۔

نہیں لیکن تمہیں دروازے تک چھوڑ کر واپس آسکتا ہوں۔وہ چند قدم کا فاصلہ طے کر کے اسکے ساتھ چلنے لگا۔

"کیوں میرے ساتھ بھاڑ کے اندر نہیں چلو گے"۔وہ راہداری کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو . ں۔

"نہیں بالکل نہیں"۔غازی نے نفی میں سر ہلایا۔

عزہ کارخ اب دا . یں جانب بنے کمروں کی طرف تھا۔وہ دا . یں با . یں احتیاط سے دیکھتی ہو . ں مرادن خانے کی طرف آ . ں۔

"یہ بھاڑ ہے"؟ غازی نے مزاحیہ انداز میں پوچھا۔

شش۔۔عزہ نے اسے خاموشی سے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔
مردان خانے کا دروازہ کھول کر وہ دونوں اس بڑے سے کمرے میں داخل ہوئے۔عزہ نے دروازہ بند کیا۔

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں"؟ غازی نے الجھن سے سرگوشی کی۔

"ابھی ابھی تایا اور چچا کی گاڑی حویلی سے باہر گ . ہے۔وہ کسی کام سے گئے ہیں۔ہمارے پاس یہی موقع ہے اس جگہ کی اچھے سے تلاشی لینے کا ہو سکتا ہے کو . ں کام کی چیز ہاتھ لگ جائے"۔۔

اس کمرے کے ساتھ ہی ایک اور کمرہ ملحق تھا جسے اسٹڈی روم کا درجہ دیا گیا تھا۔عزہ اور غازی وہاں چلے آئے۔

"یہ بھی بس ظاہری نمود و نما . ش ہے ورنہ ہمارے خاندان میں کو . ں اتنا پڑھا لکھا نہیں جو یہ کتابیں پڑھ سکے"۔
عزہ نے اسکی آنکھوں میں ستا . ش اور حیرت دیکھ لی تھی۔

"تم یہ ادھر والی کتابیں اور دراز اچھے سے دیکھو میں اپنی طرف کے دیکھ لیتا ہوں"۔

غازی نے اسے دا . یں طرف بھیجا اور خود با . یں طرف ہو کر کتابیں دیکھنے لگا۔

"ویسے تم نے بتایا نہیں کہ تمہیں چچا اور تایا پہ شک کیوں ہوا"؟ عزہ نے کتابوں کے پیچھے جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"دو دن پہلے جب ہم شام کو زمینوں پہ گئے تھے تب واپسی پہ مجھے شک ہوا کہ میرے بیگ کو کھولا گیا ہے۔ میں نے ردا سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس نے میرے کمرے میں چچا کو آتے ہوئے دیکھا تھا۔ تب تو میں نے بات کو اتنا سنجیدہ نہیں لیا مگر جب تم نے بتایا کہ تم نے انکی باتیں سنی ہیں تو میں سوچ میں پڑ گیا"۔

غازی نے ایک دراز سے کاغذات کا پلندہ برآمد کرتے ہوئے تفصیل سے جواب دیا اور ان کاغذات کو غور سے دیکھنے لگا۔ وہ کسی زمین کے کاغذات لگ رہے تھے۔

"تو تم نے تب کیوں نہیں بتایا"؟ عزہ نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ ہنوز ان کاغذات میں سر کھپائے مصروف تھا۔

وہ آگے کو ہو کر اسکے کندھے سے جھانک کر دیکھنے لگی۔

"یہ ہمارے کام کے نہیں چھوڑ دو"۔۔

"لیکن عزہ ان کاغذات میں گڑبڑ لگ رہی ہے"۔ غازی نے صفحے الٹتے پلٹتے تشویش سے کہا۔

"وہ بھی ہمارا مسئلہ نہیں مہاتما گوتم بدھ جی۔ اس کو چھوڑیں اور کچھ ایسا ڈھونڈیں جو ہمارے مطلب کا ہو"۔

عزہ نے اسکے ہاتھ سے وہ کاغذات چھین کر میز پر رکھے۔اسے غازی کی اسے عادت سے چڑ تھی ضرورت سے زیادہ ہی ہر معاملے میں وہ اس سے آگے ہوتا تھا۔

پندرہ منٹ ہو چکے تھے اور وہ دونوں تقریباً کمرے کے کونے کونے کو چھان چکے تھے مگر ابھی تک کچھ ہاتھ نہیں لگا تھا۔

"میں سوچ رہی ہوں مجھے تایا جی اور چچا کے کمرے کی بھی تلاشی لینی پڑے گی۔یہاں سے تو کچھ نہیں ملا"۔
عزہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے گویا ہو . ں۔غازی بھی مایوسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔اسے بھی کچھ خاص حاصل نہیں ہوا تھا۔

"ابھی اس وقت سب گھر والوں کی موجودگی میں"؟غازی نے حیرت سے اسے دیکھا۔
ہاں ابھی یہ کام کرنا پڑے گا۔مزید ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے۔پہلے ہی کافی دن ضا . ح ہو گئے ہیں۔
"لیکن اپنی چچی اور تا . ں کا کیا کرو گی"؟
وہ دونوں وہاں سے نکل کر اب لان میں بیٹھے آگے کالا . حہ عمل طے کر رہے تھے۔

عزہ نے تا . ں کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا ساتھ ہی پیچھے مڑ کر دیکھا غازی نے اسے انگوٹھا دکھا کر بیسٹ آف لک کہا۔
"کون ہے آجا . "۔اندر سے تا . ں کی آواز آ . ں تو وہ مصنوعی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے کمرے میں داخل ہو . ں۔وہ بیڈ پہ لیٹی ہو . ں تھیں۔

"السلام علیکم تا . ں امی۔۔کیسی ہیں آپ"؟ وہ بولتے بولتے انکے بیڈ پہ بیٹھی تو انہوں نے جھٹ ٹانگیں سمیٹیں۔
"عزہ خیریت ہے نہ تم آج شہد کیسے ٹپکا رہی ہو۔اتنی میٹھی تو تم کبھی بھی نہیں تھی"۔
تا . ں نے ذرا سا بھی لحاظ رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔عزہ کی مسکراہٹ فورًا سمٹ تھی۔اسکی واقعی اپنے دودھیال والوں سے کبھی نہیں بنی تھی۔

"اب کیا کروں مجبوری ہے"۔وہ منہ نیچے کیے بڑبڑا . ں۔

"تا . ں امی آپ تو جانتی ہیں کہ میری شادی کی تاریخ طے پاگ . ہے۔آپ گھر کی بڑی ہیں سربراہ ہیں تو میں چاہ‌تی ہوں میری شادی کی ساری خریداری آپ کریں۔آخر اتنا تجربہ ہے آپ کا"۔عزہ نے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا۔
"میں کیوں کروں خریداری اپنی ماں کے ساتھ جا . "۔تا . ں نے صاف منع کیا۔وہ کیوں اس لڑکی کی خاطر خوار ہوتیں۔

"تا یا جی نے اتنی بڑی رقم شادی کی خریداری کے نام پہ مجھے پکڑادی ہے اسی لیے میں چاہ رہی تھی کہ آپ کو سارے پیسے دے دوں اور آپ خود ہی ساری خریداری کر لیتیں یہ نہ ہو میں کچھ بہت مہنگا لے لوں اور تا یا جی کے پیسے ضا .ح کروں۔مگر خیر آپ کی مرضی"۔

اس نے بے چارگی سے کہتے ہوئے چور نظروں سے انکے تاثرات دی . ے۔ تا . ں گوارہ کر ہی نہیں سکتی تھیں کبھی کہ انکے شوہر کی کما . ں کو یوں بے دریغ اڑایا جاتا۔ اور اسکی توقع کے عین مطابق وہ فوراً اٹھی تھیں۔

"اب یہ بھی ٹھیک کہہ رہی ہو تم تجربے میں تو میرا کو . ں ثانی نہیں"۔ تا . ں نے اٹھ کر سلیپر پہنے۔

"پورے خاندان میں اگر کو . ں میرے جیسی خریداری کر پائے تو میرا نام بدل دینا۔ ابھی پچھلے دنوں شمیم کی شادی کے سارے انتظامات میں نے ہی تو دی . ے تھے"۔

"تم جا کر ذرا راحت اور اپنی چچی کو بھی تیار ہونے کا بول دو۔ سب مل کر چلتے ہیں ابھی"۔

تا . ں بولتے بولتے الماری سے جانے کے لیے کپڑے بھی نکال چکی تھیں۔

وہ مسکراتے ہوئے وہاں سے نکل آ . ں۔ پہلا مرحلہ کامیاب ہوا تھا اور اب غازی کی باری تھی۔

وہ چچی امی اور باقی کزنز کو بازار جانے کا کہہ کر پچھلی جانب آگ . ۔ غازی وہیں ٹہل رہا تھا اسے دیکھ کر سوالیہ نظروں سے پلان کے بارے میں پوچھا۔ عزہ نے تفاخر سے شانے جھاڑے گویا کہہ رہی ہو کہ عزہ ہو اور کام نہ ہو ایسا ہو نہیں سکتا۔

"چلو اب تمہاری باری۔۔ تایا جی کو کال کرو اور انہیں اپنے ساتھ شہر لے کر جا . ۔ کم سے کم دو سے تین گھنٹے تم انکو باہر مصروف رکھو گے کیوں کہ اتنی دیر تو لگے گی سارے خفیہ درازوں کو جانچنے میں۔ اسکے علاوہ جو لاکر ہیں انکو بھی دیکھنا ہے۔ بہت وقت چاہیے ہو گا"۔

"میری فکر نہ کرو میں تمہارے چچا اور تایا کو چار گھنٹے سے پہلے واپس نہیں لا ؤں گا۔ تم بس یہ بتا دو کہ اکیلی سب سنبھال لو گی نہ"؟

غازی نے تسلی دیتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا۔ عزہ مسکرا دی۔

"میری بھی فکر نہ کرو میں اکیلی بہت کچھ سنبھال سکتی ہوں"۔

تھوڑی دیر میں غازی سمیت سب گھر والے چلے گئے۔ وہ دس منٹ بعد باہر آ ئی اور سب ملازموں کو بھی انکے گھر بھیج دیا۔ وقت کم تھا اور مقابلہ سخت۔۔

وہ کام میں جت گ ئی۔ پہلے چچا کے کمرے کی تفصیلی تلاشی لی مگر انکے کے درازوں سے سوائے انکے چھوٹے موٹے غبن کے (جو انہوں نے زمین کے کاغذات میں کیے تھے) اور کچھ نہیں ملا۔ تایازاد کامران کے کمرے سے بھی کچھ خاص یا قابل گرفت ہاتھ نہیں لگا۔

سب سے آخر میں وہ تایا کے کمرے میں آ ئی۔ انکی الماری کھولی۔ سب سے نچلے خانے میں پھٹے پرانے کاغذات کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ردی ہو۔ وہ نظرانداز کرتے ہوئے لاکر کھولنے لگی۔ چابی اسے تا ئی کے پرس سے مل گ ئی تھی۔ وہاں بھی جا ئیداد کے کاغذات اور تا ئی کے زیورات کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"یہاں بھی کچھ نہیں ملا۔ یا اللہ میری مدد کریں"۔ مایوسی سے اس نے لاکر بند کیا۔ نظر پھر سے نچلے خانے کی طرف گ ئی۔ وہ اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گ ئی۔۔

"اس کو بھی دیکھ ہی لیتی ہوں کیا پتا قسمت مہربان ہو ہی جائے"۔ اور قسمت واقعی مہربان ہو ہی گ ئی تھی۔ یونہی الٹتے پلٹتے اسے کالے رنگ کا ایک گتا دکھا ئی دیا۔۔ اس نے چونک کر وہ اٹھا یا۔۔

www.urdunovelsmania.com
www.urdunovelsmania.com اردو ناولز مینیا

یہ تو بابا کی ڈا . ری جیسا لگ رہا ہے۔۔

منت نے مثبت پاکستان کے نام سے ایک ادارے کا اجرا کر لیا تھا سوشل میڈیا پر اسی نام سے چینل بھی بنا لیا تھا۔اس کا مقصد تھا کہ وہ چھوٹے چھوٹے اچھے پہلو جن کو ہم دیکھتے ہوئے بھی نظرانداز کر دیتے ہیں وہ سامنے لائے۔۔

"ہم نے اپنے میڈیا پرز یادہ تر پاکستان کے منفی پہلو دکھائے ہیں۔میں یہ نہیں کہہ رہی کہ کبھی کو . ں اچھا . ں سامنے نہیں لا . ں گ . مگر جو تاثر ہم اوروں کے ذہن پہ چھوڑ چکے ہیں بد قسمتی سے وہ منفی ہی ہے۔ہمیں ضرورت ہے کہ پاکستان کی اچھا . یوں کو اسکی خوبصورتی کو اسکی عوام کو اور عوام کی اپنے ملک سے محبت کو دنیا کے سامنے لاسکیں۔یہ حقیقت ہے کہ پاکستانیوں کو پاکستان سے بہت پیار ہے لیکن اس پیار میں ہم نے اس ملک کا ہمیشہ نقصان ہی کیا ہے۔اب وقت آگیا ہے کہ ہم کچھ قدم اٹھا . یں۔آ . یں آج سے اس بات کا عزم کریں کہ ہم سے ہرایک اپنے طور پر پاکستان کے حق میں کچھ بہتر کرنے کی کوشش کرے گا۔ہم میں سے اگر ہر شخص اپنے طور پر اپنے لیے اس ملک کے لیے صرف تھوڑی سی کوشش کرے کچھ اچھا کرنے کی تو ہم یقینی طور پر پاکستان کو مثبت پاکستان کے طور پر سامنے لاسکیں گے۔چاہے ایک چھوٹا سا پودا لگا کر,اپنی گلی محلے کی خود صفا . ں کر کے,ٹریفک کے قوانین کی پابندی کر کے یا اسی طرح کے معمولی سے کام کر کے ہی کیوں نہ ابتدا کی جائے۔پاکستان کو ہماری زبانی کلامی محبت نہیں عمل چاہیے۔مانا کہ ہم بہت جذباتی قوم ہیں تو کیوں نہ اسی کمزوری کو اپنا ہتھیار بنا لیں۔ ہم

پاکستان کے امیج کے بارے میں جذباتی ہوجا ۔یں اسکی دنیا میں ساکھ کو لے کر جذباتی ہوجا ۔یں۔دنیا میں کو ۔ں بھی ایسا خطہ نہیں جہاں جرا ۔م نہ ہوں یا جہاں دہشت گردی نہ ہو یا برے لوگ نہ ہوں مگر کیا ضروری ہے کہ ہم ہمیشہ انہی پہلو ۔ں کو سامنے رکھ کر بات کریں اور ایکدوسرے کی سیاسی جماعت کو برا کہیں۔بجائے یہ کہنے کہ, کراچی میں کل دہشت گردوں نے حملہ کیا ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری فورسز نے دہشت گردوں کے حملے کو پسپا کر دیا۔فلاں گلی محلے میں بہت گند پھیلا ہوا تھا یہ ٹویٹ کرنے کے بجائے اگر یہ لکھ دیا جائے کہ آج صبح سات بجے میں نے ایک عورت کو اپنی گلی میں جھاڑو دیتے دیکھا وہ صفا ۔ں پسند معلوم ہوتی تھی۔کسی فقیر کے سڑک کنارے بھیک مانگنے پر اگر اسکی ذرا سی مدد کر دی جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔کیا ضروری ہے کہ ہم صرف منفی پہلو کو لے کر ہی چلیں۔ہم مثبت سوچ رکھیں گے تو ہی اک مثبت پاکستان بنے گا"۔

منت کی یہ پہلی ویڈیو بہت شاندار گ ۔ تھی اسکی توقع سے بڑھ کر اس کو پزیرا ۔ں ملی تھی۔ویڈیو میں آخر میں عوام سے اپیل کی گ ۔ تھی کہ وہ اپنے طور پر جو قدم اٹھا ۔یں اسکی ویڈیو بنا کر بھیجیں تاکہ اسے اپلوڈ کیا جا سکے۔

"منت باجی دو دن کے اندر اندر دو لاکھ ویو ہو گئے ہیں۔پچاس کے قریب ویڈیوز بھی لوگوں نے بھیجی ہیں۔ان میں سے چالیس واقعی کام کی ہیں۔ان کیا کیا کرنا ہے اب"؟

حامد نے موبا ۔ل پہ منت کی ویڈیو کھولی ہو ۔ں تھی اور رد عمل دیکھ کر وہ بہت خوش تھا۔ویڈیو میں مختلف جگہ سے لے گ ۔ تصویروں کو یکجا کیا گیا تھا۔ایک تصویر ایک بک ڈپو کی تھی جسکے باہر ایک بڑے سے گتے پہ لکھا ہوا تھا" مستحق اور غریب طلبا٦ کے لیے مفت کتابیں میسر ہیں۔"ایک تصویر ایک سڑک کنارے سے لی گ ۔ تھی جہاں ٹریفک آفیسر ایک بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر سڑک پار کروا رہا تھا۔ایک جگہ سردیوں کے گرم ملبوسات کا ڈھیر لگا تھا اور قیمت نہ ہونے کے برابر تھی منت نے اس کی بھی تصویر لی۔

کچھ تصاویر اس نے آمنہ کی مدد سے النور ٹرسٹ کی بھی لی تھیں۔۔چند تصاویر سڑک کی صفا . ن کرتے کارکنان کی تھیں۔سات آٹھ منٹ کی ویڈیو میں بے شمار تصویریں تھیں۔۔

"یہ تصویریں ہمارے روزمرہ کے وہ کردار ہیں جن کو روزانہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور نظرانداز کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔خود ہمارے ساتھ اکثر ایسے واقعات ہوتے ہیں جو ہمیں یہ سوچنے پہ مجبور کر دیتے ہیں کہ واقعی دنیا میں اچھے انسانوں کی کمی نہیں۔۔۔ہم خود بھی تو کسی کی چلتے چلتے مدد کر دیتے ہیں"۔

حامد نہ جانے کتنی بار ویڈیو دیکھ چکا تھا اور اب پھر سے منت کو سن رہا تھا۔۔

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے چھوٹے چھوٹے اور معمولی کاموں کو سوشل میڈیا پر دکھانے کی کیا ضرورت تو اسکا جواب یہ ہے کہ آج کل جب لوگ اپنے پل پل کی فضول خبریں دینے سے نہیں چوکتے تو یہ تو پھر احساس اور انسانیت دکھانے کی ایک ادنی سی کوشش ہے۔آج کا دور سوشل میڈیا کا دور ہے۔لوگ کھانستے بھی ہیں تو چاہتے ہیں کہ آدھی دنیا یہ جان لے کہ وہ بیمار ہیں اور دنیا واقعی جانتی بھی ہے صرف ایک کلک کرنے پہ۔ہم بھی اسی سوشل میڈیا کے ذریعے پاکستان کے روشن اور اچھے لوگ سامنے لانا چاہتے ہیں۔میں دکھانا چاہ‌تی ہوں کہ میرے پاس اپنے ملک سے محبت کرنے کے لیے وجوہات کی کمی نہیں۔ہمارا مقصد پاکستان کو مثبت دکھانا ہی نہیں بنانا بھی ہے۔مجھے یقین ہے آج ہم چھوٹی اور معمولی خبروں سے شروعات کر رہے ہیں لیکن بہت جلد کچھ نئے اور بڑے حقا . ق کے ساتھ ملیں گے۔اللہ حافظ"۔۔

منت نے حیرانی سے اسکو دیکھا جو ایسے سن رہا تھا جیسے پہلی دفعہ سن رہا ہو۔

"کمال منت باجی کمال"۔۔حامد نے تالیاں بجا . یں۔

"آپ نے کیا تقریر جھاڑی ہے سن کر ایمان تازہ ہو گیا اور پاکستان سے محبت بڑھ گ . ہے"۔

"میں نے سچ کہا ہے حامد اور سچ میں میں برکت ہوتی ہے اور وہ دلوں پہ اثر کرتا ہے"۔وہ مسکرا . ں پھر کاظم کے بارے میں پوچھا۔

"وہ تو مشن پہ نکلا ہوا ہے کہ کہیں اسے کچھ اچھا ہوتا دکھا . ں دے تو فوراً وہ اپنے کیمرے کو حرکت میں لے آئے"۔حامد نے جوش سے بتایا۔

"ارے یاد آیا منت باجی میرے دوست کے ابا حکیم ہیں اور انکے مطب کی ایک خاص بات ہے وہ جمعے والے دن مریضوں کا مفت علاج کرتے ہیں اور انکو فیس کے طور پر اپنے لیے دعا کرنے کا کہتے ہیں"۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔تم ان سے بات کر لینا کہ وہ ہمیں انٹرویو دینا پسند کریں گے یا نہیں"۔منت نے آگے کالا . حہ عمل ترتیب دیا۔

"اچھا باجی میں چلتا ہوں اگلی ویڈیو کے لیے آپ نے جو کام دیا ہے وہ بھی کرنا ہے"۔حامد اٹھ کر سلام کرتے ہوئے چلا گیا۔منت چائے بنانے کا ارادہ کرتے ہوئے کچن میں چلی آ . ں۔منہاس پچھلے ہفتے سے گھر ہی نہیں آیا تھا اور وہ اداس ہو رہی تھی۔

"پتا نہیں صاحب عالم نے میری ویڈیو دیکھی ہے یا نہیں"۔وہ بے دلی سے چائے کا پانی چڑھاتے ہوئے سوچنے لگی۔اس نے اپنی صرف آڈیو شامل کی تھی اگرچہ منہاس کی طرف سے اسکو پوری اجازت تھی لیکن اس نے آڈیو پہ ہی اکتفا کیا۔

"تین دن ہو گئے فون بھی نہیں کیا کو . ں خیر خبر بھی نہیں دی۔آنے دو ان کو میں نے بھی اچھے سے خبر نہ لی تو ایم ایم عالم نہیں میں"۔
چائے پیتے ہوئے وہ خود کو اس وقت لڑاکا طیارے سے کم نہیں سمجھ رہی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی تو وہ خیالوں کی دنیا سے باہر نکلی۔انجان نمبر سے کال آ رہی تھی۔اس نے بیزاری سے فون رکھ دیا۔دو منٹ بعد ہی فون دوبارہ بجا۔وہ پہلے ہی بھری بیٹھی تھی غصے سے فون اٹھایا اور پھاڑ کھانے والے انداز میں گویا ہو . ں۔

"ہیلو کون ہے"؟

"آپ کا ہمدرد"۔دوسری جانب سے نہایت میٹھی آواز میں کہا گیا۔

"اوبھا ۔ ں ہمدرد اپنی ہمدردیاں اپنے پاس رکھ"۔وہ دانت کچکچاتے ہوئے بلند آواز میں دھاڑی۔۔منہاس کی پریشانی کیا کم تھی جو اب یہ رونگ نمبر تنگ کر رہا تھا۔
"میرا پہلے ہی دماغ بڑا گرم ہو رہا ہے بہتر ہو گا کہ خود ہی فون رکھ دو ورنہ میں نے تمہیں وہ گالیاں دینی ہیں جو تمہاری سات پشتوں نے بھی نہیں سنی ہوں گی۔شادی شدہ عورت ہوں میں۔تمہاری دال گلنے کی بجائے گل سڑ جائے گی یہاں۔پتر فون بند کر اور ماں کو بول تیری شادی کر دے ورنہ یہ نہ ہو کسی دن رانگ نمبر ملاتے ملاتے تو اپنی بہن کو ہی فون ملا ڈالے اور اسے بھی یہی افسانے سنائے۔۔وڈا آیا ہمدرد"۔

منت نے اسکو اچھی خاصی سنا کر فون بند کر دیا۔۔

سارہ کافی دنوں سے کوشش کر رہی تھی کہ کسی صورت منہاس سے ملا جائے اور آخر آج اسکو یہ موقع مل ہی گیا تھا۔منہاس کو کراچی والی انڈسٹری کے حوالے سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔کراچی کے تمام معاملات کو آجکل سارہ ہی دیکھ رہی تھی۔سراج پاشا اپنا غم غلط کرنے ملک سے باہر جا چکا تھا۔اب جو بھی ڈیل ہو ہی تھی وہ سارہ کے توسط سے ہی ہو رہی تھی۔منہاس نے اسے کال کی تو اسے اپنا منصوبہ پورا ہوتا نظر آیا اور اب وہ اس فا ۔ یو سٹار ہوٹل کی لابی میں بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی۔دس منٹ بعد وہ آتا دکھا ۔ ں دیا۔

ہلکے سر . ں رنگ کی شرٹ کے اوپر کالے رنگ کی لیدر جیکٹ اور نیلے رنگ کی پینٹ زیب تن کیے وہ حسبِ معمول اپنے مخصوص حلیے میں تھا۔ بھورے سلکی بال سلیقے سے ایک طرف جمائے تھے۔ آنکھوں پہ کالا چشمہ لگائے وہ بے نیازی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے غالباً سارہ کو تلاش کر رہا تھا۔ سارہ نے دور سے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا تو وہ سر ہلاتے ہوئے اسکی میز پہ آگیا۔

"شام بخیر۔ کیسی ہیں آپ"؟ کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اس نے رسمی سے انداز میں پوچھا تھا مگر وہ تو نہال ہی ہو گ . تھی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں"؟ چاہتے ہوئے بھی وہ آج تک منہاس کو "تم" کہہ کر مخاطب کرنے کی ہمت نہیں کر پا . ں تھی۔ اسکا اکھڑ انداز اور بے لچک رویہ سارہ کو کسی قسم کی بے تکلفی کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

"مس سارہ کراچی والی فیکٹری کے کاغذات لا . ں ہیں آپ"؟ منہاس نے اسکا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کام کی بات پوچھی۔

سارہ نے تلملاتے ہوئے فا . ل اسکی جانب بڑھا . ں۔ وہ وہیں اس فا . ل کے اندر لگے کاغذات الٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگا۔

"اس کو گھر جا کر دیکھ لیجیے گا فلحال کچھ کھانے کے لیے منگواتے ہیں"۔ سارہ نے ویٹر کو اشارہ کیا اور اپنا آرڈر نوٹ کروایا۔۔

"سر آپ کیا کھانا پسند فرما . یں گے"؟ ویٹر کے پوچھنے پہ بے اختیار اس نے بریانی کہا تھا۔۔منت اسے بہت یاد آ رہی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ گھر نہیں جا پایا تھا۔آج ارادہ تھا کہ یہاں سے سیدھا گھر جائے گا۔

"مس سارہ وہ فارنر کمپنی کے کیا خدشات چل رہے ہیں انہوں نے ابھی تک مجھے کو . ں اپڈیٹ نہیں دی"۔ منہاس نے تشویش سے پوچھا۔وہ کافی مہینوں سے اس تنظیم کے پیچھے لگا ہوا تھا مگر انہوں نے اب تک کچھ خاص ردعمل نہیں دیا تھا۔

"انکا کہنا ہے کہ آپ کو اگر انکی تنظیم میں شامل ہونا ہے تو اپنی زندگی کی ڈور انہیں تھمانی ہوگی"۔سارہ نے ڈراما . ں انداز میں بتایا۔

کیا مطلب؟ اس نے الجھن سے استفسار کیا۔

"مطلب یہ کہ آپ کو اپنے خلاف سارے ثبوت اس تنظیم کے باس کے حوالے کرنے ہوں گے صرف یہی صورت ہے ان کے ساتھ کام کرنے کی۔یہ ایک اصول ہے تاکہ کو . ں انکو دھوکہ نہ دے۔سراج بھا . ں کو تو بیس سال ہوگئے ہیں مگر آپ ابھی انکے لیے نئے ہیں اس لیے وہ کبھی بھی ایک حد سے آگے کام نہیں کریں گے"۔

سارہ مزید اسے تفصیلات سے آگاہ کرتی رہی اور وہ اگلے لا . حہ عمل پہ سوچتا رہا۔۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"چلیں خیر میں سوچوں گا کیوں کہ اپنی دکھتی رگ کا پتا دینا بہر حال عقل مندی کے زمرے میں نہیں آتا مگر اسکے باوجود میں اس غیر ملکی تنظیم کے ساتھ کام کرنے کا خواہش مند ہوں۔۔ دیکھتے ہیں کچھ دنوں تک پھر ہی کو . ں فیصلہ کروں گا"۔

میز پہ ہاتھ رکھے ٹھہر ٹھہر کر بولتا ہوا وہ سارہ معراج کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔اسکی نظر اسکی انگلی میں پہنے ہوئے ایک باریک سے چھلے پر پڑی۔وہ جانتی تھی یہ اسے منت نے دیا ہوگا تبھی اس نے کبھی یہ اتارا نہیں۔۔اسکی ذہنی رو کام سے بھٹک کر منہاس کی طرف مبذول ہوگ . ۔

"اور سنا . یں آپکی میرڈلا . ف کیسی جا رہی ہے"؟ سارہ کے چبھتے ہوئے لہجے پہ منہاس کے چہرے سے ناگواری جھلکی جسے اس نے بمشکل چھپایا۔پھر کچھ سوچ کر اس نے مسکرا کر کہنا شروع کیا۔

"بہت اچھی جا رہی ہے۔منت ایک بہت پیاری اور مخلص لڑکی ہے۔ایک بہترین بیوی اور ساتھی جو منتوں سے بھی نہ ملے۔ہم بہت خوش ہیں ایک دوسرے کے ساتھ۔اسے پا کر یوں لگتا ہے جیسے زندگی مکمل ہوگ . ہو اور اب کسی اور کی ضرورت نہیں"۔

سارہ کے اندر بھانبڑ جلنے لگے۔اس نے سلگتی نگاہوں سے منہاس کو دیکھا۔کتنا خوش لگ رہا تھا وہ منت کی باتیں کرتے ہوئے۔طمانیت چمک رہی تھی چہرے پہ۔۔اس نے اپنے آپ کو پر سکون کیا۔

"بس چند دنوں کی ہے یہ خوشگوار زندگی۔بہت جلد میں انکی زندگیوں میں زہر گھول دوں گی"۔۔

"اچھی بات ہے خدا کرے خوش رہیں آپ"۔۔اس نے مصنوعی مسکراہٹ سجالی۔

ویٹرا تنے میں کھانا پیش کرنے لگا۔وہ چپ چاپ منہاس کو دیکھنے لگی اور وہ بے نیازی سے موبا . ل پہ مصروف تھا۔وہ جانتی تھی کہ اگر کام کا معاملہ نہ ہوتا تو وہ کبھی اسکے ساتھ یہاں نہ آتا۔

اس نے فیضی کو میسج کرکے کام کا پوچھا جواباًاس نے ڈن کا میسج بھیجا۔۔اس نے حساب کتاب لگایا۔اب اسکو کسی بھی طریقے سے منہاس کو یہاں کچھ منٹوں تک روکے رکھنا تھا۔

پندرہ منٹ میں کھانے سے فارغ ہوکر منہاس جانے کے لیے اٹھ گیا۔

"پلیز دس پندرہ منٹ اور رک جا . یں۔میں نے آ . سکریم آرڈر کی تھی۔وہ کھاکے جاتے ہیں"۔سارہ نے بہانے سے اس کو روکنا چاہا۔

"نہیں میں چلتا ہوں۔دیر ہوجائے گی"۔منہاس نے منع کیا۔

"پلیز آ . ں انسسٹ"۔سارہ نے لہجے میں عاجزی پیدا کی۔

وہ یہاں زیادہ دیر رکنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر سارہ سے بگاڑ بھی نہیں سکتا تھا اس لیے اسکے زیادہ اصرار کرنے پہ بیٹھ گیا۔

"منہاس وہ منت ہی ہے نہ"؟ سارہ کے الفاظ نہیں چابک تھے۔ اس نے فورًا گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔ وہ شان کی انگلی تھامے دروازے سے اندر آرہی تھی۔ عین اسی وقت منت نے بھی اسے دیکھ لیا۔ اسکی آنکھوں میں بے یقینی لہرا . ں۔ وہ چند قدم آگے بڑھی جیسے اپنی بصارت کو یقین دلانا چاہ رہی ہو۔ پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ شان کو لیے باہر کی جانب بھاگی۔

منہاس ایکدم ہوش میں آیا۔ ہاتھ میں پکڑی آ . س کریم کب کی پگھل چکی تھی۔
منت۔۔ وہ چلایا مگر وہ دروازہ پار کر چکی تھی۔
*_______*_______*_______*_______*

پچھلے دو گھنٹوں سے اس نے پورا گھر سر پہ اٹھایا ہوا تھا۔۔
"ہائے اللہ جی میں کہاں جا . ں میں تو کہیں کی نہیں رہی"۔۔۔ وہ منہ پہ ڈوپٹہ رکھے وقتاً فوقتاً رونے کا شغل پورا کر رہی تھی۔۔ وہ بیچارا اسے 6 . دفعہ صفا . ں پیش کرنے کی کوشش کر چکا تھا مگر وہ کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھی۔

"منت مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے تم سے شا ی کیوں کی؟ تمہیں تو مجھ پہ ذرا سا بھی اعتبار نہیں ہے"۔ آخر منہاس کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا اور اس نے منت کو ملامتی نظروں سے دیکھتے ہوئے خود کو کوسا۔

"ہاں تو کیوں کی مجھ سے شادی اس وقت تو مرے جا رہے تھے"۔

وہ جواباً تڑخ کر بولی۔ منہاس نے اپنی پوری آنکھیں کھول کر منت کو دیکھا۔

"کیا میں مرا جا رہا تھا"؟ اس نے صدمے سے منت کو دیکھا۔

"منت بی بی تم بھول رہی ہو کہ لاہور اور راحیلہ آنٹی کے گھر کے چکر کون لگاتا تھا اور بہانے بہانے سے میرے ارد گرد کون منڈلاتا تھا"۔

منت نے ناک پھلا کر اسے گھورا پھر تن فن کرتی صوفے پہ جا بیٹھی۔

"ہاں تو مان لیتے ہیں کہ میں آپ سے شادی کرنا چاہتی تھی مگر فلحال اس بحث کو چھوڑیں"۔ منت نے ڈھٹا . ں سے کہتے ہوئے ہاتھ جھلایا۔

"میں ماضی میں جینے والی لڑکی نہیں ہوں۔ اس لیے آپ مجھے طعنے دے کر شرمندہ کرنے کی ناکام کوشش بند کریں"۔

شاہانہ انداز سے کندھوں کو جھٹکتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا اور منہاس نے تا . ید میں سر خم کر کے اس کو شاباشی دی۔ وہ واقعی کبھی اسے شرمندہ نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے نہیں تھی۔

"شان اٹھو بیٹا رات بہت ہو گ . ہے آپ کمرے میں جا کر سو جا . "۔۔ منہاس نے شان کو منظر سے غا . ب کرنا چاہا۔

"شان کہیں نہیں جائے گا۔ جو بات بھی ہوگی اسکے سامنے ہوگی"۔ منت دھاڑی۔ شان بیچارہ کبھی اسے دیکھتا تو کبھی منت کو جو شان کو وہاں رکنے کا ایسے بول رہی تھی جیسے وہ چار سال کی بجائے چالیس سال کا ہو۔

"بہت افسوس ہو رہا ہوگا نہ کہ میں نے منت سے شادی کیوں کی تھوڑا انتظار کر لیتا تو اس حسین چڑیل سارہ سے شادی کر لیتا۔ مگر ایک بات میں بھی آپ کو بتا دوں کہ سارہ سے آپ میری وجہ سے ملے ہیں کیوں کہ وہ میری کلاس فیلو رہ چکی ہے۔ اگر آپ کی مجھ سے شادی نہ ہوتی تو کبھی بھی سارہ چڑیل سے نہ ملتے۔ اللہ پوچھے اس ناگن کو جانے کیا سحر پھونکا ہے اس نے آپ پر کہ اس کے ساتھ کھانے کھائے جا رہے ہیں۔ ہائے میں لٹی گ . برباد ہو گ . "۔

احمقوں کی ملکہ شروع ہو چکی تھی اور حسب معمول اسکی باتوں کا کو . ں سر پیر نہیں تھا۔ شان نے الجھن سے منہاس کو دیکھا اور منہاس نے بے بسی سے شانے اچکائے جیسے کہہ رہا ہو اس سپیکر کو بند کرنا میرے بس کی بات نہیں۔

"منت یوں حلق پھاڑ کر تو مت چیخو۔ بچہ پریشان ہو رہا ہے"۔
منہاس کا کہنا منت کو یاد دلا گیا کہ شان بھی ادھر ہی موجود ہے۔ وہ جھٹ سے آگے بڑھی اور شان کو خود میں دبوچا۔

"ہائے شان بیٹے ہم کہیں کے نہیں رہے۔ ہم لٹے گئے برباد ہو گئے۔ تمہارے بابا نے مجھے دھوکہ دیا ہے"۔۔

"آنی آپ نہ رو . یں"۔۔شان نے اسکے آنسو پونچھتے ہوئے منہاس کو ناراضی سے دیکھا۔منت نے شان کے ہاتھ پکڑ کر اسکو سامنے کیا۔

"شان میں نے اس شخص کے پیچھے اپنا بچپن اور جوانی برباد کردی اور یہ صلہ ملا ہے کہ مجھے چھوڑ کر اس چڑیل کے ساتھ ڈنر ہو رہے ہیں"۔

"منت اگر تم نے دو منٹ کے اندر اندر رونا بند نہیں کیا تو میں واقعی اس سارہ سے شادی کر لوں گا"۔منہاس نے تنگ آکر دھمکی دی اور منت کے رونے میں شدت آگا . ۔

"منو پلیز"۔۔منہاس نے اسکے پاس آکر لجاجت سے کہتے ہوئے اسکے ہاتھ تھامے۔۔

دو منٹ تو پورے ہونے دیں پھر ہو جاتی ہوں چپ"۔وہ بگڑ کر ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔منہاس مسکراہٹ دبائے میز پہ رکھی فا . ل اٹھا کر اسے الماری میں رکھنے کو بڑھا۔سوچا تھا گھر جا کر سکون سے اس فا . ل کا مطالعہ کرے گا مگر اب سکون کہاں ملنا تھا۔
فا . ل کو نچلے خانے میں رکھ کر وہ پلٹا تو بارش تھم چکی تھی اور اب مطلع صاف تھا۔

"ہاں اب بتا . یں اس سارہ چڑیل سے کیوں ملے تھے"؟ڈوپٹے سے ناک صاف کرتے ہوئے منت نے پوچھا۔شان کو اس نے اپنے ساتھ ہی بٹھالیا تھا۔منہاس نے گہرا سانس لیا اور سوچ سوچ کر کہنے لگا۔

"وہ دوست ہے تمہاری۔اتفاق سے اس ہوٹل میں مل گ . تھی۔خود ہی میری طرف آگ . اور زبردستی بیٹھ گ . ۔اب بتا . بھلا میں کیا کرتا۔اسے بہت کہا کہ جا . مگر وہ ضد کرکے بیٹھ گ . کہ میں کھانا کھا کر ہی جا . ں گی۔میں مروت اور مجبوری میں چپ ہی بیٹھا رہ گیا"۔

اسکی معصوم صورت پہ منت کو بیک وقت ترس اور پیار آیا۔

"ہائے میرے معصوم صاحبِ عالم! میں جانتی تھی وہ چپکو سارہ چڑیل ہی آپ کے پیچھے پڑی ہوگی۔وہ ہے ہی ایسی۔اسے سے برداشت نہیں ہو رہا ہوگا کہ میں آپکی بیوی ہوں۔خود ہی بہانے سے آپکے ساتھ بیٹھ گ . ہوگی۔اسی لیے تو میں نے آپکی اور سارہ کی تصویریں بھیجنے والے کو وہ سنا . یں تھیں کہ معافی مانگ رہا ہوگا کسی کونے میں بیٹھ کر اور پچھتا رہا ہوگا کہ کس سے پنگا لیا"۔

وہ آرام سے کہانی سناتے سناتے نیند سے بے حال ہوئے شان کا ہاتھ تھام کر کمرے سے باہر چلی گ . ۔منہاس کو جب اسکی بات کی سمجھ آ . ی تو وہ بھاگ کر اسکے پیچھے گیا۔وہ شان کو بستر پہ لٹا کر اس پہ کمبل دے رہی تھی۔شان کے سامنے بات کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے وہ الجھتا ہوا باہر آکر لا . نج میں ٹہلنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے منت کو کسی نے ہماری تصویریں بھیجی تھیں۔
سارہ نے جان بوجھ کر مجھے ٹریپ کیا ہے"۔

وہ سوچتے ہوئے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ وہ سارہ سے جتنا دور بھاگتا تھا وہ اتنا ہی جونک کی مانند اس سے چمٹ جاتی تھی۔

بیس منٹ بعد شان کو کو سلا کر منت جما . یاں لیتے اسکے کمرے سے بر آمد ہو . ں۔

"بہت نیند آرہی ہے مجھے۔ میں تو سونے جا رہی ہوں"۔

وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر جما . ں روکتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

"رکو منت ایک ضروری بات کرنی ہے"۔ وہ تیزی سے صوفے سے اٹھا۔

"مگر مجھے ابھی کو . ں بات نہیں کرنی صبح کریں گے صاحب عالم"۔

وہ غنودگی سے کہتے ہوئے کمرے میں جا کر کمبل اوڑھ کر لیٹ گ . . ۔

"منت اٹھو اور مجھے بتا . تمہیں کس نے بتا یا تھا کہ سارہ میرے ساتھ ہے"۔ اس نے منت کو شانے سے جنجھوڑا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہو . ں۔

اسکا خیال تھا کہ منت اتفاق سے وہاں آگ . ہو گی مگر اب تو ساری کہانی ہی الٹ گ . تھی۔

"منت بتا . نہ تمہیں کس نے بتا یا تھا"؟ اس نے کمبل کھینچا۔

"کسی نے نہیں"۔ وہ جان چھڑاتے ہوئے کمبل پھر سے تان کر کروٹ بدل گ . . ۔

"تو تمہیں غیب سے اشارے آئے تھے کہ وہ میرے ساتھ ہے"؟ منہا اس نے پھر سے کمبل کھینچا۔

"ہاں مجھے جن بتائے آئے تھے خواب میں کہ صاحب عالم انکی بہن سارہ چڑیل کے ساتھ ڈنر فرما رہے ہیں"۔وہ غنودگی میں بولی اور ساتھ ہی چہرے پہ بازو رکھ لیا۔یہ اشارہ تھا کہ اب اسے مزید تنگ نہ کیا جائے۔

"منو پلیز"۔۔منہاس نے پیار سے اسے پکارا۔

"دیکھیے صاحب عالم"۔۔منت اسکی پیار بھری آواز پہ ڈولتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"مانتی ہوں کہ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں مگر نیند میرا پہلا عشق ہے۔اگر آپ نے میرے اور میری نیند کے بیچ آنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔اب جا . .یں یہاں سے"۔

وہ غصے سے کہتے ہوئے پھر سے لیٹ گ . .۔

منہاس بے دلی سے اسکے پاس سے اٹھ گیا اور اس پہ کمبل درست کیا۔

"دراز میں میرا موبا . ل پڑا ہے خود ہی چیک کر لیں کہ کس نے بتایا۔میں نے کال ریکارڈ بھی کی تھی"۔

دو منٹ بعد منت کی نیند سے بوجھل آواز کمرے میں گونجی تو وہ سر پہ ہاتھ مار کر رہ گیا۔

"یہ تو سامنے کی بات تھی میں اسکے موبا . ل سے چیک کر لیتا۔فضول میں منو کی نیند خراب کی"۔اس نے پیار سے سو . ں ہو . ں منت کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی عقل پہ افسوس کیا۔

"منہاس عالم لگتا ہے شادی کے بعد دماغ استعمال کرنا بھولتے جا رہے ہیں آپ"۔

بڑبڑاتے ہوئے وہ دراز سے منت کا موبا . ل نکالنے بڑھا۔

---------------------------*--------------*

منہاس کو گئے دس منٹ ہو چکے تھے اور وہ ابھی تک وہیں بیٹھی تھی۔ وہ جس طرح منت کے پیچھے بھاگ کر گیا تھا اسے وہ منظر بھول نہیں رہا تھا۔

"ہائے سارہ جی"۔۔ فیضی اسکے سامنے والی کرسی پہ آکر بیٹھا تو وہ چونک کر سیدھی ہو . ں۔

"میں نے دیکھا ہے منہاس بھاگتا ہوا یہاں سے گیا ہے۔ ہمارا پلان کام کر گیا ہے"۔

وہ احتیاطاً منہاس کے جانے کے دس منٹ بعد اندر آیا تھا۔

"تم نے اچھا کام کیا ہے فیضی۔ ہم نے شک کی پہلی آنچ منت کے دل میں سلگا دی ہے۔ اب دھیرے دھیرے اس آنچ کو بھڑکتی آگ میں بدلنا ہے"۔ سارہ کے لہجے میں تپش تھی۔

"اچھا میں نے تمہیں کہا تھا کہ منت کو کال کرو تو ریکارڈ بھی کرنا میں سننا چاہتی ہوں اس کا ردِ عمل کیا تھا"؟

"کیا ریکارڈنگ سننی ضروری ہے؟ وہ آتو گ . نہ"۔ فیضی نے ہچکچا کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب"؟ سارہ نے تیز . ھے انداز میں بھنویں اچکا . یں۔

"فیضی مجھے ابھی کے ابھی وہ ریکارڈنگ سننی ہے۔ سنا تم نے۔ نکالو اپنا موبا . ل"۔

اور فیضی پچھتایا کہ کاش میں ریکارڈنگ یہاں آنے سے پہلے ڈیلیٹ کر دیتا۔ اب کیا ہو سکتا تھا اس نے بجھے دل سے جیب سے موبا . ل نکالا اور ریکارڈنگ آن کی۔۔

"کتنے کتنے تم نے پھر فون کیا ہے مجھے؟ایک بار کی بے عزتی سے ٹھنڈ نہیں پڑی جو دوبارہ فون کیا ہے"۔منت کی طیش بھری آواز سپیکر سے گونجی اور فیضی کا چہرہ خفت سے سرخ پڑا۔اسی لیے وہ ریکارڈنگ سنوانا نہیں چاہ رہا تھا۔

"انٹرسٹنگ"۔۔سارہ نے تبصرہ کیا تھا۔

"محترمہ آپ کو ایک نہایت اہم اطلاع دینی مقصود تھی اسی لیے دوبارہ فون کیا ہے"۔فیضی نے نہایت تحمل سے کہا تھا۔

"او بھا . ں ادھر کو . ں مقصود نہیں ہے اور نہ ہی کسی اطلاع کی ضرورت ہے۔بہتر ہوگا اپنا ڈھونگ بند کرو۔میں شادی شدہ خاتون ہوں آ . یندہ فون نہ کرنا"۔منت نے نجانے کس دل سے خود کو خاتون میں شمار کیا تھا۔

"میں جانتا ہوں آپ شادی شدہ ہیں اسی لیے تو"۔۔فیضی کی بات کاٹ کر منت نے اب کی بار نرمی سے اسے سمجھانا شروع کیا۔

"جب جانتے ہو کہ میں شادی شدہ ہوں تو اپنا اور میرا وقت ضا . ح کیوں کر رہے ہو؟اور اگر میں شادی شدہ نہ بھی ہوتی تو بھی میں ان لڑکیوں میں سے ہرگز نہیں ہوں جو اجنبیوں سے فون پر باتیں کرتی ہیں۔میں تمہاری اتنی مدد کر سکتی ہوں کہ تمہاری امی سے بات کروں اور انہیں آمادہ کروں کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی کر دیں بیچارہ شدید کنوارا موبا . ل پہ لڑکیوں کی محبت تلاش کر رہا ہے۔سنو بھیا کیوں اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو۔جہنم میں جا . گے۔باز آجا . "۔

"یہ منت کیا چیز ہے"؟ سارہ نے یہاں تک سن کے حیرانی سے پوچھا تو فیضی پھٹ پڑا۔

"میرا حوصلہ تھا جو میں اسکی فضول بکواس سن کر بھی ہوش میں رہا۔ میری تو وہ سن ہی نہیں رہی تھی اپنی ہی ہانکے جا رہی تھی۔ وہ لڑکی اپنی احمقانہ باتوں سے کسی کو بھی پاگل کر سکتی ہے۔ بیچارا منہاس پتا نہیں کیسے گزارا کر رہا ہے"۔

"اچھا چپ کرو آگے سننے دو مجھے"۔ سارہ نے پلے پہ چ کیا۔

"پلیز میڈم اللہ کے واسطے میری بات سن لیں۔ میں آپ کو تنگ نہیں کر رہا بلکہ آپ کو خبردار کر رہا ہوں کہ اپنے شوہر پہ دھیان دیں"۔

فیضی نے آخر کار رونے والے انداز میں منت سماجت کی تو اس نے غور سے فیضی کی بات سنی۔

"میرے شوہر سے تمہارا کیا تعلق"؟ منت کی آواز میں حیرانی تھی۔

"اس وقت آپ کا شوہر سارہ معراج کے ساتھ ڈیٹ پہ ہے۔ یقین نہ آئے تو تصویریں بھیج رہا ہوں دیکھ لیں"۔ فیضی نے اسے مطلب کی بات پہ آتے سن کر شکر ادا کیا۔

"کیا کہا؟ منہاس کہاں ہے"؟ منت کو جیسے یقین نہیں آیا۔

"سارہ معراج کے ساتھ"۔ فیضی نے اطمینان سے کہا۔

"منہاس اس سارہ چڑیل کے ساتھ ہے؟ رکو ہولڈ کرو میں تصویریں دیکھ لوں پھر تم سے بات کرتی ہوں"۔

"اس نے مجھے چڑیل کہا اور تم سنتے رہے"۔ سارہ خاموشی کے اس وقفے میں فیضی پر چڑھ دوڑی۔ فیضی کو اس ساری صورت حال میں اب مزہ آیا۔

"میں کیا کہتا بھلا کچھ کہتا تو کام بگڑ جاتا"۔ فیضی نے محظوظ ہوتے ہوئے اسکے تاثرات دیکھے۔ ابھی تو اور مزہ آنا تھا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو منہاس واقعی اس چڑیل کے ساتھ ہے"۔ سپیکر سے منت کی گونجتی آواز پہ وہ دونوں چپ ہوئے۔

"میں تو آپکو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ اپنے شوہر پہ نظر رکھیں وہ آج کل سارہ کے ارد گرد منڈلا رہا ہے"۔ فیضی نے لہجے میں ہمدردی سموئی۔

"نہیں منہاس ایسے نہیں ہیں۔ سارا قصور اس سارہ چڑیل کا ہے۔ خوبصورت ڈائن ناگن پتا نہیں اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے؟ میں تو اس دن سے پچھتا رہی ہوں جب ان دونوں کو آمنے سامنے کروایا تھا۔ مجھے کیا پتا تھا کہ وہ ہاتھ منہ دھو کر میرے شوہر کے پیچھے پڑ جائے گی۔ اللہ کرے منحوس ماری مرجائے۔ اور تم بھی مرجاؤ جو مجھے اتنی بڑی خبر دے کر میرا خون جلا رہے ہو"۔

"میں تو آپکا ہمدرد ہوں۔ اسی لیے ایڈریس بھیج رہا ہوں خود آکر دیکھ لیں ابھی کے ابھی اپنے شوہر اور سارہ کو"۔

"تم ہمدرد نہیں سردرد ہو۔کس نے کہا تھا کہ مجھے بتا . ۔آ . یندہ مجھے فون کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارا حشر نشر کردوں گی۔مجھے اپنے شوہر پہ بھروسہ ہے۔۔بند کرواب فون"۔۔کھٹاک سے کال کاٹی گ . تھی۔

"توبہ میں تو منت کو بہت معصوم سمجھتی تھی۔یہ تو ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہے"۔سارہ نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"منت ایک بیوقوف لڑکی ہے اور بیوقوف لوگ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں"۔فیضی نے اپنے تجربے کا نچوڑ نکالا۔

"جو بھی ہو مجھے یہ لڑکی منہاس کی زندگی سے دور چاہیے۔وہ اسے ڈیزرو نہیں کرتی"۔سارہ نے بیزاری سے گھڑی کی جانب دیکھا۔وہ جانے کے لیے اٹھ گ . ۔اسکا کام ہوچکا تھا اب مزید فیضی کے ساتھ بیٹھ کر وہ اپنے وقت کی توہین نہیں کرنا چاہ۔تی تھی۔

*__________*__________*__________*__________

الجھنیں تھیں کہ کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی تھیں۔ تا یا کی الماری سے جو کالے رنگ کا گتہ ملا تھا وہ عزہ کو عباس کی ڈا . ری جیسا لگ رہا تھا تا ہم وہ ابھی پر یقین نہیں تھی۔ایک جیسی ہزاروں ڈا . ریاں ہوتی ہیں صرف اسی بنیاد پہ وہ الزام نہیں لگا سکتی تھی۔

بیڈ پہ لیٹی وہ انہی خیالوں میں گم تھی جب فون کی گھنٹی بجی۔اس نے بے زاری سے فون اٹھا یا۔منت کا نام دیکھ کر ساری کلفت اور بے زاری ہوا ہو . ں۔وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔

کیسی ہو منو؟اس نے بے تابی سے فون اٹھا یا۔

میں اچھی ہوں پہلے سے پیاری ہو گو . ہوں۔منت نے چہک کر بتا یا۔

تم سنا . کیا چل رہا ہے اس ہیرو کے ساتھ؟

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

کون ہیرو؟عزہ کو سمجھ نہیں آ . ں۔

وہی نقلی پولیس والا جو تمہارے پیچھے پیچھے حویلی میں چلا آ یا۔ارے وہی تمہارا نقلی شوہر۔منت نے شوخی سے کہا۔

عزہ نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔

فٹےمنہ منت اپنا سپیکر تھوڑا کم کر۔کو ۔ ں سن لیتا تو میری شامت آجاتی ابھی۔خیر تم بتا ۔ کیا چل رہا ہے۔بڑی ہوا ۔ ں میں اڑ رہی ہوں مثبت پاکستان کی بانی صاحبہ۔۔دھڑا دھڑ ویڈیوز بنا رہی ہو مشہور ہو گ ۔ ہو بھ ۔ تم تو۔

منت کی خوشی کے مارے باچھیں کھل گ ۔ یں۔عزہ کا سراہنا اس بات کا مطلب تھا کہ وہ واقعی کچھ اچھا کرنے میں کامیاب ہو گ ۔ ہے۔

تھینک یو عزو۔پچھلی ویڈیو کا سارا مواد تم نے بھیجا تھا اور وہ ویڈیو بہت شاندار گ ۔ ہے۔اگلی ویڈیو پہ کام چل رہا ہے۔دعا کرنا۔۔

اللہ سب بہتر کرے گا۔ان شاءاللہ۔عزہ نے خلوص دل سے کہا۔

ارے ہاں یاد آیا۔منت کچھ یاد آنے پہ چلا ۔ ں۔
تمہیں بتا یا تھا نہ سارہ کا۔وہ چڑیل میرے شوہر پہ ڈورے ڈال رہی ہے۔منہاس کے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑا اسے میں نے۔کمینی زبردستی میرے شوہر کے ساتھ کھانے کھا رہی تھی۔منہاس کی تو میں نے اچھے سے خبر لی ہے۔اب اس سارہ سے بدلہ لینا ہے مجھے کو ۔ ں منصوبہ بتا ۔ ۔

کیا منہاس بھا . ں سارہ کے ساتھ تھے؟ وہ پوچھتی ہو . ں موبا . ل کان سے لگائے باہر نکل آ . ں۔ کافی دیر سے غازی نظر نہیں آرہا تھا۔ اسکی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑا . یں۔

ہاں اب جلدی سے مجھے کچھ بتا . تاکہ میں اس سارہ چڑیل کو مزہ چھکا سکوں۔ منت نے بے صبری سے پوچھا۔ اسے معلوم تھا عزہ سے بہتر مشورہ کو . ں اسے نہیں دے سکتا۔

یار سیدھی سی بات ہے اسکے خلاف کچھ الٹا سیدھا ڈھونڈو اور اپنے چینل پہ نشر کر دو۔ وہ اتنی نیک پروین تو ہے نہیں کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا تمہیں۔

عزہ لاپرواہی سے کہتی ہو . ں غازی کے کمرے کی جانب بڑھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ یہاں بھی نہیں تھا۔

ارے واہ کیا بات ہے کمال منصوبہ دیا ہے تم نے۔ اب اس سارہ کی خیر نہیں۔ منت پر جوش ہو . ں۔

اچھا عزہ منہاس کی کال آرہی ہے میں بعد میں بات کرتی ہوں۔

ہاں ٹھیک ہے بعد میں بات کرتے ہیں۔ وہ موبا . ل بند کرتی ہو . ں باغیچے میں چلی آ . ں۔

یہاں بھی نہیں ہے آخر یہ نمونہ گیا کہاں؟ وہ بڑبڑاتی واپس جانے کے لیے مڑی جب پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آ . ں۔

غازی تانیہ کے ساتھ ہنستے ہوئے گاڑی سے نکل رہا تھا۔ تانیہ بڑے تایا کی بڑی بیٹی تھی اور شروع دن سے غازی کے گرد منڈلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ عزہ جارحانہ تیور لیے آگے بڑھی۔۔

کدھر کی سیریں کر کہ آ رہی ہو تانیہ وہ بھی اپنے بہنو . ں کے ساتھ۔ تانیہ نے کھسیا کر اور غازی نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔ اسے عزہ سے کم از کم یہ امید نہیں تھی کہ وہ اسے کسی اور کے ساتھ دیکھ کر جلے گی۔

ہم بازار گئے ہوئے تھے۔ آپ کو جانا تھا تو آجاتیں۔۔ منع تھوڑی نہ کیا تھا۔ تانیہ اسے غصے سے جواب دیتی شاپنگ بیگ اٹھائے اندر جانے لگی۔ عزہ نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ کر مڑورا۔

آ . ندہ اگر شاپنگ پہ جانا ہو تو اپنے باپ یا بھا . ں کے ساتھ جانا میرے شوہر کے ساتھ نہیں۔۔

بد تمیز بازو چھوڑو میرا۔۔ تانیہ درد سے چلا . ں تو غازی کو ہوش آیا۔ آگے بڑھ کر اس نے تانیہ کا بازو عزہ سے چھڑوایا۔۔

تانیہ ایم سوری۔۔ آپ اندر جا . یں میں عزہ کو ابھی سمجھا دیتا ہوں۔۔ غازی نے عزہ کو آنکھیں دکھاتے ہوئے تانیہ کو نرمی سے کہا۔

یہ کیا حرکت تھی؟ اس کے جانے کے بعد عزہ نے غصے سے پوچھا۔

یہی تو میں پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ یہ ابھی کیا حرکت کی تم نے تانیہ کے ساتھ ؟ وہ سینے پہ ہاتھ باندھے اسکی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔

کیا تمہیں مجھے اور اسے ساتھ دیکھ کر کچھ کچھ ہو رہا تھا؟ کچھ جلنے کی بو بھی آ رہی ہے کیا وہ تمہارے دل سے آ رہی ہے؟ لہجے میں معصومیت اور آنکھوں میں شرارت سموئے وہ دو قدم آگے بڑھا۔

پرے مرو جلتی ہے میری جوتی۔ وہ اسے دھکا دے کر غصے سے پلٹی۔

تو اتنا شدید ردعمل دینے کی پھر کیا ضرورت تھی؟ وہ جیسے مایوس ہوا۔

گھنٹے سے تمہاری تلاش کر رہی تھی کہ اکٹھے مل کر کچھ آگے کی پلاننگ کرتے ہیں مگر تمہاری تو اس تانیہ کے ساتھ شاپنگیں ہی ختم نہیں ہو رہیں۔۔ اس نے ممکنہ حد تک کوشش کی کہ اپنے چہرے کو بے تاثر رکھے۔

شاپنگ کی جمع بھی شاپنگ ہی ہوتی ہیں۔ شاپنگیں کو . ں لفظ نہیں ہوتا۔۔ غازی کی نازک طبعیت پہ اسکا غلط لفظ بولنا گراں گزرا۔

بھاڑ میں جا . تم اور بھاڑ میں جائے تمہاری شاپنگ۔۔ عزہ بھڑک اٹھی اور اندر کو بڑھی۔

عزہ تم نارمل نہیں لگ رہی۔۔ وہ اسکے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

ابنارمل لوگوں کو ایسا ہی لگتا ہے۔ اس نے بھی حساب برابر کیا۔

میں اتنا ہینڈسم لڑکا تمہیں ابنارمل لگ رہا ہوں؟غازی نے برامان کر کہا۔
تانیہ سے پوچھ کر دیکھو بیچاری کو افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے شادی میں بہت جلدی کر دی۔

ہاں تو ابھی بھی وقت ہے میرے بجائے اس سے نکاح پڑھوالو۔وہ تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

نہیں اب اتنا بھی براوقت نہیں آیا مجھ پہ کہ تانیہ سے شادی کروں۔وہ منہ بنائے ہنوز اسکے کافی پیچھے تھا۔وہ آخری سیڑھی پہ تھی اور سامنے سے تانیہ چلی آرہی تھی۔عزہ کچھ سوچ کر پلٹی اور بلند آواز میں غازی کو پکارا۔

غازی ابھی تم نے تانیہ کے بارے میں کیا کہا دوبارہ کہنا ذرا۔
غازی نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور اوپر سے نیچے آتی تانیہ کے آگے عزہ دیوار بن کر کھڑی ہو گ . .

میں نے کہا ہے کہ میرا اتنا براوقت نہیں آیا کہ میں تانیہ سے شادی کروں۔وہ تو خود ہی میرے پیچھے پڑی ہو . ں ہے۔بیوقوف سی لڑکی ہے۔

سن لیا تانیہ۔۔اب آ . یندہ ان موصوف سے دس فٹ کے فاصلے پہ رہنا۔
عزہ گھوم کر پلٹی تو غازی نے تانیہ کو دیکھا اور بے اختیار اس کا دل اپنا سر پیٹ لینے کو چاہا۔

آپ بہت بڑے فراڈ ہیں۔۔تانیہ غازی کو گھورتے ہوئے نیچے اترنے لگی۔

بائے بائے تانیہ۔۔عزہ نے دل جلانے والی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کر ہاتھ ہلائے۔

عزہ یہ سب کیا ہے یار؟ وہ جھلا گیا۔ تانیہ کے سامنے اسے کافی سبکی اٹھانی پڑی تھی۔
تمہیں کیا لگتا ہے میں جان بوجھ کر تانیہ کے آگے پیچھے گھوم رہا ہوں۔ بیوقوف لڑکی اس سے مجھے کافی کام کی باتیں معلوم ہو . ں ہیں جو آگے جا کر ہمارے کام آسکتی ہیں۔

کیسی باتیں؟ وہ چونکی مگر اب بدلہ لینے کی باری غازی کی تھی۔

تمہیں اس سے کیا تم طعنے دو مجھے اور گیم کھیلو میرے ساتھ۔ وہ ریلنگ سے ٹیک لگائے ناراضی سے منہ موڑ گیا۔

اچھا سوری۔۔عزہ نے لٹھ مار انداز میں معذرت کی۔ چند سیڑھیاں نیچے اتری اور اسکے برابر آ کھڑی ہو . ں۔
اب بتانا شروع کرو کیا پتا چلا تمہیں اس تانیہ سے؟

یہاں نہیں کہیں اور چل کر بات کرتے ہیں۔ غازی نے قدم باہر بڑھائے تو عزہ بھی اسکے پیچھے چل دی۔
-------------*-------*-------*-------*-------*-------*------*

تھوڑی دیر بعد وہ حویلی سے باہر ٹیوب ویل کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی ہوا، ہر طرف سبزہ، پر سکون سا ماحول اور ساتھ بیٹھی عزہ۔۔۔

کیا میری زندگی نارمل نہیں ہو سکتی؟ اس نے عزہ کو دیکھ کر سوچا جس کا گلابی آنچل ہوا کے دوش پہ لہرا رہا تھا اور چہرے پہ سوچ کی پرچھا . یاں تھیں۔ وہ بھی کچھ ایسا ہی سوچ رہی تھی۔

اگر یہ سب پریشانیاں نہ ہوتیں تو زندگی کتنی خوبصورت ہوتی۔

ہاں اب بتا . شروع سے ساری بات؟ عزہ نے سر جھٹک کہ گو یا سوچوں کو بھی دماغ سے باہر جھٹکا۔

مجھے تمہارے ابو کے بارے میں کچھ دلچسپ حقا . ق جاننے کو ملے ہیں۔ غازی نے بتانا شروع کیا۔

تانیہ نے بتایا کہ جب کبھی وہ آتے تھے تو ان کا تمہارے تایا اور چچا کے ساتھ کافی جھگڑا ہوتا تھا۔ مردان خانے سے بلند آوازیں آتی تھیں۔ سب کو لگتا تھا کہ عباس زمین کے لیے جھگڑا کرنے آتے ہیں۔ مگر اصل بات کچھ اور تھی۔

میرے ابو کبھی زمین کے لیے جھگڑا نہیں کر سکتے۔ وہ تو برسوں پہلے ہی اپنے حق سے دستبردار ہو چکے تھے۔ عزہ نے سر نفی میں ہلایا۔

ہاں وہی تو بتا رہا ہوں کہ سب حویلی والوں کو ایسا لگتا تھا مگر ایک دن تانیہ نے اتفاق سے انکی کچھ باتیں سن لیں۔ اسکا کہنا ہے کہ عباس نے تایا اور چچا کو پولیس کے حوالے کرنے کی دھمکی دی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے اگر آپ نے اپنا

بزنس بند نہیں کیا تو وہ انکو میڈ یا پہ لے آ . یں گے۔ جوابًا چچا نے انہیں دھکے دے کر نکال دیا تھا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جانتی۔۔

اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ وہ بے چینی سے اٹھ کھڑی ہو . ں۔
کیا مجھے ان پہ شک کرنا چاہیے کہ انہوں نے اپنے کسی جرم کی پردہ پوشی کرنے کے لیے خاطر ابو کی جان لی؟

ہاں بظاہر تو ایسا ہی لگ رہا ہے۔ غازی نے شانے اچکائے۔

مگر میرا دل نہیں مان رہا کہ سگے اور خونی رشتے بھی کچھ ایسا کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا ابو سے صرف جھگڑا ہوا ہو۔ کسی اور نے فا . رہ اٹھا کر د شمنی نکالی ہو۔
وہ انگلیاں چٹخاتی ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی۔ اسکا دل ماننے کو تیار ہی نہیں تھا کہ سگے تایا یا چچا ایسا کر سکتے ہیں۔

عزہ اس دنیا میں کچھ بھی ہونا ناممکن نہیں ہے۔ تم خبریں نہیں سنتی۔ آئے دن سگے رشتوں کے بھیانک روپ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اب میرے بھا . ں کو ہی دیکھ لو۔ مجھے سسپینڈ کروا کر میرا مستقبل تباہ کرنے کے پیچھے انہوں کا ہی ہاتھ ہے۔ اور مجھے یقین ہے جب میں کبھی پھر انکے راستے میں آیا تو وہ میری جان لینے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔
غازی نے تلخی سے کہا۔ زندگی کیا سے کیا ہو گ . تھی۔

ایم سوری مجھے معلوم ہے کہ تم میری وجہ سے یہاں رکے ہوئے ہو۔عزہ نادم ہو . ں۔

ورنہ تمھیں اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے ثبوت اکھٹے کرنے تھے۔ان منشیات فروشوں کے اصل گروہ کا ٹھکانہ معلوم کرنا تھا مگر یہاں آکر سب گڑبڑ ہوگیا۔میری زندگی تو مشکلوں میں گھری ہی ہو . ں ہے میں نے تمھیں بھی گھسیٹ لیا۔تم چلے جا . ۔میں نہیں چاہ‌تی ہماری دوستی کی وجہ سے مشکل میں پڑو۔

سنو عزہ۔۔غازی نے کھڑے ہوتے ہوئے اس کے ہاتھ تھامے۔شاید وقت آگیا تھا کہ وہ اپنے دل کی بات اس سے کہہ دے۔

میں یہاں تمہارے ساتھ ہوں اسکی وجہ دوستی نہیں ہے۔

اس نے کچھ لمحے توقف کیا پھر آہستہ سے سرگوشی کی۔۔

محبت ہے۔۔

محبت؟عزہ نے نظریں اٹھا کر بے یقینی سے اسے دیکھا۔منظر ایک دم سے حسین ہوگیا تھا۔اسے یوں لگا کہ ہوا . یں رقص کر رہی ہوں اور دور ٹہنیوں پہ لگے گلاب کے پھول اڑ کر ان دونوں پہ بر سنے لگے ہوں۔

تم میرے لیے بہت اہم ہو۔میں نہیں جانتا کب اور کیسے مگر تم مجھے اچھی لگنے لگی۔دوستی کب محبت میں بدلنے لگی پتا ہی نہیں چلا۔ہاں یہ سچ ہے کہ یہاں میں تمہاری وجہ سے ہوں کیوں کہ میں اب تمھیں اکیلے نہیں چھوڑ سکتا۔عزہ

مجھے لفظوں سے کھیلنا نہیں آتا اس لیے میں اتنے عرصے سے اپنے دل کی بات تمہیں کہہ نہیں سکا ورنہ میں بہت پہلے اقرار کر لیتا۔

عزہ اسکے منہ سے یہی سب سننا چاہتی تھی۔ آج وہ معتبر ہوگا . تھی۔ وہ خود بھی یہی چاہتی تھی مگر ایک لڑکی ہونے کے ناطے اسکی انا نے کبھی یہ گوارا نہیں کیا کہ وہ غازی سے بات کرے۔ لیکن اب غازی کی نظروں میں دیکھنا اسے دنیا کا سب سے مشکل کام لگا۔ اس نے بمشکل خود کو سنبھالا۔

غالباً ہم کچھ اور بات کر رہے تھے۔ اس نے ابرو اچکائے بات کا رخ بدلنے کی کوشش کی۔ وہ اسکا ہاتھ چھوڑ کر چند قدم آگے بڑھا۔ گلاب کا ایک پھول توڑا اور لا کر اسے پیش کیا۔

عزہ کیا تم مجھ سے سچ مچ کی شادی کرو گی؟

عزہ نے مسکراتے ہوئے اس سے پھول تھام لیا۔ اس کا دل چاہا چیخ چیخ کر کہے۔

ہاں میں تم سے شادی کروں گی۔۔

مسٹر برہان غازی میں عزہ عباس خان۔۔۔۔۔۔ وہ لب بھینچے بات ادھوری چھوڑ گا . ۔

ہاں کیا؟ وہ بے تاب ہوا۔

کچھ نہیں کہہ سکتی جو بات کرنی ہے امی سے کرنا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

وہ تو ظاہر ہے کروں گا ہی تم بتا . تمہیں کو . ں اعتراض تو نہیں؟ اس نے پوچھا۔

نہیں۔۔ مجھے اعتراض نہیں۔ وہ سنجیدہ ہو . ں۔
میں محبت سے زیادہ عزت پہ یقین رکھتی ہوں۔ مجھے تمہاری نظروں میں اپنے لیے عزت دکھا . ں دیتی ہے اور مجھے یہی چاہیے۔ محبت میں کمی آجائے مگر کبھی عزت میں کمی نہ آنے دینا۔ عزت کے بغیر محبت بہت حقیر ہو جاتی ہے۔

تم فکر نہیں کرو۔ میرے لیے بھی تمہاری عزت بہت اہم ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ ساری عمر اس میں کمی نہ آنے دوں گا۔
غازی کے لہجے میں سچا . ں تھی اور عزہ جان گ . کہ وہ اسکے ساتھ خوش رہے گی۔

زندگی میں ڈیرے ڈالے خزاں کے موسم کو رخصت کرنے کا وقت آچکا تھا۔ بہار نے چپکے سے دستک دے ڈالی تھی۔۔

*__________*__________*__________*__________*__________*

منت اپنی ٹیم (حامد، کاظم اور شان) کے ساتھ ویڈیو کو اپلوڈ کرنے سے پہلے اسکا جا . زہ لینے میں مصروف تھی۔ وہ سب اس وقت مت کے گھر میں موجود تھے۔ منہاس اپنے کام سے کہیں نکلا ہوا تھا۔

منت باجی آپ نے اسی بندے کو کیوں چنا آج کی ویڈیو کے لیے؟ حامد نے سکرین پہ نظر آتے شخص پہ نظریں جمائے پوچھا۔

اس کو دیکھ کر مجھے افق ارسلان کی یاد آجاتی ہے۔وہ بھی بالکل ایسا ہی تھا۔پہاڑوں سے جنون کی حد تک عشق کرنے والا۔۔

منت نے بیک گرڈا . نڈ میوزک تبدیل کر کے ملی نغمہ لگایا۔

جب نام پکارے جا . یں گے سب اہل وفا کے تب یارو۔۔۔۔۔

منت باجی آپ ہمیشہ یہی نغمہ لگاتی ہیں۔اتنی مشکل سے اتنا اچھا میوزک لگایا تھا۔حامد نے شکوہ کیا۔

گدھے ہم کو . ں گانا پلے نہیں کر رہے۔حب الوطنی پہ مبنی ایک ویڈیو پیش کر رہے ہیں تو ملی نغمہ ہی لگا . یں گے ۔

منت نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

لیکن آپ کو . ں اور لگالیں ہر دفعہ یہی کیوں؟ حامد بھی بحث کے موڈ میں تھا۔

بس یہ مجھے پسند ہے۔اور پسند کی کو . ں وجہ نہیں ہوتی۔اس نے بے نیازی سے کہا پھر ویڈیو کی طرف اشارہ کیا۔
جیسے اس شخص کو پہاڑوں سے عشق ہے اور اسکی خاطر انہوں نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی۔

ویسے لوگوں کو کیا ملتا ہے پہاڑوں پہ جاکر۔آرام سے گھر بیٹھیں۔

کاظم نے منہ بنائے کہا۔اسکے خیال میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا بیوقوفی کا کام تھا۔

اسکا جواب مجھ سے پہلے نمرہ احمد دے چکی ہیں۔پتا ہے وہ کیا کہتی ہیں؟
وہ ویڈیو بند کرتی فرصت سے ان دونوں کی طرف متوجہ ہو . ں۔

کیا؟حامد اور کاظم نے بیک وقت پوچھا۔

"یہ بات ہمیشہ وہ کاہل ترین لوگ کہا کرتے ہیں جن سے روز ایک گھنٹہ لان میں واک بھی نہیں ہوتی۔یہ "بھلا کیا رکھا ہے پہاڑوں میں "والا فقرہ ان لوگوں کے منہ سے نکلتا ہے جن کے لیے انگور ہمیشہ کھٹے ہوتے ہیں۔"

چھوڑیں منت باجی ہمیں نہیں پتا یہ نمرہ احمد کون ہیں۔آپ ویڈیو اپلوڈ کریں۔حامد نے شرمندگی مٹانے کی خاطر جلدی سے کہا۔

السلام علیکم! مثبت پاکستان کے ساتھ میں ہوں آپ کی میزبان منت منہاس عالم۔۔آج بھی ہماری ویڈیو پاکستان کا ایک مثبت پہلو دکھائے گی۔آج ہم آپ کو بتا . یں گے فخر پاکستان علی سد پارہ کے بارے میں جو بلند ترین چوٹی کے ٹو پہ تا حال لاپتا ہیں۔

پہاڑوں کی بلندی پر کھڑا ہوں، زمیں والوں کو چھوٹا لگ رہا ہوں
ہر اک رستے پہ خود کو ڈھونڈ ھتا ہوں، میں اپنے آپ سے بچھڑا ہوا ہوں

کے_ٹو بلندی کے لحاظ سے دُنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی لیکن اپنے چاہنے والوں کا امتحان لینے میں اول نمبر پر۔ہر چار عشاق جو اسکی پیشانی کو بوسہ دینے نکلتے ہیں،اُن میں سے ایک کو اپنے پاس ہی رکھ لیتی ہے۔انہی عشاق کی فہرست میں ایک نام محمد علی سد پارا کا ہے۔محمد علی سد پارا ایک عزم،ایک جنون،ایک بلند حوصلے اور ہمت کا نام ہے۔

2فروری 1976 میں وطن عزیز کے ایک چھوٹے سے گاؤں سد پارہ سکردو میں پیدا ہوئے آباؤاجداد کے پیشے کوہ پیمائی میں اپنا الگ نام پیدا کیا انہی کی وجہ سے کے ٹو بیس کمپ میں سردیوں اور گرمیوں میں دنیا بھر کے کوہ پیماؤں کا میلہ لگا کرتا ہے سد پارہ قومی ہیرو ہیں ان کی وجہ سے دنیا بھر میں پاکستان کا سافٹ امیج اجاگر ہوا
علی سد پارہ واحد پاکستانی کوہ پیماہ ہیں جنہیں 8ہزار میٹر سے زائد 14 بلند چوٹیوں میں سے 8چوٹیاں سر کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

کئی ماہر کوہ پیماؤں کی طرح علی سد پارہ نے بھی بطور 'پورٹر' اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ سکردو میں آنے والے غیر ملکی کوہ پیماؤں کا سامان کیمپس تک پہنچانے اور کوہ پیمائی کی مہم کے دوران راہ ہموار کرنے کا کام سرانجام دینے کے لیے علی سد پارہ کو یومیہ تین ڈالر بطور معاوضہ ملتے تھے۔

سکردہ کا علاقہ سد پارہ پاکستان میں بہترین 'پورٹرز' کے لیے جانا جاتا ہے لیکن علی سد پارہ نے کوہ پیمائی کو کیریئر بناتے ہوئے 2004 میں پہلی بار کے ٹو سر کرنے کی مہم میں بطور کوہ پیما حصہ لیا تھا۔

الپائن کلب کے مطابق علی سد پارہ انڈیا اور پاکستان کے درمیان سیاچن پر ہونے والے تصادم کے دوران بھی پاکستان فوج کے لیے بطور پورٹر خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

علی سد پار 2016 میں موسم سرما میں پہلی بار نانگا پربت سر کرنے کا اعزاز اپنے نام کیا تھا۔ 2015 میں علی سد پارہ اور ان کی ٹیم نے موسم سرما میں نانگا پربت کی چوٹی سر کرنے کی مہم کا آغاز کیا لیکن وہ ناکام رہے تاہم 2016 میں وہ یہ اعزاز اپنے نام کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

علی سد پارہ نانگا پربت کی چوٹی چار بار سر کر چکے ہیں جب کہ 2018 میں کے ٹو سر کرنے کا اعزاز بھی وہ حاصل کر چکے ہیں۔

2018 میں علی سد پارہ نے ہسپانوی کوہ پیما الیکس ٹیکسون کے ہمراہ موسم سرما میں دنیا کی بلند ترین چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ بغیر آکسیجن کے سر کرنے کی مہم کا آغاز کیا لیکن وہ ناکام رہے۔

5 فروری 2021 کو علی سد پارہ اپنے بیٹے ساجد سد پارہ، آئیس لینڈ کے جان سنوری اور چلی کے پوبلو موہر کے ہمراہ موسم سرما میں کے ٹو سر کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔

محمد علی سد پارا، ان کے بیٹے ساجد سد پارا اور دیگر غیر ملکی کوہ پیما 5 فروری کی رات 11 بجے کے ٹو کی بلند چوٹیوں کی تسخیر کے لیے کیمپ سے نکلے۔ اس سفر کی سب سے خطرناک جگہ باٹل نیک ہے جو ایک سیدھی ڈھلوان ہے اور

اس سے گزرنا انتہائی دشوار کام ہے۔اسے ڈیتھ زون کہا جاتا ہے جہاں ایک قدم غلط پڑنے سے ہزاروں فٹ نیچے گر جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

ساجد سد پارا نے بتا یا کہ میں آکسیجن کے بغیر باٹل نیک تک پہنچ گیا لیکن 8 ہزار 200 میٹر کی بلندی پر پہنچنے کے بعد یہ اندازہ ہوگیا کہ آکسیجن کے بغیر آگے بڑھنا ناممکن ہے۔انہوں نے آکسیجن استعمال کرنے کی کوشش کی مگر اس کے ریگولیٹر میں خرابی کے باعث یہ بھی ممکن نہ ہوا۔

ان کے والد اور ان کے ساتھی جان اسنوری نے انہیں واپس بھیج دیا جبکہ محمد علی سد پارا اور ان کے دونوں ساتھی آگے روانہ ہو گئے۔

واپسی پر ساجد سد پارا نے میڈیا کے سامنے اس یقین کا اظہار کیا کہ ان کے والد نے کے ٹو سر کر لیا ہے مگر ایسا لگتا ہے کہ واپسی پر ان کے ساتھ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ تین دن تک اس شدید سرد اور برفانی موسم میں زندہ بچنے کے امکانات کم ہیں اس لیے ان کی باڈیز تلاش کی جائیں۔

کوہ پیما بیس کیمپ سے رابطے کے لیے ہر ایک گھنٹے بعد ٹریکر آن کیا کرتے تھے۔انھوں نے جمعہ کے روز چار بجے آخری مرتبہ اپنی موجودگی کی اطلاع فراہم کی۔اس کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔اور پھر ان کی تلاش شروع ہو گئی۔

پاکستان آرمی کے دو ہیلی کاپٹروں پر مشتمل ریسکیو آپریشن اسی دن حرکت میں آگیا تھا مگر ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

موسم کی خرابی کے باعث چوٹی پر حد نگاہ بہت کم ہے۔ ریسکیو ٹیمز موسم بہتر ہونے کا انتظار کر رہی ہیں تاکہ کھوج کا کام دوبارہ شروع کیا جا سکے۔

کے ٹو کو دنیا کی خطرناک ترین پہاڑیوں میں سے گنا جاتا ہے۔ اسے سر کرنے کی کوشش کرنے والے ہر چار میں سے ایک کی موت واقع ہوتی ہے۔ کے ٹو پر اموات کی شرح 29 فیصد ہے جبکہ دنیا کی بلند ترین چوٹی ایورسٹ پر یہ شرح چار فیصد ہے۔

کے ٹو کو سردیوں میں سر کرنے میں صرف ایک ٹیم کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ 17 جنوری کو نرمل پرجا کی سربراہی میں 10 نیپالی کوہ پیماؤں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔

محمد علی سدپارا نے بغیر آکسیجن استعمال کیے کے ٹو سر کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اس بات کا بہت امکان ہے کہ انہوں نے یہ کام کر دکھایا مگر واپسی پر انہیں کوئی حادثہ پیش آگیا۔

اس وقت پوری قوم پاکستان کے اس بہادر سپوت کی زندگی کے لیے دعا گو ہے۔ اگرچہ بہت وقت گزر چکا ہے اور ان کے زندہ رہنے کا امکان انتہائی کم ہے مگر معجزے برپا ہوتے رہتے ہیں۔ آئیے ہم سب مل کر ہاتھ اٹھائیں اور محمد علی سدپارا اور ان کے ساتھیوں کی زندگی کی دعا کریں۔

اے سنگلاخ چٹانوں سے کھیلنے والے
اے برف پوش ہواؤں سے کھیلنے والے

خدا تمہارا نگہبان ہو دعا ہے مری
سلامتی میں تری جان ہو دعا ہے مری

تمہارے ساتھ جو پردیس کے مسافر ہیں
دعائیں اُن کے لیئے جان و دل سے حاضر ہیں

امید ہے کہ سلامت ہیں وہ بھی غاروں میں
تمام لوٹ کے آجاؤ اپنے پیاروں میں...

(نوٹ: یہ ساری ریسرچ مختلف ویب سا ٹ سے منقول کی گ ہے۔

-------------*--------*--------*--------*--------*-------*

کالے رنگ کے ڈنر سوٹ میں ملبوس بالوں کو سلیقے سے جمائے منہاس کو منت نے جی بھر کر دیکھا۔نظر اتاری پھر آیت الکرسی پڑھ کر پھونکی۔

ان شاءاللہ اب یہ سارہ چڑیل سے محفوظ رہیں گے۔

منہاس کو آج ایک سیاسی تقریب میں جانا تھا۔اور وہاں سارہ کی موجودگی یقینی تھی۔اسی لیےاس نے پہلے ہی منت کو اعتماد میں لے کر بتا دیا۔وہ تو سن کر ہتھے سے ہی اکھڑ گئ . تھی۔

کبھی بھی نہ۔۔ہرگز بھی نہیں۔منت نے ہاتھ اٹھا کر صاف صاف انکار کیا۔

اگر وہ سارہ چڑیل بھی وہاں ہوگی تو میں کبھی آپ کو جانے نہیں دوں گی۔

وہ اس وقت باورچی خانے میں گھسی ایک ن . ں قسم کا کھانا بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔باورچی خانے کا حشر نشر ہوا تھا۔جگہ جگہ مصالحوں کے ڈبے بکھرے پڑے تھے۔سبزیوں کے چھلکوں نے اور رونق لگا رکھی تھی۔۔خود اسکا اپنا حلیہ کسی ماسی سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

منت یار میرے بزنس کے لیے وہ تقریب بہت اہم ہے۔ سمجھا کرو۔اس نے کہتے ہوئے نا محسوس طریقے سے پھیلاوا سمیٹنا شروع کر دیا۔

وہاں بڑے بڑے آدمی آ . یں گے۔انکے ساتھ کاروبار میں لین دین مجھے بہت فا . ر ہ دے گا۔مصالحے والے ڈبے انکی جگہ پہ رکھتے ہوئے اس نے منت کو سمجھانے کی کوشش کی۔

نہ جی نہ۔۔وہ حسین چڑیل آج تیار شیار ہو کر اور حسین لگے گی۔آپ پہ ڈورے ڈالے گی۔وہ دیگچی میں چمچ ہلاتے ہوئے پلٹی۔ایک نظر اپنے آپ کو دیکھا۔

وہ بہت خوبصورت ہے آپ کو اسیر کر لے گی۔کاش میں بھی اسکی طرح خوبصورت ہوتی۔

برتن شیلف پہ رکھتے منہاس کے ہاتھ تھمے۔وہ حیران ہو کر اسکی طرف آیا۔آج سے پہلے منت نے کبھی ایسی بات نہیں کی تھی۔

منت تم خوبصورتی کسے کہتی ہو؟اس نے نرمی سے اسکے ہاتھ سے چمچ لے کر چولہے کے پاس رکھا۔پلا . پکنے کے قریب تھا۔اس نے آنچ ہلکی دے کر دم دیا۔منت کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا۔

جیسی سارہ خوبصورت ہے۔جیسے آپ خوبصورت ہیں۔جیسے اکثر لوگ ہوتے ہیں۔اچھے لگتے ہیں۔
منت نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا۔

یعنی تم گوری چمڑی کو خوبصورت ہونا کہتی ہو۔منہاس نے افسوس سے سر ہلایا۔
رنگت گوری ہونا خوبصورتی نہیں ہے منو۔اگر کسی کا رنگ کالا یا گورا ہے تو اسکی وجہ ایک پروٹین ہے جو ہمارے جین میں پا . ی جاتی ہے۔اس میں اس شخص کا کیا کمال؟میں اس بات کو نہیں مانتا کہ جو آپ کی نظروں کو اچھا لگے وہ خوبصورت ہے۔اصل خوبصورت انسان وہ ہے جو آپ کے دل کو اچھا لگے۔رنگت کا کیا ہے؟آج کے زمانے میں

رنگت کا مسلہ نہیں دل کا ہے۔آپ کو خوبصورت رنگ والے لوگ مل جا . یں گے مگر خوبصورت دل والے نہیں۔میں خوش قسمت ہوں کہ میرے پاس تمہاری صورت ایک خوبصورت دل موجود ہے۔
میرے دل کو تم اچھی لگتی ہو۔سارہ میرے دل تو کیا کبھی میری نظروں میں بھی نہیں آ سکتی۔

آپ سچ کہہ رہے ہیں؟منت نے جذباتی ہو کر ڈوپٹے کا کونا منہ میں دبا کر آنکھوں میں آئے آنسو صاف کیے۔

ہاں سچ کہہ رہا ہوں۔اس نے مسکرا کر اسکے آنسو پونچھے۔منت نے منہاس کے شانے پر سر رکھ لیا۔

اب تو مان جا . یار۔دیکھو میں کتنا شریف شوہر ہوں ورنہ میں تمہیں نہ بھی بتاتا تو تمہیں کون بتاتا؟منہاس نے معصوم بنتے ہوئے کہا۔

اب ایسی بھی بات نہیں ہے سارہ کے اکا . نٹ سے سارا کچھ ہی پتا چل جانا تھا۔منت نے ہاتھ نچاتے ہوئے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔

اسی لیے تو تمہیں بتا رہا ہوں۔۔کیوں کہ جانتا ہوں کہ سارہ نے تمہیں بتانا ہی بتانا ہے۔
منہاس نے کلستے ہوئے دل میں کہا۔سارہ اور منت کی جان پہچان اسے بہت نقصان پہنچا رہی تھی۔

اور ابھی وہ پرفیوم چھڑکتے ہوئے چور نظروں سے اسکے چہرے کے بگڑے زاویے دیکھ رہا تھا۔

سنیں۔منت کی شہد میں ڈوبی آواز آ . ں۔

سنا . یں۔وہ کف لنک لگاتے ہوئے اندازہ لگانے لگا کہ وہ اب کیا دھماکہ کرنے لگی ہے۔

مجھے بھی ساتھ لے جا . یں نہ۔اس نے لاڈ سے فرما . ش کی۔

منت بچوں کی طرح منہ مت بسورو۔میں سیر پہ نہیں جا رہا جو تمہیں بھی ساتھ لے جا . ں۔وہ بزنس پارٹی ہے۔

منہاس نے گھڑی پہنتے ہوئے اسے گھورا۔

تو وہ سارہ چڑیل کیوں ہو گی ادھر؟منت نے طیش سے پوچھا۔

وہ ایک بزنس وومن ہے۔وہ سوئے ہوئے شان کو چومتے ہوئے باہر کی جانب بڑھا۔

آپکی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں بھی ایک کامیاب عورت ہوں۔کبھی میرے ویوز اور کمنٹس دیکھا کریں۔ہونہہ بزنس وومن۔

منت نے اسکی نقل اتارتے ہوئے غصے سے کہا۔وہ دروازے پہ رک گیا۔

منت کے خفا چہرے نے اسکے جاتے قدم روک لیے۔

اب تم ایسا کرو گی تو میں نہیں جا . ں گا۔ تم سے اہم کچھ بھی نہیں ہے۔ منہاس نے ہتھیار ڈالتے ہوئے اندر جانا چاہا۔ منت نے بازو پکڑ کر روک لیا۔

آپ جا . یں بس اس سارہ چڑیل سے دور رہیے گا۔ اس نے نظریں نیچی کیے مدہم آواز میں کہا۔

منہاس کو بے اختیار اسکی معصومیت پہ پیار آیا۔

سو سویٹ آف یو منت۔ اس نے اسکے ہاتھ ہاتھ کر دبائے اور الوداعی مسکراہٹ کے ساتھ باہر نکل گیا۔ منت نے پھر سے کچھ پڑھ کر اس پر پیچھے سے پھونک ماری۔

یااللہ میرے صاحب عالم کو اس چڑیل سے محفوظ رکھنا۔ آمین۔

وہ دعا . یہ انداز میں ہاتھ پھیلاتی دروازہ بند کر کے پلٹ گ . ۔

*________*________*________*________*________*

تقریب کی رونق زوروں پہ تھی۔ نہیں تھا تو وہ نہیں تھا جس کے لیے یہ محفل سجا . ں گا . تھی۔ اس کی متلاشی نظریں بار بار داخلی راستے پہ جاتیں اور ناکام ہو کر آ جاتیں۔ گہرے سرخ رنگ کی ساڑھی میں وہ غضب ڈھا رہی تھی۔ رہی سہی کسر کھلے بالوں اور میک اپ نے پوری کر دی تھی۔ سار معراج صحیح میں وہ آج بجلیاں گرا رہی تھی۔

دس منٹ بعد ہی وہ دور سے آتا دکھا . ں دیا۔ سارہ بے اختیار آگے بڑھی۔

گڈ ایوننگ مسٹر عالم۔۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

گڈ ایوننگ مس سارہ۔ اس نے بھی جواباً اخلاق دکھایا۔

آ یے آپ کو مہمانوں سے ملوا . ں۔ سارہ نے بے تکلفی سے اسکا بازو تھاما۔

اس سارہ چڑیل سے دور رہیے گا۔ منت کی آواز کانوں میں گونجی۔
اس نے جلدی سے اپنا بازو چھڑوایا۔

مس سارہ جن خاص مہمانوں کے لیے میں آیا ہوں۔ وہ کب آ . یں گے۔
منہاس نے رحمت کی تلاش میں نظریں دوڑاتے ہوئے سارہ سے پوچھا۔

یہ سارا مجمع دیکھ رہے ہیں۔ سارہ نے پارٹی میں آئے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔

یہ سب بس انہی لوگوں سے ملنے کے لیے یہاں اکھٹے ہیں۔آج قسمت آزمانے کا موقع ہے اور مجھے یقین ہے آپ انہیں قا . ل کر لیں گے۔ایک دفعہ آپ انکے گینگ میں شامل ہو گئے تو پھر دولت اور طاقت آپ کے قدموں میں ہو گی۔

لیکن وہ آ . یں گے کب؟منہاس نے بے چینی سے اپنا سوال دہرایا۔

وہ بس کچھ دیر تک آنے ہی والے ہوں گے۔سارہ اسے لے کر اپنے دوستوں کے پاس آ گا . ۔

سارہ جی آج اپنی خوبصورت آواز میں کچھ سنا کر محفل کی رونق دوبالا کر دیں تو مزہ ہی آ جائے۔

سارہ کے ایک چمچے نے خوش آمدانہ انداز اپنایا۔باقی سب بھی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔منہاس کو اس سب میں ذرا برابر بھی دلچسپی نہیں تھی۔اسے رحمت نظر آ گیا تھا۔وہ ویٹر بنا ادھر سے ادھر مشروب پیش کرتا پھر رہا تھا۔وہ رحمت کے پاس جانے کے لیے بڑھا ہی تھا کہ سارہ نے کھنکتی آواز نے اسکے قدم روک دیے۔

کوئی فریاد تیرے دل میں دبی ہو جیسے
تو نے آنکھوں سے کوئی بات کہی ہو جیسے

جاگتے جاگتے اک عمر کٹی ہو جیسے
جان باقی ہے مگر سانس رکی ہو جیسے

ایک لمحے میں سمٹ آیا ہے صدیوں کا سفر
زندگی تیز بہت تیز چلی ہو جیسے

ہر ملاقات پہ محسوس یہی ہوتا ہے
مجھ سے کچھ تیری نظر پوچھ رہی ہو جیسے

راہ چلتے ہوئے اکثر یہ گماں ہوتا ہے
وہ نظر چھپ کے مجھے دیکھ رہی ہو جیسے

اس طرح پہروں تجھے سوچتا رہتا ہوں میں
میری ہر سانس تیرے نام لکھی ہو جیسے...

بلاشبہ اس کی طرح اسکی آواز میں بھی جادو تھا۔ کسی ساحرہ کی طرح اس نے پوری محفل کو اپنے بس میں کر لیا تھا۔ تالیاں بجنے لگیں۔ منہاس نے توصیفی انداز میں سر ہلاتے ہوئے اسے سراہا تھا۔ جیسے بے نیازی سے کہہ رہا ہو گڈ۔

مس سارہ آپ نے تو کمال کر دیا۔

ارے سارہ جی آپ کی آواز میں تو جادو ہے۔

کیا دلکش آواز ہے۔

سارہ نے جھک کر آداب وصول کیے۔ ما . یک سیدھا کرتے ہوئے اس نے منہاس کو ایک ویٹر سے باتیں کرتے دیکھا۔

آپ سب کا شکریہ مگر اصل جادو تو آپ نے سنا ہی نہیں۔ یہاں ہم میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو مجھ سے بھی اچھا گنگناتا ہے۔

کون ہے وہ؟ آوازیں بلند ہو . یں۔

منہاس عالم۔ سارہ نے ما . یک کا والیوم اونچا کرتے ہوئے سب کی توجہ منہاس کی جانب مبذول کروا . ں۔ گردنیں مڑ کر منہاس کو دیکھنے لگیں۔ ہاتھ اسے اشارے سے سٹیج پہ بلانے لگے۔

چلے جا . یں بھا . ں۔ اب عزت کا سوال ہے۔ اس سارہ سے اچھا گا یے گا۔ رحمت نے شانے پہ تھپکی دیتے ہوئے اسے حوصلہ دیا۔

عزت کے بچے۔ منت کو پتا چلا تو میری عزت کا فالودہ بن جائے گا۔ میں نہیں جا رہا۔ گھٹیا لوگوں کے گھٹیا چونچلے۔

وہ دانت پیستے ہوئے غرایا۔

منہاس کم آن۔۔کم آن۔۔۔سارہ کے کہنے پہ سب نے ہوٹنگ کرتے ہوئے اسے آگے آنے کا کہا۔۔

بھا . ں شیر بنیں۔جا . یں اور جاکر سٹیج لوٹ لیں۔
رحمت نے یوں کہا جیسے ایک دوست دوسرے کو کہہ رہا ہو ہو یار موقع اچھا ہے جاکر بارات لوٹ لے۔

منت ٹھیک کہتی ہے۔یہ واقعی چڑیل ہے۔وہ بڑبڑاتا ہوا سٹیج پہ آگیا۔ٹھہر ٹھہر کر اس نے بولنا شروع کیا۔

ارادہ روز کرتا ہوں، مگر کچھ کر نہیں سکتا
میں پیشہ ور فریبی ہوں، محبت کر نہیں سکتا

سارہ کا دل اس شعر پہ ایمان لے آیا۔اس کے دل نے تصدیق کی وہ واقعی محبت نہیں کرسکتا۔

بُرے ہو یا کہ اچھے ہو، مجھِے اس سے نہیں مطلب
مجھے مطلب سے مطلب ہے، میں تم سے لڑ نہیں سکتا

ہاں سارہ تم جیسی بھی ہو۔اچھی یا بری مجھے اس سے کو ں مطلب نہیں۔ مجھے اپنے مطلب سے مطلب ہے۔ مجھے تم سے لڑنا نہیں ہے بلکہ اپنے مطلب کے لیے تم سے بنا کر رکھنی ہے۔

منہاس نے دل میں سوچا۔ تالیوں کی گونج تھمی تو اس نے اگلا شعر پڑھا۔

میں تم سے صاف کہتا ہوں! مجھے تم سے نہیں اُلفت

فقط لفظی محبت ہے میں تم پہ مر نہیں سکتا

منہاس اور سارہ کی نظریں ایکدوسرے سے ملیں۔ منہاس کی نظروں سے بھی یہی پیغام جھلک رہا تھا کہ مجھے تم سے کو ں الفت اور انسیت نہیں۔

محبت کی مسافت نے بہت زخمی کیا مجھ کو

ابھی یہ زخم بھرنے ہیں، میں آہیں بھر نہیں سکتا

واقعی محبت نے اسے بھی تو سفر کروایا تھا۔ تین سال تک اسے محبت نے منت سے دور رکھا تھا۔ اسے قدم قدم پہ خاردار کانٹوں سے زخمی کیا تھا۔

بھلے میں نے نہیں چاہا، مگر تم نے تو چاہا ہے

تمہاری یاد کو دل سے تو باہر کر نہیں سکتا

اچھا اس سارہ کی یاد کو دل میں سنبھال کر رکھیں گے۔ بتا . ں گا منت باجی کو۔۔ رحمت نے منہاس کو گھورتے ہوئے منہ پہ ہاتھ پھیرا۔

ارے او عشق! چل جا کام کر کس کو . تا ہے
حُسن بازار میں بِکتا ہے سُولی چڑھ نہیں سکتا

سارہ کو یوں لگا جیسے منہاس نے خصوصی یہ اسکو سنا یا ہے۔

یہاں ہر ایک چہرے پر الگ تحریر لکھی ہے
مری آنکھوں میں آنسو ہیں ابھی کچھ پڑھ نہیں سکتا

ہاں ہر چہرے پہ الگ تحریر لکھی ہے مگر شاعر کی طرح میری آنکھوں میں آنسو نہیں۔ میں ہر شخص کی کہانی پڑھ سکتا ہوں۔
حاضرین پہ طا . رانہ نگاہ ڈالتے اس نے اگلا شعر پڑھا۔

میں اپنی رات کی زُلفوں میں خود چاندی سجا تا ہوں

میں اس کی مانگ میں وعدوں کے ہیرے جڑ نہیں سکتا

اب اس شعر کا کیا مطلب ہوا بھلا؟ رحمت نے ٹرے میز پہ رکھ کر ذہن پہ زور ڈالا۔ بہت ہی کو . ں فارغ شاعر تھا جو اتنی لمبی غزل لکھ دی اور منہاس بھا . ں اس سے زیادہ فارغ جو یاد بھی کر لی۔

بھلے جھوٹا، منافق ہوں، بہت دھوکے دیے لیکن
محبت کی صدا ہوں میں، میں دھوکہ کر نہیں سکتا

سارہ بے شک مجھے تم سے بہت سے کام نکلوانے ہیں مگر میں روایتی حربہ نہیں آزما . ں گا۔ میں دھوکے باز سہی مگر محبت کے نام پہ دھوکہ نہیں کر سکتا۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

میں اُس گھر کا مقیمی ہوں جسے اوقات کہتے ہیں
میں اپنی حد میں رہتا ہوں سو آگے بڑھ نہیں سکتا

بھا . ں اب یہ تو سفید جھوٹ بھول رہے ہیں آپ۔ رحمت نے سر نفی میں ہلایا۔
آپ اور حد؟ ناممکن۔ حد کی بھی حدود توڑ والے یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔ آہ کیا زمانہ آ گیا ہے۔

منہاس نے غزل ختم کی تو تالیاں کافی دیر تک بجتی رہیں۔

آپ نے اس غزل کے کچھ اشعار نہیں پڑھے۔سارہ نے اسکے پاس آکر تعریف کرنے کے بعد کہا۔

بس جو شعر پسند تھے وہ پڑھ لیے۔اس نے بیزاری سے بات ختم کی۔

اچانک ایک شور اٹھا۔خاص مہمان آگئے تھے جن کے لیے منہاس یہاں موجود تھا۔

پانچ افراد کا گروہ اندر داخل ہوا۔۔اس کے خون میں گردش تیز ہو . ں۔

وہ وہی تھے۔پانچ۔۔۔صہیوانی تنظیم کے سربراہ۔۔پاکستان کے سب سے بڑے اور خطرناک دشمن۔۔

گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔آئے روز بازار کے چکر لگ رہے تھے۔غازی نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ تانیہ سے صلح کر لے اور اپنی اس کوشش میں وہ کامیاب بھی ہوا تھا۔اور بہت سے راز اس پہ کھلے تھے۔

اس روز صبح سے ہی چہل پہل تھی۔تایا کے کچھ خاص مہمان آرہے تھے۔انہوں نے مردان خانے کی اچھے سے صفا . ں کروانے کا حکم دیا تھا۔ملازم بیچارا دو گھنٹے سے لگا ہوا تھا۔غازی نظر بچا کر کمرے میں داخل ہوا۔نہ صرف کمرہ چمک رہا تھا بلکہ مہک بھی رہا تھا۔تازہ گلاب کے گلدستے کمرے کے چاروں طرف رکھے گئے تھے۔صوفوں کے کور بھی تبدیل ہوئے تھے۔اس نے ملازم کے کندھے پہ تھپکی دی۔

"ارے واہ صابر تم نے تو کمال کر دیا ہے۔کمرے کی حالت بدل کر رکھ دی ہے۔بہت دل لگا کر کام کرتے ہو تم"۔

"بہت شکریہ صاحب جی"۔صابر خوشی سے پھولے نہ سمایا۔

"اچھا صابر اب ایسا کرو جلدی سے ایک گلاس جوس لا دو مجھے۔میں بہت تھک گیا ہوں"۔غازی نے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"توبہ ہے دو گھنٹوں سے کام میں لگا ہوا ہوں اور تھک یہ گئے ہیں۔یہ صاحب لوگ بھی نہ بڑے نازک مزاج ہوتے ہیں"۔صابر بڑبڑاتا ہوا اسکے لیے جوس لانے چلا گیا۔

صابر کے جاتے ہی غازی فوراً اٹھا۔پورے کمرے کا جا . زہ لیا۔صابر کے آنے تک وہ اپنا کام کر چکا تھا۔وہ کمرے سے باہر نکلا تو وہ جوس لیے اسی کی طرف آرہا تھا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"صاحب جوس"۔۔اس نے گلاس غازی کی طرف بڑھایا۔

"تم خود پی لو تھکے ہوئے ہو گے"۔وہ تیزی سے کہتا وہاں سے نکل گیا جبکہ صابر اسکی پشت کو گھورتا ہی رہ گیا۔

غازی نے سیڑھیوں سے نیچے آتی ردا کو روکا۔۔

"تمہاری آپی کدھر ہیں۔نظر نہیں آرہیں"۔وہ صبح سے مصروف تھا اس لیے اسکی بات نہیں ہو . ں تھی۔

"وہ کمرے میں ہیں۔کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہی ہیں۔شاید شہر جا رہی ہیں"۔وہ اپنا پراندہ جھلاتی مزے سے بتا کر چلی گ . . ۔

حویلی میں رسم تھی کہ شادی کے قریب دلہن باہر نہیں جا سکتی۔ان حالات میں اسکا باہر جانا اسے عجیب لگا۔
وہ حیران سا اسکے کمرے میں چلا آیا۔

"تم کہاں کی تیاری میں ہو"؟
"مجھے بہت ضروری کام سے جانا ہے"۔وہ چیزیں بیگ میں رکھتے ہوئے مصروفیت سے بتانے لگی۔
"آفس سے فون آیا تھا۔معاملہ ابھی تک عدالت میں لٹکا ہے۔انڈسٹری کے اصل باس نے مجھے ملنے کے لیے بلایا ہے۔ملنی تو مجھے دھمکیاں ہی ہیں مگر اچھا ہے۔سب ریکارڈ کر لوں گی۔عدالت میں کام آئے گا"۔

سر پہ چادر لے کر اس نے بیگ کندھے پہ ڈالا۔ڈاکومنٹس والی فا . ل ہاتھ میں پکڑی۔

"تو تم گوجرانوالہ جا . گی"؟ سوالیہ نظروں سے غازی نے پوچھا۔عزہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں لاہور جا . ں گی۔ہو سکتا ہے تین چار دن لگ جا . یں"۔اپنے کمرے کو تالہ لگا کر وہ اسکے ساتھ چلنے لگی۔
"تایا اور چچا نے بڑی مشکل سے اجازت دی ہے رہنے کی۔امی کو بھی پریشانی ہو رہی ہے۔بس ایک دفعہ انڈسٹری کے اصل مالکان کو میں بے نقاب کر دوں پھر یہ سیاپا بھی ختم ہو"۔

"میں بھی ساتھ چلوں"؟ وہ فکر سے پوچھنے لگا۔
"نہیں۔تم یہاں اپنا کام سنبھالو۔وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔اب ابو والا معاملہ تم ہی یہاں سنبھالو گے میں اب انڈسٹری والے کام پہ توجہ دوں گی"۔

گاڑی کے پاس پہنچ کر غازی کو یاد آیا۔

"تم رہو گی کہاں؟ اکیلی جا رہی ہو مجھے"۔۔۔

"میں اکیلی چاند پہ بھی جا سکتی ہوں"۔عزہ نے ہنس کر اسکی بات کاٹی۔وہ ایسے پریشان ہو رہا تھا جیسے وہ کبھی گھر سے باہر گا . ہی نہ ہو۔

"مسٹر آپ بھول رہے ہیں اتنے برسوں سے میں اکیلی اس شہر میں رہ رہی تھی ۔ ۔ ۔ ہوں"۔۔غازی سے مسکرا کر کہتے ہوئے وہ ڈرائیور کی جانب پلٹی۔ڈرائیور نے دروازہ کھولا۔وہ بیٹھ گئی ۔ ۔

"ویسے فکر نہیں کرو میں منت کے ہاں رہ کر اسکا جینا حرام کروں گی"۔اس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے چلا کر کہا۔گاڑی گیٹ سے باہر نکل گئی ۔ ۔

غازی نے بوجھل دل سے اسے الوداع کیا اور اندر چلا آیا۔عزہ کو گئے ابھی چند منٹ بھی نہیں ہوئے تھے اور اسے ابھی سے اس حویلی کے در و دیوار سے وحشت ٹپکتی نظر آ رہی تھی۔

کچھ لوگ زندگی میں اتنے اہم ہو جاتے ہیں کہ ایک لمحہ بھی انکے بغیر کاٹنا بے معنی لگتا ہے۔

وہ کمرے میں آگیا۔بیڈ پہ الٹا لیٹتے ہوئے اس نے ایان کو کال ملائی ۔ ۔ ۔ دوسری گھنٹی پہ ہی فون اٹھا لیا گیا۔

"کدھر مرے ہوئے ہو؟ ابھی میں قبرستان کے ہیڈ کو فون کر کے پوچھنے والا تھا کہ کہیں کوئی ۔ ۔ ۔ نیا مردہ تو داخل نہیں ہوا۔صد شکر تم نے فون کر کے اپنے زندہ ہونے کا احساس دلا دیا۔اور میرا بیلینس بچ گیا"۔

ایان نے ایک ہی سانس میں اسکی اچھی خاصی کر کے رکھ دی۔غازی نے بھنا کر فون کو گھورا۔

"میں بھی میونسپل کارپوریشن کو فون کر کے پوچھنے لگا تھا کہ کہیں ایک ایک کمانڈو تو سسپنڈ ہو کر ان کے محکمے میں نہیں آگیا"؟اس نے بدلہ اتارا۔

"جہنم میں جا . گے تم۔ خود تو سسپنڈ ہوئے ہی ہو اب مجھے بھی بے عزت کروا . "۔ ایان کی تپی ہو . ن آواز سن کر غازی بے ساختہ ہنس دیا۔

"ارے یار نہیں ہوتا تو سسپنڈ۔ خیر بتا وہ جیل والے معاملے کا بتا"؟

"سنا ہے ابھی تک منشیات جیل میں پہنچا . ں جا رہی ہیں۔ اعلیٰ حکام تو لگتا ہے بھنگ پی کر سوئے ہوئے ہیں۔ سب ملے ہوئے ہیں یار"۔ ایان نے بیزاری سے بتایا۔

"بس ایک دفعہ عزہ کے ابو والا معاملہ حل ہو جائے پھر اس معاملے کو میں خود دیکھوں گا۔ چھوڑوں گا نہیں۔ اپنے آپ کو بے قصور ثابت کر کے رہوں گا"۔ غازی نے عزم کیا۔

"چھوڑو یہ باتیں یہ بتا . شادی کب تک ہے"؟

"ہائے کیا پوچھ لیا میرے یار"۔ ایان نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"شادی چار مہینے لیٹ ہو گ . ہے۔ پورے چار مہینے کے لیے۔ مجھے رونا آرہا ہے۔ لگتا ہے میری قسمت میں شادی کا سکھ ہی نہیں ہے۔ میرے ہاتھوں پہ کبھی مہندی نہیں سجے گی۔ میں کیا کروں"؟

"اوئے ڈرامے باز بس کر۔ مہندی لڑکیوں کے ہاتھ میں سجتی ہے۔ اور ہاں تجھے شادی کے لڈو کھانے کا اتنا ہی شوق ہے تو میری شادی کے کھا لینا"۔ غازی نے اسے گھورتے ہوئے مزے سے کہا۔

"کیا مطلب"؟ دوسری جانب غازی یقیناً اچھلا تھا۔غازی نے اسکی حیرت سے بھرپور لطف لیا۔

"مطلب یہ کہ میرے شدید کنوارے دوست اگلے ماہ کی پچیس تاریخ کو میری شادی ہے۔عزہ بنت عباس کے ساتھ۔آنٹی اور انکل سے ساتھ دو دن پہلے ہی آجانا تاکہ میری طرف سے بھی رشتے دار شامل ہو جا . یں"۔

"تو تم مجھ سے پہلے شادی کر رہے ہو۔اللہ کرے تیری شادی والے دن کالے بادل چھا جا . یں۔آندھیاں آ . یں اور طوفان بھی۔مولوی آنے سے انکار کر دے۔لڑکی والوں کا دماغ بدل جائے"۔

ایان باقا . رہ بددعا . ں پہ اتر آیا۔

دس منٹ بعد ادھر ادھر کی باتوں کے بعد غازی نے ہنستے ہوئے فون بند کیا۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

دو گھنٹے تک تایا کے خاص مہمان بھی آ گئے۔غازی نے بیڈ پہ پا . ں پسارے۔موبا . ل کھولا۔اب مردان خانے کا منظر سکرین پہ دکھا . ی دے رہا تھا۔

وہ صبح مردان خانے میں دو کیمرے بمعہ وا . س ریکارڈر فٹ کر چکا تھا۔اب جو بھی راز کی باتیں بند کمرے کے پیچھے ہو رہی تھیں وہ سب غازی اپنے موبا . ل پہ سن رہا تھا۔ٹیکنالوجی کبھی کبھی کچھ زیادہ ہی کام آجاتی ہے۔۔

*________*________*________*________*________*

"منہاس تم نے اچھا نہیں کیا۔اپنے بارے میں سب سچ بتا کر تم نے اپنی کمزوری انکے ہاتھ دے دی ہے"۔

زمان انکل نے تشویش سے اسے دیکھتے ہوئے کہا جو بالکل پر سکون نظر آرہا تھا۔

"آپ جانتے ہیں انکل ان کے گینگ میں شامل ہونے کے لیے یہ ضروری تھا۔اور ویسے بھی میں نے صرف انہیں اتنا سچ بتایا ہے جتنا جاننا انکے لیے ضروری ہے"۔

وہ کھڑکی کے پاس کھڑا تھا جہاں سے نیچے زندگی بھاگتی دوڑتی نظر آرہی تھی۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے وہ تمہیں شامل کر چکے ہیں اپنی تنظیم میں"؟زمان انکل نے استفسار کیا۔

"نہیں کیا تو کر لیں گے"۔وہ بے فکری سے کہتا ہنوز نیچے دیکھ رہا تھا۔یہ کمرشل ایریا تھا۔اور وہ اس وقت ایم پی کمیکل انڈسٹری کے آفس میں تھا۔سارہ چکر لگا کر جا چکی تھی۔اس لیے وہ آزادانہ زمان انکل سے یہیں مل رہا تھا۔

"منہاس تم نے بڑوں کی بات مان کر اچھا نہیں کیا"۔زمان انکل نے افسوس سے سرہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ابھی شادی ہو . ں ہے۔تم نے زندگی جینی شروع کی ہے۔وہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے تو منت یا شان کو پہنچا دیں گے۔تمہیں اس کام سے انکار کر دینا چاہیے تھا"۔

"انکل یہ مت سمجھیں کہ مجھے آپ کے سو کالڈ قانونی اداروں نے مجبور کیا ہے۔میں نے اپنی مرضی سے ہاں کی ہے۔میں نے اپنے بدلے کے لیے یہ راستہ چنا ہے اور اس میں اگر آپ کے ملک کے قانون کا کچھ بھلا ہو جاتا ہے تو میرا کیا جاتا ہے۔اور رہی بات منت کی"۔۔

وہ نیچے دیکھتے دیکھتے یکدم چونکا۔اسے منت کی جھلک نظر آ . ں تھی۔

"بھلا منت یہاں کیسے"؟وہ سر جھٹک کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

خاندان صرف میرا ہی نہیں میرے دشمنوں کا بھی ہے۔اگر انہوں نے منت یا شان کو ذرا سا بھی نقصان پہچانے کی کوشش کی تو انکی نسلیں یاد رکھیں گی کہ منہاس عالم سے دشمنی کا انجام کیا ہوتا ہے۔اگر کبھی منت یا شان پہ ان کی طرف سے کو . ں آنچ آ . ں تو میں نتا .ج کی پرواکیے بغیر اپنے ساتھ ساتھ ان کو بھی لے ڈوبوں گا"۔

"محبت اور منت نے مل کے بھی منہاس کے اندر کی تلخی کو ختم نہیں کیا"۔زمان انکل نے افسوس کرتی نگاہوں سے منہاس کی شاندار شخصیت کو دیکھا۔

"مگر یہ بھی کہاں کی دانش مندی ہے کہ اپنے پا . ں پہ خود کلہاڑی مارو"۔انہوں نے ناراضی سے کہا۔
"تم جانتے ہو تمہیں اپنی سلامتی اور زندگی کی ڈور بلیک ڈا . منڈ (تنظیم) کے ہاتھوں میں تھمانی ہوگی تبھی وہ تم پہ بھروسہ کریں گے۔تمہیں اپنے خلاف سارے ثبوت انہیں دینے ہوں گے۔کیا تم ایسا کر پا . گے"۔
بھوری آنکھوں میں استہزا . یہ مسکراہٹ لہرا . ں۔دکھ اور تلخی بھری مسکراہٹ۔بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا وہ انکے سامنے آکر بیٹھ گیا۔
"دیکھیں انکل مجھے یہ کرنا ہوگا ورنہ میں کبھی بھی اپنا مقصد حاصل نہیں کر پا . ں گا۔میں نے دس سال اسی کوشش میں گزار دیے اور آج جب منزل میرے قریب ہے تو میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔اب واپسی کی کو . ں راہ نہیں ہے۔میں نے ساری کشتیاں جلادی ہیں"۔

"جو بھی کرنا سوچ سمجھ کر کرنا منہاس۔۔ میرے بچے میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ تم ہر قدم پہ مجھے اپنے ساتھ کھڑا پا ۔ گے"۔انہوں نے شفقت سے اسکے ہاتھ تھامے۔وہ انہیں بہت پیارا تھا۔ایان سے بڑھ کر وہ اسے اپنا بیٹا مانتے تھے۔

"شکریہ انکل۔میں جانتا ہوں آپ ہمیشہ سے میرے ساتھ ہی ہیں۔ ممی اور ڈیڈی کے بعد اگر آپ سہارا نہ دیتے تو میں آج یہاں تک نہ پہنچتا۔ مجھے آج بھی یاد ہے وہ دن جب ہم ممی کے بعد لاوارث ہو گئے تھے تب آپ نے ہمارے سروں پہ ہاتھ رکھا"۔

منہاس نے انکے ہاتھ چومے۔"آپ میرے والد کی جگہ ہیں۔میں کبھی نہیں بھول سکتا جو کچھ آپ نے ہمارے لیے کیا۔میرے لیے کیا"۔

"پرانی باتیں بھول جا ۔ منہاس"۔

"نہیں بھول سکتا"۔۔وہ وحشت ذدہ ہو کر پیچھے ہٹا۔

"میں کبھی نہیں بھول سکتا۔میرے باپ کی خون آلود لاش میرے نظروں سے آج تک اوجھل نہیں ہو ۔ ں۔ممی کی ذہنی حالت سے لے کر انکی سرد میت تک میں کچھ نہیں بھولا۔وہ منظر میری آنکھوں میں نقش ہو چکے ہیں۔ان کے جنازے میرے دل کے قبرستان میں دفن ہوئے ہیں۔آپ نہیں سمجھ سکتے میں پچھلے تیرہ سالوں سے کس اذیت میں ہوں۔آپ میرے کرب کا اندازہ نہیں کر سکتے"۔

وہ سر میز پر ٹکا کر سسک پڑا۔زمان انکل نے دکھ سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔

کون جانتا تھا اوپر سے چٹانوں جیسا مضبوط دکھنے والا شخص اندر سے کس قدر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔وہ آج بھی وہیں تھا جہاں اسکا بچپن بے رحمانہ طریقے سے ختم کیا گیا تھا۔بعض اوقات ہم جسمانی طور پہ تو آگے بڑھ جاتے ہیں مگر ذہنی طور پہ بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔کہیں بہت پیچھے جہاں سے ہماری زندگی بدلتی ہے۔وہ بھی ابھی تک وہیں رکا ہوا تھا جہاں اسکے باپ کا قتل ہوا تھا جہاں اسکی ماں کو اس سے چھینا گیا تھا۔منہاس عالم کے اندر لگی آگ برسوں سے جل رہی تھی اور اب اس نے آتش فشاں کا روپ دھار لیا تھا۔

*__________*__________*__________*__________*

ہرے بھرے چھوٹے سے لان میں جتنے بھی پودے نشو نما پا رہے تھے اس کے پیچھے منہاس کی محنت کارفرما تھی۔وہ جب بھی گھر پہ ہوتا تو پودوں کو لازمی پانی دیتا,کھاد ڈالتا اور ضروری کانٹ چھانٹ کرتا رہتا اور منت کا کام بس یہ تھا کہ خوبصورت گلاب کے پھولوں کی تصویر صبح بخیر کے ساتھ سٹیٹس لگا دے۔اس سے بڑھ کر اس نے کبھی کچھ نہیں کیا تھا مگر آج وہ یہاں نظر بھی آ رہی تھی اور وہ کام بھی کر رہی تھی۔وہ ایک نیا چھوٹا سا پودا لگا رہی تھی۔حامد ویڈیو بنا رہا تھا۔شان اسکے پاس بیٹھا مٹی سے کھیل رہا تھا۔

منت کے موبا . ل کی بیل بجی۔اس نے شان کو ٹہوکا دیا۔

"شان بیٹا جا . ذرا میرا موبا . ل لانا"۔۔

"منت باجی ویڈیو میں نہیں بولتے۔اب یہ ساری ویڈیو ضا .ح گا . "۔" نئے سرے سے پودا لگانا پڑے گا"۔حامد جھنجھلایا۔یہ تیسری دفعہ تھا اور اب اسکے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔

"آنی یہ لیں فون"۔شان نے فون منت کی طرف بڑھایا۔سکرین پہ منہاس کا نام چمکتا دیکھ کر اس نے جلدی سے گلے میں پڑے ڈوپٹے سے ہاتھ صاف کیے۔

"لو جی بن گ . ویڈیو۔اب گھنٹہ پار ہے"۔حامد افسوس کرتے ہوئے وہیں گھاس پر بیٹھ گیا۔

"چپ کرو۔ابھی بنا لیں گے ویڈیو بھی۔میں یا تم کہیں بھاگے نہیں جا رہے"۔اس نے حامد کو ڈانٹتے ہوئے کال اٹھا . ں۔

"ہیلو السلام علیکم صاحب عالم! کیسے ہیں آپ؟ کدھر ہیں؟ گھر کب آ . یں گے"؟ ایک ہی سانس میں ک . سوال پوچھتے ہوئے وہ ذرا فاصلے پہ آ گ . . ۔

"وعلیکم السلام۔۔میں ٹھیک ہوں۔تم کیسی ہو"؟ اسکی بشاشت بھری آواز سنا . ں دی۔

"میں ٹھیک مجھے کیا ہونا ہے بھلا"۔وہ احمقانہ انداز میں ہنسی۔

"اچھا کیا کرتی رہی ہو سارا دن"؟ منہاس نے دلچسپی سے پوچھا۔۔

منت نے موبا . ل کان سے ہٹا کر دیکھا۔

"یہ صاحب عالم کو کیا ہو گیا ہے"؟

"میں اپنی ایک ویڈیو بنانے میں مصروف ہوں کافی دیر سے۔ شجر کاری سے متعلق ہے"۔ منت نے جوش سے تفصیل بتانی شروع کی۔

"ہم اپنی ویڈیو میں یہ سبق دینا چاہ رہے ہیں کہ ایک ایک پودا ہر شخص لگائے۔اس کام کا آغاز میں نے اپنے طور سے کر دیا ہے۔آپ کو پتا ہے میں نے ایک پودا خود لان میں لگا یا ہے"۔۔

منت نے دور گھاس پہ پڑے پودے کو دیکھتے ہوئے دل کو تسلی دی کہ کو . ں بات نہیں ابھی نہیں لگا یا تو تھوڑی دیر تک لگ ہی جائے گا۔۔

"اچھا۔یہ تو بہت نیک کام کی ابتدا کی ہے تم نے"۔ منہاس نے سراہا۔

"منت کیا تم آج سارا دن گھر سے باہر نہیں گ . "؟

"نہیں تو"۔۔منت نے دھڑلے سے جھوٹ بولا۔

"اللہ توبہ۔یہ جن ہیں کیا؟ جو انہیں میرے ہر عمل کی خبر ہو جاتی ہے"۔

"منت ذرا ویڈیو کال کرنا"۔

"وہ کیوں"؟

"مجھے دیکھنا ہے لوگ جھوٹ بولتے ہوئے کیسے لگتے ہیں"؟ منہاس نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا۔

منت نے جھٹ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ویڈیو کال کی۔

منہاس ایک دفتر میں بیٹھا نظر آ رہا تھا۔

"لیں دیکھ لیں۔ جھوٹ بولنے والے ہرگز میری طرح معصوم نہیں ہوتے"۔

منت نے چہرے پہ انتہا درجے کی معصومیت اور مسکینیت طاری کی۔

"تو تم یہ کہہ رہی ہو کہ آج سارا دن تم گھر سے باہر نہیں گ . "؟ منہاس نے تا . ید چاہی۔ وہ ساتھ ساتھ لیپ ٹاپ پہ کچھ کام بھی کر رہا تھا۔

"بالکل بھی نہیں"۔ اس نے سر کو جتنا ہو سکتا تھا دا . یں با . یں ہلایا۔

"تو پھر یہ کون ہے"۔ منہاس نے اسکے سامنے لیپ ٹاپ کی اسکرین کی۔ ایک سی سی ٹی وی فوٹیج میں وہ انڈسٹریل ایریا میں نظر آ رہی تھی۔

منت نے خفت سے آنکھیں میچیں۔ خود کو تسلی دی پھر ڈھٹا . ں سے انکار کیا۔

"یہ میں نہیں ہوں۔ میرے پاس تو اس رنگ کا سوٹ بھی نہیں ہے۔ آپکو غلط فہمی ہو رہی ہے"۔

اگر ڈھیٹوں کا کو . ں ایوارڈ ہوتا تو منت کو دیا جاتا۔ وہ صحیح معنوں میں اس انعام کی حقدار ہوتی۔

"اب تم کہو گی کہ یہ حامد اور کاظم بھی نہیں تمہارے ساتھ"۔ ایک اور فوٹیج منہاس نے چلا . ں جس میں منت حامد اور کاظم صاف نظر آ رہے تھے۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

برداشت کانوبل انعام اس پل منہاس کو دیا جانا چاہیے تھا جو انتہا . ں تحمل سے منت کے جھوٹوں کو سن رہا تھا۔

وہ۔۔۔۔یہ۔۔۔۔وہ۔۔۔

منت سے کو . ں جواب نہیں بن پڑا۔

"منت تم سارہ کے پیچھے کیوں پڑ گا . ہو؟ کیوں اسکے بارے میں جاننے کی کوششوں میں لگی ہو . ں ہو۔ آ . یندہ میں تمہیں اس سلسلے میں متحرک نہ دیکھوں۔ وہ جو بھی ہے اچھی یا بری۔۔ تم اس سے دور رہو"۔

منہاس نے انگلی اٹھا کر سختی سے کہا۔

"ارے واہ۔ میں کیوں دور رہوں؟ منت نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔

اور آپ کس خوشی میں اس چڑیل کی حمایت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہاں میں وہاں سارہ کا پیچھا کرتے ہوئے گا . تھی اور اسکے بارے میں معلومات بھی کر رہی تھی۔ تو؟ پھر"؟

منت نے اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ غصہ کیا۔

"کس لیے؟ تم یہ سب کس لیے کر رہی ہو"؟ منہاس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے تحمل سے پوچھا۔ وہ جان گیا تھا منت سختی سے بات نہیں مانے گی۔

"اپنے چینل پہ اپلوڈ کروں گی۔ ساری دنیا دیـ . ھے گی کہ سارہ چڑیل اصل میں ہے کیا"۔ منت نے فخریہ انداز میں بتایا۔

www.urdunovelsmania.com

"اور وہ کیا ہے اصل میں"؟ منہاس نے ابرو اچکائے۔

"ارے یہی تو آپ کو پتا نہیں"۔ منت لان میں پڑی آرام کرسی پہ بیٹھی۔ "وہ عورت ٹھیک نہیں ہے۔ اسکی پراسرار سرگرمیاں ہیں۔ مشکوک لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے"۔

منہاس پریشانی سے آگے کو ہوا۔
"دیکھو منت تم کچھ بھی نہیں کرو گی۔ کچھ بھی نہیں۔ وہ عام لوگوں کی طرح نہیں ہے۔ تم اچھے سے جان لو ان بڑے لوگوں کی
دوستی اچھی نہ دشمنی۔۔ جو بھی کرنا ہے وہ میں خود کروں گا۔ تم جو کر رہی ہو وہی کرو۔ ویڈیو بنا . ۔۔پودے لگا .
جو مرضی کرو مگر منو پلیز سارہ سے دور رہو۔ وہ اچھی نہیں ہے"۔

"اوکے اب نہیں کروں گی کچھ"۔ منت نے ہامی بھری۔

"شکر ہے"۔ منہاس نے سکون کا سانس بھرا۔

"لیکن میری ایک شرط ہے"۔ وہ مزید گویا ہو . ں۔

"وہ کیا"؟سارہ نامی بلا سے منت کا پیچھا چھڑانے کے بدلے اسے ہر شرط منظور تھی۔

"آج رات کا کھانا ہم باہر کھا . یں گے"۔منت نے فرما . ش کی۔

"بس؟منو یار کچھ بڑا مانگنا تھا۔بس کھانے پہ ہی بات ختم کر دی"۔

منہاس کو منت کی معصومیت پہ پیار آیا۔

"کچھ بھی مطلب بہت بڑا بھی"؟منت نے خوشی سے پوچھا۔

"ہاں بلکل"۔فراخدلی سے اجازت دی گ . . ۔

ویسے مجھے پتا ہے تم کیا مانگو گی۔

"کیا"؟

"ڈا . منڈ جیولری"۔

"نہیں"۔

"ایک خوبصورت اور بہت بڑا گھر"۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"نہیں"۔

"گاڑی"؟

"نہیں"۔

"ورلڈ ٹور"؟

"نہیں"۔

"اچھا پھر بہت ساری شاپنگ"؟

"نہیں"۔

"اچھا پھر تم ہی بتادو"۔ منہاس نے ہار مانی۔

"مجھے آپکا ساتھ، پیار اور بہت سارا وقت چاہیے"۔۔ منت نے سرگوشی کی۔

"منو"۔۔۔منہاس سے کچھ پل بولا ہی نہیں گیا۔اس پل اسکا دل چاہا کہ منت اس وقت اس کے سامنے ہوتی تو وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کہیں دور چلا جاتا جہاں زندگی بہت سادہ اور آسان ہوتی۔ پچھلے دو ہفتوں سے وہ منت کو وقت ہی نہیں دے پار ہا تھا اور وہ بیچاری شکوہ بھی نہیں کرتی تھی۔

"سنیں جذباتی نہ ہو جا　یے گا ورنہ میری ہنسی نکل جانی ہے"۔وہ منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔منہاس نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

"منت تم بہت بڑی فلم ہو۔ٹھیک ہے ملتے ہیں پھر رات کو خدا حافظ"۔اس نے ہاتھ ہلایا۔

منت نے بھی جواباً خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

"چلو آ　. اپنے کام پہ لگیں۔بہت دیر ہو گ　. ہے پہلے بھی"۔
وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے بچوں کے قریب آ　. ں۔

"ہم نے تو دیر نہیں کی۔آپ کے ہی اپنے میاں سے راز و نیاز ختم نہیں ہو رہے تھے"۔کاظم کی زبان میں کھجلی ہو　. ں۔

"بکومت"۔۔وہ اسے تھپڑ لگا کر حامد کی طرف آ　. ں۔

"چلو بھ . ہم کام شروع کریں"۔

وہ دوبارہ سے پودا لگانے کے لیے مٹی کھودنے لگی اور حامد ویڈیو بنانے لگا۔

"السلام علیکم ناظرین۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ہم نے شجرکاری کی مہم کا آغاز اپنے گھر سے کر دیا ہے۔ میں یہ پودا اپنے ہاتھ سے لگا رہی ہوں مگر اسکو پانی دینے کی ذمہ داری میرے صاحب عالم کی ہو گی۔ وہ اس پودے کی یقیناً مجھ سے بہتر پرورش کریں گے اور اسے پروان چڑھا . یں گے۔

دروازے کی بیل بجی۔ منت نے گھور کر فارغ بیٹھے کاظم کو گھورا۔

"گینڈے چلو جا کر دروازہ کھولو"۔

"منت باجی یہ غلط ہے۔ میں کہاں سے آپ کو موٹا نظر آتا ہوں"۔
کاظم نے ناک پھلا کر کہا۔

"ارے منت باجی"۔۔ حامد چیخا۔
"ویڈیو بن رہی تھی اور آپ نے پھر سے بول کر گڑبڑ کر دی۔ اب میں نہیں بنا رہا دوبارہ"۔

"یہ سارا اس کاظم کا قصور ہے"۔وہ بھنا . ں۔

"میں نے کیا کیا ہے"؟ کاظم نے بی چارگی سے پوچھا۔

اس ساری بحث کے دوران ایک دفعہ پھر گھنٹی بجی۔ کاظم منت کے کہنے سے پہلے ہی بھاگ کر گیا اور دروازہ کھول دیا۔

"ارے گینڈے تم"؟ وہ معیز کو دیکھتے ہوئے خوشگواریت سے بولی۔

کاظم بیچارا مخمصے میں پڑ گیا کہ اب کس کو بولا ہے مگر معیز کی مسکراہٹ دیکھ کر سمجھ گیا۔۔

"ہاں آپا میں"۔۔

"اور میں بھی"۔۔پیچھے سے جنت نے جھلکی دکھا . ں۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

"اور میں بھی تو ہوں"۔۔ایک اور ہستی نے اپنے درشن کروائے تو وہ خوشی کے مارے اچھلی۔۔

"عزہ۔۔۔۔میری جان تم کب آ . ں"؟ وہ مٹی سے لتھڑے ہاتھ وا کیے اسے گلے لگانے کو آگے بڑھی۔۔

"پرے ہٹو۔۔ مٹی والے ہاتھ لگا . گی"؟ پہلے ہاتھ دھو جا کر پھر جی بھر کر گلے ملتی رہنا"۔۔۔ عزہ اسے جھڑکتی ہو . ں اندر کی طرف بڑھی۔

"آتے ہی اپنے رنگ دکھانے شروع کر دیے محترمہ نے"۔ منت اونچی آواز میں بڑبڑا . ں۔ جواباً عزہ نے اسے ہاتھ دکھایا تھا۔

"چلو اچھا ہے کو . ں تو ہے جو منت باجی پہ حاوی ہے"۔۔

کاظم کے شکر ادا کرنے پہ سب کا مشترکہ قہقہہ گونجا تھا۔

*________*________*________*________*________*

اس کا سارا دن سفر میں گزرا تھا۔ وہ لاہور آ کر پہلے منت کے گھر آ . ں تھی۔ وہاں سے پھر معیز اور جنت کے ساتھ وہ منت سے ملنے چلی آ . ں۔ فیکٹری مالکان سے اگلے دن میٹنگ طے تھی۔ اسکا ارادہ تھا جب تک یہ معاملہ حل نہیں ہو جاتا وہ منت کی امی کے گھر رہ لے گی مگر منت نے اسے زبردستی اپنے گھر روک لیا۔

ایک اچھی سی نیند لے کر ابھی وہ بیدار ہو . ں ہی تھی کہ منت آن وارد ہو . ں۔

عزہ جلدی سے تیار ہو جا . ۔ کچھ دیر تک صاحب عالم آ جا . یں گے اور ہمیں ڈنر پہ لے کر جا . یں گے۔

"میں کیوں کباب میں ہڈی بنوں؟ تم میاں بیوی جا . یار"۔وہ منہ پہ کمبل لیتے ہوئے کروٹ بدل گ . ۔اسکا اٹھنے کا دل نہیں کر رہا تھا۔

"ارے خیر ہے ہم دونوں پھر کبھی چلے جا . یں گے۔ابھی تم جلدی سے تیار ہو جا . ۔آٹھ بج گئے ہیں نو بجے تک کا وقت ہے بس ہمارے پاس۔معیز اور جنت بھی ڈنر کا سن کر واپس نہیں گئے"۔
وہ اسے اٹھا کر جلدی جلدی تیار ہونے کا کہتی ہو . ں آندھی طوفان کی طرح واپس چلی گ . ۔

عزہ بے دلی سے اٹھ گ . ۔فریش ہو کر آ . ں تو فون بج رہا تھا۔

"السلام علیکم"۔۔وہ بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے بولی۔

"وعلیکم السلام۔۔تم نے پہنچ کہ فون کیوں نہیں کیا؟ کہاں ہو اس وقت"؟ دوسری جانب سے غازی کی فکرمند آواز سنا . ں دی۔

"منت کے گھر پہ ہوں۔ابھی ہم باہر کھانے پہ جا رہے ہیں۔تم سنا . سب ٹھیک ہے ادھر"؟
بالوں کو کیچر میں قید کر کے اس نے موبا . ل سپیکر پہ رکھا اور خود بیگ سے ڈوپٹہ نکال کر استری کرنے لگی۔

"ہاں ادھر سب ٹھیک ہے"۔اس نے تسلی دی۔

"تمہیں کچھ معلوم ہوا؟ تایا کے مہمان آئے تھے یا نہیں"؟ ڈوپٹے کی سلوٹیں نکالتی ہو . ں وہ جنجھلا . ں۔اس کا بالکل جانے کا دل نہیں تھا مگر منت کو وہ جانتی تھی کہ وہ اسے لیے بغیر ہلے گی نہیں۔

"ہاں مہمان آئے تھے۔گفت وشنید بھی ہو . ں ان کی اور وہ سب ریکارڈ بھی ہو . ں۔مگر ابھی تمہیں وہ ریکارڈنگ نہیں بھیجوں گا۔ تم گھوم پھر لو یہ نہ ہو سارا مزہ خراب ہو جائے"۔

"عزہ آپا جلدی کریں"۔جنت باہر سے چلا . ں۔اس نے جلدی سے استری بند کی۔

"غازی تم وہ ریکارڈنگ مجھے کل دوپہر میں بھیج دینا۔اور حویلی والوں پہ کڑی نظر رکھنا۔انکی اک اک حرکت کی ہمیں خبر ہونی لازمی ہے۔تم بس ان پہ دھیان دو"۔

وہ جلدی جلدی ہدایات دیتی تیار ہونے لگی۔

"ہاں ٹھیک ہے تم آرام سے جا . بعد میں بات کریں گے"۔غازی نے سمجھتے ہوئے سہولت سے کہا۔
"شکریہ"۔وہ ممنون ہو . ں۔
"اللہ حافظ اپنا خیال رکھنا"۔

فون بند کر کے چادر سر پہ لیتی ہو . ں وہ کمرے سے باہر آ . ں۔ سب تیار کھڑے تھے۔ صرف منہاس کا انتظار ہو رہا تھا۔

"عزہ آپا ہماری بات بھی کروانی تھی ہمارے ہونے والے بہنو . ں سے"۔ معیز نے اسے چھیڑا پھر ذرا افسردہ ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"منت آپا کی جگہ میرا بڑا بھا . ں ہونا چاہیے تھا۔ میں آپ کی شادی اس سے کروادیتا۔ کاش ایسا ممکن ہوتا"۔

عزہ اسکی بات پہ ہنسی تھی اور منت نے ایک دھموکہ اسکی کمر میں جڑا تھا۔

"گینڈے فٹے منہ تیرے منہ پہ۔ ویسے بات تمہاری بھی ٹھیک ہے۔ کاش تم ہی اسے شروع سے آپا نہ بناتے یا عزہ سے تھوڑا پہلے دنیا میں آجاتے تو میں تم دونوں کی سیٹینگ کروادیتی۔ تمہاری غلط ٹا . منگ کے چکر میں اچھی خاصی لڑکی ہاتھ سے نکل گ . "۔

افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا گیا۔ معیز نے بھی بھرپور تا . ید کی۔

"سچ کہہ رہی ہو آپا۔ ویسے تمہارے سسرال میں ہی عزہ آپا کی شادی ہوجاتی تو ساری عمر آپ دونوں سہلیاں ساتھ رہتیں"

۔

جنت اور عزہ ہنستے ہوئے ان دونوں کی نوک جھوک سن رہی تھیں تبھی وہ بھی آگیا۔ منت اسے پہلے ہی خبر دے چکی تھی۔ عزہ نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ اس نے مسکرا کر اسکی خیریت دریافت کی۔

"منت بتا رہی تھی تمہاری شادی طے ہوگ . ہے"۔ باہر چلتے چلتے اس نے عزہ سے سوال کیا۔

"جی۔اور آپ نے منت کو لے کر لازمی آنا ہے۔کو . ں بہانہ نہیں چلے گا آپ کی مصروفیت کا"۔
اس نے کہا تو وہ "ضرور آ . یں گے" کہتا ہوا سر ہلا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔
آدھے گھنٹے بعد وہ سب فا . یو اسٹار ہوٹل میں کھانا کھا رہے تھے۔

"عزہ تم کتنے دنوں کے لیے آ . ں ہو؟منت بتا رہی تھی تمہاری جاب کے کچھ مسا . ل ہیں۔میری مدد کی ضرورت ہو . ں تو بتانا"۔

کھانے کے دوران منہاس نے اس سے پوچھا۔اس نے منت کو گھور کر دیکھا۔
"گدھی۔۔میری کو . ں بات بھی راز نہیں رکھ سکی۔اللہ جانے اور کیا کیا اپنے میاں کو بتا رکھا ہے"۔
منت نے اس کے گھورنے پہ دانت نکوسے۔
اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اس نے منہاس کو جواب دیا۔

"ضرور منہاس بھا . ں۔اگر کو . ں مسلہ ہوا تو آپ کو ہی بتا . ں گی"۔

"عزہ آپا آپ پھر ہمارے گھر چلیں گی نہ"؟ معیز نے کھانے سے فراغت پا کر پوچھا۔

"نہیں عزہ میرے ساتھ میرے گھر چلے گی"۔ منت نے قطعیت سے کہا۔

"نہیں یار اچھا نہیں لگتا۔ ویسے بھی میرا سامان ادھر ہی ہے"۔ عزہ نے منع کیا۔

"عزہ تکلف کی ضرورت نہیں۔ اگر تم میری وجہ سے ہچکچا رہی ہو تو میں اگلا پورا گھر پہ نہیں ہوں گا تم اطمینان سے جب تک چاہو رہ سکتی ہو"۔
ٹشو سے ہاتھ صاف کرتا وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔
"ارے ایسی بات نہیں منہاس بھا . ں میں صرف یہ چاہ رہی تھی میری وجہ سے آپ کی پرا . یویسی پہ کو . ں اثر نہ پڑے"۔
وہ شرمندہ ہو . ں۔ منت بے نیازی سے شان کو کھانا کھلانے میں مصروف تھی۔

"تو پھر بحث نہیں۔ ویسے بھی عزہ تم غیر تو نہیں ہو۔ بہنو جیسی کیا بہن ہی ہو میری۔ مجھے کام سے جانا ہے۔ میں چلتا ہوں۔ تم لوگ معیز کے ساتھ گھر واپس چلے جانا"۔
اس نے گاڑی کی چابی معیز کی طرف اچھالی جس نے خوشی سے کیچ کی۔ شان کو ماتھے پہ پیار کر کے وہ سب کو خدا حافظ کہتا چلا گیا۔

عزہ کے دل میں منہاس کی طرف سے جو بدگمانی تھی وہ منہاس کے اچھے رویے سے دور ہو گا . ۔

*________*________*________*________*

آج صبح ہی صبح ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا . یں چل رہی تھیں۔لاہور میں موسم بہت خوشگوار تھا۔لیکن دن چڑھتے ہی ٹریفک کی ناخوشگوار آوازوں اور دھویں نے ماحول کی خوبصورتی پہ اثر ڈالنا شروع کر دیا۔

معراج پلیس میں دن کا آغاز سارہ معراج کے جاگنے سے ہوتا تھا۔دس بجے اس نے اٹھ کر ناشتہ کیا۔ناشتے سے فراغت پا کر اب وہ منہاس کو فون کر رہی تھی۔

کل رات تنظیم والوں کے ساتھ اسکی ملاقات ہو . ن تھی اور وہ اسی بارے میں جاننے کے لیے اس سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔

"یس سارہ"۔تیسری کال پہ اسکی مصروف سی آواز سنا . ن دی۔

کل کی ملاقات کیسی رہی؟سارہ نے بھی رکھا . ن سے مدعے پہ آتے ہوئے کہا۔

"اچھی رہی۔وہ مجھے اپنے گینگ میں شامل کر رہے ہیں۔ابھی انہی کے نما . ندے سے ملنے جا رہا ہوں"۔

اتنی اہم اور بڑی خبر کو اس نے سپاٹ سے انداز میں بتایا۔سارہ حیران ہو . ن کہ وہ خوش کیوں نہیں۔

"واہ۔یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے۔تم جانتے ہو انکے گینگ میں شامل ہونے کا مطلب آدھی دنیا پہ حکومت کرنا ہے۔اس اسرا . یلی تنظیم کی جڑیں بہت سے ممالک میں پھیلی ہو . ن ہیں"۔

"میں جانتا ہوں۔اور میں کیوں خوش ہوں؟وہ خوش ہوں کہ منہاس عالم ان میں شامل ہو رہا ہے۔مجھ سے زیادہ فا . رے میں وہ رہیں گے"۔

"ہمم۔ویسے سراج بھا . ں واپس آرہے ہیں اگلے ہفتے"۔سارہ نے اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔

"مجھے تو نہیں بتایا"؟وہ شاید چونکا تھا۔

"مجھے بھی صبح ہی بتایا تھا۔وہ اب صدمے سے باہر آچکے ہیں۔کہہ رہے تھے کہ پتا چلا کر رہیں گے کہ فیکٹری میں آگ کس نے لگا . ں۔اسکے علاوہ سیکورٹی فورسز کے ہیڈکوارٹر پہ بھی حملے کا پلان ہے"۔
سارہ روانی میں کچھ زیادہ ہی بتا گ . تھی۔فوراً چپ ہو . ں۔سراج نے اسے یہ بات کسی کو بھی بتانے سے منع کیا تھا۔

"اچھی بات ہے وہ واپس آرہے ہیں"۔اس نے تبصرہ کیا۔

"اچھا منہاس میں نے تمہیں بتایا تھا نہ گوجرانوالہ برانچ میں ایک لڑکی مسئلہ کر رہی ہے۔اسے میں نے بلایا ہے آج بارہ بجے۔سوچ رہی ہوں دے دلا کر معاملہ ختم کر لیا جائے اگر وہ نہ مانی تو پھر اسے راستے سے ہٹا دیں گے"۔

"جو کرنا ہے کر لو مجھے کیوں بتا رہی ہو"؟وہ بے زار ہوا۔

شاید تم بھول چکے ہو اب تم بھی ہمارے بزنس پارٹنر ہو۔سارہ نے طنز کیا۔

"اچھا ہوا یاد دلا دیا۔ میں واقعی میں بھول چکا تھا۔ بتانے کا شکریہ"۔

منہاس کے ترش لہجے پہ سارہ نے صبر کے گھونٹ بھرے۔

"بتا اس لیے رہی ہوں کہ وقت ملا تو تم بھی آ جانا۔ اگر وہ لڑکی نہ مانی تو میں نے تو اسے زندہ اپنے آفس سے نکلنے نہیں دینا۔ بعد میں تم ہی گلہ کرو گے کہ سارہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مجھے کیوں نہیں بتایا میں خود مسئلہ حل کر لیتا"۔

سارہ نے اسکی نقل اتارتے ہوئے غصے سے کہا۔ منہاس کا قہقہہ سنا . ں دیا۔

"اچھا بات سنو۔ آج تو میں مصروف ہوں۔ آج تم اکیلی مل لو۔ بات چیت سے معاملہ رفع دفع کروا گر کچھ نہ ہوا تو میں خود اس لڑکی کو سمجھا لوں گا۔ تم اسے کو . ں نقصان نہیں پہنچا . گی"۔

منہاس نے اسے پیار سے سمجھا کر کال کاٹ دی۔ سارہ منہ بنا کر موبا . ل بیڈ پہ اچھالتے ہوئے بڑبڑا . ں۔

"ایک تو مجھے اس آدمی کی سمجھ نہیں آتی۔ کسی کی جان لینی ہو تو اسکی جان پہ کیوں بن آتی ہے"۔

*______*______*______*______*______*

"معراج پلازہ"۔۔ عزہ نے اس بلند و بالا عمارت کو دیکھتے ہوئے اس کا نام پڑھا۔

"پتا نہیں لوگوں کے پاس اتنا پیسا کہاں سے آجاتا ہے"۔منت نے حسرت سے کہا۔

"سب کمال حرام کے پیسے کا ہے منو۔قانون کے کاغذوں میں خود کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے۔لوگوں کی جانوں کے ساتھ کھیل کر انکے مقبروں پہ اپنے عالیشان محل تعمیر کر رہے ہیں یہ لوگ۔دیکھنا ان کو کیسے عدالت میں گھسیٹتی ہوں"۔

عزہ غضبناک ہو کر اندر کی جانب بڑھی۔یہ بہت بڑا پلازہ تھا۔لوگ کی آمد و رفت جاری تھی۔ہر فلور پہ دفتر تھے۔منت حیرانی سے اس عمارت کی شان و شوکت دیکھ رہی تھی۔

عزہ استقبالیہ کا . نٹر کی طرف گ . ۔

"سنیں۔ایم پی کمیکل انڈسٹری کا دفتر کس فلور پہ ہے"؟

"میم ففتھ فلور پہ"۔کا . نٹر پہ بیٹھی لڑکی نے ہر ممکن حد تک اپنے لب و لہجے کو انگریزی طرز میں ڈھالتے ہوئے لفٹ کی طرف اشارہ کیا۔

عزہ یہاں کتنے پیارے پیارے اور امیر لوگ ہیں۔اور کیا کپڑے پہنے ہوئے ہیں ان سب نے۔ہم تو فقیر لگ رہے ہیں"۔

وہ دونوں چادر میں ملبوس تھیں جبکہ ارد گرد کام کرنے والی لڑکیوں کے جدید تراش خراش کے ملبوسات منت کو شرمندہ کر رہے تھے۔

"کیوں؟ایسا کیا ہے ہمارے حلیے میں"؟ عزہ نے مڑکر اسے گھورا۔

"میں تو بہت آرام دہ محسوس کر رہی ہوں چادر میں۔ سنو لڑکی خود کو پردے میں چھپانا جاہلیت میں شمار نہیں ہوتا۔ اپنے آپ پر اعتماد رکھو"۔

وہ متوازن چال چلتی ہو . ں اعتماد سے سر اٹھا کر منت کا ہاتھ پکڑے لفٹ میں سوار ہو . ں۔

"عزو کیا وہ لوگ بہت خطرناک ہیں"؟ منت جوش میں اسے مورل سپورٹ دینے آتو گ . تھی مگر اب اسے ڈر لگ رہا تھا۔

"ہاں بہت۔اب تک نہ جانے کتنے لوگوں کا خون کر چکے ہیں"؟ عزہ نے اسے اور ڈرایا۔

"ہمیں تو کچھ نہیں کہیں گے نہ"؟ منت نے آس سے پوچھا۔

"پتا نہیں اب یہ تو جا کر ہی پتا چلے گا"۔ عزہ نے شانے اچکائے۔

"میں تمہارے ساتھ اندر نہیں جا . ں گی"۔ منت نے لفٹ سے باہر نکلتے ہوئے اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔

"مجھے مصیبت میں اکیلا چھوڑو گی"۔ عزہ نے دفتر کی تلاش میں ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے اسے ملامت کی۔

اچھا ٹھیک ہے چلی جا ۔ ں گی۔وہ مرے مرے سے انداز میں بولی۔

عزہ کو دفتر نظر آگیا۔"منت مل گیا دفتر۔میں جا رہی ہوں اندر۔تم یہیں بیٹھ کر میرا انتظار کرو"۔

وہ موبا ۔ ل کو ریکارڈنگ پہ لگا کر اندر کی طرف چلی گ ۔ ۔کافی بڑا کمرہ تھا دفتر کے اندر بھی ایک دفتر بنا ہوا تھا۔پر تعیش فرنیچر قیمتی پردے عمارت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔باہر ایک خوبصورت سی چشمش لڑکی کا ۔ نٹر پہ بیٹھی تھی۔

"جی مس کس سے ملنا ہے آپ کو"؟اس نے اپنا چشمہ ناک پہ ٹکاتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے کس سے ملنا ہے"؟وہ زیر لب بڑبڑا ۔ ں۔اسے بس اتنا بتا یا گیا تھا کہ اصل مالکان اس سے ملنا چاہتے ہیں۔

"میرا نام عزہ عباس ہے"۔اس نے اعتماد سے کہا۔لڑکی نے سر ہلا کر اندر فون کیا۔

"ٹھیک ہے آپ چلی جا ۔ یں"۔۔فون رکھتے ہوئے اس نے مسکرا کر عزہ کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

عزہ دھڑکتے دل کو سنبھالتے ہوئے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو ۔ ں۔

*__________*__________*__________*__________*

دفتر تھا یا کو . ں شیش محل۔عزہ پہلی نظر میں فیصلہ نہ کر پا . ں۔ہر چیز شیشے کی بنی ہو . ں تھی۔نظر دفتر کی تز . ین و آرا . ش سے ہوتی ہو . ں سامنے بیٹھی لڑکی پہ گ . ۔جینز شرٹ میں ملبوس وہ لڑکی اسے جانی پہچانی لگی۔کچھ لمحے لگے اسے پہچاننے میں۔

سارہ معراج۔۔

عزہ۔دوسری جانب وہ بھی شاید اسے پہچان چکی تھی۔منت کے سٹیٹس کی بدولت جو وہ اکثر لگاتی رہتی تھی اپنی اور عزہ کی تصویروں کے ساتھ۔
تم یہاں کیسے؟وہ کہتے کہتے خود ہی چونکی۔
گوجرانوالہ انڈسٹری والی لڑکی کا نام بھی تو یہی تھا۔

تم ہی عزہ عباس ہو گوجرانوالہ برانچ سے؟سارہ نے پریشانی سے ایک دفعہ پھر استفسار کیا۔

اوہ نو۔۔تم اصل مالک ہو ایم پی کیمیکل انڈسٹری کی؟عزہ نے شاکڈ ہو کر پوچھا۔

دونوں سر پکڑ کر بیٹھ گ . یں۔کو . ں بھی کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

شٹ۔یہ کیا ہے سب؟سارہ بڑبڑا . ں۔یہ آفت مجھ پہ ہی نازل ہونی تھی؟

لوجی یہ سارہ پھر سے سامنے آگا . ۔چڑیل۔۔عزہ کے خیالات بھی کچھ اچھے نہیں تھے۔

تبھی شور مچاتی منت اندر داخل ہو . ں۔

ارے میں اپنی دوست کو یہاں خطرناک لوگوں میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔۔وہ اپنے پیچھے آتی ریسپشنٹ کو جھڑکتے ہوئے زبردستی اندر داخل ہو . ں۔

ارے سارہ تم بھی یہیں ہو؟وہ حیرت سے کہتی ہو . ں آگے آ . ں۔

میم یہ زبردستی اندر آگا . ۔میں نے روکنے کی بہت کوشش کی۔
وہ لڑکی بوکھلا کر وضاحت دینے لگی۔

سارہ کیا اسے جانے کو کہتی وہ تو چکرا . ں بیٹھی تھی۔یہ فریضہ بھی منت نے ہی سرانجام دیا۔

سنو لڑکی ہم پرانی دوستیں ہیں۔چلو اب تم جا . یہاں سے۔

ہاں اب بتا . یہاں کیا سین چل رہا ہے۔وہ اب فرصت سے دونوں کی طرف متوجہ تھی۔

کو . ں سین نہیں۔یہ سارہ محترمہ ایم پی کمیکل انڈسٹری کی اصل مالک ہیں۔۔عزہ نے حواس کی دنیا میں آتے ہوئے منت کی سماعتوں پہ دھماکہ کیا۔

کیا؟منت حلق پھاڑ کر چلا . ں۔

سارہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کیا کہے۔وہ آج بھی عزہ سے خا . ف تھی۔

منت چلو یہاں سے۔یہ آج بھی نہیں بدلی۔پہلے تو پاکستان کے خلاف صرف بکواس کرتی تھی اب کمر کس کر میدان میں آچکی ہے۔عزہ طیش سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہو . ں۔

منت نے بھی اسکی تقلید کی۔جاتے جاتے وہ سارہ کو ملامت کرنا نہیں بھولی۔

بہت افسوس کی بات ہے۔تم آج بھی پاکستان کے خلاف ہو۔کہیں ڈوب مرو۔

دفتر سے نکلتے ہوئے عزہ نے ہاتھ مار کر ایک جانب رکھے مہنگے گلدان کو ہاتھ مار کر گرا یا۔۔

لڑکی بیچاری گھبرا کر کھڑی ہو گ . ۔

اوپس غلطی سے ٹوٹ گیا۔عزہ نے معصومیت سے کہا اور منت کے ساتھ باہر نکل آ . ں۔

تم اندر کیوں پہنچ گا . ؟عزہ نے لفٹ میں سوار ہوتے ہوئے پوچھا۔

بس مجھے غیرت آ گا . کہ اندر میری دوست دشمنوں کے نرغے میں بے یار و مددگار ہوگی۔اسی لیے میں آ گا . ۔ منت نے فخر سے سچا . ں بتا . ں۔عزہ نے مسکرا کر اسکو دیکھا۔

یار اب اس سارہ چڑیل کا کیا کرنا ہے؟منت کے پوچھنے پر عزہ نے سر تھام لیا۔

پتا نہیں۔گھر جا کر سوچوں گی۔ابھی میرا دماغ ما . ف ہو رہا ہے۔یقین ہی نہیں آ رہا کہ سارہ سامنے آئے گی۔

یقین تو مجھے بھی نہیں آ رہا۔منت نے بھی سر ہلا کر تا . ید کی جبکہ عزہ گھومتے سر کے ساتھ سوچ رہی تھی۔دنیا واقعی گول ہے۔برسوں پرانی آزما . ش ایک بار پھر سے سامنے آ . ں تھی۔

*__________*__________*__________*__________*

گھڑی کا ہندسہ بارہ بجا رہا تھا مگر حقیقت میں تو سارہ کے چہرے پہ بارہ بجے ہوئے تھے۔وہ منت اور عزہ کے جانے کے بعد ہوش میں آ . ں تھی۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟وہ پریشانی سے اٹھ کھڑی ہو . ں۔
عزہ تو کبھی بھی کسی دھمکی یا لالچ سے نہیں مانے گی۔یہ تو بہت بڑا مسلہ ہو گیا ہے۔

اور وہ منت کیسے بکواس کرکے گ . ہے۔ منہاس درمیان میں نہ ہوتا تو اب تک اسے سبق سکھا چکی ہوتی۔ فیضی سے 6 . دنوں سے اس کا رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا ورنہ وہ اب تک منت کے خلاف کچھ نہ کچھ پلان کر لیتی۔ اور اب تو منت سے بڑی بلا اس سے ٹکرانے والی تھی۔

جنجھلا کر اس نے منہاس کو فون کیا۔۔

------------------------*------------*-------------*----------*

ڈھابے میں طرح طرح کے کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلی ہو . ں تھی۔ ایک طرف حلیم بن رہا تھا تو دوسری طرف بریانی بھوک بڑھا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ تندور پہ نان لگائے جا رہے تھے۔

فا . یو اسٹار ہوٹل کی نسبت یہاں کے ماحول میں خالص پن تھا۔ مصنوعی مسکراہٹ کے بجائے زندگی سے بھرپور آوازیں گونج رہی تھیں۔

او چھوٹے صاحب کا آرڈر لے۔۔

نظیر بھا . ں نان لا . جلدی۔۔

استاد بریانی کی اور پلیٹ۔۔

یار سلاد دے جا . ۔۔

رحمت پوری طرح سے اس ماحول میں کھو چکا تھا۔چونکا تب ایک ادھیڑ عمر آدمی نے آکر اس کا میز بجایا۔

کیا ہے بابا؟ ہٹے کٹے ہو کر بھیک مانگ رہے ہو۔جا . یہاں سے۔وہ اس سے دھیان ہٹاتا ہوا دوبارہ ارد گرد کے نظارے کو دیکھنے لگا۔پتا نہیں منہاس بھا . ں کہاں رہ گئے۔گھڑی دیکھتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔

سیریسلی رحمت۔میں تمہیں بھیک مانگنے والا نظر آرہا ہوں۔منہاس کہتے ہوئے اسکے سامنے کرسی پہ بیٹھ گیا۔رحمت کرنٹ کھا کر اٹھا۔

بھا . ں آپ اور اس بڈھے بابے کے روپ میں۔رحمت نے سر سے پا . ں تک اس کا حلیہ دیکھا۔ مٹیالے سے رنگ کی شلوار قمیض۔کندھوں کے گرد کالی چادر اور چہرے پہ سفید داڑھی مونچھ اور بھنویں۔کو . ں بھی اسے پہچا نہیں سکتا تھا۔رحمت کی بے ساختہ ہنسی نکلی۔

اف کیا ضرورت پڑ گ . آپ کو اس روپ میں آنے کی۔وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ہنستے ہنستے دہرا ہوا۔

بہت بارلیش بزرگ لگ رہے ہیں۔دعادے دیں مجھے پیر صاحب۔

رحمت کی رگ پھڑکی تو وہ کھڑا ہو کر بلند آواز میں اعلان کرنے لگا۔

معزز حضرات ایک اہم خبر سنا تا چلوں۔۔۔میرے پیرو مرشد خاص مجھے دعا کے لیے یہاں آئے ہیں۔

رحمت۔۔منہاس نے گھر کا مگر رحمت تو آج کسی اور ہی موڈ میں تھا۔

بہت ہی پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔بغیر کسی معاوضے میں فری میں دعا دیتے ہیں۔کسی کو دعا کروانی ہے تو آجائے۔

رحمت باز آ . ۔منہاس نے کھڑے ہوتے ہوئے اس کا بازو دبوچا۔

دیکھیں میرے پیرو مرشد مجھے منع کر رہے ہیں کہ میں ان کی تعریف نہ کروں۔مگر میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ ساتھ آپ کا بھی بھلا ہو جائے۔دیر نہ کرو بھا . یوں آجا . دعا لے لو پیر صاحب سے۔۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہاں کھانا کھانے والے سادہ لوح لوگوں کا رش لگ چکا تھا۔انہوں نے منہاس کو گھیر لیا تھا۔کو . ں اپنی دیہاڑی لگ جانے کی دعا کروانا چاہ رہا تھا تو کو . ں بیوی سے پریشان تھا۔

پیر جی میری دوسری شادی کی دعا کر دیں۔

پیرو مرشد مجھے امیر ہونا ہے۔دعا کریں۔

سا . یں دعا کریں مجھے آج کام سے دیر نہ ہو جائے ورنہ مالک غصہ ہو گا۔

ایک بیس اکیس سال کے لڑکے نے تو اس کے پیر پکڑ لیے۔

آپ دعا کریں کہ اسکے گھر والے مان جا . یں ورنہ میں مرجا . ں گا۔

منہاس کا ضبط کے مارے برا حال ہو رہا تھا اور رحمت ویڈیو بنا رہا تھا۔

ضرور۔۔۔اللہ سب کی مشکلیں آسان فرمائے۔۔ میں دعا کروں گا۔

وہ بمشکل جان چھڑا کر باہر نکل آیا۔رحمت بھی بھاگ کر اسکے پیچھے آیا۔۔

پیر صاحب کہاں چلے؟

رحمت دفع ہو جا . ۔بات نہ کرو مجھ سے۔

وہ غصے سے بولا۔رحمت نے اس کا ضرورت سے زیادہ ہی مذاق بنا دیا تھا۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

اچھا ایسا کرتے ہیں میسج پہ بات کر لیتے ہیں۔۔رحمت نے تجویز پیش کی۔جواباً اسے صرف گھوری ملی۔

سوری بھا . ں معاف کر دیں۔آ . یندہ ایسا نہیں ہو گا۔رحمت نے کان پکڑے۔

وہ دونوں چلتے چلتے ایک اور ہوٹل پہ آ گئے۔منہاس نے اندر جانے سے پہلے اسے تنبیہہ کی۔

اگر پیروالا ڈرامہ یہاں کیا تو رحمت میرے ہاتھوں سے مرو گے تم۔

رحمت نے تابعداری سے گردن خم کی۔ دونوں اندر چلے آئے۔ ابھی ویٹر کو آڈر دیا ہی تھا کہ منہاس کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے نام دیکھ کر بے زاری سے فون ایک طرف رکھا۔ رحمت سمجھ گیا کہ سارہ فون کر رہی ہو گی۔

بھا . ں یہ بتا . یں آپ نے حلیہ کیوں بدلہ ہوا ہے؟ رحمت کو ایک بار پھر ہنسی کا دورا پڑا۔

بس میں ایک ہی حلیے میں رہ رہ کر بور ہو گیا تھا۔ سوچا کچھ نیا کیا جائے۔

منہاس نے بگڑ کر کہا۔ رحمت نے جوش سے میز پہ ہاتھ مارا۔

اچھا کیا۔ میں بھی اب ایسا ہی کروں گا۔ انسان کو ہر مہینے بعد اپنا حلیہ بدلتے رہنا چاہیے۔

بکو نہیں۔ تنظیم والے پیچھا کر رہے تھے اس لیے مجبوراً ایسا کرنا پڑا ورنہ تم جانتے ہو کہ۔۔

کہ جیکٹ پہنے بغیر آپکا ڈریس کوٹ پورا نہیں ہوتا۔ اور آپ کا بس نہیں چلا ہو گا ورنہ اس حلیے پہ بھی لیدر جیکٹ پہن لیتے۔

رحمت نے اسکی بات کاٹ کر پوری کی۔

بالکل صحیح۔ چلو اب کام کی بات ہو جائے۔ منہاس نے چادر کے اندر سے ایک فا . ل برآمد کی۔

فون کی گھنٹی ایک بار پھر سے بجی تھی۔

بھا . ں اٹھالیں فون ورنہ وہ کرتی رہے گی۔رحمت نے مشورہ دیا۔

منہاس نے اپنی نقلی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے فون اٹھایا۔۔

مس سارہ میں ابھی مصروف ہوں۔بعد میں بات کرتے ہیں۔

وہ لڑکی آج آ . ں تھی میرے ساتھ۔۔سارہ نے اسکی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا

میں نے کہا تو تھا کہ اگر تم سے وہ معاملہ۔۔

منت بھی اس کے ساتھ تھی۔سارہ نے اسکی بات کاٹ کر کہا۔منہاس کا دماغ خراب ہوا۔

اب منت کا یہاں کیا ذکر؟

کیوں کہ اس لڑکی کا نام عزہ عباس ہے۔عزہ اپنی دوست منت کے ساتھ آ . ں تھی۔سارہ نے دھماکہ کیا۔

اف نہیں۔منہاس نے سر پکڑ لیا۔اسے پہلے ہی سارا معاملہ سمجھ لینا چاہیے تھا۔بار بار اسکے سامنے گوجرانوالہ برانچ کا ذکر آتا رہا مگر اس نے اس لڑکی کا نام جاننے کی کوشش ہی نہیں کی اور منت نے جب اسے عزہ کی آمد کا بتایا اس نے تب بھی جاننے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کس مقصد سے آ . ں ہے۔

اب بتا دو کیا کرنا ہے؟تمہارے رشتے دار ہمارے کام میں رکاوٹ پیدا کریں تو ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔صرف تمہاری وجہ سے وہ دونوں زندہ واپس لوٹی ہیں۔ان کو سمجھا لینا۔ورنہ۔۔۔

ورنہ کیا؟ وہ مشتعل ہوا۔ کنپٹیوں میں خون جوش مارنے لگا۔

تم نقصان پہنچا . گی میری فیملی کو؟ دھمکی دے رہی ہو۔

جو تم سمجھو۔ اگر وہ دونوں پھر سے میرا دماغ خراب کرنے آ . یں تو میں انکو صاف صاف بتا دوں گی کہ تم بھی ہمارے بزنس پارٹنر ہو۔ پھر دیکھوں گی عزہ صاحبہ اور منت صاحبہ کا انصاف کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ وہ غصے سے پھنکاری۔

تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔ پہلی دفعہ منہاس کچھ پریشان ہوا۔ سارہ سے کچھ بعید نہیں تھا وہ ایسا کر بھی سکتی تھی۔

میں ایسا ہی کروں گی۔ اپنی لاڈلیوں کو سمجھا لینا میرے ساتھ الجھیں گی تو سوائے بربادی کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ وہ ہیلو کرتا رہ گیا مگر وہ کال کاٹ چکی تھی۔ رحمت ساری گفتگو سن چکا تھا۔

بھا . ن۔۔

ہوں۔۔۔ وہ سر ہاتھوں میں تھامے بولا۔

ایک مشورہ دوں؟ ہمدردی سے کہا گیا۔

ہاں دو۔۔ منہاس نے امید سے دیکھا۔

آپ خودکشی کر لیں۔ رحمت نے آسان حل بتایا۔
جتنے مسلے مسا . ل آپکی زندگی میں چل رہے ہیں ان سے نمٹنے کا اس سے بہتر حل نہیں۔۔

سچ کہہ رہے ہو رحمت۔ مسلے تو واقعی بہت بڑھ گئے ہیں۔اور ان میں سے آدھے صرف منت کی وجہ سے ہیں۔
منہاس نے قلق سے کہا۔ رحمت نے قہقہہ لگایا۔

اب کیا کریں گے آپ؟اور اس فا . ل کا کیا کرنا ہے؟فا . ل اپنے کوٹ میں چھپاتے رحمت نے سوال کیا۔

میری چھوڑو۔ میرا تو اب اللہ ہی کچھ کرے گا۔ منہاس نے حسرت سے کہا۔
تم گھر جا کر اس فا . ل کو دیکھ لینا اور سراج پاشا کی واپسی سے پہلے پہلے اس پہ کام شروع کر دینا۔

ٹھیک ہے بھا . ں۔اب بہت کام کی باتیں ہو گ . یں۔کھانا کھاتے ہیں۔
رحمت نے ویٹر کو کھانا لانے کا اشارہ کیا۔

------------------*---------*---------*

وہ اور منت گھر آتے ہی سارہ کی باتیں کرنے لگی تھیں۔

دیکھو تو یہ سارہ چڑیل کتنی بڑی غدار بن گ . ہے۔ توبہ یا اللہ۔

منت نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے استغفار پڑھا۔

عزہ نے تھک کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا . ں۔ زندگی عجیب ہو کر رہ گ . تھی۔

عزہ اب آگے کا کیا سوچا ہے؟ ہم تو وہاں سے اٹھ کر آ گ . یں تھیں کو . ں ریکارڈنگ بھی نہیں ہو . ں جو کام آ سکے۔

منت نے تشویش کا اظہار کیا۔ عزہ نے آنکھیں موند لیں۔ فی الحال اسکے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔

یہ سارہ چڑیل نے اتنی ترقی کیسے کی؟ چاہے غلط کاموں میں ہی سہی۔ منت کو یہ سوچ کھائے جا رہی تھی۔

منو ہمیں پہلے سارہ کا شروع سے سارا با . یو ڈیٹا معلوم کرنا ہوگا۔ عزہ نے سوچتے ہوئے منصوبہ بنایا۔

ہمیں اس کی ایک ایک حرکت پہ نظر رکھنی ہو گی۔ منت اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے چونکی۔

لیکن مجھے صاحبِ عالم نے منع کیا ہے کہ میں اس سے دور رہوں۔ میں تمہارے کہنے پہ پہلے کوشش کر چکی تھی کہ اسکے خلاف ثبوت ڈھونڈوں۔ مگر وہ ناراض ہو گئے۔

منت نے افسردگی سے بتایا۔ عزہ نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔

اتنی تم فرمانبردار۔۔

مشرقی عورتیں اپنے شوہر کی ہر بات مانتی ہیں۔اچھی بیوی ہونے کا ثبوت دیتی ہیں۔

ڈوپٹے کا پلو دانتوں میں دبائے انتہا . ں شرمیلے پن سے کہا گیا۔عزہ نے گھوری سے نوازا۔

منت جتنی تم ہونہ سب پتا ہے مجھے۔ہونہہ مشرقی بیوی کی کچھ لگتی۔

تمہارے پاس بیٹھنے سے بہتر ہے میں کو . ں کام کرلوں۔منت کلس کر اٹھ کھڑی ہو . ں۔

ہاں ہاں جا . ویڈیو بنا . ۔ویلے لوگ اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔

عزہ ٹانگیں پھیلا کر وہیں دراز ہوگ . اور موبا . ل کھولا۔

غازی نے اسے ویڈیو بھیج دی تھی۔لیکن اسے دیکھنے کا خیال ہی نہیں رہا۔

اللہ خیر کرے۔اب پتا نہیں کون سے راز کھلنے والے ہیں؟ ہینڈ فری کانوں میں لگاتے ہوئے اس نے ویڈیو پلے کی۔

تایا اور چچا آنے والے مہمانوں سے ہاتھ ملا رہے تھے۔تھوڑی دیر بعد انکو چائے اور دیگر لوازمات پیش کیے گئے۔

کھانے پینے کے دور کے بعد باقا . رہ گفتگو شروع ہو . ں تھی۔جیسے جیسے وہ انکی باتیں سنتی گ . اس کے تاثرات بدلتے گئے۔آدھے گھنٹے کی وہ ریکارڈنگ بہت سے نئے راز کھول گ . تھی۔

اف نہیں یار۔۔۔موبا . ل ایک طرف رکھتے ہوئے وہ کراہی۔

کیا ہوا عزہ۔منت آس پاس ہی تھی۔

مجھے لگتا ہے پورے ملک سے برا . ں ختم کرنے کا ٹھیکا میں نے ہی لے رکھا ہے۔اپنے مسلے حل نہیں ہوئے کہ ایک مسلہ پھر سے منہ کھولے منہ کو آرہا ہے۔
وہ نہایت چڑچڑی ہو رہی تھی۔

ہوا کیا ہے؟کچھ بتا . تو سہی۔منت نے تجسس سے پوچھا۔

ہونا کیا ہے یار۔ابو کے قاتل ابھی پکڑے نہیں گئے۔مجھے شک تھا کہ کہیں یہ کام چچا یا تا یا میں سے کسی کا نہ ہو۔مگر انکی نگرانی ایک اور الجھن میں ڈال گ . ہے۔وہ کسی غیر قانونی سرگرمی میں ملوث ہیں۔اب بتا . اس معاملے میں بھی ٹانگ نہ اڑا . ں تو کیا کروں؟

ہاں یہ تو گڑبڑ ہو گ . ہے۔منت نے افسوس کیا جبکہ عزہ کا دل چاہا کہ دیوار سے سر ٹکرا کر لے۔ہر راستہ بند گلی تک آ کر ختم ہو جاتا تھا۔
اسی ٹینشن میں اس نے غازی کو فون کیا۔اس سے بات کر کے
اس کافی حوصلہ ہوا۔

www.urdunovelsmania.com

تم معاملے کے دوسرے رخ کو کیوں نہیں دیکھ رہی؟ ہوسکتا ہے تمہارے ابو کو اپنے بھا . یوں کے اس غیر قانونی کاروبار کی خبر ہوگا . ہو اسی لیے نہیں راستے سے ہٹا دیا گیا ہو۔

غازی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ عزہ نے ایسا کچھ نہیں سوچا تھا مگر اب وہ سوچنے پہ مجبور ہوگا . تھی۔ سامنے کی بات تھی ایسا بھی ہوسکتا تھا جیسا غازی نے کہا۔

واہ پولیس والوں کا دماغ واقعی بہت چلتا ہے۔ اس نے دل میں غازی کو سراہا۔

لیکن ایک الجھن ہے؟ عزہ نے پوچھا۔

ان کی گفتگو سے یہ پتا نہیں چل رہا کہ ان کا کاروبار کس نوعیت کا ہے۔

فکر نہیں کرو۔ دو چار دنوں تک میں پتا کر لوں گا۔ ابھی تو ان مہمانوں کی ساری تفصیلات نکلوا . ں ہیں۔ وہ سب اونچے لوگ ہیں۔

ہمیشہ اونچے لوگ ہی یہ سب کرتے ہیں۔ نچلے اور غریب لوگوں کو تو روزی روٹی سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ عزہ نے تلخی سے کہا۔

صحیح کہہ رہی ہو۔ با اثر افراد میں ہی یہ جرات ہوتی ہے۔

غازی نے تا . ید کی۔

اور یہ ہمت انہیں قانون کے ادارے دیتے ہیں۔ عزہ نے ترشی سے بات کاٹی۔

افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ انصاف دینے والے اداروں میں ناانصافی ہو رہی ہے۔ عدالتیں بھی اب بس نام کی رہ گ . ہیں۔ ایمانداری آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ مجھے خود اپنا انجام بھی پتا ہے۔ معلوم ہے کسی دن کسی اندھی گولی کا نشانہ بن جا . ں گی۔

عزہ کی نگاہوں میں سارا کا سراپا گھوما۔ اسے اس سے کچھ اچھی امید نہیں تھی۔

ایسے نہیں کہتے۔ غازی ہول کر بے ساختہ بول اٹھا۔

تم مایوس ہو رہی ہو؟

ہاں۔ عزہ نے تھک کر ہار مانی۔ ضبط کے سارے بندھن ٹوٹنے لگے۔ خود پہ مضبوطی کا چڑھا یا ہوا خول چٹخنے لگا۔ میرا دل چاہ رہا ہے میں اتنا چلا . ں اتنا . وں کہ میرا حلق سوکھ جائے۔ میری آواز کہیں اندر ہی سینے میں گھٹ جائے۔ میں چاہتی ہوں یا تو بہت بہادر ہو جا . ں کہ ہر مشکل کا ہنس کر مقابلہ کر سکوں یا بہت کمزور ہو جا . ں تاکہ ایک ہی جھٹکے سے ختم ہو جا . ں۔ میں ہمت ہار رہی ہوں۔ ایک کے بعد ایک آزما . ش مجھے تھکا رہی ہے میرے مضبوط ارادوں کو توڑ رہی ہے۔

عزہ ہم انسان ہیں پتھر نہیں جو بہت مضبوط ہوں۔غازی نے رسان سے اسکے اعصاب کو پر سکون کرنا شروع کیا۔
ہم ٹوتے ہیں بکھرتے ہیں روتے چلاتے ہیں لیکن انسان ہیں نہ پھر سے ہمیں اٹھ کر کھڑا ہونا پڑتا ہے
۔مصا . ب کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیوں کہ زندگی اسی کا نام ہے۔اک جدوجہد ہے جو تا عمر اپنے سروا . یول کے لیے کرنی پڑتی ہے۔زندگی ایک جنگ ہے جو ہر حال میں ہمیں لڑنی ہوتی ہے چاہے ہم ہاریں یا جیتیں۔ضروری نہیں صرف خوشیاں ہی انسان کا مقدر ہوں غم بھی تو اسی زندگی کا حصہ ہیں۔کسی نے سچ کہا ہے خوشیاں صرف تھکان اتارنے کا وقفہ ہیں۔۔تمہارا رونے کا دل کر رہا ہے اونچی اونچی آواز سے رو۔چلا . ۔اندر کا سارا غبار نکال دو لیکن اسکے بعد اپنے آپ کو سمیٹو۔سنبھالو۔پھر سے کھڑی ہو۔خود کو بتا . کہ تم ہمت ہار سکتی ہو لیکن ہارو گی نہیں۔اپنے آپ کو سمجھا . کہ ہر مصیبت کا تم اب بھی ڈٹ کر سامنا کر سکتی ہو۔تم اپنی ہیرو ہو۔یوں کبھی بھی حوصلہ نہیں ہار سکتی۔

عزہ کے دل پہ اس کی باتیں قطرہ قطرہ بارش کی طرح برس رہی تھیں۔۔اسکے تنے اعصاب ڈھیلے ہوئے۔گہری سانس لیتے ہوئے اس نے غازی کو شکریہ کہا۔

ان رسمی باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔تم ایک اچھی نیند لو۔اپنے کام کو اچھے سے سرانجام دو۔یہاں میں سب سنبھال لوں گا۔

کچھ لوگوں کا آپ کی زندگی میں ہونا کس قدر سکون لاتا ہے۔ایسے لوگ خدا کا انعام ہوتے ہیں جو بکھرنے پہ آپ کو سمیٹ لیتے ہیں۔ مشکل میں ڈھارس بنتے ہیں۔اپنے لفظوں سے آپکے زخموں پہ مرہم رکھتے ہیں۔یقیناً ایسے لوگ نایاب ہوتے ہیں اور عزہ خوش نصیب تھی کہ اسے ایسے شخص ساتھ میسر تھا۔

-------------------------------------------------------*

💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚

صبح وہ معمول کے مطابق اٹھا۔دن کے نو بج رہے تھے۔حویلی میں گا ں کے رواج کے مطابق فجر کی اذانوں کے ساتھ ہی چہل پہل شروع ہو جاتی تھی۔غازی نے بھرپور نا شتے کے بعد باہر جانے کا سوچا۔

"تانیہ کو بھی پوچھ لیتا ہوں۔کیا پتا باتوں باتوں میں کو ں کام کی بات ہی نکل آئے"۔

سوچتا ہوا وہ اسکے کمرے کی جانب بڑھا۔اندر سے آوازیں آرہی تھیں۔اسکا دستک دیتا ہاتھ رک گیا۔

"امی مجھے ابو کے لاکر کی چابی لا کر دیں۔میں نے اپنی جیولری نکالنی ہے"۔تانیہ غصے سے کہہ رہی تھی۔

"وہ کبھی چابی نہیں دیں گے۔تم جانتی تو ہو۔جو بھی نکلوانا ہوا وہ خود لا کر دیں گے"۔تا ں نے بھی جواباً اسے گھرکا۔

"مجھے نہیں پتا۔ مجھے اس عزہ سے بھی اچھی جیولری پہننی ہے۔ ابا سے چھپا کر مجھے چابی دے دیں۔ قسم سے انکے کسی اہم کاغذ کو نقصان نہیں پہنچا . ں گی"۔

تانیہ نے ضد کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دروازے سے پیچھے ہٹ گیا۔ اسے معلوم تھا جیت تانیہ کی ہی ہو گی۔ تا . ں ان خواتین میں سے تھیں جو اپنی اولاد کی ہر جا . ز و جا . ز بات کو پورا کرنا لازم سمجھتی تھیں۔

غازی کی توقع کے عین مطابق تھوڑی دیر بعد اس کی امی نے اپنے کمرے سے چابی اسے لا دی تھی۔ اتنی دیر میں وہ اپنا لا . حہ عمل بنا چکا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد تانیہ تیار ہو کر باہر نکلی۔ شانوں پہ چادر درست کرتی وہ پورچ میں آ . ں ہی تھی کہ اچانک سے غازی سامنے آگیا۔

"کہاں جا رہی ہو؟ اتنی صبح"؟

"بینک جا رہی ہوں ڈرا . یور کے ساتھ۔ کچھ جیولری لاکر سے نکلوانی ہے"۔

تانیہ نے اسکو بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ سفید رنگ کی دھاریوں والی شرٹ کے ساتھ نیلی پینٹ پہنی ہو . ں تھی۔ ماتھے پہ گیلے بال بکھرے ہوئے تھے۔ شرارتی آنکھیں اس وقت چمک رہی تھیں۔

"کاش اسکی شادی عزہ سے نہ ہو"۔ تانیہ کے دل نے بے اختیار ہو کر بد عا کی۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"کہاں کھو گ . "؟غازی نے اسکی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجا . ں تو ہڑبڑا کر ہوش میں آ . ں۔

"کچھ نہیں۔وہ میں کہہ رہی تھی کہ مجھے جانا چاہیے۔راستے میں ہی کافی دیر ہو جانی ہے"۔

وہ آگے بڑھی۔غازی بھاگ کر پیچھے گیا۔
"اچھا سنو۔میں کیا کہہ رہا تھا کہ میں تمہیں لے چلتا ہوں۔مجھے شہر میں ویسے بھی کام ہے"۔

"چلو ٹھیک ہے میں ڈرا . یور کو منع کر دیتی ہوں"۔وہ رضامند ہو گ . .

تین گھنٹے بعد وہ دونوں ایک ہوٹل میں کھانا کھا رہے تھے۔تانیہ نے لاکر سے اپنی جیولری نکلوالی تھی۔غازی نے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔پلان وہی گھسا پٹا تھا بس عمل کرنے کی دیر تھی۔تھوڑی دیر بعد ویٹر انکے پاس کھانا لے کر آرہا تھا۔غازی نے اسکے آگے ٹانگ کر دی۔بیچارہ اپنا توازن قا . م نہ رکھ سکا اور لڑکھڑایا۔سارا کھانا ایکدم سے میز پر گرا۔۔

"یو ایڈیٹ"۔۔تانیہ چلا کر کھڑی ہو . ں۔کچھ سالن اسکے کپڑوں پہ بھی گرا تھا جبکہ غازی دوسری طرف ہونے کی وجہ سے بچ گیا۔

"ایم سوری میم"۔۔ویٹر نے بوکھلا کر کہا۔۔

"واٹ سوری۔ تمھیں تمیز نہیں ہے۔ میرے کپڑے خراب کر دیے۔ مینیجر کہاں ہے؟ مینیجر"۔۔ وہ بلند آواز سے چلانے لگی۔غازی نے ہاتھ کے اشارے سے ویٹر کو وہاں سے جانے کا کہا۔

"تانیہ ریلیکس۔۔ غلطی سے ہوگیا اس سے۔چھوڑو تم میرے ساتھ آ ۔ ابھی اسے دھو لیتے ہیں"۔

بمشکل غازی کے کہنے پر وہ پر سکون ہو ۔ ں۔غازی شاپنگ بیگز اٹھائے اسکے ساتھ لیڈیز واش روم تک آیا۔

"لا ۔ یہ چیزیں مجھے پکڑا ۔ اور آرام سے اپنی شرٹ دھو لو"۔غازی نے اسکے ہاتھ سے کپڑوں والا شاپر اور بیگ پکڑا۔

"تھینکس"۔وہ ممنون ہو ۔ ں۔

اسکے جاتے ہی غازی نے سب کچھ فرش پہ رکھا اور نیچے بیٹھتے ہوئے اسکا بیگ زمین پر کھولا۔

کافی چیزوں کو کھنگالنے کے بعد اندرونی جیب سے لاکر کی چابی برآمد ہو ۔ ں۔دور سے دیکھنے سے لگ رہا تھا جیسے بیگ زمین پہ گر گیا ہے اور وہ چیزیں اٹھا کر اس میں رکھ رہا ہے۔ادھر ادھر سے نظریں بچاتے اس نے پینٹ کی جیب

میں ہاتھ ڈالا اور ٹشو میں لپٹا ایک صابن برآمد کیا۔چابی کو اس نے صابن پہ رکھ کر زور سے دبایا اور اچھے سے اسکا سانچہ بنالیا۔صابن دوبارہ ٹشو میں لپیٹ کر جیب میں رکھا اور سب کچھ سمیٹ کر تانیہ کے انتظار میں کھڑا ہوگیا۔

چابی بنوانے والا کام تو آسانی سے ہوگیا تھا۔اب لاکر کھلنے کا انتظار تھا جو نہ جانے کتنے راز اپنے اندر چھپائے ہوئے تھا۔

*__________*__________*__________*__________*

پچھلے کچھ دنوں سے موسم بہت خوشگوار ہوگیا تھا۔محکمہ موسمیات کے مطابق آ . یندہ کچھ روز میں بارش کا امکا تھا۔منت حسب معمول صبح کے چھ بجے اپنے چھوٹے سے لان میں چکر لگا رہی تھی۔ہاتھ میں موبا . ل تھا جس پر فیسبک کھلی ہو . ی تھی جہاں کچھ بہت اہم تھا شاید کیوں کہ منت مکمل طور پر مگن نظر آرہی تھی۔پڑھتے پڑھتے وہ کچھ سوچ کر رک گ . ۔اب اسکے تاثرات سنجیدہ ہوچکے تھے۔

آہستہ سے چلتے چلتے وہ ایک جانب پڑی کرسی پہ آبیٹھی۔

اسکے سامنے کچھ ایسے حقا . ق آئے تھے جن سے وہ ابھی تک بے خبر تھی۔

اسے : . ویڈیو کا مواد مل چکا تھا۔۔سوچتے ہوئے اس نے ٹا . پ کرنا شروع کیا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

ہم سے بہت سے ایسے ہیں جو اپنی زندگی میں اس حد تک مگن ہیں کہ ہمارے ارد گرد کیا ہو رہا ہے ہمیں بالکل خبر نہیں ہوتی۔ ہمارا ملک کس حوالے سے اوپر جا رہا ہے یا نیچے آ رہا ہے یہ ہم سوچنے کی زحمت تک نہیں کرتے۔ اکثریت کی یہی سوچ ہے ہمارا کیا فا . رہ؟ پاکستان میں جو کچھ بھی ہو۔ ہمیں پاکستان کیا دے رہا ہے۔ مجھے ایسے لوگوں پر بہت حیرت ہوتی ہے جو اس مٹی میں رہ رہ ہیں اس ملک کی سرزمین پہ عزت کی زندگی گزار رہے ہیں مگر انکو کچھ پرواہ نہیں کہ پاکستان کے لیے انہیں بھی کچھ کرنا چاہیے۔ اس ملک کی ترقی میں انکا بھی ہاتھ ہونا چاہیے۔ آج میں آپکو چند ایسے ناموں کا تعارف کروا . ں گی جنھوں نے پاکستان کو دنیا میں نمایاں کیا۔ اپنے حصے کی شمع جلا . ں۔ یہ نام مثبت پاکستان کا تعارف ہیں۔۔

چترال سے تعلق رکھنے والی ڈاکٹر زبیدہ سیرنگ کی کتاب نے عالمی دنیا میں پاکستان کا نام روشن کر دیا۔

ڈاکٹر زبیدہ کی کتاب کو 'بک اتھارٹی' کی جانب سے (بیسٹ آپتھلمولوجی بک آف آل ٹائم) کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو آپٹکس کی دنیا میں ایک اہم پیش رفت قرار دیا جا رہا ہے۔

چترال سے تعلق رکھنے والی آنکھوں کی سرجن، ڈاکٹر زبیدہ سیرنگ 'بک اتھارٹی' کی فہرست میں جگہ بنانے والی پہلی پاکستانی ڈاکٹر بن گئی ہیں۔

پاکستانی ڈاکٹر کی کتاب کا عنوان 'آپٹکس میڈ ایزی: دی لاسٹ ریویو آف کلینیکل آپٹکس' بین الاقوامی آن لائن شاپنگ سروس ایمیزون کی تین بہترین فروخت ہونے والی کتابوں میں سے ایک ہے۔

ڈاکٹر زبیدہ کا تعلق چترال کے علاقے یارخون سے ہے اور انہوں نے آغا خان یونیورسٹی، کراچی سے ایم بی بی ایس کی تعلیم حاصل کی ہے۔ ڈاکٹر زبیدہ فی الحال آئر لینڈ سے 'سرجیکل آپتھلمولوجی' میں اپنی اسپیشلائزیشن مکمل کر رہی ہیں۔

ڈاکٹر زبیدہ نے آغا خان یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اور اپنی اسپیشلائزیشن شروع کرنے سے پہلے 2 سال سے زیادہ اپنے آبائی شہر میں خدمات انجام دینے کو ترجیح دی تھی۔

تعارف زیدان حامد

زیدان حامد (پیدائش 3 جنوری 2010) کا شمار حیرت انگیز ذہین لوگوں میں ہوتا ہے

چار سال کی عمر میں زیدان کی صلاحیتوں پر پہلی میڈ یا رپورٹ اے-آر-وائی نیوز نے تیار کی۔ دسمبر 2014 میں بھی ایک ایسا ہی دلکش موقع آیا جب 4 سال اور 11 ماہ کی عمر میں تھے پروفیسر نے راولپنڈی کے صدیق پبلک سکول میں میٹرک کلاس کے طلباء کو کیمسٹری کے کیمیکل بانڈنگ کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اس موقع پر سماء ٹی-وی نے زیدان کو دیکھا اور ایک نیوز رپورٹ بنائی۔ اس رپورٹ میں زیدان کو "تھا پروفیسر" کا ٹائٹل ملا۔

لِٹل پروفیسر کے نام سے پہچانے جانے والے زیدان حامد نے کم سے کم وقت میں پیریاڈک ٹیبل کے تمام ایلیمنٹس کو ترتیب دینے کا ریکارڈ توڑ کر گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں نام لکھوالیا۔

اس کے علاوہ پانچ سال کی عمر میں "کم عمر ترین مائیکروسافٹ آفس پروفیشنل" کا عالمی ریکارڈ اپنے نام کیا۔ یوٹیوب پر سائنس، جغرافیہ، تاریخ، مذاھب، اقبالیات اور مختلف موضوعات پر تھے پروفیسر کی چار سو سے زائد علمی وڈیوز موجود ہیں۔ زیدان اپنے ہوم سٹوڈیو میں یوٹیوب کیلئے وڈیو سیریز خود تشکیل دیتا ہے جن میں "رمضان وِد زیدان"، "ٹیکس وِد زیدان" اور "کرکٹ وِد زیدان" جیسے پروگرام شامل ہیں۔ محض آٹھ اور نو سال کی عمر میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے کم عمر ترین طالبِ علم کی حیثیت سے عربی زبان میں سرٹیفیکیٹ، ڈپلومہ اور ایڈوانس ڈپلومہ کورس مکمل کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ زیدان نے آٹھ سال کی عمر میں کیمبرج اسلامک کالج سے ڈاکٹر اکرم ندوی (شاگرد مولانا ابوالحسن ندوی) کی زیرِ نگرانی عربی اور اسلامک اسٹڈیز میں دو سالہ ڈپلومہ حاصل کیا اور کیمبرج کالج کے کم عمر ترین طالبعلم کا اعزاز حاصل کیا۔ عربی میں مہارت کے ساتھ ساتھ زیدان قرآن کے 5 سیپارے بھی حفظ کر چکا ہیں اور یہ سفر جاری ہے۔ 2016 سے جیو کے مشہور پروگرام "جرگہ" میں مسلسل شرکت کرنے والا زیدان پاکستان کا واحد بچہ ہے۔ قدیم و جدید موضوعات پر زیدان 500 سے زائد کتابیں پڑھ چکا ہے اور اس کی تین کتابیں تصنیف کے مراحل میں ہیں۔ زیدان کی پہلی کتاب آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے زیرِ اشاعت ہے۔ زیدان نے حال ہی میں یونیورسٹی آف برٹش کولمبیا سے ماحولیات پر ایک کورس مکمل کیا ہے۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

سات سال کی عمر میں "ٹو بے کو فری پاکستان" مہم کا آغاز کر کہ زیدان نے سکولز اور کالجز میں لیکچرز دے کر طلباء میں آگاہی پھیلائی۔ زیدان ماحولیاتی آگہی کی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتا ہے اور پانچ سال کی عمر میں پاکستان میوزیم آف نیچرل ہسٹری کی طرف سے وائلڈ لائف ڈے کے موقع پر کی۔نوٹ پیش کیا۔ زیدان کو کم عمر ترین موٹیویشنل اسپیکر، بین المذاہب ہم آہنگی کا علمبردار اور امن کا سفیر بھی مانا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ زیدان رمضان 2019 میں احادیث نبوی ﷺ کی تشریح کے حوالے سے جیو ٹی۔وی پر "پیاری نبی ﷺ کی پیاری باتیں" پروگرام کا میزبان بھی رہ چکا ہے۔

پروفیسر زیدان نے نہ صرف اپنی علم ودانش سے مختلف نام کمائے ہیں بلکہ انہیں مختلف ایوارڈز سے بھی نوازا گیا ہے جن میں Youngest Microsoft office Professional کا اعزاز، JI Youth Pakistan کی طرف سے Youth Pakistan ایوارڈ اور National Youth Assembly Pakistan کی طرف سے دیا جانے والا Positive face of Pakistan ایوارڈ شامل ہے۔

ایک اور خبر جو پچھلے دنوں گردش کرتی رہی ہے جس نے پاکستان کو ایک اور اعزاز سے نوازا ہے۔

پاکستانی طالبہ زارا نعیم نے ایسوسی ایشن آف چارٹرڈ سرٹیفائیڈ اکاؤنٹنٹس (اے سی سی اے) کے گلوبل پروفیشنل اکاؤنٹنسی کے امتحان میں ٹاپ کرکے ورلڈ ریکارڈ قائم کر دیا۔

لاہور سے تعلق رکھنے والی اے سی سی اے کی طالبہ زارا نعیم نے دسمبر 2020 میں منعقد ہونے والے اے سی سی اے کے فنانشل رپورٹنگ کے امتحان میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کیے اور عالمی ریکارڈ بنایا۔

مذکورہ امتحان میں تقریباً 179 ممالک کے 5 لاکھ 27 ہزار سے زائد طلبہ نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس امتحان میں حصہ لیا، اکاؤنٹنس کے شعبے میں اے سی سی اے کی کوالیفکیشن کو دنیا کے 179 ممالک میں عالمی معیار تصور کیا جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں نہ جانے کتنی ایسے چراغ ہیں جو جلتے ہیں تو روشنی پیدا کرتے ہیں۔ یہ تو صرف کچھ لوگ ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں ایسے ہیں جنہوں کو پذیرا . ں ملنا تو دور کی بات لوگوں کو انکے بارے میں آگہی نہیں ملتی۔

پاکستان کے لئے ایسی مثالیں انتہائی حوصلہ افزا ہیں جو دنیا بھر میں پاکستان کا مثبت امیج اجاگر کریں گی۔ اب علم کا دور ہے، سائنس وٹیکنالوجی کا دور ہے، انسانیت کی بہتری کے لیے کیا جانے والا کام ہی قابل فخر کہلائے گا۔ صدیوں پہلے گزر چکے واقعات پہ مباحثے کر کے اور اپنی انرجی کو باہمی فرقہ ورانہ اختلافات میں ضائع کرنے کی بجائے تخلیقی کام پہ توجہ دیں۔ نوجوان نسل کے اندر کافی پوٹینشل ہے۔ اس کا مثبت استعمال کریں۔

بقول شاعر۔۔

شہر کی بے چراغ گلیوں میں
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی۔۔۔

نوٹ۔۔

(یہ معلومات مختلف ویب سا . ٹس سے کاپی کی گ . ہے)

--------------------*----------*----------*----------*

شام کے چار بج رہے تھے۔عزہ لا . نج شان کو ہوم ورک کروانے کے ساتھ ساتھ اپنے کام میں بھی مصروف نظر آرہی تھی۔لا . نج سے دا . یں سمت میں کچن تھا۔منت کچن میں تھی۔وہیں سے ہانک لگا کر اس نے عزہ کو مخاطب کیا۔

"کچھ سوچا تم نے اس چڑیل کے ساتھ اب کیا کرنا ہے"؟ مصالحہ بھونتی منت کا بس نہیں چلا رہا تھا ورنہ وہ سارہ کو بھی یونہی بھون دیتی۔

"کس چڑیل کے ساتھ"؟ عزہ اپنے کاغذوں پہ جھکی بے دھیانی سے بولی۔

"ایک ہی تو چڑیل ہے ہماری زندگیوں میں۔اور وہ سارہ چڑیل کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے"؟ منت نے حسرت سے کہا تھا۔

"اچھا وہ"۔عزہ نے جھکا سر اٹھایا۔پنسل میز پہ رکھ کر گہری سانس لی۔

"کرنا کیا ہے اپنے پلان کے مطابق کام کریں گے اور ثبوت عدالت میں جمع کروا . یں گے اور کیا"؟

عزہ نے لاپرواہی سے کہتے ہوئے کاغذ فا . ل میں لگائے۔

"ارے واہ۔اسکا مطلب ہے اب اس چڑیل کو جیل جانے سے کو ن نہیں روک سکتا۔میں روزانہ اس سے ملنے جایا کروں گی"۔

ہنڈیا میں چمچ ہلاتے ہوئے وہ آگے کا منصوبہ بنا رہی تھی۔

منت کی جوش بھری آواز سن کر عزہ نے افسوس سے سر ہلایا۔

"کیوں وہ تمہارے ماموں کی لڑکی ہے جو اس سے ملنے جایا کروگی"؟

"ارے نہیں میں دیکھوں گی کہ جیل کے کپڑوں میں بغیر میک اپ اور جیولری کے وہ کیسی لگے گی"؟منت نے تصور میں اسے دیکھنا چاہا۔

"بہت بری لگے گی"۔عزہ نے بھی تصور کرتے ہوئے جھرجھری لی اور دونوں کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"کون بری لگے گی"؟منہاس نے آکر اچانک پوچھا۔شان بھاگتا ہوا اسکی گود میں چڑھا۔

"کیوں بھ ۔ شان کس کی بات ہو رہی ہے"؟اس نے شان کے گال کو چومتے ہوئے سرسری سا پوچھا۔

"چڑیل کی"۔۔شان نے مزے سے بتایا۔

"آپ کو پتا ہے وہ جیل جائے گی اور بہت بری لگے گی"۔۔

"ارے واہ میرے شیر۔۔دل خوش کر دیا میرا"۔۔منت نے کچن کے دروازے پہ آتے ہوئے اسکی بلا . یں لی۔

"کس چڑیل کو جیل پہنچانے کی باتیں ہورہی ہیں"؟اس نے براہ راست عزہ کی طرف رخ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کسی کو بھی نہیں۔بس آپس میں ہم مذاق کررہے تھے۔آپ سنا . یں کیسے ہیں"؟عزہ نے جز بز ہوتے ہوئے بات گھما . ں۔مگر سالن میں چمچ گھماتی منت سے یہ سفید جھوٹ برداشت نہ ہوا۔کھانے کو چولہے پہ چھوڑتی ہو . ں وہ بھاگ کر باہر آ . ں۔

"سارہ چڑیل کو جیل میں بھیجنے کا پلان بنا رہے ہیں ہم دونوں"۔
عزہ نے لاکھ آنکھیں دکھا . یں مگر منت نے نظرانداز کرتے ہوئے اپنی توجہ صرف منہاس پہ رکھی۔

"ہم نہ اسکے دفتر گئے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔الف سے یے تک ساری کہانی سنا کر اس نے دم لیا اور پھر سالن کو دم لگانے کچن میں چلی گ . ۔عزہ نے سر پکڑ لیا۔
"منت میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ اس سے دور رہو مگر تم نے میری بات نہ ماننے کی قسم کھا . ں ہو . ں ہے"۔
اس نے سنجیدگی سے عزہ کے پاس آکر کھڑی ہو . ں
منت کو ڈانٹا جس نے لاپرواہی سے سر جھٹکا۔

"لو تو میں کونسا اس چڑیل سے ملنے گ . تھی۔ ہم دونوں تو عزہ کے باس کے پاس گئے تھے اب وہ سارہ نکلے گی واللہ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا"۔

وہ کانوں کو ہاتھ لگاتی دوبارہ کسی کام سے کچن میں چلی گ . ۔

واللہ۔۔شان نے بھی کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے منت کی نقل اتاری۔

"عزہ یہ تم کن چکروں میں پڑی ہو . ں ہو"؟اب کی بار وہ عزہ کی طرف گھومتے ہوئے بولا۔

"کچھ نہیں منہاس بھا . ں۔آپ فکر نہ کریں میرے کام کا مسلہ ہے میں حل کر لوں گی"۔عزہ نے سنبھلتے ہوئے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"عزہ تم ان سب معاملات میں نہ پڑو۔وہ لوگ عام نہیں ہیں۔خطرناک ہیں ان کا کو . ں عدالت کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔الٹا تم نقصان اٹھا . گی۔زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا عدالت فیکٹری بند کر دے گی۔بس۔کسی کو جیل نہیں ہو گی اس لیے بہتر ہے کہ تم بھی ان چکروں سے نکل آ . "۔

منہاس نے سنجیدگی سے مشورہ دیا۔اس کی یہی کوشش تھی کہ عزہ سارہ کے ساتھ نہ الجھے۔

"جی آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔میں آپ کی بات سمجھ رہی ہوں"۔

عزہ نے تابعداری سے سرہلایا۔ منہاس نے شک کی نگاہ سے اسے دیکھا۔اتنی جلدی وہ ماننے والی تو نہیں تھی۔

"دیکھو عزہ تم میرے گھر میں مہمان ہو اور میں ہرگز نہیں چاہوں گا کہ تمہیں نقصان پہنچے۔ لہذا جو بھی کرو میرے علم میں ہونا چاہیے"۔

اس نے ذرا سختی سے کہا اور فریش ہونے کمرے میں چل دیا۔

"جی ٹھیک ہے"۔ عزہ نے سرہلایا۔

"گھنی میسنی۔کیا سرہلاہلا کر جی جی کررہی تھی"۔ منت نے پیچھے سے آکر ہاتھ میں پکڑی چھڑی اسکی کمر میں ہلکے سے ماری اور پیاز میز پہ رکھے۔

"تو کیا تمہارے شوہر کے ساتھ زبان لڑاتی کہ نہیں آپ غلط کہہ رہے ہیں"؟ عزہ نے تلملا کر اسے جواب دیا۔

"نہیں میرا مطلب ہے تم ان کو دلا . ل سے بھی سمجھا سکتی تھی"۔ منت نے ٹیون بدلی۔

"منہاس بھا . ن جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سب ٹھیک ہے۔ میں جانتی ہوں کہ کچھ بھی نہیں ہوگا اور اگر ہوگا بھی تو شاید بہت تھوڑا"۔ اس نے منت کے ہاتھ سے چھڑی لے کر پیاز کاٹنا شروع کر دیا۔

"لیکن اس کے باوجود میں یہ سب کروں گی۔ میں اپنے ضمیر کو نہیں سلا سکتی۔بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے حقیقت سے نظریں چرا کر میں اپنی دنیا میں مگن ہو جا . ں۔ میں نہیں چاہتی کہ اپنے بابا سے شرمندہ ہوں کہ اپنے حصے کا کام میں نے ادھورا چھوڑ دیا"۔۔

اسکی نظروں میں اپنے ابو کی میت گھومی۔ جنھوں نے اسی ضمیر کو جگائے رکھنے کے لیے موت کی نیند سونا گوارا کر لیا تھا۔

"عزہ مجھے فخر ہے کہ تم میری دوست ہو"۔ منت نے پیار سے اسکے گال پہ چٹکی کاٹی۔ وہ محض مسکرا دی۔
باتوں باتوں کے درمیان اس نے سلاد بنا لیا۔ عزہ نے تب تک لا . نج کی صفا . ں کی۔

"شان جا . اس روٹھی حسینہ کو بلالا . کھانے کے لیے"۔۔
میز پہ کھانا لگاتی منت نے شان کو کہا جسے بالکل سمجھ نہیں آ . ں تھی۔
"شرم کرو۔ شوہر ہیں تمہارے۔ عزت کیا کرو"۔ عزہ نے ایک تھپڑ منت کو رسید کیا
"شان بیٹا جا . اپنے انکل کو بولو کھانا کھا لیں آکر"۔ عزہ نے سمجھایا تو وہ بھاگ کر منہاس کو بلانے چلا گیا۔ وہ آیا تو منت نے سب کو کھانا پیش کیا۔
"منت اب اگر تم مجھے سارہ کے آس پاس بھی نظر آ . ں تو مجھ سے بات نہ کرنا"۔
منہاس نے اسکا دماغ بھی ٹھکانے پر لانا ضروری سمجھا۔

"ویسے آپ اس سے اتنا ڈر کیوں رہے ہیں"؟ عزہ نے چبھتے ہوئے سرسری سے لہجے میں سوال کیا۔ وہ منت کی طرح بیوقوف نہیں تھی۔ اسے کھٹک رہا تھا کہ منہاس ایسے کیوں کہہ رہا ہے۔

"ہاں ہاں بتا . یں آپ کو اس ہوتی سوتی کی فکر کیوں ہے"؟ منت نے ہاتھ نچاتے ہوئے اسے گھورا۔

منہاس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"عجیب مصیبت ہے۔انکو کھل کر سمجھا بھی نہیں سکتا"۔وہ کلستے ہوئے بڑبڑایا۔

"مجھے اس کی فکر کیوں ہوگی۔تم دونوں کی ہے"۔اس نے پانی پیتے ہوئے کوشش کی کہ غصہ نہ ہو ورنہ دل تو یہی تھا کہ ان دونوں کو اچھی خاصی جھاڑ پلائے۔

"مگر صاحب عالم وہ سارہ"۔۔۔

"منت"۔۔منہاس نے آنکھیں دکھا . یں۔

"آج کے بعد اس گھر میں سارہ کا نام میں نہ سنوں۔حد ہوگ . ہے اب بات کرنے کو سارہ ہی بچی ہے بس"۔

وہ بڑبڑاتے ہوئے کھانے کی جانب متوجہ ہوا۔سارہ اسکے گلے میں اس ہڈی کی طرح اٹک چکی تھی جسے نہ اگلا جا سکتا تھا اور نہ نگلا جا سکتا تھا۔

* * * * *

اگلا دن نئے ہنگامے لیے طلوع ہوا۔سارہ اپنے دفتر میں تھی جب اسے عزہ کی کال موصول ہو . ں۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے"۔بغیر سلام دعا کے سید ھا مدعے پہ آتے ہوئے عزہ نے کہا۔

"میرے دفتر آجا . "۔اس نے راکنگ چ . یر پہ جھولتے ہوئے بے نیازی سے جواب دیا۔

عزہ نے فون کو گھور کر دیکھا۔نواب زادی کہیں کی۔

"نہیں کہیں باہر ملیں گے۔ کل گیارہ بجے تک۔ لوکیشن میں تمہیں بھیج دوں گی"۔ عزہ نے اپنے پلان پہ عمل کرتے ہوئے اسے باہر ملنے کا کہا۔

"اوکے۔ میں تمہیں تھوڑی دیر تک ٹیکسٹ کرتی ہوں"۔ سارہ نے سوچتے ہوئے جواب دے کر کال کٹ کی اور منہاس کو کال ملا . ں۔

"عزہ مجھ سے کہیں باہر ملنا چاہ رہی ہے"؟ بغیر کسی تمہید کے اس نے بتا یا۔

"وہ تمہیں ٹریپ کرنے کی بھرپور کوشش کرے گی۔ ہوسکتا ہے تمہاری گفتگو بھی ریکارڈ کرے۔ سو اس چیز کا دھیان ہو کہ جب وہ تم سے ملنے آئے تو اس کا موبا . ل اسکے پاس نہ ہو"۔
منہاس اتنا تو عزہ کو جانتا تھا کہ اسکا اگلا قدم کیا ہوگا۔ اس لیے سارہ کو جتنا عزہ سے محتاط رہنے کا کہہ سکتا تھا اس نے کہا۔

www.urdunovelsmania.com

اگلے دن وقت مقررہ پر سارہ اس ریسٹورینٹ میں داخل ہو . ں جسکا پتا اسے عزہ نے بھیجا تھا۔
یہ ہوٹل شاید نیا بنا تھا۔ علیحدہ کیبن بھی بنائے گئے تھے۔ انہی کیبن میں سے ایک کے دروازے پہ اسے عزہ کھڑی مل گ . ۔

"ہیلو،" سارہ نے خوشدلی سے کہا۔

ہمم۔اندر آجا . ۔عزہ نے خشکی سے کہتے ہوئے اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔کیبن کافی بڑا تھا۔وسط میں میز کے گرد چار کرسیاں رکھی گ . تھیں۔ایک طرف ایک بڑا سا پردہ تھا۔دوسری جانب دیوار پہ پنٹینگ بنی ہو . ں تھی۔سارہ نے بغور پورے کمرے کو دیکھا۔کہیں بھی اسے کیمرے کے آثار نظر نہیں آئے۔

"اب یہ ہوٹل اسکے باپ کا تو نہیں جو یہ کیبن میں خفیہ کیمرے لگوا لے۔

"بیٹھو"۔عزہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گ . ۔تو اس نے بھی تقلید کی۔

"میرا خیال ہے ہم بغیر وقت ضا . ع کیے اس مدعے پہ بات کرتے ہیں
جس کے لیے ہم اکھٹے ہوئے ہیں"۔
عزہ نے بیگ سے فا . ل نکالتے ہوئے موبا . ل پہ ریکارڈنگ لگا . ں۔سارہ نے یکدم ہاتھ بڑھایا۔

"بات اسی صورت ہوگی جب تم اپنا موبا . ل بند کرکے یہاں میز پہ رکھو گی"۔
عزہ کا رنگ فق ہوا۔سارہ اسکی اڑی رنگت سے خاصی محظوظ ہو . ں۔
"یہ جو چالاکیاں تم میرے ساتھ کرنے کی کوشش کر رہی ہو میں نے ان میں ماسٹر کیا ہوا ہے ما . ں ڈ . یر عزہ"۔
اس نے خود ہی عزہ کے بیگ سے موبا . ل باہر نکال کر بند کر دیا۔
عزہ کو لمحہ لگا سنبھلنے میں۔

ٹھیک ہے مس سارہ۔اب چونکہ ہم ایکدوسرے کے ہر حربے اور ہر راز سے واقف ہو چکے ہیں تو کھل کر ہی بات کرتے ہیں"۔عزہ نے پر سکون انداز میں میز پر بازو ٹکائے۔

"ہاں شروع کرو بات"۔۔سارہ نے شانے اچکاتے بے نیازی سے کہا۔

"تم یہ سب کیوں کر رہی ہو"۔

"کیا سب"؟سارہ نے لاعلمی سے اسے دیکھا۔

"تم اچھے سے جانتی ہو کہ میں تمہارے غیرقانونی کام کی بات کر رہی ہوں"۔عزہ نے مشتعل ہو کر کہا۔سارہ کو اسے یوں دیکھ کر بہت مزہ آرہا تھا۔

"عزہ میرے تو بہت سے دھندے ہیں تم کون سے غیرقانونی کام کی بات کر رہی ہو"۔اس نے گول گول آنکھیں گھما . ییں۔

"میں تمہاری کمیکل انڈسٹری کی بات کر رہی ہوں"۔عزہ نے ضبط سے کہا تھا۔

"تم ایسا کمیکل کیوں بنوا رہی ہو جو خطرناک بھی ہے اور بین بھی۔اس پر تم اسکے تجربات بھی کروا رہی ہو۔وہ بھی کینسر کے مریضوں پہ۔وجہ جان سکتی ہوں"؟

"کو . ن خاص وجہ نہیں ہے"۔ سارہ نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا . ں۔

"اصل میں اس کمیکل کی بہت مانگ ہے۔ ہر سال کڑوروں ڈالر کا منافع ملتا ہے۔ رچرڈ کو تو تم جانتی ہی ہو۔ ایک پاگل سا . ینس دان ہے وہ اس کمیکل کا کینسر کے مریضوں پہ تجربہ کرنا چاہتا تھا مگر ظاہر ہے وہ اپنے ملک میں لوگوں پہ یہ آزما نہیں سکتا۔ اس لیے وہ پاکستان آگیا۔ یہاں کا قانون اور غربت تم جانتی ہو جب مریضوں کو سستے داموں کینسر کی دوا . یں ملیں گی تو کیا خریداری بڑھ نہیں جائے گی"۔

"اف خدایا۔۔ یہ بہت بڑی سازش ہے"۔ عزہ حیرت سے چلا اٹھی۔

"یہ تو کچھ نہیں۔ ہماری ایک اسلحہ بنانے کی فیکٹری بھی ہے۔ ہم افغانستان اور ملک دشمن تنظیموں کو سپلا . ں کرتے ہیں۔ منشیات کی ترسیل سے لے کر ٹارگٹ کلنگ تک میں ہم ملوث ہیں۔ سراج بھا . ں کا . مقدموں کے سلسلے میں پولیس کو مطلوب ہونے کے باوجود آذاد ہیں۔۔ ہم اس پورے ملک پہ حکمرانی کر رہے ہیں۔ اس لیے تم اس ہمیں برباد کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔ ہم اس ملک کی جڑوں تک سرا . یت کر چکے ہیں۔ ہر شعبے میں ہمارے زرخرید غلام ہیں۔ تم کچھ نہیں کر سکتی عزہ عباس سوائے اپنی جان گنوانے کے"۔
سارہ نے تنفر سے کہا۔ عزہ اسے غصے سے گھور رہی تھی۔

"تو تم مان رہی ہو؟ سب کچھ قبول کر رہی ہو"؟

"ہاں میں سب مان رہی ہوں۔ کیوں کہ اس سب کے بعد تم کچھ اور سننے کے لیے زندہ نہیں رہو گی"۔

سارہ نے ایکدم کھڑے ہوتے ہوئے اپنے بیگ سے تھا ریوالور برآمد کیا اور عزہ پہ تان لیا۔ عزہ بوکھلا . ن۔
"تم پاگل ہوگ . ہوکیا"؟

"ہاں میں پاگل ہوگ . ہوں بس بہت ہو چکا یہ چوہے بلی کا کھیل۔ عزہ عباس اب تم جان سے جا . گی"۔۔
سارہ نے ٹریگر پہ انگلی کا دبا . بڑھایا۔

"تم سمجھتی ہو کہ پبلک پلیس پہ مجھے مار کر تم بچ جا . گی"۔
اس نے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں بچ جا . ں گی۔ پیسہ سب کر لیتا ہے۔ کسی کو بھی دس بیس لاکھ دوں گی تو میرا جرم وہ قبول کر لے گا۔ چند ٹکوں کے عوض عدالت منٹوں میں کیس خارج کر دے گی۔ سب حرام کھانے کو تیار بیٹھے ہیں۔" سارہ نے نفرت سے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ عزہ کا قہقہہ گونجا۔

"افسوس تم ایسا بھی نہیں کر سکتی۔ کیوں کہ جس عدالت کو خریدنے کی بات کر رہی ہو وہاں بیٹھے جج اس وقت لا . یو تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ اور کسی جرم میں سزا ہو نہ ہو توہین عدالت کے جرم میں تو تم نہیں بچو گی"۔

سارہ کا پستول والا ہاتھ پہلو میں جا گرا۔ بے یقینی سے اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ تب ہی سامنے دو فٹ کے فاصلے پہ موجود ٹیڈی بیر . ر میں حرکت ہو . ں۔ اسکا ہاتھ بلند ہوا جس میں موبا . ل تھا۔

"ہیلو سار "ہ۔ پردے کے پیچھے سے باہر نکلتی لڑکی منت کے سوا اور کون ہو سکتی تھی۔۔

"وہ کیا ہے یہ ہوٹل ہمارے باپ کا تو نہیں مگر دوست کے باپ کا ضرور ہے۔ اس لیے تم کسی اور کیبن میں پردے لگے ہوئے نہیں دیکھو گی"۔

اس نے موبا . ل کی سکرین سارہ کے سامنے کی جس میں عدالت کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔

آج گوجرنوالہ سیشن کورٹ میں کیس کی پیشی تھی۔ ثبوت جمع کروانے کی آخری تاریخ۔ اور لا . یو ثبوت سے بڑھ کر بھلا اور کیا ثبوت ہو سکتا تھا۔ فیکٹری مالکان کا وکیل سر پکڑے بیٹھ گیا۔ عزہ نے اپنے وکیل کو مخاطب کیا۔

"وکیل صاحب میرا خیال ہے یہ ثبوت کافی ہے۔ اب عدالت کو اپنا فیصلہ سنا دینا چاہیے"۔

وکیل نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ما . ں لارڈ مس سارہ اپنے منہ سے اپنے جرا . م کا اعتراف کر چکی ہیں اس لیے میرے دلا . ل کی اب ضرورت نہیں۔ میری عدالت سے درخواست ہے کہ وہ اپنا فیصلہ سنائے"۔

"میں دیکھ لوں گی تم لوگوں کو"۔ سارہ لال بھبھو کا چہرہ لیے وہاں سے جانے لگی۔ منت نے ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

"اتنی جلدی کیا ہے جانِ من۔ فیصلہ تو سنتی جا . "۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

سارہ کو زبردستی کرسی پہ بٹھاتی خود بھی اسکے برابر میں بیٹھ گ . ۔

عزہ نے سکرین سارہ کے سامنے کی۔جہاں جج اپنا فیصلہ سنانے والا تھا۔

"تمام ثبوتوں اور مس سارہ کے اپنے منہ سے کیے گئے اقبال جرم کے پیش نظر اب مزید اور کسی ثبوت یا دلیل کی ضرورت نہیں۔عدالت ایم پی کمیکل انڈسٹری کو خطرناک کمیکل بنانے اور انسانی صحت کے ساتھ کھیلنے کے جرم میں بند کرتی ہے۔اور فیکٹری مالکان بشمول سارہ معراج کو گرفتار کرنے کا حکم دیتی ہے نیز توہین عدالت کے جرم میں سارہ معراج کو بیس لاکھ جرمانہ اور مہینے کی قید کا حکم دیا جاتا ہے۔عدالت کا یہ حکم لاہور پولیس تک پہنچا دیا جائے تا کہ مجرمان کی جلد گرفتاری عمل میں لا . ں جائے"۔۔

جج نے دستخط کرکے فیصلہ سنا دیا۔عدالت میں موجود رچرڈ اور اسکے ساتھیوں کی گرفتاری کا منظر سارہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔اسکی رگیں غصے سے پھول رہی تھیں۔خوبصورت چہرہ اس وقت لال ٹماٹر بن چکا تھا۔

"کیسا رہا"؟عزہ نے موبا . ل بند کرکے سارہ کی جانب دیکھتے ہوئے آنکھ ماری۔

"ویسے ہم نے پولیس کو فون کر دیا تھا پہلے ہی تمہیں لینے آتی ہی ہو گی"۔

"یو بچ۔۔میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں"۔وہ عزہ کی طرف لپکی اور اپنے لمبے ناخن اسکی گردن میں گھسیڑ دیے۔عزہ کو اس اچانک افتاد کی امید نہیں تھی۔منت بوکھلا کر اٹھی مگر سارہ اس وقت جنونی ہو رہی تھی۔دھکا دے کر اس نے منت کو پرے دھکیلا اور خود اپنا پرس اٹھاتی ہو . ں باہر بھاگی۔عزہ گلے پہ ہاتھ رکھ کر بری طرح کھانسنے لگی۔

"عزہ۔ تم ٹھیک ہو"؟ منت بھاگ کر اس کی طرف آ . ں۔ عزہ نے باہر کی جانب اشارہ کیا۔ منت جلدی سے باہر بھاگی مگر تب تک سارہ غا . ب ہو چکی تھی۔

"بھاگ گ . "۔ منت افسوس سے ہاتھ ملنے لگی۔ عزہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

"کو . ں نہیں پولیس کو اب تک اسکے وارنٹ مل چکے ہوں گے۔ کہاں تک بھاگے گی"۔

"ویسے عزہ بالکل فلمی سین لگ رہا تھا۔ مجھے تو بڑا مزہ آیا"۔

منت نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چلو اب گھر چلتے ہیں۔ یہ وڈیو تمہارے چینل پہ بھی اپلوڈ کریں گے۔ دیکھنا کتنے ویوز بڑھ جا . یں گے"۔

عزہ بیگ اٹھا کر کو بڑھی۔ منت نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہ بہن۔ صاحب عالم کو پتا چلا تو ناراض ہوں گے۔ یہ کام بھی ان سے چھپ کر کیا ہے"۔

"میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ رہنے دو میں کو . ں اور انتظام کر لوں گی مگر تم نے ہی اصرار کیا تھا"۔

"ہاں تو کیا تمہیں اس چڑیل کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیتی۔ اگر صاحب عالم کو پتا چل بھی گیا تو خیر ہے میں منا لوں گی انہیں"۔

چلتے چلتے وہ دونوں ریسپشن پہ آ . یں۔وہاں موجود منیجر جلدی سے انکی طرف بڑھی۔

"ہوگیا تم دونوں کا کام"؟ وہ عزہ کی ہاسٹل فرینڈ نورین تھی۔اسی نے عزہ کے کہنے پر کیبن میں پردالگوایا تھا۔
ہاں یار ہوگیا۔تمہارا بہت شکریہ۔
نورین سے دو چار باتیں کرنے کے بعد وہ دونوں گھر کی طرف روانہ ہوگ . یں۔

*__________*__________*__________*__________*

آج پھر سے سارہ کے کمرے میں تباہی مچی ہو . ں تھی۔آ . ینہ کرچیوں میں بٹ چکا تھا۔قیمتی گلدان بھی ٹوٹ چکے تھے۔۔سنگھار میز کے آگے رکھے برانڈڈ پرفیوم زمین پہ ٹوٹے اپنی ناقدری کا ماتم پورے کمرے میں خوشبو . یں پھیلاتے ہوئے کررہے تھے۔میک اپ کا سامان صوفوں کے کشن بیڈ کے تکیے تک اس نے نہیں چھوڑے تھے۔
میرے ساتھ گیم کھیلی۔۔سارہ معراج کے ساتھ۔۔مجھے جیل میں پہنچا . یں گی وہ۔۔
اس نے جنونی ہوتے ہوئے اپنے سر کے بال نوچے۔ساتھ ہی توڑ پھوڑ دوبارہ شروع ہوگ . ۔ پچھلی دفعہ جب اسکا ایسا حال ہوا تھا تب سراج پاشا نے اسے سنبھال لیا تھا۔اب گھر پہ اسکے سوا کو . ں نہیں تھا۔کچھ دیر ہی گزری ہوگی کہ پولیس کے سا . رن کی آوازیں آنے لگیں۔۔

وہ چونک اٹھی۔آنسو صاف کرتی وہ اپنا موبا . ل ڈھونڈنے لگی۔اپنا بیگ آتے ہی اس نے لا . نج کی دیوار پر دے مارا تھا۔بھاگتے ہوئے وہ اٹھی۔ٹی وی لا . نج سے اپنا بیگ اٹھا یا اور موبا . ل نکال کر ایک نمبر ڈا . ل کیا۔

کمشنر میرے دروازے پہ پولیس کیا کر رہی ہے؟ وہ دھاڑی۔
سوری سارہ جی معاملہ عدالت تک چلا گیا ہے۔ ہم اب چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتے۔دوسری طرف سے معذرت خواہانہ انداز میں کہا گیا۔

کتے مرجا . تم۔۔اس نے تھوکتے ہوئے کال کاٹ دی۔
سا . رن کی آوازیں لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہی تھیں۔وہ بالوں میں ہاتھ ڈالے ادھر سے ادھر چکر لگانے لگی۔

جس کی وجہ سے میں پھنسی ہوں وہی نکالے گا مجھے۔

بڑبڑاتے ہوئے وہ قالین پہ بیٹھتے ہوئے منہاس کا نمبر ملانے لگی۔اس وقت اس کی حالت دیکھنے والی تھی۔بال شانوں پہ بکھرے ہوئے تھے۔کاجل نے بہہ بہہ کر اسکے خوبصورت چہرے کو واقعی چڑیل کا روپ دے دیا تھا۔

مسٹر منہاس جہاں بھی ہو فورًا میرے گھر چلے آ . . ۔

سارہ سب ٹھیک ہے؟ اگر ملنا ہے تو باہر کہیں۔۔

اوشٹ اپ۔۔وہ غرا . ں۔

میں جو بکواس کر رہی ہوں کیا وہ تمہیں سنا . ں نہیں دے رہی؟ ابھی کے ابھی میرے گھر آ . ۔میرے دروازے پہ پولیس آ . ں ہے مجھے گرفتار کرنے۔مگر میں بتا رہی ہوں اگر میں پکڑی گا . نہ تو کو . ں بھی نہیں بچے گا۔نہ تم نہ تمہاری وہ منت اور نہ وہ عزہ۔۔سب کو لے ڈوبوں گی میں۔

منت اور عزہ کا یہاں کیا ذکر؟ وہ بری طرح چونکا۔۔

انہی دونوں کی وجہ سے ہی تو سب ہوا ہے۔مجھے ٹریپ کیا گیا اور اب عدالت نے ایم پی کیمیکل انڈسٹری کی تمام برانچز کو بند کر کے مجھے گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے۔

وہ روتے ہوئے بولی۔گیٹ پہ بیل ہو . ں۔گاڑیاں رکنے کی آوازیں آنے لگیں۔۔پولیس آ چکی تھی۔وہ خوف زدہ ہو کر اٹھ کھڑی ہو . ں۔آنکھوں میں وحشت اتر آ . ں۔

کچھ کرو ورنہ میں تمہیں بھی اس سب میں گھسیٹ لوں گی۔اگر دو منٹ کے اندر اندر پولیس یہاں سے نہ گ . تو میں منت کو بتا دوں گی کہ تم بھی میرے ساتھ ملے ہوئے ہو۔

اچھا تم فکر نہ کرو میں کچھ کرتا ہوں۔پریشانی سے کہتے ہوئے وہ فون بند کر گیا۔

وہ گہرے سانس لیتی صوفے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گ . ۔

تھوڑی دیر بعد گاڑیاں واپس جانے لگیں۔وہ اب آہستہ آہستہ اپنے حواسوں میں لوٹ رہی تھی۔دماغ نے کام کرنا شروع کردیا تھا۔

پندرہ منٹ بعد منہاس نے اسے میسج کیا۔وہ گیٹ کھول کر اسے اندر لے آ . ں۔وہ اسکا حلیہ دیکھ کر سمجھ چکا تھا کہ وہ بہت تکلیف سے گزر رہی ہے۔

اس نے سب سے پہلے کچن سے پانی کا گلاس لاکر اسے پکڑایا۔

سارہ پہلے پانی پیو اور مجھے شروع سے ساری بات بتا . ۔

تحمل سے کہتے ہوئے اس نے اسکو شانوں سے تھام کر صوفے پہ بٹھایا۔

وہ پانی پی کر اسے تفصیل بتانے لگی کہ کس طرح منت اور عزہ نے مل کر اسے ٹریپ کیا۔

منہاس کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔اسے امید نہیں تھی منت اسکی بات کو اس طرح سے رد کرے گی۔

میں اب منت اور عزہ کو چھوڑوں گی نہیں۔میں سب سراج بھا . ں کو بتادوں گی۔اس نے گال صاف کرتے ہوئے حتمی لہجے میں کہا۔

منہاس نے آنکھیں بند کر کے خود کو اشتعال میں آنے سے باز رکھا۔

دیکھو سارہ۔ تمہیں پولیس سے خطرہ تھا۔وہ اب نہیں آئے گی۔اب دوبارہ کبھی پولیس تمہیں گرفتار کرنے نہیں آئے گی۔۔

وہ اسے بچوں کی طرح بہلانے کی کوشش کرنے لگا۔

تمہاری انڈسٹری بھی سیل نہیں ہوگی۔ٹرسٹ می۔عدالت اپنا فیصلہ واپس لے گی۔کو . ن بھی الزام تم پہ نہیں آئے گا۔میں سب ٹھیک کردوں گا۔بس تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا کہ تم منت اور عزہ کو نقصان نہیں پہنچا . گی۔

سارہ نے کرب سے اسے دیکھا۔اسے سارہ کی فکر نہیں اپی فکر نہیں تھی۔ابھی بھی فکر تھی تو منت کی اور اسکی دوست کی۔

کاش تم یہ سب میرے لیے کرتے۔منت کو بچانے کے لیے نہیں۔وہ اسکے چہرے پہ فکر کی پرچھا . یاں دیکھ کر دل ہی دل میں رو دی۔

سارہ پلیز جو کچھ بھی آج ہوا اسے بھول جا . ۔منت اب کبھی تمہارے راستے میں نہیں آئے گی۔میں سب پہلے جیسا کردوں گا۔بدلے میں تم منت کو نقصان نہیں پہنچا . گی۔

منہاس کو منت کی طرف سے زیادہ دھڑکہ تھا۔ عزہ ہوشیار تھی۔ بہادر تھی۔ وہ اپنا دفاع آسانی سے کر سکتی تھی۔ لیکن منت صرف باتوں کی حد تک ہی تھی۔ سارہ کے مقابلے میں وہ کچھ نہیں تھی۔

سارہ نے منت کے لیے فکر اسکے چہرے پہ پڑھ لی۔ اسے منت سے اس پل حسد محسوس ہوا۔ نہ جانے کیوں منہاس کو وہ نظر نہیں آتی تھی۔

شہر کو وہ شخص دل نواز رہے
بس ایک مجھ سے ہی رنجش بلا جواز رہے

مجھے تو ظلم کی ہر حد سمیت پیارا ہے
خدا کرے تری رسی سدا دراز رہے

منہاس۔ تم میرے ہو جا . ۔ پلیز منت کو چھوڑ دو۔ میں تمہارے لیے سب کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے اپنا بنا لو۔ بے اختیاری میں وہ اسکے گھٹنوں کے پاس آکر بیٹھ گ . ۔ منہاس کرنٹ کھا کر اٹھا۔

ایم سوری سارہ۔ میں اور تم کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔۔ میں بارہا تمہیں باور کروا چکا ہوں کہ میں اب کہیں اور دل نہیں لگا سکتا۔

یقین کر کہ یہ میری شعوری کوشش ہے

تو میرے ہجر سے تا عمر سرفراز رہے

پرانے روگ نے دیمک لگائی تھی اس کو
یہ دل نئی کسی دیوانگی سے باز رہے

میں چاہوں گا کہ تم خوش رہو اور یہ بات یہیں ختم ہو جائے۔
سارہ نے آنسو . ں سے لبریز آنکھیں پونچھیں۔

خوشی کے خول کو خود پہ سجائے رکھا ہے
ہم اہلِ عشق بھی کتنے ملمّع ساز رہے

میں ڈھیر دیر یہ باتیں چھپا نہیں سکتی
دعائیں مانگ، ترا راز یونہی راز رہے

میں چلتا ہوں۔اپنا خیال رکھنا۔

نظریں چراتا ہوا وہ اسکی جانب سے رخ پھیر کر چلا گیا۔۔سارہ کا جی چاہا بھاگ کر اسے روک لے۔ گریبان پکڑ کر چلائے اور کہے۔

تو ایک خاک کا انساں ہے میری جانب دیکھ

یہ بس خدا کو ہی جچتا ہے، بے نیاز رہے

*________*__________*________*_________*

منت اور عزہ نے گھر آتے ہی بھنگڑے ڈالنے شروع کر دیے تھے۔

منت نے مستی سے جھومتے ہوئے کہا۔

بڑا بن رہی تھی میں نے ان چلاکیوں میں ماسٹرز کیا ہوا ہے۔اسے کیا پتا ہم استادوں کے استاد ہیں۔اگر اس نے ماسٹرز کیا ہوا ہے تو ہم نے پی ایچ ڈی کی ہو . ں ہے۔۔

عزہ نے ہنستے ہوئے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ مارا۔۔

ویسے آج تو پارٹی بنتی ہے۔

ہاں بالکل اسی لیے ہم باہر سے پزا آرڈر کریں گے۔پھر کل میں نے چلے بھی تو جانا ہے۔

عزہ نے تا . ید کرتے ہوئے فون اٹھایا۔

چلی جانا یار اتنی جلدی کیا ہے؟ منت تھک کر صوفے پہ بیٹھ کر ہانپنے لگی۔ خلاف معمول آج کل وہ بہت تھکنے لگی تھی۔ طبعیت بھی بوجھل سی ہو رہی تھی۔

نہیں ابھی گوجرانوالہ جا کر کام نمٹانے ہیں۔ اور پھر گا . ں میں غازی کو اکیلا چھوڑ کر آ . ں ہو . ں ہوں۔ پہلے ہی کافی دن ہو گئے ہیں۔

وہ کو . ں تھا بچہ ہے جو اسکی فکر میں تم مری جا رہی ہو؟ ویسے کہو دل نہیں لگ رہا پیا کے بغیر۔

مت نے اسے چھیڑا تو عزہ نے کشن کھینچ کر اسے مارا۔

بکواس نہیں کرو۔۔

آدھے گھنٹے بعد بیل ہو . ں۔ پزا آ گیا۔۔ عزہ بھاگتے ہوئے اٹھی۔
چند لمحوں بعد وہ دونوں پزا سے بھرپور انصاف کر رہی تھیں۔

ویسے منو۔ فرض کر صاحب عالم کو پتا چل گیا تو؟ انہوں نے کہا تھا نہ کہ وہ تم سے بات نہیں کریں گے۔

عزہ نے ایک اور ٹکرا امنہ کی طرف لے جاتے ہوئے سوال کیا۔ منت نے کولڈ ڈرنک کا گھونٹ بھرا۔ کچھ لمحے سوچا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

اصل میں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ لیکن خیر ہے۔انہیں بتائے گا کون؟

لاپرواہی سے کہتے ہوئے اس نے اگلا ٹکرا اٹھایا۔۔

میرا خیال ہے اب تک انہیں پتا چل گیا ہوگا۔ عزہ نے خیال ظاہر کیا۔اور کو . ں انہیں بتائے نہ بتائے سارہ چڑیل لازمی بتائے گی۔ ویسے مجھے سمجھ نہیں آرہا سارہ اور منہاس بھا . ں کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

ارے تمہارے منہ میں خاک۔ ں ت نے ہاتھ میں پکڑا پزے کا ٹکڑا میز پہ رکھتے ہوئے ناراضی سے کہا۔اسکا اچانک ہی دل اوب گیا تھا۔

میرے صاحب عالم کا اس چڑیل سے کیوں چکر ہونے لگا۔انکا حلقہ احباب بہت وسیع ہے۔اس لیے اکثر پارٹیز وغیرہ میں ملاقات ہو جاتی ہے۔

منت بے دلی سے کہتی وہیں نیم دراز ہوگا . ۔ عزہ نے غور کیے بغیر اپنا کھانے والا کام جاری رکھا۔

ویسے ایک مشورہ دوں۔ منہاس بھا . ں اگر تم پہ غصہ کریں تو تم انڈین ڈراموں کی طرح فورًا بے ہوش ہو جانا۔انکی ڈانٹ سے بچ۔۔

ابھی عزہ کی بات منہ میں ہی تھی کہ بیرونی گیٹ کھلنے کی آواز آ . ں۔

منت؟منہاس دروازے سے ہی دھاڑتے ہوئے لا . نج میں داخل ہوا۔

لو جی ہو گا . پارٹی۔پکڑے گئے۔عزہ ڈبہ بند کرتے ہوئے بڑبڑا . ں۔

وہ تن فن کرتا ہوا سیدھا منت کے سر پر پہنچا۔جو ایکدم سے ڈر کر کھڑی ہو گ . ۔

اس نے منت کا بازو دبوچا۔کیا سمجھتی ہو تم خود کو؟میری ایک دفعہ کی کہی گ . بات کی تمہارے نزدیک ذرا بھی اہمیت نہیں۔

منت کے تو ہاتھ پا . ں پھول گئے۔پہلے ہی طبعیت میں عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی اور اب منہاس کا ڈانٹنا۔۔

ہوا کیا ہے منہاس بھا . ں؟آپ منت پہ چلا کیوں رہے ہیں؟عزہ نے انجان بنتے ہوئے پوچھا ورنہ وہ سمجھ چکی تھی کہ سارہ آگ لگا چکی ہے۔

عزہ تم تو چپ ہی رہو۔سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔وہ منت کا بازو چھوڑ کر عزہ کی طرف پلٹا۔

میں نے منع بھی کیا تھا سارہ کے چکروں سے دور رہو۔اپنے ساتھ ساتھ تم نے منت کو بھی گھسیٹ لیا۔

منت کی آنکھیں ڈبڈبا گ . یں۔کہنا آسان تھا مگر اب اس طرح منہاس کو غصے میں دیکھنا بہت مشکل۔

میں نے منت سے کہا تھا کہ میرے ساتھ نہ آ　.　۔اس نے خود ہی اصرار کیا تھا۔آپ فکر نہ کریں۔سارہ کی دشمنی مجھ سے ہے وہ مجھے ہی نقصان پہنچائے گی۔

عزہ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

شٹ اپ عزہ۔۔مجھے صرف منت کی ہی نہیں تمہاری بھی فکر ہے۔

وہ دھاڑا۔منت کا سر گھومنے لگا۔

تم دونوں نے ثابت کردیا کہ عورت میں عقل نام کی کو　.　ں چیز نہیں ہوتی اور اس نے قسم کھا　.　ں ہوتی ہے کہ کسی بھلے مانس کا مشورہ تو ماننا ہی نہیں کرنی وہی ہے جو دل کہے۔کہا بھی تھا اس سے دور رہنا۔وہ خطرناک لوگ ہیں ۔نقصان پہنچا دیں گے مگر میری بکواس تو کسی نے سنی نہیں۔

وہ لا　.　نج کے وسط میں کھڑا ان دونوں پہ اپنی عادت کے برخلاف چلا رہا تھا۔عزہ ایک جانب لب بھینچے سر جھکائے کھڑی تھی اور دوسری جانب منت آنکھوں میں آنسو بھرے قالین پہ نظریں جمائے ہوئے تھی۔اسکے لیے یہ یقین کرنا بہت مشکل تھا کہ سارہ کی وجہ سے وہ اس پہ چلائے گا۔

منت کا دم گھٹنے لگا۔آنکھوں تلے اندھیرا چھانے لگا۔اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔عزہ نے اسے ایسا کرتے دیکھ لیا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

لگتا ہے میرے مشورے پہ عمل ہو رہا ہے۔۔اس نے خوشی سے سوچا پھر دھیان منہاس کی طرف کیا جو ابھی تک چلا رہا تھا۔

تم دونوں کو کیا لگتا ہے۔اس طرح کی بیوقوفیاں کرنے سے سب ٹھیک ہو جائے گا۔پولیس ویسا ہی کرے گی جس طرح تم دونوں نے سوچا ہوا ہے۔جا کر دیکھو اس کے دروازے سے واپس گ . ہے پولیس۔اور تم دونوں اسے جیل میں بند کروانے کا سوچ رہی ہو۔میں نے بار بار منع کیا اتنا کہا کہ جو کرنا مجھے بتا کر کرنا مگر نہیں اور منت نے تو ہمیشہ ہی میرے کہے کے الٹ کرنا ہوتا ہے۔

ارے منت یار ہوجا بے ہوش۔عزہ نے بے چارگی سے منت کی طرف دیکھا جو ابھی تک سر ہاتھوں میں تھامے بیٹھی تھی۔

یااللہ اب میں سمجھی کہ میرا کو . ں بھا . ں کیوں نہیں ہے؟غلطی میری ہی ہے جو منہاس بھا . ں کو بھا . ں بنایا۔چھوٹی سی غلطی پہ اتنا غصہ۔اور یہ منت اسکو کہا بھی تھا کہ بے ہوش ہو کر ڈانٹ سے بچا لینا مگر۔۔ عزہ نے کڑھتے ہوئے منت کی طرف التجا . ں نظروں سے دیکھا۔

منت تم تو آ . یندہ مجھ سے بات بھی نہ کرنا۔وہ منت کی طرف دیکھتے ہوئے ناراضی سے بولا۔منت کی پہلے ہی حالت خراب ہو رہی تھی۔یہ بات سن کر رہی سہی جاتی رہی۔دھندلی نظروں سے اس نے سامنے کا منظر دیکھنا چاہا مگر پھر گردن ایک طرف ڈھلک گ . ۔

یاہو! عزہ نے دل میں خوشی سے نعرہ لگایا۔ پھر ایکدم چیخی۔۔

منہاس بھا ۔ ں دیکھیں منت کو کیا ہوگیا ہے؟

منہاس کی زبان کو بریک لگے۔ بھاگ کر منت کی جانب آیا اور اسکے گال تھپتھپائے۔
منو کیا ہے تمہیں۔ عزہ پانی لا ۔ جلدی سے۔۔

آپ نے بہت ڈانٹا ہے اس لیئے بیچاری برداشت نہیں کر پا ۔ ں۔
عزہ جاتے جاتے اسے شرمندہ کرنا نہ بھولی۔

منت یار ایم سوری۔۔ آنکھیں کھولو۔۔ منت کا چہرہ منٹوں میں زرد ہو چکا تھا۔

عزہ نے پانی کے چھینٹے مارے مگر وہ تب بھی ہوش میں نہیں آ ۔ ں۔
منت بس کرا اتنا ڈرامہ کافی ہے اب ہوش میں آجا ۔ ۔ عزہ منت کے کان کے پاس منہ لا کر ہولے سے بولی مگر
منت میں جنبش تک نہ ہو ۔ ں۔
منہاس نے اسکی نبض پہ انگلی رکھی۔

اف خدایا۔ اسکی نبض بہت سست ہو رہی ہے۔ اسپتال لے کر جانا ہوگا۔

کیا؟عزہ کے سرپہ دھماکہ ہوا۔منت سچ میں بے ہوش ہوگ . ؟

منہاس نے اسے بازو . ں میں اٹھایا اور باہر کی جانب بھاگا۔

میں بھی آتی ہوں۔عزہ متوحش ہوتی ہو . ں پیچھے بھاگی۔

نہیں عزہ شان کی چھٹی ہونے والی ہے۔وہ سکول سے آتا ہی ہوگا۔تم گھر پہ ہی رکو۔

وہ جلدی سے کہتے ہوئے منت کو لیے باہر کو بھاگا۔وہ پریشان سی سورتیں پڑھنے لگی۔۔

آدھے گھنٹے بعد شان بھی سکول سے واپس آگیا۔اسکو کھانا دے کر وہ پریشانی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔

انکی واپسی چار گھنٹوں بعد ہو . ں تھی۔منت منہاس کا سہارا لیے اندر داخل ہو . ں تو وہ جلدی سے اسکی جانب بڑھی اور دوسری طرف سے پکڑتے ہوئے اسے کمرے میں لے جا کر لٹا دیا۔

سب ٹھیک ہے نہ؟اس نے منہاس کے چہرے پہ کچھ تلاش کرنا چاہا۔

ہاں سب ٹھیک ہے۔بس ذرا سٹریس لینے کی وجہ سے اسکی یہ حالت ہو . ں ہے۔۔

وہ سر کھجاتے ہوئے بولا۔عزہ نے تپ کر اسے دیکھا۔

ذراسا سٹریس؟آپ نے ڈاکٹر کو بتانا تھا نہ بچی کی جان لینے میں کو . ں کسر نہیں چھوڑی آپ نے۔

منہاس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔اب اتنی بھی بچی نہیں ہے تمہاری دوست۔۔

آپ کو لگتا ہے کچھ ہو گیا ہے۔میں منت کے پاس جا رہی ہوں۔۔

عزہ کو اسکا مسکرانا عجیب لگا۔سر جھٹکتی ہو . ں وہ منت کے پاس چلی آ . ں۔

---------------------*-------------*-------------*----------------
*

اگلے دن عزہ نے اپنے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔اگرچہ منت بالکل ٹھیک تھی۔مگر اس نے اپنا جانا کل تک کے لیے موخر کر دیا۔

منہاس سارا دن منت کے آس پاس ہی رہا۔شام کو وہ سب کو ڈنر کرانے باہر بھی لے کر گیا۔

لگتا ہے تمہاری بیماری نے منہاس بھا . ں کے دماغ پر اچھا خاصہ اثر کیا ہے۔
عزہ نے منت کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی کی۔منت کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گ . ۔

ہاں ایسا ہی ہے۔کل مجھ سے سوری بھی کہا تھا ڈانٹنے کے لے۔

مجھے تو کہا نہیں۔عزہ منہ بنا کر پیچھے ہو . ں۔

کل سے میرا بہت خیال رکھ رہے ہیں۔منت منہ پہ ہاتھ رکھ کر ہنسی۔

منہاس بھا . ں میں آپ سے سخت ناراض ہوں۔ڈانٹ دونوں کو پڑی اور معافیاں صرف اپنی بیگم سے ناٹ فیر . ر۔۔

عزہ نے کھانے سے ہاتھ روکتے ہوئے نروٹھے لہجے میں کہا۔

ویل عزہ تمہیں ابھی اور ڈانٹ پڑنی چاہیے تھی۔منت تو چلو مانا کہ کم عقل ہے بیوقوف ہے۔مگر تم تو سمجھدار ہو تمہیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے تھا۔

کیا کہا؟ میں کم عقل ہوں؟ منت نے کھانے سے ہاتھ روک کر منہاس کو گھورا۔۔

ہاں تم ہو۔وہ مزے سے بولا۔

میں کہاں سے آپکو بیوقوف لگتی ہوں؟

اپنی حرکات سے۔۔

کونسی ایسی حرکات ہیں میری؟

اب یار میں پبلک پلیس پہ اپنی بیوی کی برا ۔ ں تو نہیں کر سکتا نہ۔

آپ ایک دفعہ گھر چلیں۔۔

عزہ کی معافی درمیان میں ہی رہ گ ۔ تھی۔وہ دونوں اب آپس میں الجھ رہے تھے۔

---------------------*-------------*-------------*-----------------*

عزہ کے بغیر حویلی میں شب و روز وہ بہت برے طریقے سے گزار رہا تھا۔لاکر کی چابی اس نے بنوالی تھی اور لاکر کھول کر وہ ان کاغذات کی نقل کروا کر اپنے کمرے میں بھی منتقل کر چکا تھا۔

ابھی ان کا غذات کو دیکھنے کا وقت نہیں ملا تھا۔ابھی تک تایا اور چچا میں سے کسی کی زبان پر عباس کے حوالے سے کو . ں بات نہیں آ . ں تھی۔وہ اپنے غیر قانونی کام کے بارے میں بحث کرتے نظر آتے تھے مگر ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ عزہ کے بابا کے قتل میں ان کا ہاتھ ہے بھی یا نہیں۔

اب مزید انتظار حماقت ثابت ہوتا۔غازی نے انتہا . ں قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔دوپہر میں چچا اور تایا مردان خانے میں کھانا کھا رہے تھے۔۔

وہ وہاں سے گزرا تو اسکا موبا . ل فون بجنے لگا۔گھنٹی نے پر سکون ماحول میں ارتعاش سا پیدا کیا۔

اس نے فون کانوں کے ساتھ لگا یا اور بلند آواز میں بات کرنے لگا۔

ہاں عزہ بتا . کیا خاص بات کرنی ہے۔کچھ بتانا تھا تم نے مجھے؟

تھوڑی دیر رک کر اس نے بند دروازے کو دیکھا پھر حیرت سے چلا یا۔۔

کیا کہہ رہی ہو؟یعنی تمہارے بابا کے قتل میں تمہارے ہی قریبی عزیز ملوث ہیں؟

اچھا ثبوت بھی مل گئے ہیں تمہیں؟یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔

فون کان سے لگائے وہ دروازے کے تھوڑا اور قریب ہوا۔

نہیں ابھی تم پولیس کے پاس مت جا . ۔سیدھا یہاں آ . ۔میں پہلے سارے ثبوت دیکھوں گا پھر ہم ایک ساتھ تمہارے ابو کے قاتلوں کو تختہ دار تک لٹکا . یں گے۔

اسے دروازے کے پار تھوڑی ہل چل محسوس ہو . ں۔

ہاں عزہ ٹھیک ہے میں کسی کو کچھ ظاہر نہیں کروا . ں گا۔تم بس جلدی سے آجا . ۔

فون جیب میں رکھتا وہ اونچی آواز میں بڑبڑایا۔

عزہ کے اپنے رشتے دار اسکے ابو کے قاتل ہیں۔ویری سٹرینج۔

سیٹی کی دھن بجاتا وہ وہاں سے چلا گیا۔

یہ شام کی بات تھی جب وہ کھیتوں کی سیر کے لیے حویلی سے باہر نکلا تھا۔

گنے کے کھیتوں کے پاس اسے اچانک ہلچل محسوس ہو . ں۔وہ الجھن سے کھیتوں کے اندر بڑھا۔تبھی اچانک پیچھے سے اسکے سر پر وار کیا گیا۔دوسرے لمحے ہی وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر نیچے پڑا تھا۔دو نقاب پوش آگے بڑھے۔بے ہوش غازی کو بوری میں ڈالا اور خاموشی سے اسے اٹھائے کھیتوں میں آگے بڑھ گئے۔

---------------------*-------------*--------------*----------------
*

صبح کی تازگی ہر طرف اجالا کر رہی تھی۔ سورج کی کرنیں بادلوں کی اوٹ سے نکلنے کی تیاری کر رہی تھیں۔ منت کے لان میں پھول کھلے ہوئے تھے اور حسبِ معمول وہ انکی تصویریں صبح بخیر کے ساتھ سٹیٹس پہ لگا رہی تھی۔

گلاب کے پھولوں کی خوشبو نے اس کو اندر تک معطر کر دیا۔ جانے یہ موسم کا کمال تھا یا پھولوں کی خوشبو وہ بہت اچھا محسوس کر رہی تھی۔

کچھ سوچ کر اس نے موبا . ل پہ ٹا . پ کرنا شروع کیا۔

اور کچھ ہو نہ ہو انا بہت ہے
اسکے بارے میں یہی سنا بہت ہے

اس نے پوچھا میں تجھ سے کیوں کروں محبت
مسکرا کر کہا مجھ میں وفا بہت ہے

مجھ سے بڑھ کر نہ ہو گا پاگل کو . ن
دیے جلا رہا ہوں اور ہوا بہت ہے

تم نے ہجر کاٹا ہوتا تو کہتے تم بھی
خدارا معاف کرو اب اتنی سزا بہت ہے۔۔۔

کچھ پل ٹہر کر وہ جو حال پوچھتے ہیں

دل بیمار کے لیے یہی جزا بہت ہے۔

جو شخص قیامت ہے وہ لفظ محبت سے

انکار کر رہا ہے جانے کیوں ڈرا بہت ہے

عمریں گزار دیں جینے کا ڈھنگ نہ آیا

کون لوگ ہیں؟ حیات ان سے خفا بہت ہے

از خود،،،

غزل اس نے منہاس کے نمبر پہ بھیجی۔وہ آنلا . ن تھا۔میسج فوراً سین ہوا تھا۔

خیریت صبح صبح مجھے کیسے یاد کر لیا؟ میسج کے ساتھ سوچنے والا ایموجی بھی تھا۔

وہ اسکے میسج پہ مسکرا . ن تھی۔صاحب عالم یاد نہیں کیا جاتا ہے جن کو ہم بھول گئے ہوں۔

اتنی سمجھ داری کی بات تم تو نہیں کر سکتی۔سچ سچ بتا . کہاں سے یہ ڈا . یلاگ پڑھا؟

فیسبک سے۔منت کا جواب حاضر تھا۔

آپ اتنی جلدی کیسے اٹھ گئے؟

تھوڑی دیر تک وہ اسکی طرف سے کسی میسج کا انتظار کرتی رہی مگر جب دس منٹ تک کو . ں پیغام نہ آیا تو اس نے غصے سے منہاس کا نمبر بلاک کر دیا۔
ابھی وہ اس سلسلے میں لگانے کو کو . ں سٹیٹس ڈھونڈ ہی رہی تھی کہ منہاس کے دوسرے نمبر سے کال آنے لگی۔

کرتے رہیں کال۔ میں بھی دس منٹ کے انتظار کے بعد ہی اٹھا . ں گی۔ آخر میری بھی کو . ں عزت ہے۔

ہائے نہیں اگر صاحب عالم نے پھر دوبارہ کال نہ کی تو؟ دوسری مرتبہ بیل ہو . ں تو منت کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ عزت کو بھاڑ میں بھیجتے ہوئے اس نے کال اٹھا . ں۔

منت تم نے پھر مجھے بلاک کر دیا ہے؟ منہاس نے بے یقینی سے پوچھا۔
آپ کو شک ہو رہا ہے تو اس نمبر کو بھی کر دیتی ہوں۔ موبا . ل کان سے لگائے وہ وہیں گھاس پہ بیٹھ گ . ۔

اس مہربانی کی وجہ جان سکتا ہوں؟ منہاس نے چڑ کر پوچھا۔

کیوں کہ آپ نے مجھے نظر انداز کیا ہے۔ اور آپ اچھے سے جانتے ہیں کہ مجھے یہ بات بالکل نہیں پسند۔ ایک ہی شہر، ایک ہی گھر اور ایک ہی کمرے میں رہتے ہوئے آپ نے میرے میسج کا جواب نہیں دیا۔ اللہ پوچھے گا آپ کو۔

منت نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔ پھر یاد آنے پہ پوچھا۔
دس منٹ تک مجھے جواب کیوں نہیں دیا؟ کہاں تھے؟

واش روم میں تھا یار۔ کیا اب وہاں بھی بتا کر جا . ں؟ وہ زچ ہوا۔

ہاں ہر جگہ مجھے بتا کر جا . یں۔ اس نے ڈھٹا . ں سے کہا۔ ہوا . وں نے رخ بدلا۔ موسم ایک دم سے ٹھنڈا ہونے لگا۔ بادلوں نے ہر طرف احاطہ کر لیا۔

اچھا سنیں۔ میرے ساتھ واک پر چلیں گے؟ منت نے فرما . ش کی۔

اس وقت؟

ہاں۔۔اس نے ضد کی۔

ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں باہر۔ اس نے ہار مان کر فون بند کیا۔ تب تک وہ عزہ کو کال ملا چکی تھی۔

ہیلو عزو۔۔ایک ضروری بات بتانی ہے؟

خیریت کہاں ہو تم اس وقت؟ عزہ پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی۔ وقت دیکھا صبح کے چھ بج رہے تھے۔

میں باہر اس وقت باہر لان میں ہوں۔ میں اور منہاس واک پہ جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے دیر ہو جائے۔ شان اٹھے تو اسے دیکھ لینا۔ پلیز۔

حد ہے اس لیے تم نے میری نیند خراب کی۔ میری بلا سے بھاڑ میں جا . یار۔ بس اب فون نہ کرنا۔ عزہ نے بھنا کر فون بند کر دیا۔

بد تمیز۔ منت نے بڑبڑا کر ڈوپٹہ سر پہ لیا۔ دو منٹ بعد منہاس اس کے پاس آیا۔

چلیں۔۔ وہ ہشاش بشاش سا اسکے پاس آ کر بولا۔ منت نے سر سے پا . ں تک اسے دیکھا۔

اس نے کپڑے بدل لیے تھے۔ اب وہ گول گلے والی شرٹ کے اوپر جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔

توبہ ہے صاحب عالم سیر پہ جانے کے لیے بھی اتنی تیاری کے ساتھ آئے ہیں۔ منت نے اپنے کل کے پہنے ہوئے شکن آلود لباس کو دیکھتے ہوئے کلس کر سوچا۔

منت مجھے موسم کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ یہ نہ ہو بارش شروع ہو جائے۔ منہاس نے تشویش سے کہا۔

مجھے نہیں پتا میرا دل کر رہا ہے تو ہم ضرور چلیں گے۔ منت نے باہر کی طرف قدم بڑھائے۔ منہاس نے بھی سر جھٹکتے ہوئے اسکی تقلید کی۔

وہ دونوں پارک میں چلے آئے۔ تب تک ہلکی پھلکی رم جھم شروع ہو چکی تھی۔ اس وقت پارک میں کافی لوگ سیر کرنے آئے ہوئے تھے۔ مگر اب موسم کے تیور دیکھتے ہوئے سبھی جانے کی کر رہے تھے۔

منت میرا خیال ہے ہمیں بھی اب چلنا چاہیے۔ منہاس نے موسم کے بگڑے تیور دیکھتے ہوئے مشورہ دیا۔

ہاں ٹھیک ہے۔ منت بحث کیے بغیر اسکے ہمراہ چلنے لگی۔ پارک کے دروازے پر پہنچتے پہنچتے بارش تیز ہو چکی تھی۔ منہاس نے اپنی جیکٹ اتار کر منت کے اوپر تانی اور اسے لیے جلدی سے سامنے سڑک پہ ایک دکان کی شیڈ کے نیچے آیا۔ لوگ اب بھاگتے ہوئے پارک سے جا رہے تھے۔

منت یہ جیکٹ پہن لو۔ منہاس نے جیکٹ منت کو پہنا . ں۔
تھینکس۔۔ منت کو شرمندگی ہو . ں کہ آج وہ خالی ڈوپٹے میں کیوں چلی آ . ں۔ بھلا چادر ہی لے آتی۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

تم ادھر ہی رکو۔ میں گھر سے چھتری لاتا ہوں۔ بارش اب بہت تیز ہو چکی تھی۔ وہ بھاگتا ہوا گھر جانے لگا۔ منت نے نم آنکھوں سے اسے جاتے دیکھا۔ کتنا روح پرور احساس ہوتا ہے جب کو . ں آپکی فکر میں ہلکان ہو۔ آپکے خیال کا اسے خیال ہو۔ محبت کا اس سے بہتر ثبوت بھلا کیا ہو سکتا ہے۔ شیڈ تلے کھڑی منت اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی جس نے اسے منہاس سے نوازا تھا۔

دس منٹ بعد بھاگتا ہوا وہ چھتری لیے آیا۔ خود وہ مکمل طور پہ بھیگ چکا تھا۔

اس نے چھتری کھول کر منت کے اوپر کی۔

آپ مکمل بھیگ گئے ہیں کم از کم آتے ہوئے چھتری تو خود پہ کر لیتے؟ منت نے خفگی سے کہا۔

خیال ہی نہیں آیا۔ بس یہ فکر تھی کہ تم اکیلی ہو اور بارش تیز ہو رہی ہے اس لیے بس بھاگتے ہوئے آیا ہوں۔

اس نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔ پانی کے قطرے چہرے سے صاف کیے۔

ویسے میری ہفتوں پرانی خواہش پوری ہو رہی ہے؟ پتا ہے کچھ ہفتے پہلے میں نے یہ سین ایک فلم میں دیکھا تھا کہ ہیر . ین کو بارش سے بچانے کے لیے ہیرو اسکے اوپر چھتری کر دیتا ہے اور خود بارش میں بھیگتے ہوئے اسکے ساتھ چلتا ہے۔

منت نے خوشی سے آنکھیں میچتے ہوئے بتایا۔

میں نے پھر خواہش کی کاش میرے صاحب عالم بھی میرے لیے ایسا کریں۔ وا . کتنا رومینٹک لگتا ہے نہ۔

وہ دونوں اسی طرح بارش میں چل رہے تھے جس طرح منت نے خواہش کی تھی۔ منہاس نے اسکے اوپر چھتری تانی ہو . ی تھی اور خود بارش میں بھیگتا ہوا ساتھ چل رہا تھا۔

اس میں رومینٹک والی کیا بات ہے منت۔ یہ تو فرض میں میں آتا ہے۔ یہ فکر ہوتی ہے

آپ یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ یہ محبت ہوتی ہے۔منت نے منہ پھلایا۔منہاس نے اسکی پھولی ناک کو دیکھ کر سر ہلایا۔

ہاں بالکل ہوتی ہے۔

توبہ ہے آپ نے کبھی سیدھے طریقے سے مجھ سے آج تک اظہار نہیں کیا۔آج تو کر دیں۔دیکھیں بارش بھی ہو رہی ہے۔ہوا . یں بھی چل رہی ہیں۔میں موبا . ل پہ گانا لگادیتی ہوں۔گلاب کا پھول یہ سڑک کنارے سے توڑ لیں گے۔فل سین بن جائے گا۔
منت بچوں جیسے اشتیاق کے شاتھ اسکی طرف مڑی۔

منو۔۔منہاس نے تنبیہہ کی۔اسکی گھوری پہ منت سیدھی ہو گ . ورنہ کچھ امکان نہیں تھا کہ وہ زبردستی یہ کام بھی کرواہی لیتی۔

گھر پہنچ کر وہ کپڑے تبدیل کرنے چلا گیا۔اور منت کچن میں چائے بنانے آ گ . ۔عزہ اور شان ابھی تک سو رہے تھے۔منت نے جلدی سے چائے چڑھا . ں اور انڈے ابالنے شروع کیے۔سلا . س پر جیم لگا کر بیس منٹ بعد وہ نا شتے کی ٹرے لیے کمرے میں آ . ں۔

وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔اسکی میچنگ جیکٹ ابھی تک منت نے پہنی ہو . ں تھی۔اس نے ایک نظر منت کو دیکھا جو بیڈ پہ ناشتے کی ٹرے رکھ رہی تھی پھر الماری سے دوسری جیکٹ نکال کر پہن لی۔

صاحبِ عالم پہلے ناشتہ کر لیں۔منت نے آواز دی۔اس نے مسکرا کر مت کا گال چھوا۔

بہت شکریہ منو۔مگر ابھی بہت دیر ہو رہی ہے۔مجھے جانا ہو گا۔

ایک تو مجھے آپ کے کاموں کی سمجھ نہیں آتی۔کبھی صبح صبح چلے جاتے ہیں تو کبھی آدھی رات کو بلاوا آجاتا ہے۔آپ کس قسم کا کام کرتے ہیں مجھے آج تک سمجھ نہیں آ . ں۔

منت نے الجھن سے کہتے ہوئے اسکے منہ میں انڈا ڈالا۔وہ ایسے ہی کرتی تھی جب وہ گھر پہ ہوتا تھا تو اسے کچھ کھلائے پلائے بغیر ہرگز نہیں نکلنے دیتی تھی۔

مناسب وقت پہ تمہیں سب کچھ خود بتا دوں گا۔اس نے منت کے ہاتھ سے چائے کا مگ لے کر گھونٹ بھرے۔

اچھا ہو سکتا ہے میرا تم سے کچھ دنوں تک رابطہ نہ ہو سکے۔پریشان نہ ہونا۔میں جب کام سے فارغ ہوں گا تمہیں کال کر لوں گا۔اور ہاں دوپہر میں تمہیں معیز لینے آجائے گا۔میرے آنے تک تم اور شان وہیں رہو گے۔

ٹھیک ہے۔چلیں میں آپ کو دروازے تک چھوڑ آ . ں۔وہ اسکے ساتھ کمرے سے باہر نکلی۔وہ پہلے شان کے کمرے میں گیا۔اسکو پیار کر کے باہر آیا۔

میری طرف سے عزہ سے معذرت کر لینا۔اس نے ایک نظر عزہ کے کمرے کے بند دروازے پہ ڈالی۔

آپ فکر نہ کریں میں سمجھادوں گی اسے۔اس نے اسے تسلی دی۔

جاتے جاتے وہ پلٹا۔منت اپنا خیال رکھنا۔

آپ بھی۔منت نے مسکرا کر اسے الوداع کہا اور گیٹ بند کیا۔بارش اب رک چکی تھی۔

وہ سیدھا عزہ کے کمرے میں آ . ں۔۔

عزہ اٹھ جا . ۔نو بجے کی ٹرین ہے تمہاری۔جانا ہے کہ نہیں۔

عزہ کو پہلے گوجرانوالہ جانا تھا۔وہاں عدالت کے کام نمٹا کر پھر ہی وہ اپنے گا . ں جاتی۔

عزہ ہڑبڑا کر اٹھی۔ساڑھے سات ہو رہے تھے۔

او نو۔مجھے پہلے کیوں نہیں جگایا۔آنکھیں ملتے ہوئے وہ واش روم میں فریش ہونے چل دی۔

ناشتہ کر کے عزہ اپنے بیگ میں کپڑے ڈالنے لگی۔منت اسکے پیچھے ہی چلی آ . ں۔

عزہ صاحبِ عالم معذرت کر رہے تھے۔کہہ رہے تھے عزہ کا دل

میری طرف سے صاف کر دینا۔

ارے خیر ہے۔ میں انہیں صرف بھا . ں کہتی ہی نہیں ہوں۔ سمجھتی بھی ہوں۔ عزہ نے پلٹ کر اسکو شانوں سے تھاما۔

اگر بڑے بھا . ں ہونے کے ناطے انہوں نے ڈانٹ لیا تو کیا ہوا۔ فکر تھی تو اسی لیے ایسا کہا انہوں نے۔ میں نے دل پہ نہیں لیا۔

منت نے اسکے ہاتھ پکڑے۔ تم بہت اچھی ہو عزہ۔

اب اتنی بھی اچھی نہیں ہوں میں۔

عزہ ہنس کر پلٹی۔ بچی کچھی چیزیں بیگ میں ڈالیں۔ آ ینے کے سامنے کھڑے ہو کر ڈوپٹہ اور چادر درست کی۔

تم معیز کو کہتی وہ تمہیں سٹیشن تک چھوڑ آتا۔

خیر ہے ایویں اس بیچارے کی چھٹی ہو جاتی۔ میں جا سکتی ہوں اکیلی تم اچھے سے جانتی ہو۔

بیگ شانوں پہ ڈال کر وہ منت کے گلے لگی۔

اس سارہ چڑیل سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اسکے سارے کس بل نکل چکے ہیں۔ پھر بھی اگر وہ تنگ کرے تو مجھے بتانا۔ اس نے سرگوشی کی۔

منت کا قہقہہ بلند ہوا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ اب تم جا . دیر نہ ہو جائے۔

عزہ بھی چلی گ ۔ ۔منت کو گھر ایکدم ہی ویران لگنے لگا۔دل مسوستے ہوئے وہ شان کے کمرے میں چلی آ ۔ ں۔وہ ابھی تک سو رہا تھا۔اسے سکول سے دو دنوں کی چھٹی تھی۔وہ بھی وہیں اسکے ساتھ بیڈ پہ لیٹ گ ۔ اور آنکھیں بند کر کے سونے کی تیاری کرنے لگی۔

دوپہر کو بیل ہو ۔ ں معیز لینے آیا ہوگا۔وہ سوچتے ہوئے دروازے پہ آ ۔ ں۔۔ابھی اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ یکدم کچھ لوگ دروازہ دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔انہوں نے جلدی سے منت کے منہ پہ رومال رکھا۔منت بے جان ہوتی ہو ۔ ں بے ہوش ہوگ ۔ ۔۔

وہ اغوا ہو چکی تھی۔۔۔۔۔

-----------------*---------*----------*----------*----------*---------*

آفس میں ادھر سے ادھر چکر لگاتے ہوئے بار بار وہ پیشانی مسل رہی تھی۔نظریں بار بار موبا ۔ ل پہ جاتیں مگر ابھی تک اسے کو ۔ ں پیغام یا کال نہیں آ ۔ ں تھی۔تھک ہار کر وہ اپنی سیٹ پہ آکر بیٹھی۔۔تبھی موبا ۔ ل کی بیل بجی۔

سارہ معراج کو جس خبر کا بے چینی سے انتظار تھا۔آخر وہ اسے موصول ہو ہی گ ۔ ۔

ہاں فیضی بتا ۔ ؟کام ہو گیا؟اس نے بے چینی سے پوچھا۔

بالکل ہوگیا سارہ جی۔وہ اس وقت ہماری قید میں ہے۔فیضی نے اطلاع دی۔

اور وہ بچہ ؟سارہ نے شان کا پوچھا۔

وہ بھی یہیں ہے۔

منہاس کے جاسوس رحمت نے تمہیں دیکھا تو نہیں؟سارہ نے تشویش سے پوچھا۔وہ جانتی تھی کہ منہاس جانے سے پہلے اسے منت اور شان کی حفاظت پہ معمور کر گیا ہے۔

نہیں اسکا دھیان بٹانے کے لیے ہم نے سڑک پر ایک چھوٹے سے جھگڑے کا انتظام کر دیا تھا۔وہ وہیں بیچ بچا . کروا رہا تھا جب ہم گھر کے اندر داخل ہوئے۔فیضی نے تسلی کرواتے ہوئے سسکی بھری۔

یہ تمہیں کیا ہوا ہے کراہ کیوں رہے ہو؟

وہ بس ان کے گھر میں بندھے کتے نے مجھ پہ حملہ کر دیا تھا جب ہم اسے بے ہوش کر رہے تھے۔مجبوراً اسے گولی مارنی پڑی۔

فیضی نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا۔اچھی خاصی ٹانگ زخمی ہوگ . تھی۔

چلو ٹھیک ہے میں ابھی آرہی ہوں۔فون بند کر کے وہ خوشی سے مسکرا . ں۔

اب میں تمہیں بتا . ں گی منت صاحبہ۔ٹیکنالوجی ہوتی کیا ہے۔ مجھ سے الجھنے کا انجام تم ساری زندگی یاد رکھو گی۔

تیز قدموں سے وہ چلتی ہو . ں وہ آفس سے باہر نکلی۔تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے وہ مطلوبہ ٹھکانے پر پہنچی۔گاڑی کافی دور کھڑی کر کے وہ احتیاط سے چلتی ہو . ں دروازے پہ آ . ں۔دستک دے کر اس نے سر پہ لیا مفلر اچھے سے چہرے کے گرد لپیٹ لیا۔دروازہ اسی کے ایک بندے نے کھولا تھا۔

سارہ کو سلام کر کے وہ وہیں دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا۔فیضی سامنے ہی کرسی پہ پٹی میں لپٹی زخمی ٹانگ لیے بیٹھا ہوا تھا۔اس نے منت کے ڈوپٹے کو اچھی طرح کے ٹانگ پہ لپیٹا تھا۔

زیادہ تو نہیں کاٹ لیا؟اندر جاتے جاتے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی رسمی طور پر اسکے پاس رک گ . .

نہیں زیادہ نہیں کاٹا۔شکر ہے بچت ہو گ . ۔فیضی نے جھرجھری لیتے ہوئے بتایا۔

یہاں سے جا . یں گے تو فوراً ویکسین لگوالینا۔

وہ کہتے ہوئے اندر کی جانب بڑھی۔ایک کمرے کے دروازے پہ اس کا ایک آدمی کھڑا تھا۔وہ دروازہ کھول کر اندر چلی آ . ں۔سامنے ہی منت بے سدھ پڑی نظر آ رہی تھی۔سارہ کو اس پل اس پہ بے پناہ غصہ آیا۔دل چاہا کہ وہ ابھی اسے جان سے مار دے۔مگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی کیوں کہ اسکے بعد منہاس اسے نہ چھوڑتا۔

اس نے میز پر رکھا پانی کا جگ منت کے منہ پہ الٹا۔کسمسا کر منت ہوش میں آنے لگی۔۔

سارہ کھڑی اسکے مکمل ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگی۔

آہستہ آہستہ منت کے حواس بحال ہوئے۔آنکھیں کھلیں تو سامنے سارہ نظر آنے پر وہ کرنٹ کھا کر اٹھی۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ منت نے الجھن سے پوچھتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا۔وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھی۔سارہ نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اسے اسی کے گھر میں قید کر دیا تھا۔

میں یہاں کیا کر رہی ہوں؟ سارہ سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے سامنے صوفے پر بیٹھ گ . ۔

تم ذرا دماغ پر زور دو تو تمہیں شاید یاد آجائے کہ تمہیں بے ہوش کیا گیا تھا۔

منت کو یاد آیا کہ جب وہ دروازہ کھولنے گ . تھی تو اسے کچھ لوگوں نے بے ہوش کر لیا تھا۔۔

کیا ہو رہا ہے یہ سب؟ وہ بوکھلاتی ہو . ں اٹھ کھڑی ہو . ں۔

ڈ . یر منت ہم نے تمہیں تمہارے گھر میں ہی اغوا کر لیا ہے۔سارہ کے اشارے پہ باہر کھڑے آدمی نے اندر آکر منت پہ پستول تان لی۔

منت کے ہاتھ پا . ں پھول گئے۔شان کو کھیلتا چھوڑ کر وہ دروازہ کھولنے گ . تھی۔

یہ کیا مذاق ہے؟ شان کدھر ہے؟ وہ باہر جانے کے لیے بھاگی۔ سارہ نے اسکا بازو مڑور کر اندر کھینچا۔

بشیر اسکے بچے کو بھی ادھر ہی لے آ . ۔ سارہ نے سرد مہری سے بلند آواز میں کہا۔ ایک منٹ بعد وہی پستول والا آدمی بے ہوش شان کو باز . وں میں پکڑے اندر داخل ہوا۔ شان کو اس نے زور سے پٹختے ہوئے منت کے پاس لٹا یا۔۔

کیا کیا ہے تم نے شان کے ساتھ؟ منت نے چلاتے ہوئے شان کو گالوں کو تھپتھپا یا۔

کچھ نہیں۔ بس بے ہوش کیا ہے تھوڑی دیر تک ہوش۔۔۔

سارہ کی بات ابھی ادھوری ہی تھی کہ منت کا موبا . ل بجا۔ منت سے پہلے سارہ تیر کی طرح اٹھی اور اسکا موبا . ل قبضے میں کیا۔
رحمت کا نام لکھا نظر آ رہا تھا۔

تم اس کو کچھ نہیں بتا . گی۔ یہی کہو گی کہ میری دوست مجھ سے ملنے آ . ں ہے۔ اگر ذرا بھی چالاکی کرنے کی کوشش کی تو یہ بچہ اپنی جان سے جائے گا۔
اس نے دھمکی دیتے ہوئے سپیکر آن کیا۔

السلام علیکم منت باجی۔۔کسی ہیں آپ؟ابھی ابھی آپ کے گھر میں ایک عورت داخل ہو . ں ہے نقاب کیا ہوا تھا اس نے۔کون ہے وہ؟

فٹے منہ رحمت۔۔اس عورت سے پہلے جو مرد گھر میں داخل ہوئے تھے تب تم کہاں تھے؟منت نے کلستے ہوئے سوچا۔

ہاں رحمت۔میں ٹھیک ہوں۔وہ میری چڑیل دوست مجھ سے
ملنے آ . ں ہو . ں ہے۔باقی سب خیریت ہے۔

چلیں ٹھیک ہے۔کو . ں مسلہ ہوا تو بتا یے گا۔میں ادھر گھر کے سامنے ہی ہوں۔

ہاں ٹھیک ہے۔منت نے بے دلی سے کہتے ہوئے فون بند کیا۔سارہ نے اسکا فون جھپٹ کر اپنے قبضے میں کیا۔

دیکھو سارہ۔۔تم یہ سب اچھا نہیں کر رہی۔منہاس تمہیں چھوڑیں گے نہیں۔اگر تم نے مجھے یا شان کو ذرا سا بھی نقصان پہنچایا تو اچھا نہیں ہوگا۔
منت نے سارہ کو ڈرانے کی ناکام کوشش کی۔اس نے استہزا . یہ انداز میں سر جھٹکا۔

ویری فنی۔۔ میں ڈرتی نہیں ہوں تمہارے شوہر سے۔ تمہارے ساتھ یہاں جو بھی ہو گا وہ کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا۔

کیا مطلب؟ منت کو ایکدم سے احساس ہوا کہ سارہ کی نیت کچھ ٹھیک نہیں۔

تبھی گیٹ کی بیل بجی۔ منت کے اندر سکون کی لہر دوڑ گا . . ۔
میرا بھا . ں آیا ہو گا مجھے لینے۔

فیضی لڑکھڑاتے ہوئے اندر داخل ہوا۔
سارہ جی اب کیا کریں۔ میں نے آپ کو پہلے ہی کہا تھا کہ یہ پلان ٹھیک نہیں۔ ہمیں ان دونوں کو اپنے اڈے پہ لے کر جانا چاہیے تھا۔

سارہ کچھ سوچتے ہوئے اٹھی۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہمیں ان دونوں کو یہاں سے لے کر جانا ہو گا۔ منہاس کو جب تک خبر ہو گی تب تک میرا کام ہو جائے گا۔

باہر والوں کا کیا کرنا ہے؟ رحمت کے علاوہ اس کا بھا . ن بھی آ چکا ہے۔ فیضی نے تشویش سے پوچھا۔ گیٹ پہ متواتر گھنٹی بجا . ن جا رہی تھی۔

آنے دو۔۔ دونوں کو اندر آنے دو۔ اب جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔
سارہ ہاتھ ملتے ہوئے اٹھی۔

میں اپنے بھا . ن کو منع کر دیتی ہوں۔ وہ چلا جائے گا۔ خدا کے واسطے اسے کچھ مت کہنا۔
منت انکی باتیں سن کر کانپ اٹھی۔

-----------------------*-----------*----------*----------*---------*

رحمت منہاس کے جاتے ہی گھر کی نگرانی کے لیے وہاں آگیا تھا۔ منہاس کو شک تھا کہ سارہ منت کو درپردہ نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔۔ دو تین گھنٹے تو خیریت سے گزر گئے۔ پھر اچانک سڑک پہ کچھ لوگ جھگڑنے لگے۔ رحمت بھی باقیوں کی طرح بیچ بچا . کروانے آگے بڑھا۔ دس پندرہ منٹ بعد جب جھگڑا تھم گیا تو وہ واپس اپنی جگہ پہ آکر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک نقاب پوش لڑکی کو گھر کا دروازہ بجاتے دیکھا۔ دروازہ کھلا اور وہ اندر چلی گ . ۔
وہ الجھن سے سوچتا رہا کہ یہ کون ہے؟ پھر خیال آیا کہ منت سے ہی پوچھ لے۔

منت کو کال ملا . ں تو اس نے اپنی دوست کا بتا یا۔ وہ مطم . ین ہو گیا۔ فون بند کیا ہی تھا کہ اسے با . یک سے اتر تا معیز نظر آیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ منت کا بھا . ں ہے۔ منہاس نے بتا یا تھا کہ وہ منت کو اپنے گھر لے جائے گا۔

تھوڑی دیر تک معیز کھڑا رہا پھر اس نے دوبارہ بیل بجا . ں۔ رحمت نے الجھ کر دیکھا۔
معیز نے تیسری دفعہ بیل بجا . ں۔ پھر گیٹ کھول دیا گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔

دس منٹ بعد اسے منت کے نمبر سے کال آ . ں۔ وہ اسے بھی اندر آنے کو کہہ رہی تھی۔ رحمت کا ماتھا ٹھنکا۔

سوچتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ ٹھٹک گیا۔ محتاط انداز میں اس نے قدم آگے بڑھائے۔ لان سے گزر کر وہ گھر کے اندر داخل ہوا۔ اچانک کسی نے پیچھے سے اسکی کمر سے پستول لگا دی۔
ہوشیاری کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاتھ کھڑے کر لو۔ رحمت سن ہو گیا۔ وہ فیضی کی آواز پہچان گیا تھا۔

فیضی اسے بھی یہاں لے آ . ۔ شان کے کمرے سے سارہ کی آواز گونجی اور رحمت کو ساری گیم سمجھ آ گا . ۔ اس نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو فیضی نے پستول کا دستہ اسکی گردن میں مارا۔

رحمت کو . ں بھی چالاکی تو جان سے جا . گے۔ فیضی غرایا۔

رحمت بے بس ہو کر رہ گیا۔ بہت برے طریقے سے وہ پھنسا تھا۔

کمرے میں معیز بھی رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔اور ایک جانب منت اور شان سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔

سارہ سوچنا بھی مت کہ تم منہاس عالم کی بیوی اور بیٹے کے ساتھ کچھ غلط کروگی اور وہ تمہیں بخش دے گا۔
رحمت نے اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے سارہ کو وارننگ دی۔وہ بس خاموشی سے اسکو بند ھتے دیکھتی رہی۔

تمہارے باس کی کمزوری اب میرے ہاتھ ہے۔یوں سمجھ لو اسکی دکھتی رگ میرے قبضے میں ہے۔وہ میرے ساتھ کچھ برا کرے گا تو میں کیا ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھی رہوں گی۔
سارہ پھنکارتے ہوئے رحمت کے قریب ہو . ں۔
نہیں رحمت۔میں اسے تباہ کردوں گی۔چاہے مجھے خود کو بھی اس جنگ میں نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔اب میں پیچھے نہیں ہٹوں گی۔

چلو انہیں لے چلو۔سارہ نے منت اور شان کی طرف اشارہ کیا۔

چھوڑ دو میری آپا کو۔معیز چلایا۔فیضی نے آگے بڑھ کر ایک تھپڑ اسکے چہرے پہ رسید کیا۔منت تڑپ کر رہ گ . ۔

اسے کچھ مت کہو۔میں تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔۔شان کی انگلی تھامے وہ انکے ساتھ چلی گ . اور رحمت کا سانس اٹک گیا۔وہ اب منہاس کو کیا جواب دے گا۔یہ سوال اسکی جان نکال لینے کے لیے کافی تھا۔

-----------------------*-----------*----------*----------*-------
---*

ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔اس نے آنکھیں کھولیں تو چند لمحے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے۔اٹھنے کی کوشش کی تو بے ساختہ ہلکی سی آہ منہ سے نکلی اور وہ ناکام ہوا۔۔اسے رسیوں سے جکڑا گیا تھا۔آہستہ آہستہ سب یاد آنے لگا۔

یعنی میں اس وقت اغوا شدہ ہوں۔۔ایک تلخ مسکراہٹ اسکے لبوں پہ رینگی۔

وہ آرام سے دوبارہ وہیں بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا۔کچھ گھنٹوں بعد دروازہ کھلنے کی آواز سنا . ن دی اور کچھ لمحوں بعد پورا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ایک لحیم شحیم سا آدمی اندر داخل ہوا تھا۔اسکے چہرے سے کرختگی جھلک رہی تھی۔

اس نے آگے بڑھ کر غازی کو ایک ٹانگ ماری۔۔

تو تم ہو وہ جو ہمارے کام میں ٹانگ اڑا رہے ہو۔لڑکے تمہیں اپنی جان پیاری نہیں ہے کیا؟

میں نے تو بہت سے کاموں میں ٹانگ اڑا رکھی ہے۔تم کونسے کام کی بات کر رہے ہو؟غازی نے انتہا . ن روکھے انداز میں سامنے والے کو طیش دلایا۔

تم یہ بتا . کہ تمہیں عباس کے قاتلوں کا کیسے پتا چلا؟کیا تم جانتے ہو کہ اسے کس نے قتل کیا تھا؟

ہاں میں جانتا ہوں۔غازی نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بے خوفی سے کہا۔

اور اپنے مالکوں کو جا کر بتا دو کہ مجھ سے آمنے سامنے آکر بات کریں۔میں اچھے سے جانتا ہوں کہ انہوں نے ہی عزہ کے ابو کو قتل کیا ہے۔عزہ کے اپنے تایا اور چچا نے۔

اسکے سامنے کھڑا شخص ایک جھٹکے سے واپس مڑا اور دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ اسے کہا گیا تھا تشدد کر کے غازی کا منہ کھلوائے کہ اسے کیا کیا معلوم ہے مگر اس نے تو خود ہی صاف صاف بتا دیا تھا کہ وہ سب جانتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد غازی کی توقع کے عین مطابق دو اشخاص کمرے میں داخل ہوئے۔ عزہ کے تایا اور چچا۔

تو میرا شک ٹھیک تھا۔ غازی نے خیر سگالی مسکراہٹ چہرے پہ سجا . ں۔

ہاں تمہارا شک ٹھیک نکلا۔ عزہ کے تایا نے زہر آلود لہجے میں کہا۔
اور اب تم بتا . گے کہ یہ سچ کس کس کو پتا ہے۔

زیادہ لوگوں کو نہیں۔ بس مجھے۔ اکیلے کو۔ اس نے شانے اچکائے۔

تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ تم عزہ سے فون پر بات کر رہے تھے۔ چچا نے شک سے اسے دیکھا۔

وہ تو میں بات کرنے کا ڈرامہ کر رہا تھا۔ اسے کچھ نہیں معلوم۔

تو تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ چچا نے درشتی سے پوچھا۔

معلوم تو مجھے بھی نہیں تھا۔ میں نے تو بس تکا لگا یا تھا۔ غازی نے قہقہہ لگا یا۔
غازی جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔ ہم سے صاف صاف بات کرو۔

ٹھیک ہے تو صاف صاف بتاتے ہیں مجھے آپ لوگوں کے بارے میں ہر چیز معلوم ہو چکی ہے۔ ہر چیز مطلب ہر چیز۔۔آپ لوگوں کا منشیات کا دھندہ۔ غیر ملکی ایجنسی سے تعلقات۔۔ عباس انکل کا قتل۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مگر یہ سب ابھی صرف مجھے ہی معلوم ہے۔
سنجیدہ بات کرتے کرتے غازی پٹڑی سے اترا۔
اچھا یہ رسیاں تو کھول دیں۔ کمر میں بڑی کھجلی ہو رہی ہے۔

فکر نہ کریں۔ مجھے اپنا دوست ہی سمجھیں۔ انکو متذبذب دیکھ کر غازی نے دلاسا دیا۔
انہوں نے آگے بڑھ کر اسکی رسیاں کھولیں۔ تاہم وہ دونوں ابھی تک اچنبھے میں تھے۔
اف شکر ہے۔۔غازی نے رسیوں سے آزاد ہوتے ہی انگڑا . ئی لی۔
ویسے آپ کو مجھے اغوا کروانے کی ضرورت نہیں تھی۔ بھ . سیدھا سیدھا پوچھ لیتے میں تو موقع کی تلاش میں تھا کہ کب آلوگ مجھ سے بات کریں اور میں بھی اپنا تھوڑا فا . رہ تلاش کروں۔
غازی نے آنکھ مارتے ہوئے خالص کاروباری انداز اختیار کیا۔
تایا اور چچا کو تھوڑا سکون ہوا کہ شاید غازی ان کے کام آسکے۔ اگر وہ انکے خلاف زبان نہیں کھولنا چاہتا تھا تو یقیناً اسکو کچھ چاہیے تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب حویلی کے مردان خانے میں بیٹھے آرام سے باتیں کر رہے تھے۔غازی کو قریب ہی ڈیرے پہ قید کیا گیا تھا۔

ویسے آپ نے عزہ کے والد اور اپنے بھا . ں کو کیوں مروایا؟غازی نے مدعے پہ آتے ہوئے پوچھا۔

چچا نے پہلو بدلا۔غازی کے سوال نے واضح طور پر ان دونوں کو بے چین کیا تھا۔آخر تایا نے ہی بتانا شروع کیا۔

ہم شروع سے اس گا . ں کے حاکم رہے ہیں۔ہمارے باپ دادا نے ہمیشہ جاگیردار بن کر حکمرانی کی ہے۔ہم بھی اپنے باپ دادا کے نقش قدم پہ چلنا چاہتے تھے۔لیکن عباس کی فطرت ہم دونوں سے شروع سے ہی الگ رہی تھی۔عباس اگرچہ مجھ سے زیادہ چھوٹا نہیں تھا مگر پھر بھی ہم دونوں بھا . یوں کی آپس میں بہت بنتی تھی۔ تایا نے ساتھ بیٹھے چچا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ ہمیشہ کتابی کیڑا بنا رہتا تھا۔زمین داری سے اسے بلکل بھی دلچسپی نہیں تھی۔شہر میں رہتا تھا اور کبھی کبھار ہی گھر آتا تھا۔جب بھی آتا تھا تب ہمشہ جھگڑا کھڑا کر دیتا تھا۔ایسے نہ کرو ویسے نہ کرو۔ہم سب کی مرضی کے خلاف وہ پولیس میں چلا گیا۔پھر شادی بھی اس نے اپنی مرضی سے خاندان سے باہر شہر کی لڑکی سے کی۔ابا نے اسے جا . یداد سے بے دخل کر دیا مگر عزہ کی پیدا . ش پہ ابا نے اسے معاف کر کے حویلی بلا لیا۔بے وجہ اپنے پولیس میں ہونے کا رعب ہم پہ جھاڑتا رہتا تھا۔انہی دنوں ابا کی وفات ہو گ . تو گدی میرے ہاتھ آ گ . ۔ابا کی وجہ سے

بہت سے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا رہتا تھا۔افغانستان سے آئے دوستوں سے بھی اکثر ملاقات رہتی تھی۔انہی دنوں ایک دوست کے توسط سے اسمگلنگ شروع کردی تھی۔اس میں زمین داری سے بھی زیادہ پیسے تھے۔کچھ سال ہم دونوں یہ چھپ کر کرتے رہے مگر پھر نہ جانے کیسے عباس کو بھنک پڑ گا ۔ وہ اپنے خاندان کو لے کر شہر چلا گیا۔ تھوڑے عرصے کے لیے ہم نے اپنا کام بند کر دیا تاکہ اسے یقین دلا سکیں کہ ہم کچھ غلط نہیں کر رہے۔ پھر دو سال

بعد افغانستان کی وساطت سے کچھ غیر ملکی ایجنسیوں سے ہمارے رابطے استوار ہوئے۔وہ ہماری حویلی میں اکثر پناہ گزین ٹھہراتے اور بدلے میں لاکھوں دیتے۔عباس اکثر گا ۔ ں آتا۔سب لوگوں کو یہی لگتا تھا کہ وہ زمین کے حوالے سے لڑنے آتا ہے۔آہستہ آہستہ اس نے ہمارے خلاف ثبوت اکھٹے کرنے شروع کر دے۔ ہمیں پھر قبل از وقت اسے ریٹا ۔ ر کروانا پڑا۔اس نے ایک بنک میں سیکورٹی گارڈ کی نوکری کر لی لیکن ہار نہیں مانی۔وہ واپس نہیں آیا۔اسے ہمارے خلاف کافی ثبوت مل چکے تھے۔لیکن وہ ہمیں آخری موقع دینا چاہتا تھا۔وہ گا ۔ ں آیا ہماری کافی تلخ کلامی ہو ۔ ں۔وہ واضح طور پر ہمیں دھمکی دے کر گیا تھا کہ وہ ہمارے خلاف ثبوت میڈیا میں دے دے گا۔اسکی سب حرکتوں کی خبر ہمارے مالکوں کو بھی تھی۔انہوں نے سختی سے کہہ دیا کہ اگر ہم نے عباس کو راستے سے نہیں ہٹایا تو وہ ہم پر سے ہاتھ اٹھالیں گے پھر پولیس کچہری بدنامی ہمیں خود ہی اٹھانی پڑے گی۔ ہمارے پاس اسکے علاوہ اور کو ۔ ں چارہ نہیں تھا کہ عباس کو راستے سے ہٹا دیں۔

سیڈ۔۔غازی نے تبصرہ کیا۔اسے حقیقتاً بہت دکھ ہوا تھا۔بغیر دیہ ۔ ھے اسے عباس سے عقیدت محسوس ہونے لگی تھی۔

پھر کیا ہوا؟اس نے اٹھتے ہوئے کونے میں رکھی فریج میں سے کوک نکالتے ہوئے پوچھا۔حالانکہ اس سے آگے کی ساری کہانی وہ جانتا تھا۔

پھر کچھ نہیں عباس کی موت کے چھ مہینے بعد ہی عزہ کو جوش چڑھا کہ وہ تحقیقات کروائے۔

اب کی بار چچا نے بات آگے بڑھا . ں۔غازی نے کولڈ ڈرنک گلاسوں میں بھر کر انکی جانب بڑھا . ں اور خود بھی گھونٹ بھرتے ہوئے سننے لگا۔ساتھ ساتھ وہ ایک چور نظر کونے میں لگے کیمرے اور وا . س ریکارڈر پہ بھی ڈال لیتا جہاں سب کچھ بمع آواز ریکارڈ ہو رہا تھا۔

عزہ نے پولیس میں رپورٹ کروا . ں تو ہم نے راحت کو مجبور کرنا شروع کر دیا کہ وہ بچیوں کو لے کر یہاں گا . ں آجائے۔عزہ کو ڈرانے دھمکانے سے یہ ہوا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر لاہور چلی گ . اور راحت فضا اور ردا کو لے کر یہاں آگا . ۔دوڈھا . ں سال تک سب ٹھیک رہا۔پھر اچانک ایک دن خبر ملی کہ عزہ واپس آگا . ہے۔جس دن وہ کیس دوبارہ کھلوانے پولیس اسٹیشن گ . اسے دن انسپکٹر بشیر نے ہمیں فون کر کے بتا دیا تھا کہ عباس قتل کیس دوبارہ کھلوایا جا رہا ہے۔عزہ کو ڈرانے کے لیے پولیس اسٹیشن کے باہر اس پہ حملہ کروا یا گیا۔

غازی کو وہ دن یاد آیا جب گوجرانوالہ میں رضی کی جگہ وہ عزہ سے اے ایس پی بن کر ملا تھا اور اسی دن تھانے سے باہر فا . ر کیا گیا تھا۔

لیکن وہ نہ مانی۔ ہم نے عزہ پہ نظر رکھنی شروع کر دی۔ پھر ایک دن بھا   . ں صاحب نے اس کو اور تمہیں ایک ہوٹل میں دیکھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتے تم اسے بیگم کہتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔ پھر جب تم اور عزہ انکے پرانے مکان میں گئے تو کرائے دار عورت نے ہمیں فون کر کے بتا دیا کہ تم لوگ عباس کی ڈا   . ری ڈھونڈنے آئے ہو۔۔

غازی بے اختیار چونکا۔ اسے اس کرائے دار عورت کے تاثرات یاد آئے جب وہ انہیں عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں انکی چالاکی کو داد دی۔ کیا خوب انتظام کر رکھا تھا کہ پولیس اسٹیشن میں بھی مخبر رکھ لیے اور کرائے دار کی صورت میں بھی تاکہ ہر صورت حال سے انہیں آگاہی ملے۔

پھر تم لوگوں کی گاڑی کا پیچھا کرتے ہوئے ہمارے لوگوں نے عزہ سے وہ ڈا   . ری والی فا   . ل چھین لی یوں خطرہ ہمارے سروں سے وقتی طور پر ٹل گیا۔ ایک دن رات کے وقت تمہیں اور عزہ کو اکھٹے پھر سے ایک ہوٹل میں دیکھا تو بھا   . ں صاحب کو امید کی کرن نظر آ   . ں۔ اگر عزہ کو گا   . ں لے آتے تو وہ لازمی طور پر یہیں قید کر دی جاتی۔ اسی لیے تمہیں گا   . ں آتے ہوئے فارم ہا   . س چھوڑ دیا گیا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ غیرت کا معاملہ بنا کر عزہ کا نکاح کامران کے ساتھ کر دیں گے تو کبھی وہ حویلی سے باہر نہیں جا سکے گی مگر تم نے انٹری مار کر سب گڑبڑ کر دی۔ بقول تمہارے کہ تمہارا عزہ سے نکاح ہوا ہے۔ ہم جانتے تھے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔

کولڈ ڈرنک پیتے پیتے غازی کو پھندہ لگا۔ بری طرح کھانسنے لگا۔ اسے سن کر شاک لگا تھا۔ اس کے تاثرات سے بے خبر تایا نے بات جاری کی۔

صاف پتا چل رہا تھا کہ راحت نے عزہ کو بچانے کی خاطر تم دونوں کا ساتھ دیا ہے اس لیے ہم نے پلان کیا کہ تم دونوں کی شادی کروادی جائے۔ تاکہ شادی کے ہنگاموں میں عزہ کا دھیان عباس کے کیس سے ہٹ جائے۔ سب کچھ ٹھیک جارہا تھا مگر پھر فون پہ تمہاری گفتگو سنی کہ تم جان گئے ہو عزہ کے والد کا قتل اسکے قریبی عزیزوں نے کیا ہے ۔ ہم ڈر گئے تھے اسی لیے تمہیں اٹھو لیا۔اب تم بتا . گے کہ تمہیں ہمارے بارے میں سب کیسے پتا چلا؟

شاید آپ بھول رہے ہیں کہ میں ایک پولیس والا ہوں۔غازی نے منہ بنا کر جواب دیا۔
میری عقابی نظروں سے آپ لوگوں کی خفیہ سرگرمیاں پوشیدہ نہ رہ سکیں۔ جس دن آپ کے مہمان خاص آئے اس دن میں نے واپسی پہ ان کا پیچھا کروایا۔ساری معلومات کروا . یں تو سارے دھندوں کا پتا چل گیا مجھے۔دو اور دو چار کرتے ہوئے شک ہوا کہ ضرور عزہ کے والد کا قتل بھی آپ نے کیا ہوگا تبھی جان بوجھ کر ڈراما کیا اور میرا شک صحیح نکلا۔۔۔

اب تم کیا چاہتے ہو؟ ان سب رازوں کے بدلے تمہیں کیا چاہیے؟ تایا نے کام کی بات پوچھی۔

مجھے فلحال تھوڑا آرام چاہیے تاکہ میں آپ کے رازوں کو ہضم کر سکوں۔اس بارے میں صبح بات کریں گے ۔ڈیرے پہ۔۔

وہ اٹھتے ہوئے بولا۔(میں کیا پاگل ہوں جو الٹی سیدھی باتیں کر کے پھنس جا . ں۔ آخر ریکارڈنگ ہو رہی ہے کو . ں مذاق نہیں)

مسکراتے ہوئے وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔اور وہ دونوں اسکی پشت کو گھورتے رہ گئے۔ان سے ہر بات اگلوا کر خود گول مول جواب دے کر وہ خود کو صاف بچا گیا تھا۔

-----------------------*-----------*----------*----------*---------*

اسے اس چھوٹے سے کمرے میں قید ہوئے ایک دن گزر چکا تھا۔ بھوک پیاس خوف اور تنہا . ں نے مل کر اسے ایک ہی دن میں پچھاڑ کر رکھ دیا تھا۔اسے شان کی فکر بھی ستا رہی تھی۔پتا نہیں وہ کہاں تھا اسکے ساتھ کیا ہو رہا تھا۔

پتا نہیں رحمت اور معیز کے ساتھ کیا کیا ہے ان لوگوں نے۔
سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹنے لگا۔ کل سے اس نے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔اس وقت اسے شدت سے بھوک لگ رہی تھی۔وقت کا اسے کچھ اندازہ نہیں تھا کہ دن ہے یا رات۔وہ بس اس انتظار میں تھی کہ کب اسکی جان یہاں سے چھوٹے اور وہ گھر جائے۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور کھانا اندر دھکیل دیا گیا۔وہ بے تابی سے آگے بڑھی اور کھانے پہ ٹوٹ پڑی۔کھانا کھاتے ہوئے اس نے پھر سے دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔اس بار اندر آنے والی سارہ تھی۔منت کا کھانے سے دل اچاٹ ہوگیا۔اسے دیکھتے ہی بھوک مرگ . تھی۔

سارہ مجھے میرے گھر جانا ہے۔اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔سارہ نے ایک نظر اسکے ادھ چھوڑے کھانے کو دیکھا اور ایک نظر اسکو۔وہ ایک ہی دن میں مرجھا گ . تھی۔

منت سے زیادہ دیر کھڑا نہیں رہا گیا تو وہ بیٹھ گ . ۔اس نے ایک بار پھر التجا کی۔

پلیز مجھے یہاں سے نکالو۔میں اب تمہارے سائے سے بھی دور رہوں گی۔پلیز مجھے جانے دو۔

تم نکلنا چاہتی ہو یہاں سے؟سارہ نے تمسخرانہ انداز میں منت سے سوال کیا۔

منت نے خشک لبوں پہ زبان پھیرتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔

وہ قدم قدم چلتی ہو . ں منت کے قریب آکر پنجوں کے بل آبیٹھی۔

چلو ایک کام کرتے ہیں۔تم یہ میرا موبا . ل لو اور منہاس کو کال کرلو۔ٹھیک ہے۔

سارہ نے منت کی طرف اپنا فون بڑھایا۔منت نے بے تابی سے اس کا فون پکڑ کر منہاس کا نمبر ملایا۔۔اسکا نمبر بند جارہا تھا۔۔

منت روہانسی ہوگ . ۔کپکپاتے ہاتھوں سے دوسرا نمبر ڈا . ل کیا۔وہ بھی بند تھا۔۔

چہ چہ چہ۔۔۔سارہ نے مصنوعی تاسف دکھاتے ہوئے فون اسکے ہاتھوں سے لیا۔

نہیں اٹھائے گا فون۔۔صرف میرا ہی نہیں کسی کا بھی نہیں۔تمہارا ابھی نہیں۔۔

منت ہو سکتا ہے کچھ دنوں تک میرا تم سے رابطہ نہ ہو پائے۔۔
منت کے کانوں میں منہاس کی آواز گونجی۔

ویسے کتنا دکھ ہوتا ہے نہ جب آپکی فکر کرنے والے کو معلوم ہی نہ ہو کہ آپ کس اذیت سے گزر رہے ہیں۔کتنا دل دکھتا ہے جب ہر پل خیال رکھنے والا انسان آپ سے اس وقت دور ہو جب اسکی سب سے زیادہ ضرورت محسوس ہو۔ پتا ہے ایسے وقت میں تکلیف بھی اپنی ہر حد سے گزر جاتی ہے۔
سارہ نے منت کے چہرے پہ آ ں لٹ کو اسکے کانوں کے پیچھے اڑ ستے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا۔منت نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔

تمہارے شوہر کو خبر تک نہیں کہ تم اغوا ہو چکی ہو۔۔اور میں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ وہ جس کام میں پھنسا ہے ایک طویل مدت تک اسی میں مشغول رہے۔
منت نے خوف سے انکار میں سر ہلایا۔
تم پچھتا گی منت کہ تم نے کس سے دشمنی مول لی ہے۔۔سارہ کھڑے ہوتے ہوئے چلا ں۔

www.urdunovelsmania.com

تم مرنے کی دعا کرو گی اور میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔

یہ دشمنی نہیں ہے یہ جلن ہے حسد ہے۔منت نے اپنے حواسوں پہ قابو پاتے ہوئے ہموار لہجے میں کہا۔سارہ چونک گ . ۔مسکراہٹ اسکے لبوں کو چھوتی ہو . ں معدوم ہو گ . ۔

تم نے ٹھیک کہا۔یہ دشمنی نہیں ہے۔۔حسد ہے۔اور حسد دشمنی سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔دشمنی میں انسان پلاننگ کرتا ہے اور حسد میں اندھا ہو کر وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔۔میں بھی نہیں جانتی کہ میں نے ٹھیک کیا یا نہیں۔

تمہیں مجھ سے حسد ہے۔شان کا کیا قصور ہے؟اس معصوم کو تو چھوڑ دو۔منت نے اسکی مِنت کی۔
او ہاں۔۔میں تمہیں یہاں شان کے بارے میں ہی بتانے آ . ں تھی۔سارہ یاد آنے پہ یکدم بولی۔
وہ کیا ہے نہ۔میں نے اسکے آخری وقت کی ویڈیو بنا . ں ہے تاکہ تمہاری مامتا کو ٹھنڈک مل جائے۔
اس نے اپنے موبا . ل پہ ایک ویڈیو چلا کر منت کے سامنے کی۔

اس میں شان نظر آ رہا تھا۔ایک اونچی بلڈنگ سے فیضی نے اسکو نیچے کی طرف لٹکا کر رکھا ہوا تھا۔شان زور زور سے چلا رہا تھا۔

منت کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

www.urdunovelsmania.com

چھوڑو اس کو۔۔چھوڑ دو میرے بچے کو۔۔وہ ہذیانی انداز میں چلانے لگی۔۔

تم پاگل ہو گئی ہو۔ایک چھوٹے سے بچے کے ساتھ یہ کیا کر رہی ہو۔پلیز اسے چھوڑ دو۔۔

سکرین پہ نظر آتے فیضی نے ایک جھٹکے سے شان کے ہاتھ چھوڑے تھے۔

نہیں۔۔۔منت نے چیخ کر ہاتھ آگے بڑھائے جیسے شان کو گرنے سے بچانا چاہتی ہو۔۔لیکن تب تک سکرین تاریک ہو گئی۔۔

افسوس تمہارا شان۔۔ویسے وہ بلڈنگ کافی اونچی تھی۔پتا نہیں بیچارے بچے کا کیا ہوا ہو گا۔۔
سارہ نے اسکی حالت سے لطف اٹھاتے ہوئے کہا۔منت اس پر جھپٹ پڑی۔۔

میں تمہیں جان سے ماردوں گی اگر شان کو کچھ ہوا تو۔اس نے سارہ کا گریبان پکڑ کر اسے پیچھے دھکیلا۔سارہ نے ایک جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑوایا۔منت کے بال دبوچے۔

مرگیا تمہارا شان۔۔سمجھ آئی۔اور بہت جلد تم بھی مرو گی۔یہ دیکھو اسکی تصویر۔۔

منت کو نیچے دھکا دیتے ہوئے اس نے وہیں کھڑے کھڑے ایک تصویر منت کے آگے کی۔۔اس میں واقعی شان تھا جو آنکھیں موندے زمین پہ پڑا ہوا تھا اور اسکے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

شایان۔۔۔منت کی چیخ اسکے گلے میں ہی دب گ . ۔۔اس کا سانس رکنے لگا۔۔

نہیں یہ سب جھوٹ ہے۔۔اس نے سفید پڑتے چہرے کے ساتھ خود کو تسلی دی۔

یہ جھوٹ نہیں ہے۔تمہارا ایک پیار تو دنیا سے رخصت ہو گیا اب باقیوں کی باری ہے۔

وہ نفرت سے کہتے ہوئے باہر دھاڑ سے دروازہ بند کر کے چلی گ . ۔منت کا پورا وجود زلزلوں کی زد میں آگیا۔وہ اونچی آواز سے شان کو پکارتے ہوئے رونے لگی۔

-----------------------*-----------*----------*----------*---------*

سارہ جیسے ہی باہر نکلی فیضی کو اپنا منتظر کھڑا پایا۔وہ ناقابل فہم نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

یہ سب کیا ہے سارہ جی؟اسے سارہ نے کہا تھا اور وہ ویڈیو اس نے کل بنا . ں تھی۔بنا . ں کیا تھی ایڈٹ کی تھی۔

یہ سب ٹیکنالوجی ہے فیضی۔سارہ اسکی نا سمجھی پہ ناگواری سے جواب دے کر باہر نکلی۔

وہ تو میں بھی جانتا ہوں۔لیکن آپ کر کیا رہی ہیں؟فیضی نے اسکے پیچھے چلتے چلتے الجھن سے پوچھا۔شان کو کل رات اس نے بحفاظت رحمت کے پاس چھوڑ دیا تھا۔اور وہ جانتا تھا آج نہیں تو کل تک منہاس یہاں ہوگا اور وہ منت کو لے جائے گا اسکے بعد سارہ کیا کرتی۔

سارہ تیز قدموں سے چلتی ہو . ں اپنی گاڑی تک آ . ں۔دروازہ کھول کر بیٹھنے لگی تو جیسے فیضی کی صورت پہ رحم آ گیا۔گاڑی کا دروازہ کھولے اس پہ بازو رکھتے ہوئے اس نے پراسرار لہجے میں کہا۔
میں اس کے ساتھ ویڈیو ویڈیو کھیل رہی ہوں۔
نہیں سمجھے؟فیضی کے چہرے پہ ہنوز الجھے تاثرات دیکھ کر اس نے استفسار کیا۔فیضی نے نفی میں سر ہلا دیا۔

ایک ویڈیو اس نے بنا . ں تھی اور ایک ہم نے بنا . ں۔سچی تھی یا جھوٹی کیا فرق پڑتا ہے۔اس نے اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے بے نیازی سے کہا۔
یعنی وہ سچ میں سمجھ بیٹھی ہے کہ شان مر گیا؟فیضی نے حیرت سے پوچھا۔

میں نے بتا یا تھا نہ کہ منت ایک بیوقوف اور جذباتی لڑکی ہے۔وہ ذرا سا دماغ سے کام لیتی تو سمجھ جاتی کہ وہ ویڈیو ایڈیٹ کی گ . تھی۔سارہ شانے اچکاتے گاڑی میں بیٹھ گ . ۔

اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔بہت مہارت سے وہ ویڈیو میں نے بنا . ں اور پھر ایڈٹ کی تھی۔اسے دیکھ کر اچھا خاصہ ہوشیار شخص بھی دھوکہ کھا سکتا ہے۔فیضی نے برا مانتے ہوئے کہا تو سارہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

اب آگے کا کیا پلان ہے؟فیضی نے بے تابی سے پوچھا۔اسے اس کھیل میں بہت مزہ آرہا تھا۔بغیر ہاتھ ہلائے دشمن کو چاروں خانے چت کرنے کا یہ انداز اسکے لیے نیا تھا۔جسمانی ٹارچر کی بجائے کسی کے اعصاب کر حملہ کر کے اپنی شکست کا بدلہ کیسے لینا ہے یہ سارہ اسے بخوبی سکھا رہی تھی۔

اگلی ویڈیو کی تیاری کرو۔منت کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اسے ایک کے بعد ایک وڈیو اسے دکھانی ہے تاکہ منہاس کے آنے سے پہلے پہلے اسے مکمل طور پر توڑ دیا جائے۔منہاس کو اب تک چل چکا ہو گا۔اسے آنے میں کچھ گھنٹے تو لگیں گے۔ہمارے پاس صرف اتنا ہی وقت ہے۔منت کو ان کچھ گھنٹوں میں, میں نے ذہنی مریض نہ بنا دیا تو میرا نام سارہ معراج نہیں۔
سارہ نے ایکسیلیریٹر پہ دبا . بڑھاتے ہوتے ہوئے آگے کی پلاننگ کی اور زن سے گاڑی بھگا کر لے گ . ۔

سازشی عورت۔۔فیضی نے دھول اڑاتی گاڑی کو دور جاتے دیکھ کر سارہ کے مکار ذہن پہ تبصرہ کیا۔

-------------------------*----------------*------------*------------*

رحمت نے منت کے جانے کے بعد دو گھنٹے کی تگ و دو کے بعد خود کو رسیوں کی قید سے آزاد کیا۔ اسکے بعد وہ معیز کی جانب بڑھا اور اسے بھی کھولا۔

کون تھے وہ لوگ؟ اور آپا کو کہاں لے گئے ہیں؟ معیز نے کھڑے ہوتے ہوئے بد حواسی سے پوچھا۔ وہ بیچارا تو منت کو لینے آیا تھا کیا پتا تھا آگے یہ سب کچھ ہو جائے گا۔

معیز ابھی تم گھر جا . اور اپنے گھر والوں کو منت باجی کے متعلق کچھ نہ بتانا۔ میں منہاس بھا . ن سے رابطہ کرتا ہوں۔

رحمت نے جلدی جلدی کہتے ہوئے فون نکالا اور باہر کی جانب بڑھا۔

مگر میں اس طرح اپنی آپا کو چھوڑ کر کیسے گھر چلا جا . ں؟ معیز روہانسا ہوتا ہوا اسکے پیچھے بھاگا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

میں نے کہا نہ۔ فکر نہیں کر جو لوگ انہیں لے کر گئے ہیں وہ انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ میں منہاس بھا . ن کو اطلاع کرتا ہوں وہ خود ہی دیکھ لیں گے اس معاملے کو۔ بس تم اپنے گھر جا . اور اپنے گھر والوں کو کچھ مت بتانا۔ اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

بمشکل معیز کو سمجھاتے ہوئے گھر کی جانب روانہ کیا اور خود منہاس کے نمبر پہ فون کیا۔ نمبر بند تھا۔ اس نے طیش سے دیوار پر مکا مارا۔ اسے معلوم تھا کہ نمبر بند ہی ہوگا۔ وہ خود کہہ کر گیا تھا کہ وہ کسی سے رابطے میں نہیں رہے گا۔

کچھ سوچتے ہوئے اس نے رفیق کو فون کر کے سارہ کے خفیہ ٹھکانوں کا پتہ کرنے کا کہا۔

رفیق تو سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا تھا۔ بیس منٹ تک وہ منہاس کے سب وفاداروں کے ساتھ اسکے گھر پہ تھا۔ انہوں نے سارہ کے خاص بندے سلطان کو اٹھوالیا تھا جو چند دنوں کی چھٹی پہ تھا۔ سارہ کو اس بات کی خبر نہیں تھی۔ رات تک وہ اس پہ تشدد کرتے رہے تھے اور اس نے انہیں چند ٹھکانوں کی خبر دی تھی۔

رات کے آٹھ بجے رحمت کے موبا . ل پہ میسج آیا کہ پارک کے گیٹ کے پاس سے شان کو لے جائے۔ وہ دوڑتے ہوئے گیا تھا واقعی وہاں شان کھڑا رو رہا تھا۔ اس نے بھینچ کر اسے گلے لگایا۔ وہ معصوم بچہ بری طرح سے ڈرا ہوا تھا۔

وہ گندے لوگ آنی کو لے گئے۔۔ وہ روتے ہوئے بار بار یہی تکرار کر رہا تھا۔

شان کو گھر لا کر بہلا پھسلا کر کھانا کھلایا۔ اسے سلانے کے بعد وہ سب ایک بار پھر غور و فکر کر رہے تھے کہ کیا کریں۔

بھا . ں کو تو پتا بھی نہیں ہو گا کہ بھابھی کو سارہ نے اغوا کر لیا ہے۔ رفیق نے دلگرفتی سے کہا۔

میں نے بھا . ں کے باس کے اکا . نٹ پر ای میل کر دی ہے کل تک انکے پاس اطلاع پہنچ جائے گی۔ مگر اس سے پہلے پہلے ہمیں منت باجی کو ڈھونڈنا ہو گا۔

رحمت نے پریشانی سے کنپٹی مسلتے ہوئے کہا۔ان سب کے لیے منہاس اور اس سے وابستہ ہر رشتہ بہت اہم تھا۔

ٹھیک ہے چلو پھر اسکے خفیہ ٹھکانوں پہ چھاپا ماریں۔رفیق بر جوش ہوتے ہوئے اٹھا۔باقی سب نے بھی تقلید کی۔

رحمت تم ادھر ہی رکو شان کے پاس۔وہ اکیلا ہے گھر پہ۔ہم اب مزید رسک نہیں لے سکتے۔رفیق نے رحمت کو جانے سے روکتے ہوئے کہا تو وہ بیٹھ گیا۔

ٹھیک ہے تم لوگ جا . مجھے پل پل کی خبر دیتے رہنا۔

دس لوگوں کا گروہ رفیق کے ہمراہ چلا گیا اور وہ اٹھ کر شان کے کمرے میں آگیا۔تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ چیختے ہوئے اٹھا۔

نہیں انکل مجھے مت ماریں۔۔۔

شان بیٹا۔۔رحمت تیزی سے آگے بڑھا۔کیا ہوا روکیوں رہے ہو؟

بازو . ں کے حلقے میں لیتے ہوئے اس نے شان کو پچکارا۔

وہ گندے انکل مجھے نیچے گرا رہے تھے۔اتنی بڑی بلڈنگ سے۔

اس نے اپنے ہاتھ سے اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔

پھر کیا ہوا؟ رحمت نے اپنا غصہ قابو کرتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

میں بہت رویا پھر انہوں نے مجھے نہیں گرایا۔ شان نے معصومانہ انداز میں بتایا۔

اب تو یہاں کو . ں نہیں ہے نہ۔ چلو اب تم سو جا . میں یہیں ہوں۔

وہ ہولے ہولے شان کو تھپکی دینے لگا۔ شان بہت ڈرا ہوا تھا۔ اگر شان کا یہ حال تھا تو وہ انداز کر سکتا تھا کہ منت کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہو گا۔

رات گئے رفیق منہ لٹکائے لوٹا تھا۔ سارہ کے سارے خفیہ ٹھکانوں پہ وہ گئے تھے مگر وہ کہیں بھی نہیں تھی۔

سارہ اس فیضی کی وجہ سے اتنا بڑا اچھل رہی ہے۔ رفیق پہلے فیضی پہ ہاتھ ڈالنا ہو گا۔
رحمت نے پر سوچ انداز میں کہا۔ رفیق تھک کر صوفے پہ لیٹ گیا۔
تم ٹھیک کہہ رہے ہو اسی لیے میں نے باقی سارے بندوں کو پورے شہر میں پھیلا دیا ہے کل تک فیضی کا پتا چل جائے گا۔

وہ رات رحمت کی آنکھوں میں کٹی تھی۔شان وقفے وقفے سے ڈر کر اٹھ جاتا تھا۔ صبح چھ بجے کے قریب اسکی آنکھ لگی تھی اور دس بجے کے قریب وہ جاگا تھا۔رفیق نکل چکا تھا۔آج سب کا پلان فیضی کے ٹھکانوں پہ چھاپے مارنے کا تھا۔

*_________*__________*_________*__________*

سارہ کے جانے کے دو گھنٹے بعد بعد فیضی کمرے میں آیا تھا۔اس نے ترحم بھری نظروں سے منت کو دیکھا جو گھٹنوں میں سر دیے رو رہی تھی۔آہٹ پہ منت نے سر اٹھایا اور غصے سے اسکی طرف لپکی۔

کیا کیا ہے تم لوگوں نے میرے بیٹے کے ساتھ۔فیضی کا گریبان پکڑتے ہوئے اس نے چلا کر پوچھا۔

وہی کیا ہے جو تمہیں دکھا چکے ہیں۔

اس نے بے رحمی سے منت کے ہاتھ جھٹک کر اسے دھکا دیا۔وہ پیچھے دیوار سے جا لگی۔

ابھی تو ہم نے کچھ کیا ہی نہیں بھابھی جی۔فیضی نے خباثت سے دانت نکالے۔

میں آپ کو بھابھی جی کہہ سکتا ہوں نہ۔وہ کیا ہے نہ منہاس میرے بھا . یوں کی طرح ہے۔بلکہ بھا . ں ہی ہے۔ہم نے 6 . سال ایک دوسرے کے ساتھ گزارے ہیں۔برسوں کا ساتھ ہے۔مافیا میں ہم دونوں ایک ساتھ ہی شامل ہوئے تھے۔

منت کے لیے یہ دوسرا بڑا جھٹکا تھا۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔

یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ میرے صاحبِ عالم ایسے نہیں ہیں۔وہ اور مافیا کبھی نہیں۔

تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔اس نے دکھتے سر کے ساتھ فیضی کو جھٹلایا۔

تمہیں یقین نہیں آرہا نہ۔اپنی دوست عزہ سے بات کرلو۔وہ تمہیں سچ بتائے گی۔

اس نے منت کا موبا . ل اپنی جیب سے نکالا۔

لیکن ایک بات میں بتانا چاہوں گا۔اگر تم نے کو . ن بھی ہوشیاری کی تو تمہارے بھا . ن کی زندگی کی ضمانت نہیں ہے ہمارے پاس۔

فیضی کے سفاک لہجے پہ منت کا دل دہلا۔زمین پہ بیٹھتے ہوئے اس نے اپنے بال جکڑتے ہوئے کہا۔

مجھے کسی سے بات نہیں کرنی۔تم جا . یہاں سے۔نکل جا . ۔

بات تو کرنے پڑے گی بھابھی جی۔ورنہ آپ پہ اپنے شوہر کی اصلیت کیسے کھلے گی۔

وہ اسکے پاس نیچے بیٹھتے ہوئے عزہ کو کال کرنے لگا۔بیل جانے لگی۔

خیال سے اپنے بھا . ن کا سوچ کر بات کرنا۔۔فیضی نے ایک بار پھر اسے دھمکایا۔

ہیلو منت۔۔دوسری جانب سے عزہ کی آواز آ . ں تھی۔

ہاں۔۔منت نے خالی پن سے جواب دیا۔

کہاں تھی تم صبح سے دس دفعہ فون ملا چکی ہوں تمہارا۔معیز کو بھی فون کیا وہ بھی نہیں اٹھا رہا۔

معیز کے نام پہ منت کے دل کو کچھ ہوا۔اسے یہاں لانے سے پہلے انہوں نے منت کے سامنے معیز کو باندھا تھا۔

کیوں کر رہی تھی تم کال۔منت نے متوحش ہوتے ہوئے پوچھا۔فون فیضی نے اسکے کانوں سے لگا رکھا تھا اور ایک ہاتھ میں پستول پکڑی ہو . ں تھی۔

منت دیکھو جو بات میں تمہیں بتانے جارہی ہوں وہ سن کر مجھ سے ناراض نہ ہونا۔۔میں نے تمہیں بتایا تھا نہ کہ سارہ معراج کا ایک پارٹنر بھی ہے مگر اسے سارہ کے سوا کو . ں نہیں جانتا۔صبح مجھے سارہ نے اپنے سارے اصلی ڈاکومنٹس بھیجے ہیں۔اور یقین کرو مجھے یہ جان کر دھچکا لگا کہ اس کا بزنس پارٹنر اور کو . ں نہیں بلکہ۔۔۔

عزہ رکی۔منت کا سانس تھما۔اس نے فون کانوں سے پرے ہٹایا۔فیضی نے اسے گھورتے ہوئے موبا . ل کا اسپیکر آن کیا۔

منہاس بھا . ں ہیں۔عزہ نے منت کی سماعتوں پہ بم پھوڑا۔اس کی دھڑکن معدوم ہونے لگی۔

نہ صرف وہ سارہ کے بزنس پارٹنر ہیں بلکہ مافیا گینگ کے سربراہ بھی ہیں۔اور اس بات کے ثبوت مجھے خود سارہ نے دیے ہیں۔اور سارے ثبوت اصلی ہیں۔

عزہ نے دلگرفتی سے بتایا۔منت کا وجود جیسے تیز دھار آلے سے کٹنے لگا۔

منت تم سن رہی ہو؟عزہ کی پریشان سی آواز ابھری۔

منت نے طیش میں آتے ہوئے فون فیضی سے چھین کر سامنے والی دیوار پہ دے مارا۔فیضی نے بے قابو ہوتے ہوئے منت کے چہرے پہ طمانچہ رسید کیا۔

توکیا سمجھتی ہے تیرا شوہر بڑا نیک ہے۔اس نے منت کے بال جکڑے۔وہ درد سے چیخنے لگی۔اچانک سے جی متلانے لگا۔کھایا پیا منہ کے راستے باہر آنے لگا۔

فیضی نے منت کے سامنے اپنے موبا . ل کی سکرین کی۔وہ ایک ویڈیو تھی جس میں ک . جگہ سارہ اور منہاس ایک ساتھ نظر آرہے تھے۔ک . جگہ وہ دستخط کر رہے تھے اور کہیں ڈیلنگ کرتے ہوئے دکھا . ں دے رہے تھے۔

www.urdunovelsmania.com

لو اپنی آنکھوں سے دیکھو۔تمہارا شوہر سارہ کا بزنس پارٹنر ہے۔اس سے بڑھ کر اور ثبوت تمہیں کیا چاہیے؟

منت کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔سارے پہاڑ آج کے دن ہی اس پہ ٹوٹ رہے تھے۔معدہ اور انتڑیاں سکڑنے لگیں۔اس کو ابکا . ں آ . ں اور اگلے ہی پل اس نے الٹی کر دی۔

فیضی نے گالی دیتے ہوئے اسے پرے دھکا دیا اور روتی ہو . ں منت کو نڈھال چھوڑ کر زور سے دروازہ بند کر کے باہر چلا گیا۔

جیسے ہی وہ باہر آیا تو شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ کالے بادلوں نے پورے آسمان کو گھیرا ہوا تھا۔ اس کا کام ہو چکا تھا۔

سارہ کے اندازے کے مطابق منہاس رات کے سات بجے کی فلا . ٹ سے آ رہا تھا۔ اور ٹھیک آدھے گھنٹے بعد اسکی فلا . ٹ تھی۔ منہاس سے بدلہ وہ لے چکا تھا اور اب وہ اس ملک سے فرار ہو رہا تھا۔ جانتا تھا کہ اگر یہاں رکا تو جلد یا بدیر منہاس کے ہتھے چڑھ جائے گا اور اس صورت موت یقینی ہوتی۔

انہی باتوں کو سوچتا ہوا وہ پیدل ہی وہاں سے جانے لگا۔ منت کی لوکیشن رحمت کو وہ بھیج چکا تھا۔ یہ بھی سارہ کا حکم تھا۔

اسے یاد آیا جب وہ یہ سارا منصوبہ بنا رہے تھے تو اس نے اس بات پہ الجھن سے سارہ کو دیکھا تھا۔

کیا اسکو دو دن قید میں رکھ کر چھوڑنا ٹھیک رہے گا؟ میرا مطلب ہے اسے راستے سے ہی ہٹا دیتے ہیں۔

نہیں۔ سارہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اسے مارنا ہوتا تو کب کی مار چکی ہوتی۔ اسے قید میں رکھ کر اتنی اذیتیں دوں گی کہ وہ ساری زندگی یاد رکھے گی۔

فیضی موت تو انعام ہوتی ہے جو انسان کو ساری پریشانیوں تکلیفیوں اور دکھوں سے نجات دے دیتی ہے اور سارہ معراج کبھی بھی اپنے دشمنوں کو موت کا تحفہ نہیں دیتی۔ جانتے ہو سب سے بڑی سزا کیا ہے؟

اس نے اپنی لانبی پلکیں اٹھا کر فیضی کی آنکھوں میں جھانکا گویا اس پہ سحر پھونکا۔

زندگی۔ فیضی سب سے بڑی سزا بذات خود زندگی ہے۔ یہ بندے کو دوڑا دوڑا کر مارتی ہے۔ اسے جینے کی آس میں لگا کر اتنا ذلیل کرتی ہے کہ اسے موت آسان لگنے لگ جاتی ہے۔ میں بھی منت کی زندگی کو اسکے لیے جہنم بنا دوں گی۔ وہ زن رگی کی سزا جھیلے گی۔ زندہ رہے گی اور میرے دیے ہوئے زخموں کے نشان ساری عمر اپنی روح پر محسوس کرے گی۔

چلتے چلتے اچانک اسے ٹھوکر لگی۔ پا . ں میں ایک نوکیل پتھر لگا تھا۔ وہ چونک کر خیالوں کی دنیا سے باہر آیا۔ پیر میں سخت تکلیف ہونے لگی۔
وہ وہیں سڑک کنارے بیٹھ کر پا . ں مسلنے لگا۔ جیب میں تھر تھراہٹ ہو . ں تو اس نے لب بھینچتے ہوئے موبا . ل نکالا۔ سارہ کالنگ لکھا نظر آرہا تھا۔
اس نے ایک نظر اپنے پا . ں کے انگوٹھے کو دیکھا۔ چپل کی وجہ سے ٹھوکر بہت زور سے لگی تھی۔ انگلیاں اور انگوٹھا سرخ ہو رہا تھا اور خون بھی نکلنے لگا۔

اس نے درد برداشت کرتے ہوئے کال اٹھا . ں۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

جی سارہ جی۔

کام ہوگیا؟ سارہ نے تحکم سے پوچھا۔

ہاں ہوگیا۔ وہاں سے نکل آیا ہوں۔ اس نے منہ پہ لپٹا رومال کھولا اور پا . ں کے انگوٹھے پہ رکھا۔

اس نے شک تو نہیں کیا عزہ کی آواز کے حوالے سے؟ سارہ نے تشویش سے پوچھا۔

نہیں وہ سو فیصد ایک بیوقوف لڑکی ہے۔ اس کو بالکل بھی شک نہیں ہوا کہ وہ کال نہیں ایک جعلی آڈیو تھی۔ مجھے لگ رہا ہے کہ بس وہ جلد ہی پاگل ہونے والی ہے۔

بات کرتے کرتے اس نے کھڑا ہونے کی کوشش کی تو منہ سے سسکاری نکلی۔

گڈ۔ اب بس تم بھی نکلو وہاں سے۔ ورنہ منہاس تمہیں چھوڑے گا نہیں۔

اور آپکو؟ وہ حیران ہوا۔ آپکو چھوڑ دے گا وہ؟

میرے ساتھ وہ چاہنے کے باوجود کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر کرے گا تو اسکے خلاف سارے ثبوت میڈ یا میں دے دوں گی۔ وہ کبھی بھی جان بوجھ کر کھا . ں میں نہیں گرے گا۔ بلکہ میں تو اس کا انتظار کر رہی ہوں کہ کب وہ مجھ سے

جواب طلب کرنے آئے اور میں اسکے چہرے پہ موجود غصہ پریشانی اور دکھ دیکھ سکوں۔اسکے بدلتے رنگ مجھے بہت سکون دیں گے۔

فیضی نے فون کانوں سے ہٹا کر گھورا جیسے سارہ اسے سکرین پہ نظر آرہی ہو۔

بدماغ عورت۔۔وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔۔
سو شیطان مرے ہوں گے تب جا کر یہ پیدا ہو . ں ہو گی۔

اچھا ٹھیک ہے سارہ جی گڈبائے رقم میرے اکا . نٹ میں ٹرانسفر کر دیجیے گا۔بائے بائے۔

فون رکھ کر وہ پھر سے اپنے پیر کی جانب متوجہ ہوا۔رومال سے انگوٹھے کو دبا کر وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

بیگ اور پاسپورٹ اسے ا . یرپورٹ پہ ہی ملنا تھا۔سارہ نے ہی سارے انتظامات کیے تھے۔
لنگڑاتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مین روڈ کی طرف جانے لگا۔اسکا ارادہ وہاں سے ٹیکسی پکڑ کر سیدھا ا . یرپورٹ جانے کا تھا۔اس نے منت کے پاس سے نکلنے سے ٹھیک پانچ منٹ پہلے رحمت کے نمبر پہ لوکیشن بھیج دی تھی۔ان کو آنے میں بیس منٹ لگتے۔اگر وہ تیز رفتاری سے چلتا تو پانچ منٹ پہ مین روڈ پہ پہنچ جاتا اور وہاں سے گاڑی لے کر رحمت کے آنے سے پہلے پہلے وہ

نکل جاتا مگر اسکی پلاننگ میں اتنے برے طریقے سے انگوٹھا زخمی ہونا نہیں تھا۔ مین روڈ پہ وہ پانچ کی بجائے پندرہ منٹ میں پہنچا تھا۔

ابھی وہ نہیں پہنچے ہوں گے۔ اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو تسلی دی۔

اسکے پیچھے والے روڈ سے ایک بڑی سی گاڑی اسکے بالکل پاس سے گزری تھی۔ تھوڑی دور جا کر وہ گاڑی ایک جھٹکے سے پیچھے کو آ . ں۔ فیضی کو شک ہوا۔ اس نے اپنے منہ پہ بندھے رومال کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر یہ کیا وہ رومال تو وہ پہلے ہی پا . ں پہ باندھ چکا تھا۔ اب اسے کو . ں بھی شناخت کر سکتا تھا۔

گاڑی کے دروازے ایک جھٹکے سے کھلے اور رحمت باہر نکلتا نظر آیا۔ وہ بد حواسی سے بھاگا مگر برا ہو زخمی انگوٹھے کا وہ اتنا بوجھ برداشت نہیں کر پایا اور نتیجتاً اسکا پا . ں مڑا اور وہ جھٹکے سے زمین بوس ہوا۔ جب تک وہ دوبارہ اٹھتا رحمت اسکے سر پہ پہنچ چکا تھا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

کھیل ختم ہوا فیضی۔ اس نے بے لچک انداز میں کہتے ہوئے اس پہ پستول تانی۔

میری پلاننگ میں یہ سب تو شامل نہیں تھا۔ اس نے کراہتے ہوئے سوچا مگر وہ بھول گیا تھا کہ ہماری پلاننگ اوپر والے کی پلاننگ کے آگے ہیچ ہوتی ہے۔

اس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ وہ اک باغ میں تھی جہاں ہر طرف پھل لگے ہوئے تھے اور وہ وہاں بھاگتے ہوئے کسی کو ڈھونڈ رہی تھی۔ اچانک آسمان اپنا رنگ بدلنے لگا۔ ایک سرخ پٹی

مشرق کی سمت سے نمودار ہو . ں اور آہستہ آہستہ پورے آسمان پہ پھیلنے لگی۔کچھ دیر پہلے والا موسم بدل گیا اور اب آسمان سے پتھر برس رہے تھے جنہوں نے اسکے پورے وجود کو گھا . ل کر دیا۔وہ روتے ہوئے چیخنے لگی۔۔

منو۔۔آنکھیں کھولو۔ایک مہربان سی آواز اسکے کانوں میں پڑی۔

منت۔۔میری جان آنکھیں کھولو۔کس نے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

وہ خواب سے حقیقت میں آنے لگی۔۔

کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو خود پہ منہاس کو جھکے پایا جو اسکے گال تھپتھپا رہا تھا۔چند لمحے وہ خالی ذہن کے ساتھ اسے دیکھتی رہی۔شعور کا سفر طے ہوا تو اس نے حیرانی سے ارد گرد دیکھا۔

میں کہاں ہوں؟منت نے یاد کرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی۔

منو لیٹی رہو۔وہ اسے لٹاتے ہوئے ہولے ہولے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

میں یہاں کیوں ہوں مجھے کیا ہوا ہے؟منت نے سوچا تھا۔

تبھی کو . ں اور بھی کمرے کے اندر داخل ہوا تھا۔

بھا . ں میں شان کو معیز کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔ایک جانی پہچانی سی آواز اسکے کانوں سے ٹکرا . ں۔

شان۔۔۔معیز۔۔۔منت نے دماغ پہ زور دینے کی کوشش کی۔آہستہ آہستہ اسے سب یاد آنے لگا۔۔

شان۔۔

مرگیا تمہارا شان۔۔سارہ کی آواز کانوں میں گونجی۔

نہیں۔۔وہ چیختے ہوئے اٹھی۔

کیا ہوا منت؟منہاس نے پیار سے پوچھا۔

مار دیا۔اس نے شان کو مار دیا۔۔وہ روتے ہوئے بولی۔

کسی کو کچھ نہیں ہوا منت شان بالکل ٹھیک ہے۔منہاس نے اسے تسلی دی۔
نہیں اس نے دھکا دیا شان کو۔۔میرے سامنے۔۔وہ۔۔وہ نیچے گر گیا۔اسکے سر سے خون بھی نکلا تھا۔وہ مرگیا ہے۔۔
وہ ہسٹریا . ں انداز میں چیخنے لگی۔

منت شان کو کچھ نہیں ہوا وہ معیز کے پاس ہے۔منہاس نے اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اسکا سر کندھوں سے ٹکا لیا۔

معیز۔۔انہوں نے معیز کو بھی پکڑ لیا تھا اسے باندھ دیا۔۔کدھر ہے معیز کیا وہ بھی مر گیا؟اور تم؟
اس نے رحمت کی طرف دیکھا۔تم نہیں مرے؟ بھاگ جا ۔ ورنہ وہ تمہیں بھی مار دے گی۔اس نے سب کو مار دیا۔۔وہ مجھے بھی مار دے گی۔ مجھ چھپا لیں۔
وہ اسکے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے سسکنے لگی۔رحمت بھاگ کر جلدی سے ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا۔
دو منٹ بعد ڈاکٹر نے آکر اسے انجیکشن لگایا تو وہ نیند میں ڈوب گ . ۔

عزہ نے چار بجے حویلی کا بلند و بالا گیٹ پار کیا تھا۔سامنے لان میں ہی اسے غازی نظر آگیا تھا۔جس منظر نے اسکے قدم جکڑ دیے وہ یہ تھا کہ وہ تایا اور چچا کے ساتھ تھا اور ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔وہ تینوں لان میں کرسیوں پہ بیٹھے چائے پیتے ہوئے خوش گپوں میں مصروف تھے۔

اس نے حیرت پہ قابو پاتے ہوئے قریب جا کر سب کو سلام کیا۔

غازی نے چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ارد گرد کا ماحول ایک دم سے خوبصورت لگنے لگا۔اس نے سانس لے کر اسکی موجودگی کی مہک کو اپنے اندر اتارا۔

وعلیکم السلام۔۔کیسی ہو بیٹا؟ سفر کیسا رہا؟ تایا نے نہایت خوشدلی سے اٹھ کر اسکے سر پر پیار دیا۔

وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گا . ۔یہ تا یا اتنا پیار کس خوشی میں دکھا رہے ہیں؟ وہ غازی کو گھورتے ہوئے اندر جانے کو بڑھ گا . . ۔

آپی شکر ہے آپ آ گا . یں ورنہ غازی بھا . ں تو اداس روح بن کر پوری حویلی میں چکراتے پھر رہے تھے۔ ردا نے اسے دیکھتے ہی نعرہ بلند کیا اور بھاگ کر اس کے گلے آ لگی۔

میں کونسا مہینوں بعد آ . ں ہوں ہفتے بعد تو گھر ہوں۔ چادر سر سے اتار کر الماری میں رکھتے ہوئے وہ بولی پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے الجھن سے پوچھا۔

یہ امی اور فضا نظر نہیں آ رہیں۔نہ ہی تا . ں اور چچی کی آواز آ رہی ہے۔

وہ سب ساتھ والے گا . ں گ . ہیں کسی شادی پہ۔رات میں ہی واپسی ہو گی۔

تو تم نہیں گ . ؟ پوچھتے ہوئے وہ کھڑکی کا پردہ سرکا کر نیچے دیکھنے لگی جہاں غازی بیٹھا ہوا تھا۔اس نے تا یا کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے قہقہہ لگا یا تھا۔وہ حیرت سے ردا کی طرف پلٹی۔

یہ سب کب سے ہو رہا ہے؟ میرے جانے سے پہلے تو ان حضرات کے آپس میں مزاج نہیں ملتے تھے اور اب دیکھو کیسے ہنس ہنس کر باتیں ہو رہی ہیں۔

ردا بھاگ کر آ گ . ں اور کھڑکی سے نیچے جھانکا۔

اچھا یہ سب؟اس نے ہاتھ سے نیچے کی طرف اشارہ کیا۔

یہ سب تو پچھلے دو دن سے ہو رہا ہے۔پتا نہیں غازی بھا . ں نے کیا جادو کر دیا ہے تا یا جی اور چچا پر۔انہوں نے تو غازی بھا . ں کو اپنا بیٹا ہی بنا لیا ہے۔

ردا نے سسپنس پھیلایا جبکہ وہ اب غازی کو مسیج کر رہی تھی۔

میرے رشتہ داروں کی چاپلوسی کر کے جب تھک جا . تو اوپر آ جانا ضروری بات کرنی ہے۔

مسیج کے ساتھ ٹیڑھے منہ والا ایموجی بھی تھا۔

نیچے بیٹھے ہوئے غازی کے فون پہ بیل ہو . ں تو اس نے بے ساختہ اوپر کی جانب دیکھا۔اسے بغیر دیکھے بھی معلوم تھا کہ مسیج بھیجنے والی وہی ہو گی۔

واٹس ایپ کھول کر مسیج پڑھا تو مسکرا دیا۔پانچ منٹ بعد وہ معذرت کر کے اوپر چلا آیا۔

چھت پہ وہ بے چینی سے ٹہلتے ہوئے اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

ہو گئے ڈرامے؟لگا لیا مکھن؟کر لیا متاثر؟عزہ نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

ہاں جی یہ سب کر لیا۔غازی نے تابعداری سے اثبات میں سر ہلایا۔سینے پہ ہاتھ باندھ کر وہ براہ راست عزہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔وہ اسے کیسے بتاتا اس نے عزہ کا یہ انداز کتنا مس کیا تھا۔

اب جناب مجھے بتا . یں گے کہ یہ سب تماشا کیا ہے؟عزہ نے بھی اسکے انداز کی نقل کرتے ہوئے اسے گھورا۔

کچھ بھی تماشا نہیں ہے۔میں تو بس اپنے سسرالیوں کی خدمت کر رہا ہوں۔غازی نے معصومیت سے کہا۔عزہ نے اسکے بازو پہ تھپڑ رسید کیا۔

سیدھے طریقے سے بتا . مجھے۔

اچھا ٹھیک ہے۔غازی نے اسے سب بتانے کا فیصلہ کیا۔

عزہ چھت کی منڈیر سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گ . . ۔

ہاں جلدی سے بتا . کیا گیم چل رہی ہے۔

لیکن تم وعدہ کرو سن کر اوورری ایکٹ نہیں کرو گی کیوں کہ یہ چیز ہمارے پلان کو فیل کر سکتی ہے۔

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر وعدہ چاہا۔عزہ نے الجھن سے اسکی چوڑی ہ ہتھیلی پہ ہاتھ رکھا۔

اوکے وعدہ۔۔

غازی نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد آہستہ سے بتانا شروع کیا۔

عزہ۔۔تمہارے بابا کے قاتلوں کا پتا چل چکا ہے۔

کک۔۔۔کون۔۔۔کون ہے وہ؟اس کے چہرے پہ وحشت نظر آ . ں۔

تمہارے تایا اور چچا ہی تمہارے والد کے قاتل ہیں۔غازی نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑتے ہوئے دھماکہ کیا۔عزہ نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑائے۔

کیا؟وہ زور سے چیخی۔ نیچے لان میں آواز نہ جائے اسی لیے غازی اسے بازو سے پکڑ کر منڈیر سے پرے لے گیا۔

تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟باوجود اسکے کہ اسے انہی پہ شک تھا یہ حقیقت تسلیم کر لینا بہت مشکل تھا کہ اسکے سگے رشتوں نے ہی اسکی دنیا اجاڑی ہے۔

ایسا ہی ہوا ہے۔اور تم جانتی ہو میں بغیر ثبوت کے بات نہیں کرتا۔غازی نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔
میں نے انکے لاکر سے فا . لز نکال لی تھیں جن سے ظاہر ہوا کہ وہ منشیات کی اسمگلنگ میں ملوث ہیں۔اسکے علاوہ افغانی دہشتگردوں سے بھی انکے رابطے ہیں۔پھر میں نے چال چلی۔۔

وہ اسے اپنے نقلی اغوا اوران سے ہو . ں ساری بات چیت بتانے لگا کہ کیسے اس نے خود ان کے منہ سے انکے جرا . م اگلوائے ہیں۔

میں انکو چھوڑوں گی نہیں۔میرے ابو کو مار کر خود مزے لوٹ رہے ہیں۔
وہ غصے سے نیچے کو بھاگی۔غازی بوکھلا کر اسکے پیچھے گیا۔
عزہ رکو۔۔سیڑھیوں پہ اس نے اسکی کلا . ں پکڑ کر روکی۔عزہ اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔

چھوڑو مجھے۔میں ان سے جا کر پوچھوں گی کہ میرے ابو کو کیوں مارا؟وہ بلند آواز میں دھاڑی۔۔

غازی نے اسکے منہ پہ ہاتھ رکھا۔وہ بنا بنا یا کھیل بگاڑ رہی تھی۔

عزہ پلیز تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم اوورری ایکٹ نہیں کروگی۔

غازی نے التجا کی۔

اوورری ایکٹ؟عزہ اسکے ہاتھ منہ سے ہٹاتے ہوئے پھنکاری۔

مسٹر غازی میری نظروں کے سامنے میرے ابو کے قاتل ہوں اور میں کچھ بھی نہ کروں؟میرا دل چاہ رہا ہے ابھی کے ابھی ان کو شوٹ کردوں۔

عزہ بیٹھو ذرا اور دھیان سے میری بات سنو۔

وہ دونوں وہیں سیڑھیوں پہ بیٹھ گئے۔نہ چاہنے کے باوجود بھی اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔اپنوں کا ایسا روپ بھی ہوتا ہے؟وہ اس ستم ظریفی پہ ٹوٹ کہ رہ گا . تھی۔

ریلیکس کرو۔۔گہرے گہرے سانس لو۔اپنے آپ کو نارمل کرو۔

اس نے اسکے غصے سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کر ہدایت دی۔عزہ نے ایسا ہی کیا۔

میں پانی لا . ں تمہارے لیے؟غازی نے نرمی سے پوچھا تو وہ نفی میں سرہلا گا . ۔

میں ٹھیک ہوں۔وہ نظریں پا . ں کی جانب جمائے دھیمے لہجے میں بولی۔

عزہ میں جانتا ہوں تم اس وقت کس کرب سے گزر رہی ہو لیکن یہ وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا ہے۔ ہم انکو محتاط نہیں کر سکتے۔ جیل میں منشیات سپلا . ں کے پیچھے بھی انہی لوگوں کا گروہ ہے۔ان سب کو ایک ساتھ پکڑ کر باقی سارے ثبوت اکھٹے کریں گے اور رضی کو دے دیں گے۔ان کا فیصلہ ہم نہیں عدالت کرے گی۔

عدالت, ثبوت, پولیس مجھے اب کسی پہ بھروسہ نہیں رہا۔سب بس نام کے ہیں۔وہ آزردگی سے بولی۔

ایسا کیوں کہہ رہی ہو عدالت نے تمہارے حق میں فیصلہ دے تو دیا تھا نہ ؟غازی نے حیرت سے پوچھا۔

ہاں عدالت نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے مگر یہ فیصلہ صرف کاغذوں تک ہی محدود ہے۔عزہ نے گہری سانس لی۔

پولیس سارہ کے دروازے سے واپس پلٹ گ . اور وہ ا بھی تک آزاد ہے۔بس اسکی فیکٹریوں پہ تالا لگا ہے مگر میں جانتی ہوں یہ بھی عارضی ہے۔کچھ دنوں بعد وہ تالے بھی کھل جا . یں گے۔شاید میری محنت میں ہی کچھ کمی رہ گ . ہو گی۔

تم افسردہ کیوں ہو تم نے سر توڑ کوشش کی۔ہمت نہیں ہاری۔اپنی بساط سے بڑھ کر کام کیا۔تمہاری جگہ کو . ں اور ہوتا تو کب کا ہمت ہار چکا ہوتا۔تم نے ایک نہیں ک . محاذوں پہ جنگ لڑی ہے عزہ۔تم عام نہیں ہو بہت خاص ہو ۔

عزہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔تم ساتھ نہ ہوتے تو یہ سب ممکن نہ ہوتا۔تھینک یو ویری مچ۔

موسٹ ویلکم۔غازی نے سر خم کیا۔وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

کچھ اور بھی ہے تم نے سب کچھ نہیں بتایا مجھے۔عزہ نے مشکوک انداز میں سوچتے ہوئے کہا۔

ہاں میں نے یہ نہیں بتایا کہ میں نے تمہیں کتنا مس کیا۔غازی نے شرارت سے کہا۔
میں نے یہ پوچھا بھی نہیں۔وہ جھینپ کر اٹھی۔
مگر میں تو بتارہا ہوں نہ تو پھر سن کہ جا . ۔غازی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روکا۔
عزہ مسکراہٹ دبا کر بیٹھ گ . . ۔
ہاں بتا . تم نے مجھے کیسے مس کیا؟راتوں کو بیٹھ کر تارے گنے یا کسی مجنوں کی طرح شہر سے آنے والی کی سڑک پہ شام ڈھلے تک میرا انتظار کیا یا تم نے کھانا پینا چھوڑ دیا یا عالم دیوانگی میں دیواروں سے ٹکریں ماریں۔یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نے گا . ں ک اکلوتے مزار پہ صبح وشام میری یاد میں آہیں بھری ہوں۔بتا . نہ تم نے کیا کیا؟
غازی جو عزہ سے شرمانے کی توقع کر رہا تھا اب منہ کھولے حیرانی سے اسکے سنہری فرمودات سن رہا تھا۔عزہ نے چٹکی بجا کر اسے ہوش دلا . ں۔
توبہ۔اَستَغفِرُاللہ میں نے تمہیں مس کیا تھا میں پاگل نہیں ہوا تھا جو یہ سب کرتا پھرتا۔
وہ منہ بناتے ہوئے اٹھ کھڑا ہو گیا۔
جا کہاں رہے ہو جانِ من ابھی تو اظہار محبت رہتا ہے۔عزہ نے خمار سے کہتے ہوئے اسکا ہاتھ تھاما۔غازی کو پانچ سو والٹ کا کرنٹ لگا۔شرم سے اسکا چہرہ سرخ ہو گیا۔

یہ کیا کر رہی ہو تم۔ میرے خیال سے تمہارے دماغ پہ اثر ہو گیا ہے جو بہکی باتیں کر رہی ہو۔

وہ ہاتھ چھڑاتا تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا۔

اب آیا مزہ۔ آ . یندہ مجھے مس مت کرنا۔۔ عزہ کے بلند و بانگ قہقہے نے نیچے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

---------------------*------------*----------*------------*----------*

بچا . ۔۔ بچا . ۔۔۔۔ کو . ن ہے۔۔

آگ ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ منت کا دم گھٹنے لگا۔ چیخ چیخ کر گلا بیٹھ رہا تھا۔ آگ ہر طرف پھیل چکی تھی۔ اسے سارہ کے قہقہے ابھی تک سنا . ی دے رہے تھے۔

تم مرو گی منت۔ تم آج جل کر مرو گی۔ بہت جلایا ہے نہ تم نے مجھے تو آج تمہاری باری ہے۔ میں تو رقابت کی آگ میں جل رہی تھی لیکن تم اصلی آگ میں جلو گی۔ آج جلنا تمہارا مقدر ہے منت۔۔

نہیں۔۔ وہ چلا اٹھی۔ یا اللہ مجھے بچا لیں پلیز۔۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔ میں اس طرح مرنا نہیں چاہتی۔۔ مجھے بچا لیں پلیز۔۔

وہ راہداری کے فرش پر بیٹھ کر رونے لگی۔ جس حساب سے آگ بھڑک رہی تھی امکان تھا کچھ لمحوں میں یہ حصہ بھی جل کر خاکستر ہو جاتا۔

وہ آنسو پونچھتے ہوئے اٹھی اور امید کا سرا تھامے باہر نکلنے کے لیے راستہ تلاش کرنے لگی۔

اچانک با . یں جانب سے آگ سے بھرا ایک شہتیر اڑ تا ہوا آیا۔منت بد حواس ہو کر الٹے قدم پیچھے بھاگی۔۔ پیچھے بھی تو آگ ہی تھی۔وہ چاروں طرف سے آگ میں گھر چکی تھی۔سانس لینے میں مشکل پیش آنے لگی۔بری طرح کھانستے ہوئے آنکھوں منہ اور ناک میں دھواں بھرنے لگا۔اسکے ڈوپٹے نے آگ پکڑ لی اور لمحوں میں آگ نے منت کو گھیر لیا۔وہ جلنے لگی۔۔۔

تم جل کر مرو گی منت۔۔موت کی بانہوں میں جانے سے پہلے اسکے کانوں میں سارہ کی آواز گونجی اور اپنے ہوش و حواس کھوتی وہ وہیں ڈھیر ہو گ . ۔۔۔۔۔

وہ پھر سے ایک ڈرا . نے خواب کے زیر اثر تھی۔اس کا نروس بریک ڈا . ن ہوا تھا۔تین دن ہو گئے تھے اسے ہسپتال میں داخل ہوئے اور ابھی تک وہ خوف کے اثر سے باہر نہیں نکلی تھی۔ابھی بھی اس خواب نے اسکی جان نکال دی تھی۔معیز نے آگے بڑھ کر اسکی پیشانی چومی۔۔

آپا پلیز جلدی سے ٹھیک ہو جا . ۔

اس نے منہاس کے کہنے پہ گھر میں کسی کو منت کی حالت کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔

معیز۔۔کچھ دیر بعد منت نے بند آنکھوں سے اسکا نام پکارا۔

ہاں آپا بولو کچھ چاہیے؟

شان کدھر ہے؟منت نے آنکھیں کھولیں۔

آپا وہ دیکھو ادھر صوفے پہ سو رہا ہے۔ آپ کو دیکھ کر بہت رو رہا تھا۔ معیز نے کونے میں پڑے صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔۔

صاحب عالم کہاں ہیں؟ اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ معیز نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور اس کے پیچھے تکیے رکھے اور سا . یڈ ٹیبل سے سے پھل نکال کر کاٹنے لگا۔

میں نے پوچھا ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ منت نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔

تم نہیں جانتی آپا منہاس بھا . ں نے تمہارا کتنا خیال رکھا ہے۔ دن رات تمہاری پا . ینتی سے لگ کر بیٹھے رہے ہیں۔ اتنا پریشان ہو رہے تھے وہ تمہارے لیے۔ کبھی دوا . یاں لا رہے ہیں تو کبھی گھنٹوں تمہارے پاس بیٹھے تمہیں دیکھتے رہتے۔ کل ساری رات انہوں نے تمہارے سرہانے جاگتے ہوئے گزاری ہے۔

معیز نے کیلا چھین کر اسکی طرف بڑھایا مگر منت نے اسی طرح نظرانداز کیا جس طرح معیز نے اسکا سوال کیا تھا۔ وہ رخ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

آپا پلیز کھا لو نہ۔

پہلے مجھے بتا . کہ وہ کہاں ہیں؟ منت بضد ہو . ں۔

دوا . یاں لینے گئے ہیں آتے ہی ہوں گے۔ معیز نے اسے بہلانے کی ناکام کوشش کی۔

معیز مجھے سچ سچ بتا . ۔ وہ چیخی۔ معیز نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

آپا وہ سارہ معراج کو سبق سکھانے گئے ہیں۔بہت غصے میں تھے وہ۔اتنے دنوں سے آپ کے ساتھ تھے اس لیے نہیں گئے۔آج ڈاکٹر نے جب بتایا کہ آپکی طبعیت سنبھل گ . ہے تو وہ اور رحمت وہاں چلے گئے۔ان کے پاس میں نے پستول بھی دیکھا تھا۔کہہ رہے تھے اسے چھوڑیں گے نہیں اسکی جان لے لیں گے۔

منت کے سن کر حواس گم ہو گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚

کچھ پل تو وہ بس معیز کو ہی تکتی رہی پھر یکدم ہوش میں آ . ں۔

انہیں کال کر کے ابھی واپس بلا . ۔۔منت نے وحشت سے معیز کے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

مگر کیوں آپا؟معیز حیران ہوا۔

اچھا ہے اس چڑیل کو سبق مل جائے گا۔

مجھے کسی کو سبق نہیں سکھانا سمجھے تم؟وہ چیخی۔

ادھرلا . میں خود کال کرتی ہوں۔اس نے معیز کے ہاتھوں سے موبا . ل چھینا۔وہ ہکا بکا رہ گیا۔منت کا رویہ اسکے لیے عجیب تھا۔

منت نے کال ملا . ں۔دوسری بیل پہ ہی منہاس کی آواز سنا . ں دی۔

ہاں بولو معیز۔

کہاں ہیں آپ؟ منت نے سپاٹ انداز میں پوچھا۔

منت؟ وہ غالباً چونکا تھا۔

کیسی ہو تم؟ اس کے نرمی سے پوچھنے پر وہ بھڑک اٹھی۔

جیسی بھی ہوں آپ کو کیا؟ آپ تو ابھی بھی اس سارہ چڑیل کے پاس ہیں نہ۔ اسی کے پاس رہیں۔ آپ دونوں ایکدوسرے کو ڈیزرو کرتے ہیں۔ میں تو فضول میں بیچ میں ہوں۔ مرجا . ں تو اچھا ہے۔

غصے سے کہتے کہتے وہ روہانسی ہو گ . ۔ اس وقت وہ عجیب سی کشمکش میں تھی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ سارہ سچ کہہ رہی ہو گی۔ بھلا منہاس اسکا ساتھی کیسے ہو سکتا تھا؟ لیکن پھر منہاس کی مشکوک سرگرمیاں اور اس پر سارہ کے ساتھ ہر جگہ اسکا دیکھا جانا اور سارہ کے خلاف اسے اور عزہ کو کچھ کرنے سے منع کرنا۔ یہ سب باتیں منت کے ذہن میں کھٹک رہی تھیں۔

فالتو باتیں مت کرو۔ میں دس منٹ تک آ رہا ہوں بس۔

نہ آ . یں میری بلا سے بھاڑ میں جا . یں۔ غصے سے کہہ کر اس نے فون دیوار میں مارنے کے ارادے سے ہوا میں بلند کیا۔ معیز نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھ کر اسکے ہاتھ سے اپنا موبا . ل لیا۔

خدا کا خوف کرو آپا۔ میری جان بستی ہے اس فون میں۔ تم اسے توڑ دیتی تو میرا دل گردے معدہ پھپھڑے سب ٹوٹ جاتے اور میں جیتے جی مرجاتا۔

معیز نے اسے ہنسانے کی خاطر مذاحیہ انداز میں کہا مگر وہ اسے بھی بھاڑ میں بھیجنے کا اشارہ کرتی لیٹ گ . ۔ذہن میں ابھی بھی منہاس کے حوالے سے خیالات چل رہے تھے۔وہ قصوروار تھا یا نہیں اسے بہت جلد پتا کرنا تھا۔

-------------------------------*------------------*------------------*

وہ وعدے کے باوجود بھی نہیں آیا تھا۔ساری رات منت کروٹیں بدلتی انتظار کرتی رہی تھی مگر وہ نہیں آیا تھا اور یہی بات اسکے دل میں مزید گرہیں ڈال رہی تھی۔ صبح آٹھ بجے کے قریب وہ آیا تھا۔آنکھیں سرخ ہورہی تھیں اور لباس بھی شکن آلود تھا۔منت نے پھاڑ کھانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ آتے ہی اسکے پاس بیڈ پہ دراز ہوگیا۔منت نے منہ دوسری طرف پھیر کر سوئے ہوئے شان کو دیکھنا شروع کر دیا۔اس کا دل بالکل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس وقت منہاس کو دی . ھے۔وہ سخت بدگمان ہورہی تھی۔

آج ڈاکٹرڈسچارج کردیں گے تمہیں۔آخر وہی خاموشی سے اکتا کر بولا۔منت نے فقط ہنکارا ابھرا۔

کیا سوچ رہی ہو؟

سوچ رہی ہوں کہ ایک گینگسٹر کی بیوی ہونا کتنے اعزاز کی بات ہے میرے لیے۔وہ بس سوچ سکی بولی نہیں۔

میں جانتا ہوں تم مجھ سے خفا ہو۔میری وجہ سے تمہیں بہت سی آزما . شوں سے گزرنا پڑرہا ہے۔مگر میرا یقین کرو میں سب ٹھیک کردوں گا۔وہ منت کے ہاتھ تھامتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔منت نے جھٹکے سے اپنے ہاتھ چھڑائے۔

کچھ بولو منت۔وہ زچ ہوا۔

آپ نے کچھ بولنے کے قابل چھوڑا ہے مجھے۔وہ پھٹ پڑی۔

آج سب کچھ سچ سچ بتا ہی دیں کہ آپ کا کیا رشتہ ہے اس سارہ چڑیل کے ساتھ ؟کیوں وہ ہر جگہ آپ کے ساتھ نظر آتی ہے؟آپ کہاں تھے اتنے دنوں سے بلکہ کیا کام کرتے ہیں آپ ؟

ایک ہی سانس میں اپنی سب الجھنیں بیان کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

منت میرا اس سے کو . ں رشتہ نہیں۔اور باقی باتوں کی وضاحت میں تمہیں وقت آنے پہ دے دوں گا۔وہ تحمل سے بولا۔

ہاں چاہے تب تک سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹ جائے۔منت چاہتی تھی کہ ابھی ساری کی ساری بات سلجھ جائے مگر منہاس کا گریز اسے شک میں ڈال رہا تھا۔

چلو چھوڑو یہ ساری باتیں میں نے کل تمہارے لیے نیا موبا . ل لیا تھا۔تم وہ دیکھو۔اس نے جیکٹ کی جیب سے جدید ماڈل کا نیا فون اسکی طرف بڑھایا۔

اس میں میرا عزہ اور تمہارے گھر والوں کا نمبر میں نے محفوظ کردیا ہے باقی تم خود کرلینا۔

منت نے انکار کرنا چاہا مگر عزہ کا نام سن کر ذہن میں جھماکہ ہوا۔ فوراً سے پہلے اس نے موبا . ل پکڑا اور عزہ کو کال ملانے لگی۔ کافی دیر بیل ہوتی رہی مگر اس نے فون نہیں اٹھایا۔

سو رہی ہوگی وہ۔ ابھی صرف آٹھ بجے ہیں۔ منہاس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے رسانیت سے اسکی توجہ وقت کی طرف دلوا . ں۔

منت نے فکر سے اسکی طرف دیکھا۔ معیز بتا رہا تھا کہ وہ ساری ساری رات اسکے پاس جاگ کر گزار تا رہا ہے اور کل کی رات بھی وہ جاگا ہوا لگ رہا تھا۔ شاید اسی لیے اب اسے نیند آرہی تھی۔

سنیں ادھر صوفے پہ جا کر سو جا . یں۔ اس کو یوں آڑھا ترچھا لیٹا دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا تو کچھ دیر بعد بول اٹھی۔ اسکی ٹانگیں بیڈ سے نیچے جھول رہی تھیں اور آدھا وجود بیڈ پہ تھا۔ منت نے اسے ہلایا مگر وہ گہری نیند میں جا چکا تھا۔ آہستہ سے وہ اٹھی اور نیچے اتری۔

صاحبِ عالم سیدھے ہو کر لیٹ جا . یں۔ اس نے منہاس کے کندھے کو جنجھوڑتے ہوئے کہا تو وہ نیند سے جاگا۔

میں کہہ رہی ہوں کہ آرام سے سیدھے ہو کر بیڈ پہ لیٹ جا . یں۔ اس نے اپنی بات دہرا . ں۔

نہیں تم بے آرام ہو جا . گی تم یہاں لیٹ جا . میں ادھر صوفے پہ سو جاتا ہوں۔ وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھا۔

میں نے کہا نہ کہ سو جا . یں ادھر ہی۔ وہ ذرا سختی سے بولی۔

میں فریش ہو کر نیچے جا رہی ہوں۔ معیز بھی آتا ہو گا اسکے ساتھ ناشتہ کر کے اور تھوڑی چہل قدمی کر کے ہی اوپر آ . ں گی۔اس لیے جوتے اتاریں اور بحث کیے بغیر سیدھے ہو کر لیٹ جا . یں مجھے غصہ نہ دلا . یں۔

منہاس نے اسے پرانی جون میں واپس آتے دیکھا تو مسکراہٹ دبا کر ہاں میں سر ہلا گیا۔

منت باتھ روم کی جانب بڑھ گ . ۔فریش ہو کر باہر آ . ں تو وہ جوتے اتارے بغیر سو چکا تھا۔وہ افسوس سے سر ہلاتی بیڈ کے پاس آ . ں۔

منہاس کے جوتے اتارے اور پا . ں سیدھے کر کہ بیڈ پہ رکھے۔ پا . نتی پہ پڑا ہوا کمبل اٹھا کر اس پہ ڈالا۔وہ سوتے ہوئے منت کو بہت پیارا لگا۔بکھرے بال ماتھے تک آ رہے تھے۔اس نے پیار سے اسکے بال پیشانی سے ہٹائے۔کچھ دیر اس کو دیکھتی رہی۔پھر اسکے ماتھے پہ پیار کر کے جلدی سے باہر چلی آ . ں۔آنکھوں سے نمی صاف کر کے وہ نیچے ہسپتال کے لان میں آ گ . ۔اس کا دل دہری کیفیات کا شکار ہو رہا تھا۔

کیا کروں میں؟کیسے پتا کروں کہ کیا سچ ہے؟سوچتے ہوئے وہ ادھر سے ادھر چکر کاٹنے لگی۔کچھ دنوں سے ہونے والی بارشوں نے موسم کافی خوشگوار کر دیا تھا۔ صبح کے اس وقت ابھی اتنا رش نہیں تھا۔اکا دکا لوگ ہی آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہی معیز آتا نظر آیا۔منت نے دور سے ہی ہاتھ ہلا کر اسے ادھر بلا لیا۔وہ آتے ہی اسکے گلے لگا۔

اب کیسی طبعیت ہے؟اور باہر کیوں آ . ں ہو آرام کرتی نہ۔

ٹھیک ہوں میں۔تمہارا انتظار کر رہی تھی۔چلو ناشتہ کرتے ہیں۔

وہ اسے لے کر کینٹین پہ آ گ . ۔

آپا منہاس بھا . ں نہیں آئے کیا؟معیز کو یہی تھا کہ منہاس رکے گا منت کے پاس اس لیے وہ کل رات گھر چلا گیا تھا۔

ہاں تمہارے جانے کے دس منٹ بعد ہی آ گئے تھے۔ منت نے جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے نمی کو اپنے اندر اتارا۔

ابھی کہاں ہیں؟ معیز نے سوال داغا۔

سو رہے ہیں۔ منت نے مختصراً بتایا۔

ہاں بیچارے کافی راتوں سے ڈھنگ سے سو نہیں پائے اچھا ہے آرام کر لیں۔ معیز بڑبڑاتے ہوئے ناشتہ لانے چل دیا۔

اچھا معیز ناشتے کے بعد گھر سے ان کے کپڑے لا دینا۔ ابھی جو پہنے ہوئے ہیں بہت گندے ہو گئے ہیں۔ منت کے آگے اسکا شکن آلود اور ملگجا لباس آیا تو وہ بے اختیار معیز سے کہہ بیٹھی۔ اس نے ہمیشہ اسے بنا ٹھنا ہی دیکھا تھا اس لیے اب اسے اس حلیے میں دیکھنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

لادوں گا آپا بلکہ تمہارے کپڑے بھی لے آ . ں گا۔ اس ہسپتال کے سفید لباس میں تم کو . ں بھٹکی ہو . ں آتما سے کم نہیں لگ رہی۔

معیز نے شرارت سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

گینڈے اپنی سستی جگتیں کہیں اور سنایا کرو۔ معیز نے اپنی تعریف سر جھکا کر وصول کی۔

ناشتے کے بعد وہ شان کو اپنے ساتھ ہی گھر لے گیا تھا۔ منت نے وقت دیکھا۔ ساڑھے نو ہو رہے تھے۔ موبا . ل لے کر وہ باہر آ گا . اور دوبارہ عزہ کو کال ملا . ں۔۔

-----------------------------------*--------------------*-------------
----*

گا . ں میں صبح فجر کی اذانیں پڑھتے ہی ہو جاتی ہے۔لوگ نماز کے بعد معمولات زندگی کی طرف آنے لگتے ہیں۔یہاں کی فضا . ں میں بہت سکون ملتا ہے۔صبح صبح مرغوں کی بانگ چڑیوں کی چہچہاہٹ کو . ل کو کو کو اور مختلف پرندوں کی مختلف خوبصورت بولیاں جن میں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہیں,روح کے لیے بہت دلکش منظر ہوتا ہے۔یہ سب دیکھنا دل و دماغ کو معطر کر دیتا ہے۔

عزہ دربار کی طرف جانے والی راستے پہ چلتی ہو . ں غازی سے محو گفتگو تھی۔وہ اس سے چند قدم پیچھے تھا۔سورج کی ہلکی ہلکی روشنی ہر طرف اجالا کر رہی تھی۔وہ دونوں سیر کے لیے آئے تھے۔آج عزہ کا ارادہ تھا گا . ں میں موجود چیدہ چیدہ چیزیں اسے دکھائے۔

تم ٹھیک کہہ رہی ہو شہر میں یہ سب کہاں دیکھنے کو ملتا ہے۔غازی نے اسکے قدموں کی تقلید کرتے ہوئے کہا۔۔
بلکہ اب تو شاید ہی کبھی شہر میں چڑیوں کو دیکھا ہو۔جب ہم چھوٹے ہوتے تھے تب تو پھر بھی چڑیاں نظر آجاتی تھیں مگر اب تو سالوں گزر گئے کبھی دیکھا ہی نہیں۔
اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ بچپن میں گھر کے صحن میں جس طرح چڑیاں آیا کرتی تھیں اب نظر نہیں آتیں۔تقریباً دو دہائی قبل گھروں کے صحن، بالکنی، چھتوں اور گلیوں کے علاوہ بجلی کے کھمبوں اور تاروں پر بھی چڑیوں کی بیٹھک لگی ہوتی تھی۔مگر اب ایسا کچھ دیکھنے کو نظر نہیں آتا۔

ہم جب بچپن میں یہاں رہتے تھے تو میرے ابو روزانہ چڑیوں کو دانا ڈالا کرتے تھے۔ پھر جب گوجرانوالہ شفٹ ہوئے تو وہاں بھی ابو جی ایسا ہی کرتے تھے میں خود بہت شوق سے صبح صبح اٹھ کر انکی چہچہاہٹ کو سنا کرتی تھی۔ ابو جی کہتے تھے یہ اللہ کی حمد ثنا کرتی ہیں۔

عزہ خشک کنویں کے پاس سے گزرتے ہوئے رک گ . اور دم لینے کو وہیں اسکی منڈیر پر بیٹھ گ . اور بات جاری رکھی۔

پھر آہستہ آہستہ چڑیوں کی تعداد بتدریج کم ہوتی گ . ۔ایک تحقیق کے مطابق دنیا بھر میں چڑیوں کی تعداد میں 80 فیصد تک کمی آئی ہے۔

اس بات میں کافی حد تک صداقت لگتی بھی ہے، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پہلے صبح کے وقت کہیں نہ کہیں گھر کی چھت یا قریبی درختوں سے چڑیوں کی آوازیں آجایا کرتی تھیں، مگر اب ایسا خال خال ہی ہوتا ہے بلکہ کبھی کبھار تو چڑیا ڈھونڈنے کے لیے کافی کوشش کرنا پڑتی ہے۔

ماہرین کے مطابق چڑیوں کی کمی کی وجوہات میں درختوں کی کٹائی کے باعث ان کے مسکن کا متاثر ہونا، ماحولیاتی مسائل، شہری ضروریات میں اضافہ اور بڑھتی ہوئی جدیدیت شامل ہے۔

صحیح کہہ رہی ہو۔ وہ بھی ذرا فاصلے پہ بیٹھ گیا اور خشک کنویں کے اندر جھانکا۔

ٹیکنالوجی نے زندگی میں سکون لاکر خوبصورتی چھین لی ہے۔زندگی کی رونق سادگی میں تھی اب تو کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا۔

عزہ نے اداس اور ویران کنویں کو دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھری۔

ہم امی کے ساتھ یہاں پانی بھرنے آیا کرتے تھے۔کیا منظر ہوتا تھا گا . ں کی ساری خواتین پانی کے مٹکے سر پر اٹھائے چلتی جاتی تھیں اور آپس میں دکھ سکھ بھی بانٹتی جاتی تھیں۔پہلے نلکا آیا تو اس کنویں کی اہمیت کم ہو گ . اور اب تو ہر گھر میں موٹر لگ چکی ہے اسی لیے بہت سالوں پہلے یہ خشک ہو گیا اور اسکے اندر مٹی پھینک دی گ . ۔ وہ اٹھ گ . ۔"چلو اب تمہیں دربار دکھاتی ہوں"۔

غازی نے ایک آخری نظر اس کنویں پہ ڈالی اور اسکے پیچھے ہو لیا۔

ویسے بہت حیرت کی بات ہے تم بھی ان درباروں وغیرہ پہ یقین رکھتی ہو۔

دربار کے باہر جوتے اتارتی عزہ کو دیکھتے ہوئے وہ اچھنبھے سے بولا اور خود بھی جوتے اتارنے لگا۔

عزہ جوتے اتار کر مسکراتے ہوئے اندر بڑھی۔غازی نے سر اٹھا کر مزار نما دربار کا جا . زہ لیا۔دروازہ کھول کر اندر جاتے ہی بڑا سا بڑا سا آمدہ تھا جس کے چاروں طرف چار دیواری کی صورت چھوٹے چھوٹے سے جنگلے لگائے گئے تھے۔احاطے کے بعد ایک بڑا سا دروازہ تھا جس کے اندر مزار بنا یا گیا تھا۔وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔عزہ ہاتھ اٹھائے کھڑے تھی۔قبر کو خوبصورت کڑھا . ں اور پھولوں سے سجایا ہوا تھا۔

وہ عزہ کو وہیں چھوڑ کر مزار کی پچھلی سمت آگیا۔وہاں بھی جنگلے لگے ہوئے تھے۔اس طرف دربار کے بالکل ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد دکھا ۔ ں دی جس کے چاروں طرف جنگلی پودے اگے ہوئے تھے۔اسے مسجد کی ویرانی پہ افسوس ہوا۔

با ۔ یں طرف گلاب کے پودے تھے جس پہ لگے پھولوں کی خوشبو یہاں تک آرہی تھی۔

عزہ کے قدموں کی چاپ پہ وہ پیچھے مڑا۔اس نے نماز کی طرح ڈوپٹے کو سر پہ لے رکھا تھا۔
تم دعا مانگ رہی تھی؟غازی نے جیب سے موبا ۔ ل نکال کر ارد گرد کی تصویریں لیتے ہوئے پوچھا۔

نہیں تو۔میں تو صرف فاتحہ پڑھ رہی تھی۔عزہ نے کندھے جھٹکتے ہوئے سادگی سے کہا۔
میں جانتی ہوں تم کیا سوچ رہے تھے۔یہی نہ کہ شاید میں بھی ان کمزور عقا ۔ ر پہ یقین رکھنے والوں میں سے ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ درباروں پہ آکر ساری منتیں اور مرادیں مل جاتی ہیں۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

وہ چونک کر پلٹا۔وہ اسکی سوچوں سے بخوبی واقف ہوگ ۔ تھی۔

ہاں میں ایسا ہی سوچ رہا تھا۔اس نے اعتراف کیا۔

نہیں میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔عزہ نے مسکرا کر کہا۔

جو لوگ کہتے ہیں ان درباروں پہ دفن بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگو ان سے میرا ہمیشہ ہی اختلاف رہا ہے۔ میں نے وسیلے کے بارے میں بہت تفصیل سے پڑھا ہے اور مجھے یہی معلوم ہوا ہے کہ

قرآن کریم اور صحیح احادیث سے تین طرح کا وسیلہ ثابت ہے۔ایک اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا، دوسرے اپنے نیک اعمال کا اور تیسرے کسی زندہ نیک شخص کی دعا کا۔

لہٰذا وسیلے کی صرف یہی قسمیں جائز اور مشروع ہیں۔باقی جتنی بھی اقسام ہیں، وہ غیر مشروع اور ناجائز و حرام ہیں۔

زندہ نیک شخص کی دعا کے وسیلے کے جواز میں یہ حدیث بیان کی جاتی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب قحط پڑ جاتا تو سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (کی دعا) کے وسیلہ سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔دعا یوں کرتے تھے: اے اللہ! بے شک ہم تجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی میں ان کی دعا) کا وسیلہ پیش کر کے بارش طلب کیا کرتے تھے تو تو ہمیں بارش دیتا تھا اور اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات کے بعد ان) کے چچا (کی دعا) کو وسیلہ بنا کر بارش طلب کرتے ہیں (یعنی ان سے دعا کرواتے ہیں)، لہٰذا اب بھی تو ہم پر بارش نازل فرما۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس طرح انہیں بارش عطا ہو جاتی تھی۔[صحیح البخاري: 1/137، ح: 101]

غازی نے موبا . ل جیب میں رکھتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔

ہاں یہ حدیث میں نے بھی سنی ہو . ں ہے۔میں کو . ں بہت مذہبی انسان نہیں ہوں نہ مجھے قرآن یا حدیث کے بارے میں اتنی معلومات ہیں مگر میں ایک بات جانتا ہوں کہ قبر کے اندر جو انسان ہے وہ مردہ ہے اور مردے نہیں سنا کرتے پھر لوگ کیوں عقل سے کام نہیں لیتے۔وہ آ کر مردہ انسانوں سے مدد طلب کرتے ہیں۔انہیں سوچنا چاہیے کہ وہ اللہ کی مخلوق ہیں۔وہ اپنے بندوں سے ستر ما . ں سے زیادہ محبت کرتا ہے تو کیا وہ انکی دعا . یں اور حاجتیں نہیں سنے گا۔وہ بار بار کہتا ہے مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا۔جو لذت اللہ سے بذات خود مانگنے اور گڑگڑانے میں ہے وہ بھلا ان نام نہاد وسیلوں میں کہاں۔کسی مردہ انسان کے وسیلے سے مانگنا شرک میں آتا ہے۔یہ سوچنا چاہیے کہ جو شخص وفات پا چکا ہے وہ جب کسی کی بات سن نہیں سکتا تو اللہ تک کیسے پہنچا سکتا ہے۔لوگوں نے مسجدوں کو ویران کر کے مزاروں اور درباروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔درباروں پہ روتے ہیں سجدے کرتے ہیں گڑگڑاتے ہیں۔جتنا واویلا وہ وہاں مچاتے ہیں اس کا ایک فیصد اگر وہ اللہ سے مانگیں تو مراد پا . یں۔ٹھیک ہے آپ نے مزاروں پہ جانا ہے جا . یں مگر وہاں فاتحہ پڑھیں نہ کہ اپنی داستانیں سنا کر دعا . یں مانگنے لگ جا . یں۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

جاہلیت کی انتہا ہے کہ ہم لوگوں کی اکثریت ایسا نہیں سوچتی۔عزہ نے مایوسی سے سر ہلایا۔

جب بھی کو . ں ایسی بات کی جائے تو فوراً اسے سوال آتا ہے آپ کا فرقہ کیا ہے؟کیا احادیث کی بات کرنا اور قرآن وسنت کا حوالہ دینا کسی خاص فرقے میں آتا ہے۔میں نے کالج میں ایک دفعہ اسی موضوع پہ تقریر کی تھی اور مجھے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔میں نے سمجھایا بھی کہ میں کسی فرقے پہ نہیں ہوں۔میں بس مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔آخر کیوں ہم نے خود کو فرقوں میں تقسیم کر لیا ہے۔قرآن میں کہیں فرقے کا نام لے کر مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ ایمان والو کہا گیا ہے پھر پتا نہیں کیوں ہم سب اپنی تعلیمات بھول گئے ہیں۔

بد قسمتی سے ایسا ہی ہے۔غازی نے شانے اچکائے۔

چلتے چلتے وہ دونوں باہر آ گئے۔ ٹھنڈی ہوا نے استقبال کیا تھا۔

جوتے پہن کر دوبارہ سے واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔

چلو اب تمہیں سوئے پہ لے کر چلتی ہوں۔

غازی نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔یہ کیا ہوتا ہے؟

اصل میں یہ جو پکی سڑک ہے نہ جس کے ساتھ ساتھ یہ نالہ بہہ رہا ہے اسے ہم گا . ں والے سر . ا کہتے ہیں۔لوگ سیر کرنے آتے ہیں یہاں۔

عزہ نے کچھ دور بہتے نالے کے طرف ہاتھ س اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔۔

یہ پکی سڑک یہاں سے سیدھا شہر جانے والے راستے کو جاتی ہے اور۔۔۔۔۔۔۔

انکی آوازیں آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھیں۔

-------------------------------------------------*-----------------------
---*

حویلی میں معمول کی چہل پہل کے ساتھ لان میں ناشتہ لگانے کا انتظام کیا گیا تھا۔وہ دونوں بھی وہیں آ گئے۔آج سب گھر والے موجود تھے۔شاید کچھ خاص بات تھی۔

ان کے منہ کیوں لٹکے ہوئے ہیں؟ عزہ نے تایا اور چچا کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے غازی کے کان میں سرگوشی کی۔

میں نے انکے گرد شکنجہ کسنا شروع کر دیا ہے۔ دو دن پہلے انکی ایک بڑی کھیپ پکڑی گ . ہے۔ کڑوروں کا نقصان ہوا ہے۔

غازی نے بریڈ پہ جیم لگاتے ہوئے اسکی طرف جھک کر بتایا۔

وا . ۔۔عزہ نے ستا . ش کے انداز میں ہونٹ سکیڑے۔

سب گھر والے یہی موجود ہیں تو میں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔ تایا نے گلا کھنکھارتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔ عزہ نے دلچسپی سے انہیں دیکھتے ہوئے اپنا کھانا جاری رکھا جبکہ باقی سب نے کھانے سے ہاتھ روک لیے تھے۔

پچھلے کچھ دنوں سے بزنس میں بہت نقصان ہو رہا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ گھر کی عورتیں بھی کچھ قربانی دیں۔

آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ نقصان کو پورا کرنے کے لیے گھر کی عورتیں اب بزنس چلا . یں۔ عزہ نے جوس پیتے ہوئے پوچھا۔

لاحول ولا قوۃ۔ ہمارا یہ مطلب نہیں تھا۔ تایا نے خفگی سے عزہ کو گھورا۔ امی نے بھی عزہ کو کہنی مار کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ہم یہ کہنا چاہتے ہیں ہیں کہ گھر کی عورتوں کو اپنا زیور ہمیں دینا ہو گا تاکہ اسے بیچ کر ہم اپنا نقصان پورا کر سکیں۔
تایا کے دھماکے پہ تا . ں نے دل تھام لیا۔ چچی کے منہ کے زاویے بھی بگڑے تھے مگر چچا کی گھوری پہ سر جھٹک کر نیچے کر لیا۔ جو س پیتی عزہ کو اچھو لگا۔

زیور؟ ہاہاہا۔۔ سیریسلی تایا جی؟ اب آپ اپنا نقصان اس طرح پورا کریں گے۔ اور فرض کریں پھر بھی نقصان پورا نہ ہوا تو کیا گھر کی عورتوں کو بھی بیچ دیں گے۔
اس نے ہنستے ہوئے کڑوے لہجے میں سب کو آگ لگا . ں۔
عزہ بدتمیزی نہیں کرو۔ امی نے اسے ٹوکا دیتے ہوئے رخ تایا کی طرف موڑا۔
جی جی بھا . ں صاحب کیوں نہیں۔ آخر برے وقت میں اپنے کام نہیں آ . یں گے تو کب کام آ . یں گے۔

ہرگز نہیں امی۔ عزہ ہتھے سے اکھڑ گ . ۔
مجھ سے اور میری امی سے کو . ں امید نہ رکھیے گا۔ ہمارا نہ تو آپ کے بزنس سے واسطہ ہے اور نہ اس کے نقصان سے۔ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو جو آپ نے سیروں کے حساب سے سونے کے زیورات دیے ہیں انہی سے لیں۔
وہ بے نیازی سے کہتی دوبارہ کھانے کی طرف مشغول ہو گ . تھی۔ ساری خواتین کے چہرے لٹک چکے تھے۔ زیورات سے ہاتھ دھونے کے خیال نے ان کی بھوک اڑا دی تھی۔

غازی نے صورت حال کشیدہ ہوتے دیکھی تو کھنکھارتے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

میرا خیال ہے کہ میں شاید کچھ مدد کر سکوں۔آپ فکر نہ کریں جتنا نقصان ہوا ہے میں اتنے پیسوں کی آپکے بزنس میں شراکت کر لیتا ہوں۔یوں آپ کا بزنس سیٹ ہو جائے گا اور میری بھی پارٹنر شپ ہو جائے گی۔

ادھر اس نے بات مکمل کی تھی اور عزہ نے زور سے اسکے پا . ں پہ پا . ں مارا۔صرف اسی پہ اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک زوردار چٹکی بھی کاٹی۔وہ سسکی بھر کر رہ گیا۔عزہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔

تمہیں تو میں پوچھتی ہوں۔

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ کمرے میں آ . ں تو آٹھ بج چکے تھے۔تبھی موبا . ل پہ بیل ہو . ں۔کسی انجان نمبر سے کال آرہی تھی۔

اس کا موڈ غازی نے خراب کر دیا تھا۔دل ہی نہ کیا کہ کال اٹھائے۔

موبا . ل پرے پھینک کر اس نے کمرے میں چکر کاٹنے شروع کر دیے۔

یہ سمجھتا کیا ہے خود کو؟ مجھ سے پوچھے بغیر ہی میاں ہمدرد بن رہا ہے۔

کچھ دیر بعد جب امی گھر کے کاموں میں مصروف ہو . یں تو وہ موقع غنیمت جانتی ہو . ں اسکے کمرے میں گ . ۔

وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔عزہ نے غصے سے اس کو گھورا۔

اوہ تو جناب لیٹ ہو رہے ہیں۔ظاہر ہے اب آفس جایا کریں گے۔بزنس پارٹنر جو بن گئے ہیں۔

غازی نے اسکے طنزیہ انداز کو تحمل سے برداشت کیا۔اسکے بیٹھنے کے لیے بیڈ پہ جگہ بنا . ں۔

بیٹھو۔وہ چپ چاپ بیٹھ گ . ۔

مجھے پتا ہے تم غصہ ہو۔اور مجھے یہ بھی پتا ہے یہ کو . ں: . بات نہیں۔کیوں کہ تم عام طور پہ غصے میں ہی رہ تی ہو۔

وہ استری کا پلگ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

اس لیے تم فکر نہ کرو۔میں جو کچھ کر رہا ہوں سوچ سمجھ کر کر رہا ہوں۔

عزہ کے پاس پڑے کپڑے اٹھائے اور استری کرنے لگا۔آخر عزہ کو ہی شرم آ . ں۔

چھوڑو میں کرتی ہوں۔وہ آگے بڑھی مگر غازی نے نرمی سے منع کر دیا۔

کو . ں مسلہ نہیں عزہ۔میں کر لوں گا۔مجھے اپنے کام کرنے کی عادت ہے۔

وا . پھر تو مجھے بہت آسانی ہو جائے گی۔شادی کے بعد۔۔ہاں نہ۔

شوخی سے کہتے ہوئے اس نے استری سٹینڈ کے ساتھ ٹیک لگا . ں۔

غازی اسکی شرارت سمجھ کر مسکرا دیا۔

تم فکر نہ کرو۔شادی کے بعد اپنے سارے کام تم سے ہی کروایا کروں گا۔

یہ تو غلط ہے۔

تو صحیح کیا ہے؟وہ اسکی طرف جھکا۔

صحیح یہ ہے کہ کام اپنا اپنا۔ وہ ادا سے سر جھٹکتے ہوئے بولی۔ غازی سر ہلا کر رہ گیا۔ جب تک اس نے کپڑے استری کیے۔ عزہ نے اسکے کمرے کی حالت درست کر دی تھی۔

چلو اب بتا . کہ تم نے انہیں پارٹنر شپ کی آفر کیوں کی ہے؟

عزہ تم اتنی ذہین و فطین ہو مجھے یقین ہے تم دس منت سوچو گی تو اس بات کا حل بھی تمہیں ضرور ملے گا۔۔

وہ اسکے گال تھپتھپاتا ہوا کپڑے لے کر فریش ہونے چلا گیا۔

اس بات کا حل بھی تمہیں ضرور ملے گا۔ اس منہ بنا کر غازی کی نقل اتاری اور تن فن کرتی کمرے سے باہر آ گا . ۔

آدھے گھنٹے بعد اسے پھر سے اسی نمبر سے کال موصول ہو . ں جس سے پہلے مس کال آ . ں تھی۔

پہلے تو اس نے کال کاٹنے کا سوچا پھر اٹھالی۔

ہیلو کون؟ محتاط انداز میں پوچھا۔

میں ہوں۔ تم میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھی پہلے۔ منت کی آواز سن کر وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

کدھر تھی تم؟ پورے پانچ دنوں سے ٹرائے کر رہی ہوں مگر تمہارا نمبر ہی اس دن سے بند جا رہا ہے جس دن میں واپس آ . ں تھی۔ خیریت تھی نہ؟

مطلب؟ منت نے الجھن سے پوچھا۔ اسے حیرت ہو . ں تھی کیوں کہ فیضی نے خود اسکی بات کروا . ں تھی۔

www.urdunovelsmania.com

مطلب ؟کیا مطلب بھ . میں تو اتنے دنوں سے پریشان ہو رہی تھی تمہارے لیےاور منہاس بھا . ن کا نمبر بھی نہیں لگ رہا تھا۔عزہ نے وضاحت کی۔

مطلب تمہاری مجھ سے ایک دفعہ بھی بات نہیں ہو . ن۔تو پھر وہ کون تھی جس نے مجھ سے عزہ بن کر بات کی۔منت نے پریشانی سے پوچھا۔

کیا کہہ رہی ہو؟ مجھے کھل کر بتا . ۔کچھ سمجھ نہیں آرہی۔عزہ نے سر پکڑتے ہوئے پوچھا۔
جس دن تم یہاں سے گ . تھی اسی دن سارہ نے مجھے اغوا کر لیا تھا۔-----------------

منت نے ساری کہانی سنا دی اور عزہ تو بس منہ پہ ہاتھ رکھے بت بنی سن رہی تھی۔

اس نے اتنا کچھ کر لیا تمہارے ساتھ اور تم مجھے اب بتا رہی ہو۔مجھے پہلے بتاتی میں اس سارہ کو قتل کر دیتی۔اس نے ہمت کیسے کی؟منہاس بھا . ن نے اسے کچھ کہا نہیں۔
عزہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سارہ معراج کو اسی وقت سزا دے ڈالتی۔

منت مجھے بہت رونا آرہا ہے یہ سوچ کر کہ تم اتنی تکلیف میں رہی۔عزہ نے آنسو پونچھے۔منت کو اس پہ پیار آیا۔

چلو چھوڑو یہ سب باتیں۔ میں یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر تم نے کال نہیں کی تھی تو پھر؟ منت کی سو . ں پھر وہیں اٹکی۔

سیدھی سی بات ہے منو جس طرح اس نے شان کی جعلی ویڈیو بنا . ں تھی اسی طرح وہ کال بھی جعلی ہو گی۔

عزہ نے خیال ظاہر کیا۔ منت نے جوش سے سر ہلا یا۔

ہاں ایسا ہی ہو گا۔ مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا۔

عزہ کیا وہ سچ کہہ رہی ہے کہ میرے صاحب عالم گینگسٹر ہیں؟ وہ کہہ رہی تھی اس کے پاس ثبوت ہیں۔ تھوڑی دیر بعد منت کی تھکی تھکی سی آواز آ . ں۔

بکواس کر رہی ہے وہ۔ تم اسکی باتوں میں ہرگز بھی نہ آنا۔ بھلا منہاس بھا . ں مجرم ہو سکتے ہیں؟ کبھی بھی نہیں۔ تم اس چڑیل کی باتوں میں مت آنا۔ وہ تمہیں بدگمان کرنا چاہ رہی ہے۔

عزہ نے اسے سمجھاتے ہوئے نصیحت کی۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میرے صاحبِ عالم غلط ہو ہی نہیں سکتے۔

منت نے تفاخر سے کہا۔

منت میں آ جا . ں؟ عزہ نے اسکی پریشانی کے خیال سے پوچھا۔

نہیں یار میں ٹھیک ہوں اب۔ تم فکر نہیں کرو۔ منت نے منع کیا۔

تھوڑی دیر بعد ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد منت نے فون بند کر دیا۔

اللہ جی میری دوست کی زندگی سے تمام مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کر دیں۔ وہ بہت معصوم ہے۔ اس پہ کبھی کو . ں آنچ نہ آئے۔

منت کے لیے دعا کر کے اسے تھوڑا سکون ملا۔ سارہ کو سبق سکھانے کا ارادہ کرتی ہو . ں وہ لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گ . ۔

سارہ کے خلاف اسکے پاس جتنا بھی مواد تھا اس کو اکھٹا کرنے لگی۔۔

سارہ معراج اب دیکھو تم تماشا۔ جو کام میں کرتے ہوئے ہچکچا رہی تھی وہ تو اب ہو گا۔ دیکھتے ہیں تمہارا انجام کیا ہوتا ہے۔

عزہ ایک بار پھر سے سارہ سے ٹکر لینے والی تھی۔۔

عزہ سے بات کر کے وہ بہت ہلکی ہو گ . تھی۔ یقیناً سارہ جھوٹ کہہ رہی تھی۔

میرے صاحب عالم کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔وہ چڑیل جھوٹ بول رہی ہے۔

اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے وہ کمرے میں چلی آ . ں۔وہ ابھی تک سو رہا تھا۔

وہ صوفے پہ آ کر بیٹھ گ . اور گیم کھیلنے لگی۔تھوڑی دیر بعد منہاس کے موبا . ل پہ وا . بریشن ہو . ں۔منت جلدی سے اٹھی۔منہاس کی نیند نہ خراب ہو جائے اس ڈر سے اسکا ارادہ تھا کہ کال کاٹ دے۔

اسکی جیب سے موبا . ل نکالتے ہی وہ ساکت رہ گ . ۔سکرین پہ سارہ معراج کالنگ لکھا نظر آ رہا تھا۔

منت کے وجود میں بھانبڑ جلنے لگے۔

یہ کیوں کال کر رہی ہے؟وہ موبا . ل ہاتھ میں پکڑے دوبارہ باہر آ گ . ۔منت نے کال اٹھا . ں اس سے پہلے وہ کچھ بولتی سارہ معراج شروع ہو چکی تھی۔

مسٹر عالم تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔تم نے دھوکہ دیا ہے مجھے۔میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔تم دیکھنا اب میں تمہارے ساتھ کیا کرتی ہوں۔

مثلاً کیا کروں گی تم؟ہاتھ تو لگا کر دکھا . میرے شوہر کو۔اب میں کمزور نہیں پڑوں گی۔تمہیں جان سے مار دوں گی۔

منت نے اپنے کمزور دل کو سنبھالتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔

اوہ۔تو منہاس عالم اپنی بیوی کے پہلو میں چھپے ہوئے ہیں۔اسے بولو مجھ سے بات کرے۔

سارہ کے طنز میں ابھی بھی حسد کی بو آ رہی تھی۔وہ عورت کبھی سدھرنے والی نہیں تھی۔

ایک شوہر کو اس وقت اپنی بیوی کے پاس ہی ہونا چاہیے نہ تو وہ میرے پاس ہیں۔ سو رہے ہیں۔ اب دوبارہ کال مت کرنا۔

اچھا واقعی؟ سارہ نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔
ایک محب وطن بیوی اپنے گینگسٹر شوہر کو اپنے پاس آنے دیتی ہے تو کہاں گا . اس کی سو کالڈ وطن سے محبت۔ تم تو بڑی باتیں کرتی تھی اب کیا ہوگیا۔ وطن کی محبت پہ میاں کی محبت آڑے آگا . ؟
اس کا انداز واضح مذاق اڑانے والا تھا۔ منت نے بمشکل اپنے آپ کو قابو میں رکھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سارہ کو خوب گالیاں دے۔ اگر وہ ہسپتال میں نہ ہوتی تو شاید ایسا کر بھی دیتی۔

میں جانتی ہوں تم جھوٹ بول رہی ہو۔ وہ ایسے نہیں ہیں۔ تم الزام لگا رہی ہو تا کہ بدگمان ہو کر میں انہیں چھوڑ دوں۔ تو سن لو میں انہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی۔
منت نے جذباتی ہو کر کہا۔ سارہ ایک بار پھر اس کا یقین متزلزل کر رہی تھی۔

ہاہاہا۔۔ اف۔۔ میں الزام نہیں لگا رہی سچ بتا رہی ہوں۔ تمہارا شوہر مشہور زمانہ گینگسٹر ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے اور بس ایک تم ہی ہو جو اعتماد کی اندھی پٹی اپنی آنکھوں پہ باندھے ہوئے ہو۔

سارہ کا سرد لہجہ منت کو برف کر گیا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔
تم ایک بار پھر جھوٹ بول کر مجھے اپنے دام میں پھنسا رہی ہو۔

میں اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کر سکتی ہوں۔ جب ثبوت مانگو گی دے دوں گی۔ سارہ نے چیلنج کرتے ہوئے فون بند کر دیا۔

چڑیل۔۔ اللہ کرے مر جائے۔ منت نے کلستے ہوئے کہا۔

اس کا تو نمبر بلاک کرتی ہوں۔

جوش سے سکرین کو ٹچ کیا تو لاک منہ چڑا رہا تھا۔

فٹے منہ۔ وہ جی بھر کر بدمزہ ہو . ں۔

کمرے میں آ . ں تو وہ ابھی تک سو رہا تھا۔ منت نے موبا . ل پہ وقت دیکھا۔ دس بج رہے تھے۔

توبہ ہے تب سے اب تک صرف دو گھنٹے ہی گزرے ہیں۔ میں بھی معیز کے آنے تک تھوڑی دیر سو جاتی ہوں۔

صوفے پہ لیٹتے ہوئے اس نے سوچا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی گہری نیند میں جا چکی تھی۔۔

-------------------------------*------------------*-------------
----*

ڈسچارج ہو کر وہ گھر آ گا . تھی۔ منہاس اسکا بہت خیال رکھ رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس حادثے کے بعد سے منہاس اس کو بہت وقت دے رہا تھا۔ یہ اگلے دن کی بات تھی جب اسکے فیسبک اکا . نٹ کے ذریعے سارہ نے اس سے رابطہ کیا۔

آخر تم میری جان کیوں نہیں چھوڑ دیتی۔ مجھے تم سے رابطہ نہیں رکھنا۔ منت نے زچ ہو کر سوال کیا۔

دیکھو جو ثبوت ہیں وہ یا تو میں پولیس کو دوں گی یا تمہیں۔ تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ کیا چاہتی ہو؟ اگر یہ ثبوت دیکھ لو گی تو تمہارے لیے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی۔ یہ دیکھنے کے بعد بھی اگر تم نے منہاس کو نہ چھوڑا تو مجبورًا پھر پولیس تمہارے شوہر کو نہیں چھوڑے گی۔
سارہ نے اسکے ساتھ گیم کھیلی اور منت ڈر گا . ۔کچھ دیر بعد اسے اپنے نمبر پہ کچھ ڈاکو منٹس اور ویڈیوز موصول ہو . یں۔
منت نے جلدی سے عزہ کو میسج کیا۔

کڑاہی کی خوشبو کچن سے باہر تک آ رہی تھی۔ عزہ اس وقت کچن میں تھی جب اسے منت کا میسج موصول ہوا۔ ہاتھ دھو کر اس نے آنچ ہلکی کی اور میسج کھولا۔
عزہ سارہ نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے منہاس کو نہ چھوڑا تو وہ سارے ثبوت پولیس کو دے دے گی۔ اور ہماری پولیس ہے بھی ایسی سچ سے زیادہ جھوٹ پہ یقین رکھنے والی۔ کچھ کرو اس سارہ کا۔
عزہ کا میسج پڑھ کر دماغ گھوم گیا۔ دس منٹ تک کڑاہی بن چکی تھی۔ چولہا بند کر کے وہ کمرے میں چلی آ . ں۔ لیپ ٹاپ کھول کر سارہ کا مطلوبہ فولڈر نکالا۔
ملک کے سب سے بڑے نیوز چینل کو سارہ کے سارے کالے کرتوت ای میل کیے۔
یہی نہیں بلکہ فیسبک اور انسٹا پہ فیک آ . ں ڈی کے ذریعے سوشل

میڈیا پہ بھی ہر جگہ سارہ کی وہ ویڈیو پھیلادی جو اس نے عدالت کو دکھانے کے لیے بنا . ں تھی۔اس میں سارہ صاف صاف اپنے جرا . م کا اقرار کرتی نظر آرہی تھی۔

کچھ گھنٹوں کی بات تھی اور پورے ملک میں یہ سب پھیل جاتا۔سارہ منت کو بھول کر اپنی ٹینشن میں لگ جاتی۔اس نے منت کو میسج بھیج کر سکون سے آنکھیں موند لیں۔

-------------------*------------*-----------*-----------*----------*

سارہ معراج کو اب ہر محاذ پہ منہ کی کھانی پڑ رہی تھی۔ملک کے معروف نیوز چینل کی طرف سے اسکی ویڈیو نشر کی گ . تھی اور ساتھ ہی ساتھ انڈسٹری سے متعلق عدالت کے فیصلے کے بارے میں بھی بتا یا گیا تھا۔اور اب ہر طرف اس خبر پہ چرچے ہو رہے تھے۔وہ اس خبر کو بند بھی نہیں کروا سکتی تھی کیوں کہ چینل اپوزیشن والوں کا تھا۔ابھی یہ معاملہ ختم ہوا نہیں تھا کہ سوشل میڈیا پہ ہر طرف اسکے خلاف ٹویٹس ہونے لگے۔یہی نہیں سراج پاشا نے بھی اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔وہ سارے ایم این اے منسٹر اور وزیر جو کبھی اسکے آگے پیچھے پھرتے تھے اب یوں تھے کہ جیسے سارہ کو جانتے ہی نہ ہوں۔وہ بھوکی شیرنی کی طرح تلملاتی پھر رہی تھی۔ہر طرف سے اسکے خلاف لوگ اٹھ کھڑے ہونے لگے۔اپوزیشن پارٹی کو تو جیسے موقع مل گیا وہ اس معاملے کو خوب ہوا دینے لگے۔سارہ کے خلاف وہ کیسز بھی باہر آنے لگے جن کا اسکے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا مثلاً پچھلے سال ہونے والی دہشت گردی کے پیچھے سارہ کو جوڑ دیا گیا اپوزیشن کے حال ہی میں قتل ہونے والے کارکن کا الزام بھی اسکے سر ڈال دیا گیا۔وہ تو پاگل ہونے والی ہو گ . ۔بمشکل اسکے سیکریٹری سلطان نے اسے نیند کی گولیاں دے کر سلایا۔تاہم جب اسکی آنکھ کھلی تو وہ اپنے کمرے میں نہیں تھی۔دنیا والوں کے لیے وہ ایک مسنگ پرسن بننے جارہی تھی۔

*__________*__________*__________*

شام نے اپنے سائے گہرے کرنے شروع کر دیے۔غازی صبح سے مصروف تھا اور اب جا کر وہ واپس آیا تھا۔اس وقت حسب معمول سب گھر والے اپنے اپنے کمروں میں تھے۔یہاں مغرب کے بعد سے لوگ بستروں میں دبک جاتے تھے۔وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا تبھی اسے عزہ کا میسج آیا۔وہ اسے آتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔وہ کمرے میں جانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے چھت پہ آ گیا۔

خیریت اس وقت چوروں کی طرح بلانے کا مقصد؟وہ شگفتگی سے کہتے ہوئے اسکے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔عزہ نے بغیر کچھ کہے موبا ل کی سکرین اسکے آگے کر دی۔وہ چند لمحے پلکیں جھپکائے بغیر دیکھتا رہا۔۔

ڈونٹ ٹیل می عزہ کہ اس سب کے پیچھے تم ہو؟وہ شاکڈ سا اسکی طرف پلٹا۔عزہ نے اسکی آنکھوں میں چھپی حیرت سے لطف لیا۔مزے سے دونوں ہاتھ ہوا میں پھیلائے۔

ہاں یہ سب میں نے کیا ہے۔اس سب کے پیچھے دی گریٹ عزہ کا ہاتھ ہے۔

وہ یونہی ہاتھ پھیلائے گول گول گھومنے لگی۔غازی نے تاسف سے اسے دیکھا۔

تمہیں یہ سب ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔کم سے کم مجھ سے مشورہ کر لیتی۔

عزہ رک گ ۔آنکھوں میں حیرت در آ ں۔

تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو میں نے کل بتایا تھا نہ کہ وہ میری دوست کو ہراس کر رہی ہے اس لیے میں نے اس سے بدلہ لیا ہے۔

اگر وہ دوبارہ تمہاری دوست کو کو . ں نقصان پہنچادے تو؟ غازی نے سوال کیا۔
تم بتا رہی تھی کہ اسے اغوا بھی کیا گیا تھا۔اب وہ پھر سے اسے اس سب کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے کچھ غلط کر دے تو؟
اکثر ہمارے کیے کا دوسروں کو بھگتنا پڑتا ہے۔

نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ تب منہاس بھا . ں نہیں تھے اس کے پاس۔اب وہ ہیں تو اپنے ہوتے ہوئے وہ منت کے ساتھ کچھ غلط تو نہیں ہونے دے سکتے نہ؟
عزہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بے فکری سے بات چٹکیوں میں اڑا . ں تھی۔غازی منہاس کا نام سن کر چونکا۔
دنیا میں صرف ایک ہی منہاس تو نہیں۔اس نے اپنے آپ کو تسلی دی۔
منہاس کون عزہ؟اس نے دھڑکتے دل کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔
ارے منت کے شوہر ہیں۔ تمہیں نہیں پتا؟ عزہ نے آنکھیں میچتے ہوئے کہا۔
نہیں بھلا مجھے کیسے پتا ہوگا۔غازی نے خود پہ جبر کرتے ہوئے ہونٹ پھیلائے۔منہاس نام نے اسکے وجود پہ سوگواریت طاری کر دی۔کافی عرصہ ہوگیا تھا اسکے بارے میں سنے ہوئے اسے دیر . ھے ہوئے۔

اچھا ویسے پتا ہے کیا میں سوچ رہی تھی پرسوں منت کی سالگرہ ہے۔تحفے کے طور پر اسکی اور منہاس بھا . ں کے نکاح کی تصویر فریم کروا کر بھیج دوں۔
عزہ اپنی رو میں ہی کہے جا رہی تھی۔
وہ ہر حال سالگرہ پہ مجھ سے بلکہ ہر ایک سے اپنی مرضی کا تحفہ لیتی تھی۔پہلے سے ہی اعلان کر دیتی تھی کہ میری سالگرہ آ رہی ہے تو میرے لیے تحفے خرید لیں۔۔لیکن تین سال ہو گئے اب اسے کو . ں ہوش نہیں ہوتی اپنی سالگرہ کی۔
عزہ بتاتے بتاتے دلگرفتہ ہو گ . ۔غازی نے منہاس کے خیالوں کو جھٹک کر اپنا دھیان اسکی باتوں کی طرف لگایا۔

چار سال پہلے منہاس بھا . ں اسے چھوڑ کر اچانک لاپتا ہو گئے تھے۔منت نے بہت صدمہ لیا تھا انکے جانے کا۔جینا بھول ہی چکی تھی۔یہ تو شکر ہے سال پہلے اچانک ہی منہاس بھا . ں دوبارہ واپس آ گئے۔

غازی کو ایک بار پھر جھٹکا لگا۔یہ ساری صورت حال جانے کیوں اسے بار بار شک دلا رہی تھی کہ وہ منہاس اسکا اپنا بھا . ں ہی ہے۔

اچھا پھر کیا ہوا؟اس نے بے چینی سے پوچھا۔

پھر کیا ہونا تھا منہاس بھا . ں واپس جو آ گئے۔اب وہ دونوں ایک ساتھ ہیں ماشاءاللہ سے۔

عزہ نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے گویا کہانی کا اختتام بتایا۔غازی کی تسلی نہیں ہو . ں۔کچھ سوچتے ہوئے اس نے کہا۔

عزہ کیا تم مجھے تصویر دکھا سکتی ہو منہاس بھا . ں کی؟

کیوں؟عزہ نے حیرانی سے پوچھا۔

ویسے ہی تم ابھی دکھا سکتی ہو؟تمہارے موبا . ل میں تو ہوگی نہ۔غازی نے بات ٹالتے ہوئے اصرار کیا۔

نہیں میرے موبا . ل میں تو نہیں ہوگی۔عزہ نے کچھ سوچتے ہوئے بتایا۔منت کبھی کبھار سٹیٹس پہ لگا دیتی ہے ۔جب میں ان کے گھر پہ تھی تو ہم ایک دن باہر کھانا کھانے گئے تھے تو میں نے سب کی کھانا کھاتے ہوئے تصویر لی تھی مگر منہاس بھا . ں نے یہ کہتے ہوئے ڈیلیٹ کر دی کہ تم سٹیٹس لگا . گی اور کھانے کے ساتھ کی تصویریں سٹیٹس پہ نہیں لگاتے۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

غازی کے چہرے پہ مایوسی کے سائے پھیلے۔اچانک دو منٹ پہلے کی گفتگو یاد آ . ں۔

لیکن ابھی تو تم کہہ رہی تھی کہ ان دونوں کی تصویر فریم کروا . گی۔

غازی نے جوش سے کہتے ہوئے اسکی توجہ اس نکتے کی جانب

دلا . ں۔

وہ تصویر میرے موبا . ل میں نہیں بلکہ میموری کارڈ یا لیپ ٹاپ میں ہے۔وہ بولتے بولتے رکی۔کچھ یاد کرنے کی کوشش کی۔

شاید وہ تصویر موبا . ل کے ری سا . یکل بن میں پڑی ہو۔میں چیک کرتی ہوں۔

اس نے موبا . ل سے ری سا . یکل بن والا فولڈر کھولا جہاں تصویریں ڈیلیٹ ہو جانے کے بعد بھی ساٹھ دن تک محفوظ رہتی تھیں۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

ویسے تم اتنا اصرار کیوں کر رہے ہو؟عزہ نے سکرول کرتے ہوئے مشکوک انداز میں اسے گھورا۔

بتا دوں گا پہلے تم تصویر تو ڈھونڈ لو۔غازی نے اسے سست روی سے سکرین نیچے کرتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

تم بہت آہستہ آہستہ کر رہی ہو جلدی کرو۔اور یہ اتنا کچھ تمہارے ری سا . یکل بن میں کیوں ہے؟وہ جھنجھلا یا۔

جناب ہر ہفتے میں موبا . ل کی صفا . ں کرتی ہوں۔واٹس ایپ امیجز, سکرین شارٹس, ویڈیوز اور ساری پرانی چیزیں ڈیلیٹ کر دیتی ہوں۔

بڑا نیک کام کرتی ہو۔اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔غازی نے جل کر کہا۔وہ ہنس دی۔

مل گ . ۔عزہ خوشی سے چلا . ں۔غازی کی دھڑکن تیز ہو . ں۔کچھ لمحے آنکھیں بند کر کے کھولیں اور عزہ سے موبا . ل پکڑا۔۔

اس نے تصویر پہ نظریں جما . یں اور تھم سا گیا۔وہ بلاشبہ منہاس عالم ہی تھا۔اس کا بڑا بھا . ں۔

کیا ہوا؟عزہ نے اسکا شانہ ہلا یا۔وہ اسے پتھر کا بت لگا۔

غازی۔۔اس نے قدرے اونچی آواز سے پکارا۔وہ ہوش میں آ یا۔

یہ منہاس عالم ہے۔غازی نے پھٹی پھٹی نظروں سے تصویر میں کھانا کھاتے شخص کی طرف اشارہ کیا۔

ہاں یہ منہاس بھا . ں ہیں منت کے شوہر۔عزہ نے تا . ید کی۔

عزہ یہ میرے بڑے بھا . ں ہیں۔منہاس عالم۔غازی نے اسکی سماعتوں پہ بم پھوڑا۔وہ بے یقینی سے دو قدم پیچھے ہٹی۔منہ پہ ہاتھ رکھتے دا . یں با . یں سر ہلا یا۔

تمہارے بھا . ں؟حیرت تھی کہ کم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔

ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟منہاس بھا . ں؟مطلب تم نے بتا یا تھا کہ تمہارا بھا . ں ایک گینگسٹر ہے تو۔۔۔

تو یہی کہ تمہاری دوست منت کا شوہر میرا بڑا بھا . ں ہے۔غازی نے تھکے تھکے انداز میں بتا یا۔

اف منہاس بھا . ں معصوم لوگوں کی زندگی خراب کرنے سے آپ باز نہیں آئے۔غازی کو منت کے لیے دکھ ہوا۔

عزہ کے لیے یہ جھٹکا قیامت سے کم نہیں تھا۔وہ وہیں منڈیر کے ساتھ زمین پہ بیٹھتی چلی گ . ۔

منت۔۔وہ تو مر جائے گی۔مر جائے گی جب اسے یہ سب پتا چلے گا۔

میں اسے کیسے یہ سب بتا . ں گی۔اس کا مطلب ہے سارہ سچ کہہ رہی تھی اور اسکے ثبوت بھی اصلی تھے۔

کیسے ثبوت عزہ؟وہ جھک کر اسکے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگا۔شاید قسمت اسے موقع دے رہی تھی کہ جو فرض پہلے رہ گیا تھا وہ اب ادا ہو جاتا۔

منت بتا رہی تھی سارہ نے اسے منہاس بھا . ں کے خلاف کچھ ثبوت بھیجے ہیں۔عزہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے بتایا۔اسے ابھی تک اس بات کی سچا . ں پہ شک ہو رہا تھا۔

ہوسکتا ہے تمہیں کو . ں غلط فہمی ہو منہاس بھا . ں ایسے نہ ہوں۔عزہ نے امید کا سرا تھامتے ہوئے سہارا لیا۔
مجھے نہیں لگتا منہاس بھا . ں ایسے ہوں۔ہم انہیں اس وقت سے جانتے ہیں جب وہ گوجرانوالہ آئے تھے کشف آپی کے گھر۔۔

یہ سب کیا ہو رہا ہے؟غازی کا دماغ گھوم گیا۔اب یہ کشف آپی کہاں سے آگ . یں بیچ میں؟

منت فرسٹ ا . یر میں کشف آپی کے پاس پڑھنے جاتی تھی اور وہیں۔۔۔۔۔۔
عزہ نے آہستہ آہستہ ساری تفصیلات سنا دیں کہ وہ دونوں کیسے منہاس کو جانتی تھیں۔غازی کو یاد آیا کشف اور رضی منت نامی لڑکی کا اکثر ذکر کرتے رہتے تھے۔خود جب وہ شروع شروع میں وہاں تھا تو اسکی بھی کبھی کبھار منت سے بات چیت ہو جاتی تھی مگر یہ صرف تین ماہ کی بات تھی وہ وہاں سے چلا گیا تھا اور پھر باقی آنے والے سالوں میں

کبھی اسکا سامنا منت سے نہیں ہوا تھا۔ منہاس اکثر ہی کشف کے گھر پایا جاتا تھا اور کیوں پایا جاتا تھا اس بات کی سمجھ بھی اسے اب آ . ں تھی۔ وہ وہاں منت کے لیے ہوتا تھا۔

عزہ تم منت سے وہ سارے ثبوت منگوا . جو سارہ معراج نے اسے بھیجے ہیں۔ غازی فیصلہ کن انداز میں بولا۔

تم کیا کرو گے ان کا؟ عزہ بوکھلا . ں۔ تم انہیں جیل میں ڈال دو گے۔
نہیں میں منت سے وہ سب نہیں منگوا . ں گی۔ وہ پاگل ہو جائے گی یہ سب سن کر۔

عزہ نے انکار کیا۔ وہ تصور کر سکتی تھی کہ جب منت کو پتا چلے گا تو اس کا ردِ عمل کیا ہوگا۔

عزہ بیوقوفوں والی باتیں مت کرو۔ تم سے ایسی توقع نہیں تھی مجھے۔ غازی نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔

تم کچھ بھی کہو میں اپنی دوست کو اس عذاب میں ہرگز نہیں ڈالوں گی۔ وہ کھڑی ہوتے ہوئے رخ پھیر گ . اور نگاہیں سیاہ آسمان پہ جما دیں۔
منت کی زندگی میں بھی اس کالی رات کے جیسے سیاہی آجائے گی۔ پھر کو . ں چاند, سورج یا ستارہ اس کو روشن نہیں کر سکے گا۔ وہ ہمیشہ اندھیرے میں رہے گی۔
خود کلامی کے انداز میں بڑبڑاتی عزہ وہ عزہ نہیں لگ رہی تھی جو اپنے سگے رشتے داروں کے خلاف ڈٹ کھڑی ہو . ں تھی۔

عزہ کیا ہوا تمہارے اصول کدھر گئے؟ وہ بڑی بڑی انصاف اور قانون کی باتیں کیا صرف کتابی باتیں تھیں؟ کیا سچ کے لیے ڈٹ جانا صرف تمہارے تا یا اور چچا کے لیے تھا وہ بھی اس لیے کہ تمہیں ان سے کو . ں جذباتی وابستگی اور انسیت نہیں تھی؟ منت سے تمہارا دل کا رشتہ ہے اس لیے اسکے شوہر کو تم کٹہرے میں کھڑا نہیں کرو گی کہ کہیں تمہاری دوست کا دل نہ دکھ جائے۔۔وا . . ۔

غازی نے تلخ لہجے میں کہتے ہوئے اسے آ . ینہ دکھایا۔وہ کانپ گ . ۔تڑپ کر پیچھے مڑی۔اسکی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی تھی۔

ایسا نہیں ہے کہ مجھے اپنے تا یا اور چچا کے خلاف جانے پہ کو . ں دکھ نہیں ہے۔میں ان کے انجام سے واقف ہوں۔اس لیے جب کبھی تا . ں چچی اور ان کے بچوں کے بارے میں سوچتی ہوں تو میرے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔میں پتھر دل نہیں ہوں۔انسان ہوں۔میرے اندر بھی دل ہے جو اپنوں کی تکلیف پہ بے چین ہو جاتا ہے۔تم کیا جانو انصاف کی اس کٹھن راہ پہ چلتے کتنی بار میرے ارادے لڑکھڑائے اور قدم ڈگمگائے ہیں۔کتنی بار اس راستے کے کانٹوں نے میرے پیروں کے ساتھ ساتھ میری روح کو بھی چھلنی کیا ہے۔اپنے آپ کو مضبوط بنانے کے لیے مجھے کن کن امتحانوں سے گزرنا پڑا ہے تم نہیں جان سکتے۔اس لیے انسان ہونے کے ناطے ایک بار اگر میں نے اپنی دوست کے لے اچھا سوچ لیا تو کیا برا کیا؟ میں کو . ں روبوٹ یا کسی گیم کا وہ کردار نہیں ہوں جو بس اپنے ٹاسک کو پورا کرتا جائے اور راستے میں ہر آنے والی رکاوٹ کو تہس نہس کرتا جائے۔چیزوں کے دل

نہیں ہوتے غازی۔انسانوں کے ہوتے ہیں اس لیے اگر میں ایک دل کو روندنے سے ڈر رہی ہوں تو کیا غلط کر رہی ہوں۔

غازی شرمندہ ہوا۔اسے یوں عزہ کو جج نہیں کرنا چاہیے تھا۔وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔
عزہ نے آنکھیں صاف کیں۔لبوں پہ تلخ مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہو . ں۔اس نے غازی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جو کہا اس نے غازی کا دل چیر کر رکھ دیا۔

اس

آزما . شوں,دکھوں اور تکلیفوں میں انسان کو انسان ہونے کا مارجن دینا چاہیے۔ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اس وقت وہ کس صورت حال سے گزر رہا ہے۔اس کو سمجھے بغیر جھٹ سے فتوے نہیں لگانے چاہیے۔ہم دوسروں سے ہمیشہ پرفیکشن کی توقع کیوں رکھتے ہیں۔انہیں ہمیشہ اس انداز سے دیکھنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں جس سے ہم انہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ہم نے آ . یڈیلز کے بت تراش کر رکھے ہیں۔اور اگر آ . یڈیل وہ بات کر جائے جو ہمیں پسند نہیں تو ہمارے ماتھے پہ شکنوں کے جال کیوں پڑ جاتے ہیں۔کیوں بھ . ؟کیا آپ کے آ . یڈیل انسان نہیں ہیں کیا؟اگر وہ ہیں تو اس بات کو سمجھ لیں کہ مکمل اور آ . یڈیل کو . ں نہیں ہوتا۔ہر شخص کی ذات میں کہیں نہ کہیں کمی رہ جاتی ہے۔اگر کسی نے وہ بات کر دی ہے جس کی آپ کو توقع نہیں تھی تو کیا آپ نے جاننے کی کوشش کی کہ اس نے ایسا کیوں کہا؟بغیر جانے کہ اگلا کس سٹیٹ آف ما . ینڈ میں ہے فوری بھڑک جانا کیا ٹھیک ہوتا ہے؟ہو سکتا ہے وہ شخص پہلے ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو اور آپکا یہ رویہ اسے مزید دلبرداشتہ کر دے۔

کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو؟غازی نے اسکے قریب ہوتے ہوئے اسکے ہاتھ تھامے۔اسکی شرارتی آنکھیں ندامت کے بوجھ سے جھکی جا رہی تھیں۔عزہ چمکتی ہو . ں چاندنی کو دیکھتے ہوئے مسکرا . ں۔اسکے ہاتھ دبائے۔

ہاں بالکل کر سکتی ہوں۔کیوں کہ میں یہ سمجھ سکتی ہوں کہ اس وقت تم کس حالت میں ہو۔اور تم فکر نہیں کرو میں کچھ دیر میں منت کو کال کروں گی اور اس سے سارے ثبوت منگوالوں گی۔

اگر تم میری باتوں سے ہرٹ ہو کر اسے کال کرو گی تو۔۔۔۔۔
نہیں۔تمہاری باتوں کی وجہ سے نہیں۔۔عزہ نے اسکی بات کاٹی۔
جلد یا بدیر میرا فیصلہ یہی ہوتا۔ہاں تم نے تھوڑا جلدی کروا دیا۔

بات کے آخر میں وہ شوخی سے منہ ٹیڑھا میڑھا کرتے بولی تو غازی کے وجود پہ چھا . ں کلفت زا . ل ہو . ں۔

تم میرے لیے خدا کا انمول تحفہ ہو۔اور اس تحفے کی ناقدری کر کے میں بارگاہ ربی میں شرمندہ نہیں ہو سکتا۔میں چاہتا ہوں کہ روز آخرت جب نام پکارے پکارے جا . یں تو وہاں بھی تمہارا نام میرے نام کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔
بہت دور آسمان پہ کچھ ستاروں نے ٹمٹماتے ہوئے غازی کی محبت کو پذیرا . ں بخشی اور چاند نے خوش ہوتے ہوئے اپنی چاندنی کے جلوے ہر سو بکھیرنے شروع کر دیے۔

-----------------------------------*-----------------*-------------
----*

عزہ کو سارہ کے خلاف کچھ کرنے کا کہہ کر منت پر سکون ہو گ . تھی۔ جانتی تھی کہ عزہ ایسے طوفان کا نام ہے جو سارہ کو بہا کر لے جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اسے عزہ کا میسج موصول ہوا تھا۔

شام کی خبریں لازمی دیکھ لینا۔

اس مختصر سے پیغام میں اسے سمجھ نہیں آ . ں کہ اب عزہ نے کیا کیا ہے؟ عصر کی اذانیں ہو . یں۔ نماز پڑھ کر وہ ٹی وی چلا کر بیٹھ گ . ۔ ہر طرف سے سارہ معراج کی خبریں آ رہی تھیں۔ منت نے ک . دفعہ آنکھیں کھول کر بند کیں مگر منظر نہیں بدلا۔

ارے واہ! اب آ . ں سارہ پہاڑ کے نیچے۔ جیو عزہ۔ میرے شیرنی نے کمال کر دیا۔ سارے اگلے پچھلے بدلے پورے کر دیے۔

منت کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دھمال ڈالنا شروع کر دے۔ اگلہ پورا گھنٹہ وہ جم کر ٹی وی پہ سارہ کے پرخچے اڑتے دیکھتی رہی۔

سوشل میڈ یا کھولا تو وہاں بھی یہی سب چل رہا تھا۔ سارہ
ایک معروف سیاستدان تھی اس لیے پورے ملک میں کھلبلی مچی ہو . ں تھی۔

اسے پتا بھی نہیں چلا کہ کب منہاس اسکے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا۔

بہت اچھی خبر چل رہی ہے۔ ہے نہ؟ وہ اسکے پاس بیٹھتے ہوئے بولا تو منت اسی رو میں خوشی سے تالیاں بجاتے ہوئے تا . ید کرنے لگی۔

ہاں بہت اچھی خبر ہے۔ واللہ میری رگ رگ میں سکون اتر گیا ہے اس خبر کو سن کر۔ اچھا ہوا چڑیل ٹھکانے لگے گی اب۔

اچانک اسے احساس ہوا تو سٹپٹا . ں۔"نہیں میرا مطلب ہے کہ برا . ں کا انجام پھر برا ہی ہوتا ہے"۔
منہاس کا انداز اس وقت اسے بہت عجیب لگا۔ جیسے وہ اس سب سے خوش نہیں تھا۔

یہ سب میں نے نہیں کیا ہے۔ منت نے صفا . ں پیش کی۔ وہ اسے پہلے بھی سارہ سے دور رہنے کا کہہ چکا تھا اور بات نہ مان کر وہ نتیجہ بھگت چکی تھی اور اب نہیں چاہ رہی تھی وہ یہ سمجھے کہ منت دوبارہ سارہ سے الجھ رہی ہے۔

میں جانتا ہوں منت کہ تم نے یہ سب نہیں کیا۔ وہ صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر گیا۔ منت محسوس کر سکتی تھی کہ وہ پریشان ہے۔
آپ ٹھیک ہیں؟ اس نے منہاس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں۔ تم فکر نہیں کرو۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔
اچھا سنو آج رات مجھے گھر سے باہر رہنا ہوگا۔ تم اور شان تیار ہو جا . تمہیں اماں کی طرف چھوڑ دوں گا۔

منت کے دل میں کھٹکا ہوا مگر سارے برے خیالوں کو جھٹکتی ہو . ں وہ کھڑی ہو . ں۔

ٹھیک ہے ہم تیار ہو جاتے ہیں۔ بحث کیے بغیر وہ کمرے میں چلی گ . ۔ تھوڑی دیر بعد وہ اسے اور شان کو چھوڑ نے جا رہا تھا۔

منت سنو۔ گاڑی سے اترتی منت اسکی پکار پہ تھم سی گ . ۔ وہ بہت کم اسے ایسے بلاتا تھا۔

کل لینے آ . ں گا۔ تیار رہنا۔ ڈنر باہر کریں گے۔

وہ اثبات میں سر ہلاتی ہو . ں شان کے ساتھ اتر گ . ۔ سب گھر والے اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ رات کا کھانا کھا کر معیز جنت اور شان آ . س کریم کھانے باہر چلے گئے۔ اسے تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھے اس لیے اس نے منع کر دیا اور کمرے میں آ گ . ۔

رات کے بارہ بجے موبا . ل کی گھنٹی بجی۔ وہ حیران ہوتی ہو . ں اٹھی۔ عزہ کال کر رہی تھی۔ اسکے پاس ہی جنت اور شان سو رہے تھے۔ وہ موبا . ل ہاتھ میں پکڑے باہر آ گ . ۔

عزہ۔ خیریت تم اس وقت کال کر رہی ہو؟ سلام دعا اور حال احوال کے بعد منت نے کام کی بات پوچھی۔ اسے عزہ کا انداز ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ وہ ہر بات بغیر تمہید کے کر لیا کرتی تھی اور اب بات کرتے ہوئے جھجھک رہی تھی۔

وہ منت تم وہ ساری فا . لز اور ثبوت مجھے بھیج سکتی ہو جو سارہ نے تمہیں بھیجے ہیں؟ منہاس بھا . ں والے۔

تم کیا کرو گی ان کا؟ منت نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

میں انہیں دیکھنا چاہ رہی تھی کہ کہیں وہ سچ نہ کہہ رہی ہو۔عزہ نے آنکھیں بند کرتے ہوئے بدقت کہا۔

تم منہاس پہ شک کر رہی ہو؟منت کو صدمہ لگا۔اسے عزہ سے یہ امید نہیں تھی۔

ابھی کل تم مجھے قا . ل کر رہی تھی کہ سارہ جھوٹ کہہ رہی ہوگی اور آج تم اسکی ہم خیال بن گ . ہو۔

منت نے اپنی ناگواری کو ذرا بھی چھپانے کی کوشش نہ کی۔عزہ نے اسکا کڑوا لہجہ نظرانداز کیا۔اسے ایسے ہی ردِ عمل کا اندازہ تھا۔

پلیز میں اپنے شک کو دور کرنا چاتی ہوں۔کیا پتا سارہ کے پارٹنر منہاس بھا . ں ہی ہوں اور کیا پتا وہ نہ ہوں۔اسی لیے کنفرم تو کرنا ہے نہ۔

عزہ تم انتہا . ں فضول بات کر رہی ہو۔فون بند کرو۔ صبح ہوش میں آ . گی تو بات کریں گے۔منت نے سختی سے کہا۔

میں کو . ں فضول اور بے بنیاد بات نہیں کر رہی۔میں بس سچ جاننا چاہ رہی ہوں کہ کہیں منہاس بھا . ں واقعی سارہ کے ساتھ ملوث تو نہیں۔عزہ نے دھیرے سے اپنی بات دہرا . ں۔منت نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا۔

ٹھیک ہے میں تمہیں سب کچھ ابھی سینڈ کر دیتی ہوں مگر ایک بات یاد رکھنا کہ اگر تمہاری بات غلط ثابت ہو . ں تو ہماری دوستی میں دڑار ڈالنے والی تم ہوگی۔

اور اگر یہ بات سچ ثابت ہوگ . تو؟ عزہ نے لب کاٹتے ہوئے پوچھا۔

ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ وہ سارے ثبوت جعلی ہیں۔ منت نے یقین سے کہا اور کال کاٹ دی۔
اس نے وہیں کھڑے کھڑے سب کچھ عزہ کو بھیج دیا۔

اچھا ہے اس کے دماغ کا فتور اترے گا۔ ضرور یہ سارہ چڑیل کی باتوں میں آگ . ہوگی۔
بڑبڑاتی ہو . ں وہ کمرے میں آکر لیٹ گ . ۔ مگر اب نیند کہاں آنی تھی۔ عزہ, سارہ اور منہاس کے خیال اور باتیں ہی ساری رات اسکے دماغ میں گونجتی رہیں۔

--------------------------------*----------------*-------------
----*

صرف منت ہی نہیں عزہ کی رات بھی آنکھوں میں کٹی تھی۔ منت کے بھیجی ساری چیزیں اس نے اسی وقت غازی کو سینڈ کردی تھیں۔
وہ جانتی تھی اس نے منت کو ناراض کر دیا ہے۔ ابھی تو صرف وہ ناراض ہو . ں تھی آنے والے وقت میں منت کو کن مصا . ب کا سامنا کرنا پڑے گا عزہ اس سے باخوبی آگاہ تھی۔ سب کچھ واضح تھا پھر بھی وہ دعا کر رہی تھی کہ کو . ں معجزہ ہو جائے اور منہاس ویسا نہ ہو جیسا وہ سمجھ رہے تھے۔

--------------------------------*-----------------*---------------
--*

کو . ں اور بھی تھا جو رات کے اس پہر جاگ رہا تھا۔ اپنے کمرے میں موبا . ل پہ کچھ پڑھتا غازی شدید برہم اور تکلیف میں نظر آرہا تھا۔

دو گھنٹوں میں ہی اس نے سب کچھ دیکھ لیا تھا۔ سارہ کی کہی ایک ایک بات سچ نکلی تھی۔ وہ سارے ثبوت منہاس کے خلاف تھے۔ وہ نہ صرف سارہ کا پارٹنر تھا بلکہ اسکے ہر برے کام میں اسکے ساتھ ملوث تھا۔ اسلحے کی خریداری سے لے کر منشیات کی اسمگلنگ اور ایم پی کمیکل انڈسٹری میں ہونے والے ہر کالے دھندے میں وہ ملوث تھا۔ یہ ثبوت منہاس کو کا . سال تک جیل میں قید رکھنے کے لیے کافی تھے۔

اس نے صبح رضی اور ایان کے ذریعے وہ ثبوت پولیس تک پہنچانے کا فیصلہ کر لیا۔

--------------------------------*-----------------*---------------
--*

💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚

موسم, ہوا . یں اور منظر وہی تھا جو روز ہوتا تھا مگر آج اسکی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ خالی ذہن اور خالی نظریں لیے خود کو بھی اندر سے خالی محسوس کررہی تھی۔ حسب معمول وہ دونوں سیر کے لیے آئے ہوئے تھے۔۔ غازی بھی اس کی ہمراہی میں قدم سے قدم ملاتا خاموش چلتا جارہا تھا۔

میں ساری رات نہیں سو پا . ں۔عزہ نے خاموشی کی خلیج پار کی۔وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

میں بھی نہیں سو پایا۔غازی نے جوتے کی نوک سے راستے میں آئے پتھر کو دور اچھالا۔وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے کا سامنا نہیں کر کرنا چاہتے تھے۔

وہ میرے بھا . یوں جیسے اور میری دوست کے شوہر ہیں۔عزہ نے سر جھکائے پیروں کی سمت دیکھتے ہوئے بات آگے بڑھا . ں۔

وہ میرے بڑے بھا . ں ہیں۔باپ کی جگہ اس شخص نے مجھے پالا اور زمانے کے سرد و گرم سے بچایا۔غازی نے اپنا مشغلہ جاری رکھا۔

بہت مشکل ہوتا ہے کسی اپنے کو یوں دیکھنا۔عزہ نے تاسف سے کہا۔

ہاں بہت مشکل ہوتا ہے جان سے پیاروں کو یوں دیکھنا۔غازی نے تا . ید کی۔

ان دونوں کے پاس جیسے باتیں ختم ہو گ . یں۔کچھ منٹ وہ دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔

تم کیا کرو گے ان ثبوتوں کا؟جاننے کے باوجود اس نے پوچھا۔شاید بات جاری رکھنے کا بہانہ چاہیے تھا۔

رضی کو دے دوں گا یا پھر ایان کو۔وہ خود ہی پولیس کے اعلیٰ عہدِ داران تک پہنچا دیں گے اسے۔

ہمم۔وہ خاموش ہو گ . ۔

ایک ضروری بات بتانی تھی تمہیں۔غازی کچھ یاد آنے پہ رک گیا۔

کیسی ضروری بات؟عزہ نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

ایک دو دن میں تمہارے چچا اور تایا کے خلاف بھی کاروا . ں شروع ہو جائے گی۔میری اس سلسلے میں ساری تفصیلی بات ہو گ . ہے۔اس لیے سوچا تمہیں بتا دوں۔

وہ گہری سانس بھر کر رہ گ . ۔ہوا میں آکسیجن کا تناسب اسے بہت کم لگا۔
خونی رشتہ داروں کو مکافات عمل بھگتے دیکھنا بھلا کب خوشی دیتا ہے۔

صبح بہت ہی حسین طلوع ہو . ں تھی۔منت فجر ادا کر کے پھر سے سو چکی تھی۔شان کو معیز سکول لے کر جا چکا تھا۔جنت کالج میں تھی ابا کام پہ اور اماں صفا . یوں میں مصروف تھیں۔بارہ بجے کے قریب منت کی آنکھ کھلی۔کسلمندی سے اٹھتے اٹھتے بھی ساڑھے بارہ ہو گئے۔

اف مجھے تو آج ڈنر پہ جانا ہے۔ منہاس کی آواز کانوں میں گونجی تو اسے یاد آیا۔ جلدی سے بستر سے اٹھی اور واشروم میں گھسی۔

منت کھانالا . ں؟اماں نے اسے منہ دھوتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

نہیں اماں۔ رات کو منہاس کے ساتھ باہر کھانے پہ جانا ہے۔ اس نے صاف انکار کیا۔

با . لی ہوگی ہے کیا رات کو جانا ہے اور تو ابھی سے بھوکی رہ لے۔ پاگل نہ ہو تو۔ اماں نے اسے اچھا خاصہ لتاڑ کر رکھ دیا اور اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود بھی اسے ناشتہ کروادیا۔
گھر سے جو کپڑے وہ لا . ں تھی وہ عام سے تھے۔ وہ آج ڈنر کے لیے نئے کپڑے پہننے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اسے جنت کا انتظار تھا تاکہ اس کے ساتھ بازار جا سکے۔

جنت کے آنے سے پہلے ہی منہاس نے رحمت کے ہاتھ اس کے لیے کپڑے بجھوادیے۔ منت نے بے تابی سے پارسل کھولا۔ اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گ . ۔ اماں کی حیرت کے مارے آنکھیں کھل گ . یں۔

سفید پیروں تک آتی نیٹ کی فراک جس کے اوپر سفید رنگ کا ہی کام ہوا تھا۔ ڈوپٹہ البتہ جالی کا ہی اور گہرے سرخ رنگ کا تھا۔

اماں یہ دیکھو میرے صاحبِ عالم نے میرے لیے کتنا پیارا الباس بھیجا ہے۔منت نے فراک کو خود سے لگاتے ہوئے سرشاری سے کہا۔

اماں نے منت کے اچھے نصیب پہ شکرادا کیا اور اسے اکیلا چھوڑ کر باورچی خانے میں آگا . یں۔معیز جنت اور شان کے آنے کا وقت ہو رہا تھا۔

دو بجے کے قریب وہ نہانے گھسی اور ایک گھنٹے بعد نکلی۔۔
آپا لگتا ہے عید کے بعد آج نہا . ں ہے جبھی اتنی دیر لگا دی۔معیز نے اس کا مذاق اڑایا۔جنت بھی ہنسنے لگی۔وہ ان دونوں کو گھورتی ہو . ں کمرے میں چلی آ . ں۔
سارے گھر والے اسکی تیاریاں دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔کبھی وہ منہ پہ بیسن لگا رہی تھی تو کبھی پیروں کو نیر گرم پانی میں بھگو کر دھو رہی تھی۔کبھی ہاتھوں پہ بلیچ کرتی تو کبھی نیل پالش لگاتی۔

منت آپا شادی نہیں ہے تمہاری جو اتنا تیار ہو رہی ہو۔جنت نے جھنجھلا کر کہا۔وہ بیچاری اسکے بال سٹریٹ کر رہی تھی۔

پاگل آج میرا دل کر رہا ہے کہ خوب اچھے سے تیار ہو کر ڈنر کے لیے جا . ں۔لیکن پتا نہیں کیوں کبھی اچھے خیال آرہے ہیں تو کبھی برے خیال۔ڈر لگ رہا ہے کہ کچھ برا نہ ہو جائے۔
منت نے اپنی دلی کیفیات بیان کیں۔جنت کا دل دہل گیا۔اس نے جھک کر منت کا گال چوما۔

اللہ نہ کرے جو کچھ برا ہو۔اچھا اچھا سوچو۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔

شام تک کا وقت اس نے بہت بے چینی سے گزارا۔چھ بجے وہ تیار ہونا شروع ہو . ں۔سات بجے تک وہ تیار ہو کر پورے گھر میں دندناتی پھر رہی تھی۔ڈنر کے چکر میں دوپہر اور شام کا کھانا بھی گول کیا تھا۔بارہ بجے کا کھانا کھایا ہوا تھا اور اب بھوک کے مارے اسکی جان نکل رہی تھی۔

آپا کال کرلو منہاس بھا . ں کو۔معیز نے مشورہ دیا۔

تمہارا بہت شکریہ مجھے تو علم ہی نہیں تھا کہ اس دنیا میں موبا . ل نامی چیز بھی ہے۔منت نے جل کر منہ کے زاویے بگاڑے۔

دس دفعہ کال کر چکی ہوں اٹھا نہیں رہے۔

اللہ کرے منہاس بھا . ں بھول ہی جا . یں آ . یں ہی نہ۔معیز نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے۔

اماں دیکھیں یہ کیا کہہ رہا ہے۔وہ روتے ہوئے اماں کے کندھے سے آ لگی۔

معیز بہن کو مت رلا . ۔اماں نے معیز کو ڈانٹا۔جانے کیوں منت کا دل اس وقت شدید رونے کو کر رہا تھا۔

آٹھ بجے کے قریب ہارن کی آواز سنا . ں دی۔منت نے بھاگ کر چادر لی۔

خدا حافظ گھر والو۔جنت شان کا خیال رکھنا۔وہ اونچی آواز سے کہتی اور ہاتھ ہلاتی ہو . ں دہلیز پار کر گ . ۔

گھر آکر غازی نے سارے ثبوت رضی کے سپرد کر دیے تھے۔اس نے یقین دہانی کروا . ں تھی کہ دو دن کے اندر اندر منہاس کے وارنٹ بن جا . یں گے۔

عزہ تم منت کو سب کچھ بتا دو۔یوں حقا . ق چھپا . مت۔غازی نے دوپہر کے کھانے پہ اس سے کہا تھا۔وہ جواباً کچھ لمحے خاموش رہی تھی۔

ابھی ہمت نہیں ہو رہی رات کو کروں گی میسج۔وہ سر جھکائے بولی۔غازی نے مزید اسے کچھ نہیں کہا۔وہ جانتا تھا عزہ کے لیے یہ سب کرنا کتنا مشکل ہے۔

دوپہر سے شام تک وہ ان سارے فقرات کو جوڑتی رہی جن کے ذریعے وہ منت کو سچ بتانا چاہ۔ تی تھی۔اپنی دوست کا گھر اپنی آنکھوں سے ٹوٹتا دیکھنا دل کو تکلیف پہنچا رہا تھا۔ان لمحات میں وہ منت کی سالگرہ کو بلکل فراموش کر چکی تھی۔6 . باراس نے منت کو کال کرنے کا سوچا مگر ہمت نہ ہو . ں۔6 . باراس نے میسج لکھ کر مٹا دیے۔

آخر آٹھ بجے کے قریب اس نے چند بے ترتیب سے میسج منت کو سینڈ کیے اور آنکھیں میچ کر گہری سانس لینے لگی۔کچھ دیر میں منت وہ پیغام دیکھ لیتی اور اس کے بعد۔۔۔۔۔۔کیا ہوتا یہ وہ اچھے سے جانتی تھی۔

وہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔منت نے اسے دیکھا اور دیکھتی رہ گ . ۔خلاف معمول وہ آج کالے رنگ کے ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا۔بالوں کو سلیقے سے ایک طرف جمایا ہوا تھا۔بھوری آنکھیں کالے چشمے کی قید میں تھیں۔

لگتا ہے کو . ں بہت ہی مہنگی پرفیوم لگا . ں ہے۔وا . . ۔۔

اسکے وجود سے اٹھتی مہک پہ منت نے مدہوش ہو کر سوچا تھا۔

وہ قریب آ . ں۔اسکو سر سے پیر تک دیکھا پھر ابرو اچکائے۔

واہ بھ . آج تو بڑی بجلیاں گرا . ں جا رہی ہیں۔خیر تو ہے؟

میں ٹھیک نہیں لگ رہا کیا؟ مجھے پتا تھا میں اس ڈریس میں عجیب لگوں گا۔وہ بے چین ہوا۔

کہا بھی تھا رحمت سے مگر اس نے زبردستی یہی پہنوایا۔وہ بڑبڑاتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھا۔منت ہنستے ہوئے اسکے برابر بیٹھی۔

صاحبِ عالم آج آپ انسان انسان لگ رہے ہیں۔بہت حیرانی ہو رہی ہے یہ دیکھ کر۔منت کے بے لاگ تبصرے پہ اس کا منہ بنا۔۔

توکیا پہلے میں ایلین لگتا تھا؟ مجھے اس سوٹ میں آرام محسوس نہیں ہو رہا یوں لگ رہا ہے جیسے کسی اور کے کپڑے پہن لیے ہوں۔

اس نے کوٹ کے بٹن کھولتے ہوئے زور سے سانس لیتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔منت دبے انداز میں ہنسی۔

میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کے آپ کے شاہانہ انداز ہوتے ہیں وہ عام انسانوں کے نہیں ہوتے۔آستینوں کو فولڈ کر کے، ماتھے پہ بال بکھرا کر اور برانڈڈ میچنگ جیکٹ پہن کر خود کو کسی ریاست کے شہزادے سے کم آپ سمجھتے نہیں۔تبھی وہ سارہ چڑیل ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گ . تھی۔

آخری فقرہ اس نے دل میں ادا کیا تھا۔ منہاس کے سامنے وہ سارہ کا نام نہیں لینا چاہتی تھی۔ منہاس نے موڑ کاٹتے ہوئے منت کی طرف حیرت سے دیکھا تھا۔

تو تم مجھے اتنا غور سے دیکھتی ہو؟ وہ جھینپ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

بتایا نہیں تم نے؟ اس نے پھر سے منت کو چھیڑا تھا۔ وہ گردن موڑ کر اسکی طرف سیدھی ہو . ں۔ کچھ لمحے اسکو دیکھتی رہی پھر ہاتھ نچاتے ہوئے گویا ہو . ں۔

ہاں جی۔۔ جی۔ میں آپ کو دیکھتی رہتی ہوں اور بہت غور سے دیکھتی ہوں کو . ں مسلہ ہے؟ اپنی چیز ہے سو بار دیکھوں۔ آپ کو کیا؟

اس نے بڑے آسانی سے ساتھ بیٹھے نفوس کو چیز قرار دیا۔ منہاس اسے چھیڑ کر پچھتایا۔ منت بی بی کب کس بات پہ کیا ردِعمل دے کو . ں نہیں جان سکتا تھا۔

ویسے قسم سے مجھے آپ کو یوں دیکھ کر بہت ہنسی آرہی ہے لگ رہا ہے جیسے اپنے ولیمے میں شرکت کرنے آئے ہوں۔

منت نے ہنسی روکتے ہوئے پھر سے اسکے کپڑوں پہ چوٹ کی۔

اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی روکی۔

میں ایسا کرتا ہوں پہلے کپڑے بدل کر آتا ہوں پھر چلیں گے۔

وہ اس وقت بازار کے پاس سے ہی گزر رہے تھے۔ منت نے گھبرا کر اسے جانے سے روکا۔

سنیں مذاق کر رہی تھی۔ آپ نے تو سیریس ہی لے لیا۔ میری باتوں کو دل سے نہ لگا یا کریں۔

سچ میں ؟ میں ٹھیک لگ رہا ہوں۔ اسے شاید ابھی بھی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

منت بھناگ . ۔ اس نے ایک دفعہ بھی اسکی تعریف نہیں کی تھی کب سے بس اپنی فکر میں لگا ہوا تھا میں ٹھیک لگ رہا ہوں نہ ؟ اور تو نہیں لگ رہا ؟ منت کی بس ہو گ . ۔ ہاتھ جوڑتے ہوئے وہ کلس کر بولی۔

ماشاءاللہ بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ آسمان سے اترے شہزادے لگ رہے ہیں۔ زمین کے باشندے تو لگ ہی نہیں رہے۔ بڑے بڑے ہیرو آپکے آگے مات کھا جا . یں گے اگر آپ کو اس ڈنر سوٹ میں دیکھ لیں۔ کالا رنگ بہت جچ رہا ہے آپ پہ۔ اس سے پہلے کسی پہ یہ رنگ اتنا اچھا نہیں لگ رہا جتنا اس وقت آپ پہ کر رہا ہے۔ واللہ چاند تو شرما کر نکل ہی نہیں رہا کہ کہیں اسکی نظر ہی نہ لگ جائے آپ کو۔

منت نے بلا . یں لیتے ہوئے مبالغہ آرا . ں میں بڑے بڑوں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اس نے لاحول پڑھتے ہوئے منت کو روکا۔

بس بس مجھے یقین آگیا۔ مزید تعریف مت کرو ورنہ مجھے افسوس ہونے لگ جائے گا کہ ایسا ہی ایک ڈنر سوٹ میں تمہارے لیے کیوں نہیں لایا۔

گاڑی اب دوبارہ تیز رفتاری سے سڑک پہ بھاگ رہی تھی۔

آپ کو تو تعریف راس ہی نہیں۔ کب سے بس اپنی تعریفیں کروائے جا رہے ہیں ایک دفعہ بھی غور سے میری طرف نہیں دیکھا۔

منت نے خفگی سے کہا اور دل ہی دل میں اسکی طرف سے سراہے جانے کا انتظار کرنے لگی۔
اس نے ایک نظر غور سے منت کو دیکھا۔ منت کے دل کی دھڑکن تیز ہو . ں۔

وا . ۔منت تم نے بال اسٹریٹ کیے ہیں آج؟ تبھی بڑے اچھے لگ رہے ہیں۔

منہاس نے اسکے بالوں پہ تبصرہ کیا اور منت کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔ خود پہ قابو پا کر دانت کچکچاتے ہوئے مزید پوچھا۔

شکریہ اور؟
اور تعریف کروں؟ منہاس نے اچھنبے سے پوچھا۔ منت نے ہاں میں سر ہلایا۔

ٹھیک ہے مجھے سوچنے دو۔ اس نے کہتے ہوئے ایک دفعہ پھر منت کا طا . رانہ جا . زہ لیا۔
منت تمہیں تیار کس نے کیا ہے؟

جنت نے۔منت خوش ہو . ں کہ اب تو کچھ اچھا سننے کو ملے گا۔

ہم جبھی لا . نر ٹھیک سے نہیں لگایا۔کنارے سے نوک ٹھیک نہیں بنا . ں۔بلش آن بھی بہت تیز لگا دیا ہے۔ناک کی کنٹورنگ نہیں کی۔

وہ کسی ماہر بیوٹیشن کی طرح اسکے میک اپ کے حصے بخرے کر رہا تھا اور منت کا چہرہ غصے سے لال پڑ رہا تھا جسے وہ بلش آن کا کمال سمجھ رہا تھا وہ غصے کی لالی تھی۔

صاحبِ عالم بس کر دیں۔مجھے غصہ آرہا ہے۔اور اس غصے میں آپکا حشر نشر ہو جائے گا۔مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میک اپ کے بارے میں اتنی معلومات کس نے دیں آپ کو۔چلیں ٹھیک ہے بہت علم ہے آپ کو میک اپ کا مگر اس علم کو مجھ پہ تو مت جھاڑیں وہ بھی اس وقت۔

کیا میں نے کچھ غلط کہہ دیا؟وہ معصوم تھا یا بن رہا تھا وہ اندازہ نہ کر سکی۔اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے طیش کو کم کرنے کی کوشش کی پھر ایکدم سے منہاس کے بالوں پہ جھپٹ پڑی۔اس نے اسکے سارے بال بگاڑ دیے۔

یہ کیا کر رہی ہو منت؟میں تو مذاق کر رہا تھا یار۔چھوڑو میرے بال۔۔اس نے پیچھے ہوتے ہوئے دہا . ں دی۔مگر اب منت کے بدلے کا وقت تھا۔اس نے اس کے بالوں کا حشر نشر کر کے ہی سانس لیا۔

منت میں مذاق کر رہا تھا۔اس نے تاسف سے کہا۔منت دل کھول کر ہنسی۔"میں بھی مذاق کر رہی تھی"۔
اس نے گاڑی ایک طرف روک کر ڈیش بورڈ سے کنگھی نکالی اور آ ینے میں دیکھ کر اپنے بال سنوارے۔

کمال ہے۔لوگوں کے ڈیش بورڈ سے پستول نکلتے دیکھے ہیں اور ادھر ہمارے صاحب عالم کے ڈیش بورڈ سے کنگھا۔

وہ بڑبڑا ن۔اس نے پورے پانچ منٹ لگا کر بال ٹھیک کیے اور منت کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا وہ سمجھ گ . . ۔

ہاں ہاں بالکل ٹھیک بال بنائے ہیں اب چلیں؟

اس نے مسکراتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا ن۔باتوں باتوں میں وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔

گاڑی گھر کے آگے آ کر رکی۔وہ جلدی سے اترا اور منت کی طرف کا دروازہ کھولا۔وہ حیران ہوتی ہو ن اتری۔

تو کیا ہم ڈنر ادھر کریں گے؟وہ مایوس ہو ن۔اس کا خیال تھا وہ اسے کسی فا یو سٹار ریسٹورینٹ میں لے کر جائے گا۔

گھر سے اچھی جگہ تو کو ن اور ہو ہی نہیں سکتی۔وہ مبہم سا مسکرایا اور اس کا ہاتھ تھام کر گیٹ کھولا۔اور منت کا ہاتھ تھامے اندر آیا۔

پورے لان کو مصنوعی لا ٹوں سے سجایا گیا تھا۔رنگ برنگ جلتی بجھتی لا ٹیں۔لان کے وسط میں بڑی سی میز تھی جس پہ انواع واقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے۔میز کے کناروں سے غبارے باندھے گئے تھے۔پورے لان

میں لیمپ روشن کیے گئے تھے۔ ماحول بہت پر فسوں تھا۔ منت کے تصور میں بھی ایسا کچھ نہیں تھا۔ وہ بہت حیران ہو رہی تھی یہ سب دیکھتے ہوئے۔

کیا ہوا؟ کھانا نہیں کھا . گی؟ مجھے معلوم ہے تم صبح سے بھوکی ہو گی اس لیے میں نے بھی کچھ نہیں کھایا تھا کہ مل کر دونوں کھانے پہ ٹوٹ پڑیں گے۔

وہ اسکے پاس آتا شگفتگی سے بولا۔ منت نے آنکھوں میں آ . ں نمی صاف کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

کب کیے آپ نے یہ سارے انتظامات؟

منہاس نے اسکے لیے کرسی کھینچی۔ منت اپنی لمبی گھیردار فراک کو سنبھالتے ہوئے بیٹھی۔ چادر اتار کر پیچھے لٹکا . ں اور ڈوپٹہ گلے میں ڈال لیا۔

لا . ٹنگ تو دوپہر میں لگ گ . تھی۔ تمہیں لینے سے پہلے یہ سارے کھانے پکا لیے تھے۔ اس نے کوٹ اتارتے ہوئے سادگی سے بتایا۔ منت کا منہ کھلا۔

یہ سارے کھانے آپ نے بنائے ہیں؟ وہ منجمند ہو . ں۔

تم جانتی ہو میں بہت اچھی کوکنگ کر لیتا ہوں اس لیے جلدی سے باتیں چھوڑو اور کھانا کھا کر بتا . کیسا بنا ہے۔ تمہارے پسند کے کھانے ہیں سارے۔ بریانی، کڑاہی، قورمہ، مٹر پلا . اور میٹھے میں فروٹ کسٹرڈ اور فرنی ہے۔۔ تمہیں پسند ہے نہ یہ سب کچھ۔ اور مزے کی بات یہ ہے میں نے یہ سب کچھ : . ترکیبوں سے بنایا ہے۔

وہ برتنوں سے ڈھکن ہٹاتے ہوئے مسلسل بولے جارہا تھااور منت اپنے نصیب پہ رشک کررہی تھی۔اس نے کبھی براہ راست منت سے محبت کااظہار نہیں کیا تھامگراس کاایک ایک عمل گواہی دیتا تھااورآج تویہ سب کرکے اس نے منت کے دل میں اپنی عزت اوربڑھالی تھی۔

کھاناکھاتے ہوئےوہ محبت سے اسے دیکھتی رہی جوایک ایک چیزاس کے آگے رکھ رہا تھا۔اس کاخیال کررہاتھا۔

کھانے کے بعد وہ دونوں چہل قدمی کرنے لگے۔

یہ سب کچھ مجھے بہت اچھالگ رہا ہے۔کیامیں شکریہ بولوں؟وہ اسکے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے شرارت سے پوچھنے لگی۔

ہاں بلکل شکریہ اداکرو میرا۔دوپہر سے میں اوررحمت لگے ہوئے تھے۔

رحمت بھی؟اف کیاسوچ رہاہوگاوہ؟منت کوشرم محسوس ہو ں۔

کچھ نہیں بس بیچارہ کہہ رہا تھاکہ میری توبہ جومیں کبھی شادی کروں۔منہاس نے ہنستے ہوئے بتایا۔وہ بہت کم یوں ہنستا تھا۔منت نے اسکی ہنسی یونہی قا م رہنے کی دعاکی۔

دوگھنٹے ان دونوں نے خوب باتیں کیں۔بلکہ وہی بول رہی تھی وہ اسے سن رہاتھا۔

ارے آپ بھی توکچھ بولیں نہ کب سے میں ہی بیوقوفوں کی طرح بولے جارہی ہوں۔

آخرکار منت کوخیال آہی گیا۔

میں کہناچاہ رہاتھاکہ پلیز یہ برتن اٹھاکرکچن میں رکھ دو۔مجھ میں ہمت نہیں اب کچھ کرنے کی۔

منت جلدی سے اٹھی۔آپ فکرنہیں کریں میں کرلیتی ہوں۔

دس منٹ تک وہ فارغ ہو ں تووہ اسے نظرنہیں آیا۔ادھرادھر دیکھامگروہ کہیں نہیں تھا۔

www.urdunovelsmania.com

صاحبِ عالم کہاں ہیں آپ؟ اس نے چلا کر پوچھا۔

منت چھت پہ ہوں یہاں آجا . ۔اس نے وہیں سے ہانک لگا . ں۔

چھت پہ کیا کرنے گئے ہیں؟ وہ حیران ہوتی ہو . ں سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ وہ اوپر پہنچی اور اپنی جگہ پہ ساکت رہ گ .

۔ابھی کچھ اور تھا۔۔وہ چند قدم آگے بڑھی۔ چھت پہ ہر طرف سفید اور سرخ غبارے لہراتے پھر رہے تھے۔ چاروں طرف پھولوں کی پتیاں بکھری ہو . ں تھیں جن کے درمیان وقفے وقفے سے دیے روشن کیے گئے تھے۔ منت نے بے انتہا حیرانی سے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھ لیے۔ تھوڑا اور آگے بڑھی تو وسط میں ایک چھوٹا سا میز تھا جس کے گرد دو کرسیاں رکھی ہو . ں تھیں۔ میز پہ سفید رنگ کی چادر بچھی ہو . ں تھی پوری میز گلاب کے پتیوں سے ڈھکی ہو . ں تھی اور وسط میں موم بتیوں سے مزین کیک تھا اور پاس ہی ایک شیشے کے باریک گلدان میں ایک بڑے سے گلاب کی ٹہنی تھی جس پہ ایک ادھ کھلا گلاب تھا۔ ایک طرف ایک خاکی رنگ کا لفافہ تھا جس کے اوپر "برتھ ڈے گفٹ" لکھا ہوا تھا۔ منت نے خوشی سے چیخ ماری۔ منہاس کی طرف سے وہ یہ سب توقع نہیں رکھتی تھی۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

ہیپی برتھ ڈے منت۔۔وہ آگے بڑھا اور اسکے کان میں سرگوشی کی۔

منت کی نظریں بے اختیار ہاتھ میں پکڑے موبا . ل پہ پڑیں۔ بارہ بج رہے تھے۔

میری برتھ ڈے؟ وہ حیران ہو . ں۔ واقعی آج اس کی سالگرہ تھی۔

آپ کو یاد تھا؟ منت کو جتنی خوشی ہو رہی تھی اس کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

مجھے بالکل یاد تھا۔وہ اسے لے کر میز کے پاس آیا اور اسکے ہاتھ میں چھُری تھما کر خود موم بتیاں جلانے لگا۔

تمہیں پتا ہے اک بہت بڑا سرپرا . ز ہے تمہارے لیے۔

ابھی بھی کو . ں سرپرا . ز رہتا ہے؟منت شاکڈ ہو . ں۔

ہاں وہ تمہارا بر تھ ڈے گفٹ ہے۔اس نے کونے میں پڑے خاکی لفافے کی جانب اشارہ کیا۔

میں پہلے وہ دیکھ لوں۔وہ اشتیاق سے آگے بڑھی۔

نہیں پہلے کیک کاٹو پھر دیکھ لینا۔اس نے چھُری منت کی طرف بڑھا . ں۔

ایک منٹ رکیں۔

وہ کیک کاٹنے سے پہلے تصویر لینا چاہ رہی تھی۔موبا . ل کھولا تو نوٹیفیکیشنز کے انبار لگے ہوئے تھے۔عزہ کے کافی سارے میسجز تھے۔اس نے سکرین کلیئ . ر کرنے کے لیے ٹچ کیا مگر عزہ کے میسج کھل گئے۔

منت تمہیں یاد ہے تمہارا ایک گنیگسٹر کی گاڑی سے ایکسیڈینٹ ہوا تھا؟وہ گاڑی منہاس بھا . ں کی تھی۔

وہ غازی کے بڑے بھا . ں ہیں اور میں نے تمہیں بتایا تھا نہ کہ غازی کا بھا . ں کرمنل ہے۔

سارہ کے بھیجے سارے ثبوت اصلی ہیں۔۔

منہاس بھا . ں ہی سارہ کے بزنس پارٹنر ہیں۔

وہ ملک دشمن سرگرمیوں کے 6 . کیسز میں پولیس کو مطلوب ہیں۔

عزہ نے پولیس ریکارڈ کا ایک صفحہ بھی بھیجا تھا جس پہ منہاس کا نام درج تھا اور اسکی تصویر بھی چسپاں تھی۔اس کے علاوہ منہاس اور غازی کی ایک ساتھ کھینچی ہو . ں تصویریں بھی تھیں۔

ثبوت پولیس کے حوالے کر دیے گئے ہیں۔ منہاس بھا . ں کو گرفتار کر لیا جائے گا۔
ایک کے بعد ایک پیغام۔۔۔وہ پیغام نہیں دھماکے تھے جنہوں نے اس خوبصورت رات کو تباہ کر دیا تھا۔ منت کے حواسوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔ پیروں سے جان نکل گ . اور ایک جھٹکے سے وہ نیچے گری۔ منہاس بھاگ کر آیا۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں تھی۔

کیا ہوا منو؟ تم ٹھیک ہو؟ وہ پریشانی سے کہتا اسکے پاس بیٹھا۔
منت نے بے جان ہاتھوں سے موبا . ل اس کی طرف بڑھایا۔ منہاس نے ایک نظر سکرین پہ ڈالی۔ اسکے چہرے کا رنگ اڑا۔

کیا یہ سب سچ ہے؟ منت نے پتھریلے لہجے میں سوال کیا۔ اس کے پیروں تلے سے لمحوں میں زمین سرکی تھی۔ بے یقینی سے اس نے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ کیسے اس پہ محبت اور چاہت کے جذبے لٹا رہا تھا اور اب کتنی بھیانک حقیقت اس پہ منکشف ہو . ں تھی۔

منت تم یہ سب چھوڑو۔ تم آ . کیک کاٹو۔ اس نے منت کو بہلانے کی ناکام کوشش کی۔

بھاڑ میں گیا کیک۔ مجھے سچ جاننا ہے۔ وہ اس کا گریبان پکڑ کر غرا . ں۔

یہ جو کچھ عزہ نے بھیجا ہے کیا یہ سب سچ ہے؟اس نے امید و بیم کی کیفیت میں پوچھا۔اگر چہ شک کی گنجا . ش نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ چاہتی تھی کاش یہ سب جھوٹ ہو۔

منو ایسا کچھ نہیں ہے۔اس نے نظریں چرا . یں۔

یہ تصویریں جھوٹ ہیں؟اس نے غازی اور اسکی تصویریں آگے کیں۔

کہہ دیں یہ آپکا بھا . ں نہیں۔بولیں جواب دیں۔

اس نے چلا کر پوچھا۔اس نے سر جھکا یا۔"ہاں یہ میرا بھا . ں غازی ہے"۔

اگر یہ بات سچ ہے تو باقی باتیں بھی سچ ہوں گی؟منت نے اٹھتے ہوئے آنکھوں میں وحشت لیے پوچھا۔وہ پریشانی سے آگے بڑھا۔

منت میں تمہیں سب سچ بتادوں گا وقت آنے پہ۔

دور ہٹیں مجھ سے۔اس نے دھکا دیتے ہوئے اسے پرے دھکیلا۔

سچ کونسا سچ؟اب بھی کو . ں سچ رہتا ہے جو بتانا چاہتے ہیں۔آپ ایک گینگسٹر ہیں ہر ثبوت چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے۔مجھے سارہ نے ہزار دفعہ بتا یا ثبوت بھیجے مگر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی آپ پہ اعتبار کیا۔آپ پہ اندھا یقین کیا۔کون ہیں آپ؟مجرم؟

وہ روتے ہوئے وہیں کرسی پہ بیٹھ گ . ۔عین سامنے کیک پڑا تھا جس پہ ابھی تک موم بتیاں روشن تھیں۔منت نے طیش کے عالم میں اپنے ہاتھوں سے ایک ایک کر کے لو بجھانی شروع کر دی۔

منت ہاتھ جل جائے گا۔اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

منت نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے چھری پکڑ کر اپنی کلا . ں پہ رکھی۔

منت پاگل ہو گ . ہو کیا؟ وہ چیخا۔ میری بات سنو۔

مجھے کچھ نہیں سننا بس سچ سننا ہے۔ وہ چند قدم پیچھے ہٹتے ہوئے ہذیانی انداز میں بولی۔ اس کا ڈوپٹہ کب کا زمین پہ گر چکا تھا۔ رونے سے کاجل بہہ رہا تھا۔ مگر اسے کچھ ہوش نہیں تھی۔

پوچھو کیا پوچھنا ہے۔ میں سب بتا . ں گا مگر ایک شرط پہ تم اپنے آپ کو نقصان نہیں پہنچا . گی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں بولا۔
پولیس تھانے اور کچہری سے پہلے ہی ایک عدالت لگ چکی تھی۔ وہ وہاں سے رہا ہو بھی جاتا مگر منت کی عدالت میں اس کی ہار یقینی تھی۔

کیا آپ سارہ معراج کے پارٹنر ہیں اور مجرم ہیں؟ منت نے چھڑی کا دبا . بڑھا یا۔
ہاں۔۔ شکست خوردہ اعتراف کیا گیا۔ منت نے کرب سے آنکھیں میچیں۔ وہ پاس آیا۔ منت نے میز پہ پڑا ہوا کیک پوری قوت سے اسکے اوپر دے مارا۔۔

چلے جا . یں یہاں سے۔ میری نظروں سے دور ہو جا . یں۔ میں آپکی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتی۔ اس نے بال مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے رخ موڑ لیا۔ کریم کیک منہاس کے کالے سوٹ پہ نشان چھوڑتے ہوئے زمین بوس ہوا۔

منت میری بات۔۔۔۔

آپ نے سنا نہیں۔جا . یں یہاں سے۔اس نے پلٹتے ہوئے اسے دھکا دیا۔
جا . یں میری نظروں سے,اس گھر سے, میری زندگی سے۔
وہ اسے لگاتار دھکے دیتی ہو . ں سیڑھوں تک لا . ں۔چھت کا دروازہ بند کر کے وہ وہیں زمین پہ بیٹھ گ . ۔

منت پلیز میری بات سن لو۔دروازے کے دوسری طرف وہ بھی سکون میں نہیں تھا۔

مجھے آپ کی آواز ہی نہیں سننی۔وہ وہاں سے اٹھ گ . ۔لڑکھڑاتے قدموں سے راستے میں پڑے دیے کو ٹھوکر لگی۔منت کو اس سارے ماحول سے وحشت ہونے لگی۔سب دھوکہ تھا۔فریب۔
اس نے دل کا شور سننے سے بچنے کے لیے ایک ایک کر کے سارے غبارے پھوڑنے شروع کر دیے۔میز سے ایک جھٹکے سے چادر کھینچی۔کانچ نیچے گر کر ٹوٹا تھا بالکل ویسے ہی جیسے اس کا دل ٹوٹا تھا۔
وہ وہیں زمین پہ بیٹھ گ . ۔گھٹنوں پہ ٹھوڑی رکھ کر ارد گرد بازو لپیٹ لیے۔

میں جانتی ہوں تم جھوٹ بول رہی ہو۔وہ ایسے نہیں ہیں۔تم الزام لگا رہی ہو تاکہ بدگمان ہو کر میں انہیں چھوڑ دوں۔تو سن لو میں انہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی۔
اس کو اپنے الفاظ سنا . ں دیے۔کتنے یقین سے اس نے سارہ کو جواب دیا تھا۔

ہاہاہا۔۔اف۔۔میں الزام نہیں لگا رہی سچ بتا رہی ہوں۔ تمہارا شوہر مشہور زمانہ گینگسٹر ہے۔ساری دنیا جانتی ہے اور بس ایک تم ہی ہو جو اعتماد کی اندھی پٹی اپنی آنکھوں پہ باندھے ہوئے ہو۔

سارہ کے طنزیہ لہجے نے اس وقت اس کو غصہ نہیں دلایا تھا جتنی آگ اب لگ رہی تھی۔وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔وہی بیوقوف تھی جس نے شوہر کی محبت کی پٹی باندھ رکھی تھی اور آج جب حقیقت اس کے سامنے کھلی تھی تو یقین کرنا دشوار ہو رہا تھا۔

جانے کتنی دیر وہ یونہی بیٹھی رہی۔بار بار سارہ کے لفظ کانوں میں گونجتے اور اسکی روح پہ نئے سرے سے وار کر جاتے۔وہ چپ چاپ سہتی رہی۔سارے وار جھیلتی رہی۔
تہجد کی اذانیں کہیں سے بلند ہو . یں تو اسکے بے حس و حرکت وجود میں حرکت پیدا ہو . ں۔ایک ہی انداز میں کافی دیر سے بیٹھے بیٹھے اسکی کمر اکڑ گ . تھی۔کراہتے ہوئے اٹھی۔ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اپنا ڈوپٹہ تلاش کیا۔وہ تھوڑے فاصلے پہ پڑا تھا۔وہ ڈوپٹہ پکڑنے کو نیچے جھکی تبھی اس کی نظریں اس خاکی لفافے پہ پڑیں۔
"برتھ ڈے گفٹ"۔منت نے اس پہ ل . ھے لفظ زیر لب پڑھے پھر تلخی سے ہنسی۔

برتھ ڈے گفٹ تو مجھے مل گیا اور اتنا اچھا ملا ہے کہ ساری زندگی یاد رہے گا۔

اس نے اس خاکی لفافے کو پھاڑنے کی نیت سے اٹھایا۔پھر نہ جانے کیوں دل کے ہاتھوں مجبور کر اسے کھولا۔

اندر سے کچھ رپورٹس نکلی تھیں۔ جن پہ منت کا نام درج تھا۔اس نے الجھن سے رپورٹ پڑھنا شروع کی۔ کاغذ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا۔

وہ امید سے تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

منت کے لیے یہ خبر حیران کن تھی۔اس نے دوبارہ رپورٹس اٹھا . یں اور تاریخ دیکھی۔تین دن پہلے کی تاریخ تھی۔اس نے حساب لگایا یعنی جب وہ ہسپتال میں تھی۔

پچھلے کچھ دنوں سے طبعیت بہت بوجھل ہو رہی تھی۔ منہاس نے اس کے اغوا سے قبل اسے ڈاکٹر کے پاس جا کر ٹیسٹ کروانے کا کہا تھا اور اس کا ارادہ بھی یہی تھا مگر پہلے سارہ نے اغوا کر لیا اور پھر ہسپتال میں دن گزر گئے۔ وہ اماں کے ساتھ ایک دو دن میں جانے کا ارادہ رکھتی تھی مگر ابھی معلوم ہو گیا۔ اسکو سمجھ نہیں آ . ں کہ اس خبر پہ کیا اظہار کرے۔ خوشی جیسا کو . ں تاثر اس کے چہرے پہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اگر حالات کچھ اور ہوتے تو یقیناً اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہوتا مگر اس وقت وہ بالکل ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔ دل خالی ہو چکا تھا۔ وہ رپورٹس دوبارہ لفافے میں ڈالنے لگی مگر اندر کچھ اور بھی تھا۔ اس نے لفافہ الٹ دیا۔ دب . کی دو ٹکٹس نکلی تھیں۔ وہ آہ بھر کر رہ گ . ۔ اسے یاد آیا جب وہ منہاس سے کہہ رہی تھی۔۔

سنیں۔۔اس نے رات کے دو بجے منہاس کو پکارا۔

کیا ہوا؟ وہ بیچارا پریشان ہو کر اٹھا تھا۔

میں سوچ رہی تھی آپ مجھے ابھی تک ہنی مون پہ نہیں لے کر گئے۔وہ جوش سے کہتے ہوئے اٹھی۔وہ صدمے سے اسے دیکھنے لگا۔۔

منت تم نے اتنی رات کو مجھے یہ بتانے کے لیے اٹھایا ہے۔

ہاں جی مجھے نیند نہیں آرہی تھی اور میں اسی بارے میں سوچ رہی تھی کہ ہمیں ہنی مون پہ کدھر جانا چاہیے۔منت نے ایک آنکھ میچتے ہوئے سوچنے والا انداز اپنایا۔

چلو جب سوچ لو تب بتا دینا۔وہ منہ پہ تکیہ رکھتے ہوئے رخ موڑ گیا۔

سوچ لیا ہے میں نے۔وہ چہکی۔

منت پلیز یار سونے دو صبح بات کریں گے۔مجھے بہت نیند آرہی ہے۔اس نے منت کی مگر وہ تو کسی اور ہی موڈ میں تھی۔

میں جاگوں اور آپ سوجا . یں یہ تو میں کبھی ہونے نہیں دوں گی۔اس نے منہاس نے منہ پر سے تکیہ کھینچا اور اس کے بازو پہ زور سے چٹکی کاٹی۔وہ منہ بناتا ہوا اٹھ گیا۔

ہاں بولو اب۔۔نیم دراز ہوتے ہوئے وہ سننے کو تیار تھا کیوں کہ منت کی باتیں اب ساری رات جاری رہنی والی تھیں۔۔

ہم نہ دوبہ . ں جا . یں گے۔مجھے وہ بہت پسند ہے۔۔۔۔۔۔۔

منت خیالوں کی دنیا سے باہر آ . ں۔اسے لگا تھا کہ منہاس نے اسکی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا ہو گا مگر ہاتھ میں پکڑیں ٹکٹس اس بات کی نفی کر رہی تھیں۔

آپ کے کس روپ کا یقین کروں۔سمجھ نہیں آرہا؟وہ سر تھام کر بیٹھ گ . ۔اسے لگا تھا کہ وہ منہاس کو بہت اچھے سے جانتی ہے۔مگر آج ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اسے سمجھ ہی نہیں پا . ں۔جیسا وہ چاہتا تھا منت نے اسے ہمیشہ ویسا سمجھا اور جانا اور اب کیسی بھیانک حقیقت کھل کر سامنے آ . ں تھی۔
سب کاغذ خاکی لفافے میں ڈال کر وہ نڈھال ہوتی ہو . ں اٹھی۔پیروں میں جان ہی نہیں تھی۔بمشکل سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے آ . ں۔وہ لا . نج میں بیٹھا ہوا تھا۔اسے دیکھتے ہی اس کی طرف لپکا۔
منت میری بات سنو۔ایک بار پلیز۔
وہ سنی ان سنی کرتے ہوئے شان کے کمرے کی طرف بڑھی۔اس وقت اپنے کمرے میں جانے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔وہ اس کے پیچھے بڑھا مگر وہ کھٹاک سے دروازہ بند کر گ . ۔
بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے ایک بار پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

فجر کی اذانوں کی بازگشت ہر طرف سنا . ں دینے لگی تو وہ کسل مندی سے اٹھی۔ساری رات جاگتے ہی گزری تھی۔نماز پڑھ کر اس نے منت کو کال ملانے کا سوچا مگر ہمت نہ ہو . ں۔

پتا نہیں وہ کیسی ہوگی؟
اس کا کیا ردِ عمل ہوا ہوگا؟
وہ بہت دکھی ہوگی۔منہاس بھا . ں ایسے نکلیں گے میں نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

سوچ سوچ کر اس کا دماغ دکھنے والا ہو گیا تو کچھ دیر لیٹ گ . ۔دوبارہ آنکھ امی کے اٹھانے پہ کھلی۔وہ اسے ناشتے کے لیے بلانے آ . ں تھیں۔آٹھ بجے کا وقت ہو رہا تھا۔سب گھر والے ناشتے کی میز پہ جمع تھے۔غازی البتہ نہیں تھا۔وہ کندھے اچکاتے ہوئے ناشتہ کرنے لگی۔
ایک گھنٹہ مزید گزر گیا مگر وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔تایا اور چچا تو گھر پہ ہی تھے مگر وہ نہ جانے کہاں تھا۔اس نے ک . بار کال کرنے کی کوشش کی وہ کال اٹھا نہیں رہا تھا۔

اللہ خیر کرے۔اس نے غازی کی خیریت کی دعا مانگی۔
بارہ بجے کے قریب حویلی سے باہر شور سنا . ں دیا۔وہ جلدی سے باہر بڑھی۔پولیس کی ک . گاڑیاں حویلی کے اندر آ کر رکی تھیں اور ان میں سے مسلح پولیس والے اترے۔سب سے آگے والی گاڑی سے غازی اترا تھا۔

گھر کی عورتیں حیرت سے گنگ ہو کر رہ گ . تھیں۔ حویلی میں آج تک پولیس اس طرح نہیں آ . ں تھی۔

تایا غضبناک انداز میں ان کی طرف بڑھے۔
یہ کیا طریقہ ہے کسی کے گھر میں داخل ہونے کا۔اور کیا کرنے آئے ہیں آپ یہاں۔

محترم تایا جان یہ کمانڈوز آپکو اور پیارے چچا جان کو عزہ کے والد عباس خان کے قتل کے جرم میں گرفتار کرنے آئے ہیں۔

غازی نے بلند آواز میں سب کو سنا یا۔اندر کھڑی راحت سن کر لڑکھڑاگ . یں۔عزہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر سہارا دیا۔

غازی کیا کہہ رہا ہے؟انہوں نے بے یقینی سے پوچھا۔
عزہ نے سر اثبات میں ہلا کر توثیق کی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔
تا . ں اور چچی کے رنگ فق ہوئے۔ان کے شوہروں کے کام جیسے بھی تھے وہ اچھے سے جانتی تھیں مگر ان کا اپنے ہی بھا . ں کے قتل میں ملوث ہونے کا وہم وگمان بھی نہیں تھا۔

جھوٹ بول رہے ہو تم۔وہ بلند آواز میں دھاڑے۔
ایسا کچھ نہیں ہے۔ہم نے کچھ نہیں کیا ہے۔الزام ہے یہ۔

پولیس والے آگے بڑھے اور دونوں بھا . یوں کو ہتھکڑی لگانے لگے۔

آپ اچھے سے جانتے ہیں سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا؟ سارے ثبوتوں کے ساتھ ہی آپ لوگوں کو پکڑا جا رہا ہے۔ نہ صرف عباس انکل کے قتل بلکہ آپ کے سارے کالے دھندوں کے ثبوت کے ساتھ کم سے کم پھانسی تو پکی ہو گی۔
وہ چمکتی آنکھوں کے ساتھ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔
تم نے ہمارے بیچ رہ کر ہمیں ہی دھوکہ دیا۔ تمہیں چھوڑیں گے نہیں ہم۔
وہ بے قابو ہو کر اسے مارنے کی غرض سے خود کو چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگے۔

پہلے خود کو تو چھڑوا لیں پھر مجھے دیکھ لیجیے گا۔ لے جا . یں انہیں۔
اس نے پولیس والوں کو اشارہ کیا۔
ہم نے کچھ نہیں کیا ہے۔ چھوڑ دو ہمیں۔ یہ سب غازی نے کیا ہے۔ اسے پکڑو۔
اس شور میں اب چچا کا واویلا بھی شامل ہو گیا۔

جب پولیس والے چلے گئے تو وہ اندر آیا۔ تانیہ غصے سے آگے بڑھی اور غازی کا گریبان پکڑا۔

تم نے دھوکہ دیا ہے۔ ہم سب کو۔ کیوں کیا تم نے ایسا۔
عزہ ناگواری سے آگے بڑھی۔ اسکو کھینچ کر غازی سے پرے کیا۔

ہوش کے ناخن لو۔ میرے شوہر سے دور رہو۔

کونسا شوہر؟ کیسا شوہر؟ وہ طنزیہ ہنسی۔

عزہ بی بی میں سب جانتی ہوں جو چکر تم سب مل کر چلا رہے تھے۔ یہ کو . ں شوہر وہر نہیں تمہارا۔

اچھا جان گ . ہو تو پھر کیا کر لو گی؟ عزہ نے چیلنج کیا۔

تا . ں شکستہ قدموں سے راحت کی طرف بڑھیں اور ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

راحت خدا کا واسطہ ہے ان کے خلاف کیس واپس لے لو۔ میرے بچے باپ کے بغیر رل جا . یں گے۔

ہم بھی کسی کے بچے تھے تا . ں جان اگر اس وقت آپکا شوہر یہ سوچ لیتا تو آج یہ سب نہ ہوتا۔ عزہ نے تلخی سے جواب دیا۔

جو ہو گیا اسے بھول جا . تمہیں تمہارے باپ کی قسم ہے عزہ کیس واپس لے لو۔ چچی نے بھی ہاتھ جوڑے۔

جس کو بے رحمی سے مار دیا قسم بھی اسی کی دے رہی ہیں۔ معاف کیجیے گا مگر مجھ سے کو . ں توقع مت رکھیں۔ میں تو انہیں سزا دلوا کر رہوں گی۔

وہ مضبوط لہجے میں کہتی راحت کو لیے اندر کی طرف بڑھی۔ وہ رو رہی تھیں۔

امی آپ کیوں رو رہی ہیں؟

میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بھا . ں صاحب نے ہی عباس کی جان لی ہو گی۔ وہ ایسا کیسے کر سکتے تھے عزہ۔ وہ سگے بھا . ں تھے اپنے ہی بھا . ں کو قتل کرتے وقت ذرا بھی رحم نہیں آیا۔

چھوڑیں امی۔ جب انسانیت مر جائے تو سگا سوتیلا کچھ نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنے مفاد کی خاطر ابو کی جان لی تھی۔ اب اللہ کی پکڑ میں آئے ہیں اور دیکھیے گا وہ کیسا زبردست انتقام لے گا۔

اس نے تسلی دی۔

کچھ دیر امی کے پاس بیٹھ کر وہ غازی کے کمرے میں آ گا . ۔ وہ پیکنگ کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

ہماری شادی تو بیچ میں ہی رہ گ . ۔ مجھے تھا کہ شاید تب تک ہماری شادی ہو ہی جائے گی مگر رضی نے بہت پھرتی دکھا . ں۔ ابھی کل مجھے کہہ رہا تھا کچھ دن لگیں گے اور پھر آدھی رات کو فون کر کے بلوا بھی لیا۔

وہ نفاست سے کپڑوں کو تہہ کر کے بیگ میں رکھتے ہوئے اسے تفصیل بتا رہا تھا۔

یہ سب تو ہونا ہی تھا تم یہ بتا . کہاں کی تیاری ہے؟ اس کے بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

اب ہمیشہ تو یہاں نہیں رہ سکتا نہ۔ کام ہو گیا ہے تو اب جانا ہی ہو گا۔

ہاں یہ بھی ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ یاسیت سے مسکرا . ں۔

تم لوگوں کا کب تک ارادہ ہے یہاں رہنے کا۔غازی نے بیگ کی زپ بند کر کے کندھے پہ لٹکا یا۔

دو چار دن تو لگ ہی جا . یں گے۔رداور فضا کے سکول کا مسلہ اور باقی پراپرٹی وغیرہ کا معاملہ طے کر کے ہی نکلیں گے اب۔

عزہ نے سوچتے ہوئے بتا یا۔

ابھی وہ کچھ اور بھی کہتی کہ فون کی گھنٹی نے اسکی توجہ اپنی طرف کر لی۔سکرین پہ منت کالنگ لکھا نظر آرہا تھا۔

اس نے حیران ہوتے ہوئے کال اٹھا . ں۔

عزہ تم نے کیا کیا ہے یہ سب؟منت کی غصے بھری آواز سنا . ں دی۔میں نے تو کچھ نہیں کیا منت۔وہ سب ثبوت اصلی تھے اسی لیے تمہیں حقیقت بتا . ں۔عزہ نے تحمل سے جواب دیا۔

غازی نے بیگ اتار کر بیڈ پہ رکھا اور دونوں کی گفتگو سننے لگا۔

سب ثبوت اصلی تھے تو اس کا مطلب تھا تم وہ میڈیا میں دے دو۔عزہ ان کا نہیں تو میرا ہی خیال کر لیا ہوتا۔تم نے اچھا نہیں کیا۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو منت؟میں نے منہاس بھا . ں سے متعلق کچھ بھی میڈیا کے حوالے نہیں کیا۔

غازی کے اشارے پہ فون اسپیکر پہ ڈالتے ہوئے اس نے پریشانی سے کہا۔

www.urdunovelsmania.com

توسارے جہان کو پھر کس نے خبر کی۔ میں تو سب کچھ تمہیں دیا تھا نہ پھر وہ میڈیا تک کیسے پہنچا۔منت نے دکھ سے پوچھا۔

ایک منٹ ایک منٹ۔۔میڈیا تک بھی یہ خبر پہنچ گ . تم یہ کہنا چاہ رہی ہو۔عزہ کا دماغ ما . ف ہوا۔

ذرا ٹی وی دیکھو پھر بتا . کیا ہے یہ سب۔منت نے کال کاٹ دی۔

عزہ کے کہنے سے پہلے ہی غازی نے جلدی سے ٹی وی کا سو .چ لگا یا اور ٹی وی آن کیا۔

خبروں والا چینل کہاں گیا؟ بڑبڑاتے ہوئے وہ تیزی سے چینل تبدیل کرتے کرتے ایک خبروں والے چینل پہ رکا۔

مشہور گینگسٹر منہاس عالم کے خلاف ثبوت منظرِ عام پر۔

ثبوت تصاویر اور ویڈیو کی صورت ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ منہاس عالم کا رابطہ غیر ملکی صہیونی تنظیموں سے ہے۔

آپ کو بتاتے چلیں کہ رات کے تین بجے یہ ثبوت ایک فیک آ . ی ڈی سے فیسبک اور انسٹا گرام پہ پوسٹ کیے گئے اور اسکے ساتھ ہی ملک کے تین بڑے نیوز چینلز کو ای میل کیے گئے ہیں۔

ہیڈ لا . ن چل رہی تھی اور ان دونوں کا وہ حال تھا کہ کاٹو تو بن میں لہو نہیں۔عزہ نے متوحش ہو کر غازی کی طرف دیکھا۔

یہ سب کیا ہے؟ کیا تم نے یہ سب کیا ہے؟

نہیں میں نے نہیں کیا یہ۔ وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ٹی وی دیکھتے دیکھتے وہ یکدم چونکا۔ ٹی وی پہ اب وہ تصاویری ڈاکومنٹ اور ویڈیو دکھا . ں جا رہی تھیں جن میں منہاس کا تعلق صہوانی اور غیر ملکی تنظیموں سے صاف دکھ رہا تھا۔

یہ وہ نہیں۔۔

کیا وہ نہیں؟ عزہ بھی چونکی۔

جو ثبوت تم نے مجھے دیے تھے یہ وہ نہیں ہیں۔ میں نے رات گئے تک ان سب کا مطالعہ کیا تھا یہ سب جو ٹی وی پہ چل رہا ہے یہ وہ نہیں۔

غازی نے فکرمندی سے کہتے ہوئے رضی کا نمبر ملایا اور باہر چلا گیا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اور یہ ہو کیا رہا ہے؟ عزہ جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی الجھ رہی تھی۔ اگر یہ سب وہ ثبوت نہیں تھے تو پھر کس نے یہ سازش کی؟ کیا سارہ نے؟ وہ سوچتے سوچتے ٹھٹکی۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

مگر سارہ نے اگر یہ سب کرنا ہوتا تو وہ ہمیں ثبوت نہ بھیجتی۔ ایک اور سوچ نے دماغ کا در کھٹکھٹایا۔

جب سے اس نے سارہ کے خلاف کاروا . ں کی تھی تب سے اسکی طرف سے خاموشی ہی تھی اس صورت حال میں لگتا نہیں تھا کہ یہ سارہ کی طرف سے کیا گیا ہو۔

پانچ منٹ بعد غازی لٹکا ہوا منہ لے کر کمرے میں آیا۔

کیا کہہ رہا تھا وہ؟ عزہ نے بے صبری سے پوچھا۔

وہ کہہ رہا تھا کہ وہ ثبوت اس نے زمان انکل کو دیے ہیں اور وہ ابھی بھی انکے پاس ہیں۔ اور جو کچھ ٹی وی پہ دکھا یا جا رہا ہے اس بارے میں اسے کچھ علم نہیں۔

تو پھر یہ سب کس نے کیا ہے؟ وہ چکرا کر رہ گ . ۔

میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ وہ بھی پریشان نظر آ رہا تھا۔

اسی ادھیڑبن میں ٹی وی پہ منہاس عالم کی گرفتاری کی خبریں آنے لگیں۔

میں منت کو فون کر کے بتا دوں کہ یہ سب ہم نے نہیں کیا ہے۔ عزہ کال ملاتے ہوئے باہر آ گ . ۔

-----------------------------*-----------------*---------------
--*

منت شان کے کمرے میں ہی لیٹی ہو . ں تھی جب آٹھ بجے کے قریب اسے معیز نے کال کی۔ منت کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ کسی سے بھی بات کرے۔ مسلسل بجتا فون اس کے اعصاب پہ ہتھوڑے کی مانند برس رہا تھا۔ اس نے کوفت سے کال اٹھا . ں۔

ہاں معیز بتا . ۔ اس نے بیزاریت سے پوچھا۔ اسے یہی تھا کہ وہ اس سے ڈنر کے بارے میں پوچھے گا اور یہ بھی کہ وہ واپس نہیں آ . ں۔

آ پا منہاس بھا . ں کہاں ہیں؟ معیز کے لہجے میں کچھ غیر معمولی تھا مگر اس نے توجہ نہیں کی۔

پتا نہیں کہاں ہیں۔ خود ہی فون کر کے پوچھ لو۔ اس نے غیر ارادی طور پہ دروازے کی طرف نگاہ کی جس کی دوسری طرف لا . نج میں وہ موجود تھا۔

آ پا ان کا نمبر بند ہے۔ خیریہ بتا . تم نے خبریں دیکھیں۔ منہاس بھا . ں کے خلاف ٹی وی پہ خبریں آ رہی ہیں۔ معیز نے دھماکہ کیا تھا۔
کیا کہہ رہے ہو؟ منت کو سمجھ نہیں آ . ں۔

آ پا خبریں لگا . رات سے سوشل میڈیا پہ طوفان مچا ہوا ہے۔ منہاس بھا . ں کے خلاف ٹویٹس پہ ٹویٹس ہو رہے ہیں۔ ہر چینل پہ انہی کے خلاف خبریں چل رہی ہیں۔ معیز کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ دروازہ کھول کر باہر بھاگی۔ اسے ٹی وی لگانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ وہ لا . نج میں ہلکی سی آواز کے ساتھ ٹی وی پہ خبریں ہی سن رہا تھا۔ شاید اسے پہلے ہی علم ہو گیا تھا۔

وہ آہستہ سے چلتی ہو . ں اس کے برابر میں آ کھڑی ہو . ں۔ اس نے منہاس کے چہرے پہ کچھ کھوجنا چاہا مگر وہ بے تاثر نظریں جمائے سامنے ہی دیکھ رہا تھا۔

تو یہ تھی آپ کی حقیقت؟ منت کے طنز پہ اس نے کچھ نہیں کہا بس ایک نظر اسکی طرف دیکھا۔اس ایک نظر میں کیا نہیں تھا؟ دکھ, شکایت, بیگانگی, بے یقینی کیا نہیں تھا اس ایک نظر میں۔منت کھڑے کھڑے ہل گ . .۔

میں کچھ پوچھ رہی ہوں؟ خود کو مضبوط بناتے ہوئے اس نے پھر سے اسے مخاطب کیا۔

وہ ایک جھٹکے سے ٹی وی بند کر کے اٹھا۔منت نے اسے دیکھا۔وہ کل رات کے حلیے سے یکسر بدل چکا تھا۔الجھے ہوئے بال اور رات کے پہنی ہو . ں پینٹ شرٹ میں ملبوس سرخ آنکھیں۔۔یوں جیسے وہ ساری رات سو یا نہیں تھا۔منت کے دل سے ہوک سی اٹھی۔

کیا تھا یہ شخص؟ اتنے انکشافات کے بعد بھی دل اسکی طرف کیوں ہمکتا تھا۔اس کا مضطرب انداز اسے کیوں دکھ دے رہا تھا۔

وہ اسکے برابر سے گزر کر اپنے کمرے میں جا کر بند ہو گیا۔منت نے غصے سے بند دروازے کو دیکھا۔

اس نے ٹی وی پہ خبریں لگا . یں۔جو کچھ بتا یا جارہا تھا اس کے اوسان خطا کرنے کے لیے کافی تھا۔

یہ سب اس سے بہت بڑھ کر تھا جو عزہ نے اسے بتا یا تھا۔اسے بس یہی تھا کہ وہ سارہ کا پارٹنر ہے۔لیکن جو کچھ ٹی وی پہ دکھا یا جارہا تھا وہ اسے خطرناک مجرم اور دہشت گرد ثابت کر رہا تھا۔

پورے دو گھنٹے وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھی رہی۔ وہ کمرے سے باہر نکلا۔ اس کا حلیہ بدل چکا تھا وہ اپنے روایتی مخصوص حلیے میں واپس آ چکا تھا۔

وہ سفید دھاریوں والی شرٹ کے اوپ نیلے رنگ کی جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ گلے میں مفلر تھا جس نے اسکے آدھے چہرے کو ڈھانپا ہوا تھا۔ باقی چہرے کو چشمے اور پی کیپ سے مکمل طور پہ چھپایا گیا تھا وہ کہیں باہر جا رہا تھا۔

منت نے خاموشی سے اس کو باہر جاتے دیکھا۔ دو گھنٹوں بعد اسکی واپسی ہو . ں وہ ہنوز اسی طرح بیٹھی ہو . ں تھی۔

اسکے ہاتھ میں کچھ شاپر تھے جنہیں لیے وہ کچن میں چلا گیا۔ دس منٹ بعد وہ کھانے کی ٹرے لیا اسکے پاس آیا۔ ٹرے میز پہ رکھ کر منت کو مخاطب کیا۔

کھانا کھا لو۔ صبح سے تم نے کچھ نہیں کھایا۔ اس حالت میں بھوکا رہنا ٹھیک نہیں۔

وہ کہہ کر دوبارہ کمرے میں جا چکا تھا۔ منت اس سے پوچھنا چاہ رہی تھی اسے کیسے پتہ چلا؟ اب وہ اس کی فکر کیوں کر رہا ہے؟ اس کا اصل کیا ہے؟ وہ بہت کچھ پوچھنا چاہ رہی تھی مگر آنسو . ں کا گولہ حلق میں اٹک گیا اور وہ خاموش رہی۔

منت نے نہ چاہتے ہوئے بھی تھوڑا بہت کھا لیا۔ پانی پی کر وہ برتن کچن میں رکھنے کے بعد وہ شان کے کمرے میں پلٹ آ . ں۔ اب وہ کچھ سوچنے کے قابل ہو رہی تھی۔

میڈ یا پہ یہ ثبوت کیسے پہنچے؟اسکے ذہن میں جھماکہ ہوااور اسے یاد آیا کہ اسی نے عزہ کو سارہ کے بھیجے ہوئے ثبوت دیے تھے۔

توکیا عزہ نے یہ سب کیا ہے؟

نہیں وہ یہ سب نہیں کر سکتی۔

اس نے کہا تھا کہ غازی یہ ثبوت پولیس میں دے دے گا تو پھر وہ میڈ یا پہ کیوں دیں گے؟

وہ ٹہلتے ٹہلتے رکی۔گھر کا خیال آیا۔اس نے جلدی سے معیز کو کال ملا . ں۔

آپا میں کب سے انتظار کر رہا تھا کہ تم خود مجھے کال کر کے بتا . گی مگر تم نے کیا ہی نہیں۔کیا منہا س بھا . ں سے تمہاری بات ہو . ں؟معیز نے شکوہ کرتے ہوئے پوچھا۔

گھر میں کسی کو پتا تو نہیں؟منت نے اس کا سوال نظرانداز کیا۔

نہیں۔۔کسی کو پتا نہیں چلا۔جنت کالج ہے شان سکول اور ابا کام پہ ہیں۔میں نہیں گیا چھٹی کر لی۔کیا تمہاری طرف آجا . ں؟اس نے ایک ہی سانس میں ساری بات بتا . ں۔

نہیں ابھی مت آ . میں خود تمہیں بلالوں گی۔اور گھر میں کسی کو کچھ نہ بتانا میں خود ہی سب بتا دوں گی۔منت نے پیشانی مسلتے ہوئے اسے سمجھا کر فون بند کیا۔اسکا سر بری طرح سے دکھ رہا تھا۔

معیز سے فارغ ہو کر اس نے عزہ کو کال ملا . ں تھی۔ عزہ بھی انجان تھی۔ اس نے یہ سب میڈ یا پہ نہیں دیا تھا۔ اس نے اسکو ٹی وی دیکھنے کا کہہ کر کال کاٹ دی۔ تھوڑی دیر بعد عزہ کی کال آ . ں۔

ہاں بولو عزہ۔ منت نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔

منو۔ میری بات سنو۔ جو کچھ تم نے بھیجا تھا وہ یہ سب نہیں ہے جو ٹی وی پہ دکھا رہے ہیں۔ یہ کسی اور نے کیا ہے۔

منت اسکی بات پہ چونکی نہیں۔ کل رات سے اتنے شاک سہہ لیے تھے کہ اب کچھ بھی توقع کی جا سکتی تھی۔

ٹھیک ہے عزہ۔ میں بعد میں بات کرتی ہوں۔ اس نے فون رکھ دیا اور دوبارہ لا . نج میں آ گا . ۔

ناظرین آپ کو بتاتے چلیں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ منہاس عالم
ایک خطرناک دہشت گرد ہے۔ عوام کا دبا . بہت بڑھ چکا ہے۔ پولیس کو اس کی گرفتاری کے آرڈرز مل چکے ہیں
۔ منہاس عالم کی پورے شہر میں تلاش جاری ہے۔ جلد گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

منت کا سانس رکا۔ اس کے صاحبِ عالم لوگ دہشتگرد کہہ رہے تھے اسے گرفتار کرنے کی باتیں ہو رہی تھیں۔ ایک لمحے کو اس
کا دل چاہا کہ وہ منہاس کو کہیں چھپا دے جہاں کو . ں بھی نہ پہنچ سکے۔ دوسرے ہی لمحے اس کے کانوں میں سارہ کی آواز گونجی۔

وطن کی محبت پہ میاں کی محبت آڑے آ گا . ؟

منت نے آنکھیں بند کر کے خود کو ہمت دی۔ گہرے گہرے سانس لیے۔اس کے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے اس نے پولیس کو کال ملا . ں۔۔۔

ہیلو میں منہاس عالم کی بیوی بات کر رہی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

*________________________*________________________*

عزہ بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔منت نے کچھ کہے بغیر کال کاٹ دی تھی۔ایک طرف چچی اور تا . ں کی مسلسل لعن طعن اور اس پہ منت کی فکر۔۔

وہ غازی کے کمرے میں آ . ں۔وہ بیچارا ابھی پریشان حال بیٹھا تھا۔

اب کیا ہو گا؟

منہاس بھا . ں کی گرفتاری۔۔۔وہ دیکھو۔۔۔اس نے عزہ کی توجہ ٹی وی کی جانب مبذول کروا . ں جہاں نیوز کاسٹر جوش سے بتا رہی تھی۔

ناظرین ایک تازہ ترین خبریہ آ . ں ہے کہ منہاس عالم کی بیوی نے خود پولیس کو کال کر کے اسکی لوکیشن کا بتایا ہے اور سپیشل فورسز نے بغیر وقت ضا ح منہاس عالم کو گرفتار کر لیا ہے۔

منت نے؟ عزہ شاکڈ ہو . ں۔

ہاں منت نے خود پولیس کو کال کی۔ غازی نے تا . ید کی۔

ہمیں لاہور چلنا چاہیے۔ عزہ نے تجویز پیش کی۔ وہ اس وقت منت کے ساتھ ہونا چاہ ق تھی۔

وہ منہاس بھا . ں سے بہت پیار کرتی ہے پتا نہیں اس نے یہ فیصلہ کیسے کیا ہو گا؟ عزہ کو منت کی فکر ہو رہی تھی۔

تم اپنی امی کو بتا دو۔ میری تو پیکنگ ہو چکی ہے۔ نکلتے ہیں پھر۔ گوجرانوالہ سے رضی اور زمان انکل بھی نکل چکے ہیں۔ وہ کہتے ہوئے اٹھا تو وہ بھی تا . ید میں سر ہلاتی ہو . ں امی سے اجازت لینے چلی گ . ۔

*________*________*

اپنی آنکھوں کے سامنے اس نے منہاس کو گرفتار ہوتے دیکھا تھا۔ وقتِ رخصت اس نے منت سے کو . ں شکوہ نہیں کیا تھا بس دھیرے سے اسکے کان میں سرگوشی کی تھی۔

منو اپنا خیال رکھنا۔

منت کو حیرانی ہو . ں اس کے ہوش اب تک سلامت کیسے ہیں۔ وہ تو چھوٹی چھوٹی بات پہ ہاتھ پا . ں چھوڑ دیتی تھی اور آج اتنے بڑے سانحے پہ وہ ہوش و حواس میں اپنی دنیا لٹتے دیکھ رہی تھی۔

وہ لوگ جس وقت منہاس کو لے کر گئے اس کا دل بھی اسی وقت اس کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ اب وہ زندہ لاش بنی گھر میں سب کے سوالوں کا سامنا کر رہی تھی۔

آپا تم پاگل ہو گا . تھی خود پولیس کو کال کر دی تم نے۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ جس کی مخبری کر رہی ہو وہ تمہارا شوہر ہے۔

معیز جب سے اسے لے کر آیا تھا مسلسل اس پہ چیخ رہا تھا۔

وہ مجرم ہے۔ وہ سپاٹ سے انداز میں بولی۔ اماں کو بھی غصہ آیا۔

کلموہی تیرے سر کا سا . یں ہے وہ۔ لوگ اپنا گھر بچانے کی خاطر کیا کچھ نہیں کرتے اور یہ خود اپنے ہاتھوں سے سب تباہ کر آ . ں ہے۔ ارے اپنا نہیں تو اپنی ہونے والی اولاد کا ہی کچھ سوچ لیا ہوتا۔

اسی کا خیال کیا ہے۔ وہ تڑپ کر بولی۔ اس کے سر سے اسکے برے باپ کا سایہ دور کیا ہے۔

آپا منہاس بھا . ں مجرم نہیں ہو سکتے۔ ضرور ان کے خلاف سازش ہو . ں ہے۔ جنت نے ہمدردی سے کہا۔

مجھے کچھ نہیں سننا۔ جو سوچنا ہے آپ لوگ سوچیں حقیقت بدل نہیں جائے گی۔ اس نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔

منت پتر منہاس بڑا ایبا بچہ ہے۔وہ کو ن غلط کام نہیں کر سکتا۔وہ تو خود دکھوں کا مارا ہے وہ دوسروں کے لیے برا نہیں سوچ سکتا۔ابا نے اپنا تجزیہ پیش کیا۔

اور جو ثبوت ہیں ان کا کیا؟ منت نے چڑ کر پوچھا۔

آپا جن کو یقین ہو وہ ثبوتوں کی بات نہیں کرتے۔دل فیصلہ کرتے وقت ثبوت یا گواہی نہیں مانتا۔تم ایک بار اپنے دل سے پوچھ کر دیکھو کیا تمہیں لگتا ہے کہ منہاس بھا ن برے ہو سکتے ہیں؟

معیز نے اچھا خاصہ لیکچر دیا۔

وہ اکتا کر اٹھی اور اندر جانے کو بڑھی۔

منہاس بھا ن نے رحمت کے ہاتھ پیغام بجھوایا ہے کل ان سے ملنے چلی جانا۔۔معیز نے پیچھے سے آواز دی۔اس نے دروازہ بند کیا۔سب کے سامنے پتھر بن کر جو آنسو اندر ہی اندر اتارے تھے اب انہیں بہانے کا موقع مل گیا تھا۔منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی چیخوں کا گلا گھونٹتے ہوئے وہ بری طرح سے سسکنے لگی۔۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

کج شوق سی یار فقیری دا
کج عشق نے دردر رول دتا
کج ساجن کسر نہ چھوڑی سی
کج زہر رقیباں گھول دتا
کج ہجر فراق دا رنگ چڑھیا

کج رنگ ماہی انمول دتا
کج سڑ گئی قسمت ____ بد قسمت دی
کج پیار جدائی وچ رول دتا
کج انج وی راہواں اوکھیاں سن
کج گل وچ غماں دا طوق وی سی
کج شہر دے لوگ وی ظالم سن
کج سانوں مرن دا شوق وی سی

*__________*__________*__________*__________*

طوفان آکر گزر گیا تھا اور اپنے ساتھ منت کی خوشیاں بھی بہا کر لے گیا تھا۔ رات تک عزہ بھی غازی کے ہمراہ پہنچ چکی تھی۔ وہ اسے یہاں چھوڑ کر خود ایان کے گھر چلا گیا تھا جہاں زمان انکل اور رضی بھی پہنچ چکے تھے۔
عزہ منت کو دلاسا دیتی رہی تھی مگر وہ جانتی تھی کہ اس کو اتنی جلدی صبر نہیں آئے گا۔
رات آنکھوں میں کٹ گ . ۔ صبح کا اجالا منت کے انتظار کے ساتھ پھیلا۔ وہ لاشعوری طور پہ رحمت کا انتظار کرتی رہی کہ کب وہ اسے لینے آئے اور وہ منہاس سے ملنے جائے۔ بارہ بجے کے قریب وہ اسے لینے آیا تھا۔
وہ چپ چاپ فرنٹ سیٹ پہ جا کر بیٹھ گ . ۔ اسے امید تھی رحمت منہاس کے حوالے سے بات کرے گا مگر وہ سنجیدہ چہرہ لیے لب بھینچے گاڑی چلاتا رہا۔
گاڑی ایک پولیس اسٹیشن کے آگے رکی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی اور رحمت کی تقلید میں اندر بڑھ گ . ۔ پولیس اسٹیشن میں بھاری نفری تعینات تھی تاکہ مجرم فرار کی کوشش نہ کرے۔

تھانے کی عمارت میں داخل ہوتے ہی اسے زمان انکل نظر آئے۔انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے سر پہ پیار دیا۔یقیناً یہ ملاقات بھی انہی کی مرہونِ منت تھی۔رحمت باہر ہی رک گیا تھا اور وہ ایک انسپکٹر کے ساتھ اندرونی حصے کی طرف بڑھی۔

ایک سیل کے آگے اسے چھوڑ کر وہ انسپکٹر چلا گیا۔منت کچھ قدم آگے بڑھی تو وہ اسے زمین پہ بیٹھا نظر آیا۔

وہ چپ چاپ جا کر سلاخوں کے پاس کھڑی ہو گ . ۔اس نے اچانک سر اٹھایا۔منت کو وہاں دیکھ کر وہ مسکرایا اور اسکے برابر آ کھڑا ہوا۔

کیسی ہو منو؟اس نے ہاتھ باہر نکال کر منت کا گال چھوا۔

کیسی ہو سکتی ہوں؟وہ زخمی سا مسکرا . ں۔

میں جانتا ہوں تم مجھ سے ناراض ہو گی۔مگر وقت آنے پہ تمہیں سب پتا چل جائے گا کہ میں نے یہ سب کیوں کیا؟

برا . ں کی جسٹیفیکیشن نہیں ہوتی۔برا کام برا ہی ہوتا ہے چاہے جتنے مرضی دلا . ل پیش کر لیں۔وہ تلخی سے بولی۔اسکے تلخ انداز پہ اس کا چہرہ پھیکا پڑا تھا تاہم وہ مسکرا دیا۔

اچھا چھوڑو یہ باتیں۔تم بس مجھ سے وعدہ کرو تم اپنا خیال رکھو گی۔

آپ کو پہلے سے پتا تھا؟منت نے شکوہ کناں نظریں اٹھا . یں۔

ہاں جب تم ہسپتال میں تھی تب پتا چلا۔میں نے سوچا دو دن انتظار کر لیتا ہوں تمہاری سالگرہ پہ بتا . ں گا تو تم خوش ہو جا . گی۔

وہ یاسیت سے بتا رہا تھا۔منت کو ڈھونڈنے سے بھی اسکے چہرے پہ غم و غصہ یا ناراضی نظر نہیں آ . ں تھی۔وہ پر سکون تھا جیسا ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا تھا۔کچھ منٹ خاموشی حا . ل رہی پھر اسی نے سکوت توڑا۔

جب تک ہم دوسرے کی جگہ پہ جا کر نہ سوچیں تب تک اسے کو سمجھ نہیں سکتے۔

آپ کا کہنے کا مطلب ہے کہ میں ابھی بھی آپ کو غلط سمجھ رہی ہوں؟وہ غصہ ہو . ں۔

تم ٹھیک بھی سمجھ نہیں رہی۔وہ شانے اچکاتا بولا۔

ساری دنیا ان ثبوتوں پہ یقین کر رہی ہے۔سب آپ کو ہی غلط کہہ رہے ہیں۔وہ رخ دوسری جانب پھیرتے بولی۔

مجھے سب سے غرض نہیں منو۔لوگ مجھے جو بھی سمجھیں مگر میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے جج نہیں کرو۔اس نے نرمی سے منت کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھے۔

"میں کیوں جج نہ کروں؟میں کیوں غلط نہ سمجھوں"؟

کیوں کہ تم "لوگ" نہیں ہو۔

منت کے دل میں ہلچل سی مچی۔بمشکل اتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں کو قابو کیا۔

مجھے سچ بتا دیں۔اس نے التجا کی۔

ابھی صحیح وقت نہیں ہے۔وہ دامن بچا گیا۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

منت کو نئے سرے سے غصہ آنے لگا۔آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

میں نے آپ سے محبت کی غلط کیا۔۔مجھے یہ دکھ رہے گا کہ میں نے آپ سے محبت کی۔۔کیوں کی اس کی سزا شاید عمر بھر بھگتوں گی۔

ساری شوخی اور بے وقوفی جو منت کا خاصہ تھی اس وقت مفقود تھی۔۔وہ اندرونی خلشار کا شکار دکھا . ن دے رہی تھی۔

وہ جیل کی سلاخیں تھامتی ڈھے سے گ . ۔اور کھڑا تو وہ بھی نہ رہ سکا۔اسکے مان کا بت دھڑام سے زمین بوس ہوا تھا۔منت کبھی یوں بھی کہہ سکتی تھی اسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آیا۔۔یہ آخری بات ہ سکتی تھی جو وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ منت اس سے کہے گی۔

وہ گھٹنوں کے بل زمین پہ جھکا۔ہاتھ بڑھا کر منت کا جھکا چہرہ اٹھایا جو آنسو . ں سے گیلا ہو رہا تھا۔

منہاس نے منت کے آنسو صاف کر کے اسکے ہاتھ تھامے۔

اور مجھے پتا ہے کیا دکھ رہے گا؟اس نے منت کی آنکھوں میں جھانکا۔وہ نظریں چرا گ . ۔کم از کم اس وقت وہ اسکی نظروں میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

تم نے مجھ سے محبت کی مگر مجھے جانا نہیں۔مجھے سے محبت کی مگر میرا اعتبار نہیں کیا۔مجھے تم آج تک سمجھ ہی نہیں پا . ں اتنے سالوں کی رفاقت میں تم مجھے جان ہی نہیں پا . ں۔میرے نزدیک کسی سے محبت کرنے سے زیادہ اسکو سمجھنا اسکو جاننا زیادہ معنی رکھتا ہے۔کسی کے اندر تک اتر کر اسکو کھوجنا محبت سے کہیں زیادہ راحت دیتا ہے۔افسوس تم مجھے سمجھ ہی نہیں پا . ں۔

وہ دھیرے سے کہتا رخ موڑ گیا۔منت نے اسکی پشت پہ نظریں جما . یں۔

خود کو سات پردوں میں چھپانے اور اپنی ذات کے گرد سو سو پہرے لگانے والے منہاس عالم یہ ارشاد فرما رہے ہیں؟ منت نے شکوہ کناں انداز میں کہا۔

آپ نے کسی کو اجازت دی کبھی کہ وہ آپ کو سمجھ سکے؟

ہاں دی تھی۔ تمہیں دی تھی اجازت منت۔۔ وہ ایک جھٹکے سے مڑا۔

اس پوری دنیا میں اگر میں نے کسی کو اپنے گرد کھڑے حصار توڑنے کی اجازت دی تو تمہیں۔ اپنی ذات کے الجھے دھاگوں کو سلجھانے کا موقع دیا تو تمہیں دیا۔۔ مجھے یقین تھا کہ میں اگر بکھروں گا تو تم مجھے سمیٹ لو گی۔ دنیا والوں کے لیے میں پراسرار معمہ رہا مگر تمہارے لیے تو میں کھلی کتاب تھا منت تم نے کبھی پڑھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ منت میں نے تو ساری اجازتیں محبتیں اور چاہتیں تمہیں کو دیں ہیں۔ تمہیں چاہا صرف تمہیں۔۔

میں ایسی محبت کرتا ھوں

تم کیسی محبت کرتی ھو

میں قیس نہیں فرہاد نہیں

پنوں بھی نہیں رانجھا بھی نہیں

وہ لوگ تو بس افسانہ تھے

اس شدت سے بیگانہ تھے

میں زندہ ایک حقیقت ھوں

میں تم کو دیکھ کے جیتا ھوں

ھر لمحہ تم پہ مرتا ھوں

میں ایسی محبت کرتا ھوں

تم جہاں پہ بیٹھ کے جاتی ھو
جس چیز کو ھاتھ لگاتی ھو
اس چیز کو چھوتا رھتا ھوں
تم جس سے ھنس کے ملتی ھو
میں اس کو دوست بناتا ھوں
تم جس رستے پر چلتی ھو
میں اس پر آتا جاتا ھوں
جن لوگوں میں تم رھتی ھو
تم جس سے باتیں کرتی ھو
جو تم سے ھنس کے ملتے ھیں
وھی مجھ کو اچھے لگتے ھیں
تم پاس رھو یا دور رھو
نظروں میں سما . رھتی ھو
میں تم کو تکتا رھتا ھوں
میں تم کو سوچتا رھتا ھوں
میں ایسی محبت کرتا ہوں
تم کیسی محبت کرتی ہو؟؟۔۔۔۔

منت پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔یوں لگا جیسے سانس بند ہو جائے گی۔وہ اظہار محبت بھی کر رہا تھا تو کس موقع پہ جب جیل کی سلاخیں اور قانون کی بیڑیاں درمیان میں حا . ل تھیں۔

منت نے شدت سے خواہش کی کاش یہ سلاخیں ٹوٹ جا . یں اور وہ کچھ دیر کے لیے منہاس کے گلے لگ کر سارے آنسو بہادے اسکے بعد یقینی طور پر وہ اسکو دوبارہ دیکھنے کی ہمت نہ کر پاتی۔وہ اسکو یوں جیل میں قید دیکھ ہی نہیں سکتی تھی۔۔

__________ **** __________ **** __________

وہ اپنا حلیہ بدل کر عائلہ کے ساتھ دفتر جانا شروع کر چکا تھا۔اگرچہ وہ منہاس کے اس قدم سے راضی نہیں تھیں مگر تاہم وہ خوش بھی تھیں کہ ان کا بیٹا اب ان کا بازو ہے۔وہ اس کے ساتھ خود کو محفوظ سمجھتی تھیں۔دفتر میں چند خاص لوگوں کو ہی معلوم تھا کہ وہ عائلہ کا بیٹا ہے۔وہ ان دنوں کوشش کر رہی تھیں کہ شہاب کے قاتلوں کو سزا مل سکے۔معراج پاشا کا نام اس کے حافظے میں محفوظ ہو چکا تھا۔اس نے اس کے بارے میں معلومات لینی شروع کر دی۔انٹرنیٹ پہ ہی اسے بہت کچھ پڑھنے کو مل گیا تھا۔پھر شہاب کے کاغذات سے بھی اس کو بہت مدد ملی۔بلاشبہ ان ثبوتوں کی وجہ سے معراج پاشا کو پھانسی ہو جاتی اسی لئے اس کے ڈیڈ کا قتل کروا دیا گیا تھا۔وہ اس روز شہاب کے ایک ساتھی جج سے مل کر رہا تھا جس نے بعد میں معراج پاشا کو باعزت بری کر دیا تھا۔وہ جج چونکہ بک چکا تھا اس لیے اس نے کسی بھی سوال کا جواب دینے سے صاف منع کر دیا۔گھر آ کر وہ لاؤنج میں رکھے صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ذہن میں بار بار اس کرپٹ جج کی باتیں گونج رہی تھیں۔

"تم ابھی نوجوان خون ہو۔اپنی زندگی کی پرواہ کرواوران سب معاملات سے دور رہو۔جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔بہتر ہوگا خود بھی سنبھل جاؤاوراپنی ماں کو بھی منع کرو ورنہ جو حال شہاب کا ہوا تھااس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ لوگ کس قدر خطرناک ہیں"۔

اس نے آنکھیں بند کرکے اللہ سے شکوہ کیا کے اس کے ڈیڈ کو کیوں اپنے پاس بلالیا۔

تم ٹھیک ہو؟عائلہ پریشانی سے اسے دیکھتی آگے بڑھیں۔اس نے آنکھیں کھولیں اوراٹھ کر بیٹھ گیا۔

میں ٹھیک ہوں آپ فکر نہ کریں۔اپنی پریس کانفرنس کا بتائیں۔

اس نے ان کا دھیان بٹانے کی غرض سے بات کارخ موڑا۔

ہاں اچھی رہی کانفرنس۔امید ہے بہت جلد انصاف مل جائے گا۔وہ پرجوش ہو کر اسے بتانے لگیں۔اس نے تلخی سے سر جھٹکا۔انصاف کے ایک نمائندے سے تو وہ ابھی ابھی مل کر آرہا تھا جس کے بعد اسے یقین تھا کہ انصاف کا جنازہ نکل چکا ہے۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

تم نے آگے کے بارے میں کیا سوچا ہے؟عائلہ نے قدرے توقف کے بعد پوچھا پھر خود ہی کہنے لگیں۔

کچھ دنوں تک تمہارے سیکنڈ ائیر کے امتحانات ہو جائیں گے۔اس کے بعد کیا کرنے کا ارادہ ہے؟

پتا نہیں ممی۔میں نے ابھی اس بارے میں نہیں سوچا۔اس نے بیزاری سے جواب دیا۔

غازی کو میں بورڈنگ میں بھجوانے کا سوچ رہی ہوں۔اور تمہارے لئے میں چاہتی ہوں کے تم ایل ایل بی کرو ۔انہوں نے اسے آگاہ کرتے ہوئے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

غازی کے لئے تو ٹھیک ہے مگر میں ایل ایل بی کر کے کیا کروں گا؟

منہاس نے الجھن سے اپنی ماں کے چہرے کی طرف دیکھا۔

میں چاہتی ہوں تم جج بناؤ۔انہوں نے یکبارگی کہا تو وہ چونک کر ان کو شکایتی نظروں سے دیکھنے لگا۔

نظریں سوال کر رہی تھیں کہ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود بھی؟

انہوں نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

میں چاہتی ہوں تم اپنے ڈیڈ کی طرح ایک ایماندار جج بنو۔

یعنی آپ چاہتی ہیں کہ میں بھی ان کی طرح مارا جاؤں؟اس نے بھنویں چکاتے ہوئے پوچھا۔

عائلہ اس کی بات پہ دہل گئیں۔اللہ نہ کرے۔کیسی باتیں کر رہے ہو۔

وہ ہنسنے لگا۔اس کی ہنسی میں کرب چھپا ہوا تھا جسے وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھیں۔

ممی میں حقیقت بتا رہا ہوں۔اس ملک میں ایماندار لوگوں کی گنجائش نہیں ہے۔اور ایماندار جج کی تو بات ہی نہ کریں

۔

اس کی نظریں سامنے لگی شہاب کی تصویر پہ تھیں۔

اتنی بڑی بڑی باتوں تم نے کہاں سے سیکھ لیں؟وہ اس کو صدمے سے دیکھ رہی تھی۔وہ انہیں ایک دم ہی اپنی عمر سے کئی سال بڑا لگا۔

ایسی باتیں سیکھی نہیں جاتیں ممی۔زمانہ زبردستی سکھا دیتا ہے۔اور جو زمانہ سکھا دے وہ کبھی بھولتا نہیں۔

www.urdunovelsmania.com

وہ واپس صوفے پہ نیم دراز ہو گیا۔

تو تم جج نہیں بننا چاہتے؟ انہوں نے مایوسی سے پوچھا۔

ناٹ ایٹ آل۔۔اس نے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے کہا۔

می مجھے اس لفظ سے چڑ ہو گئی ہے۔ میں نے اس لفظ کو اپنی زندگی سے کاٹ دیا ہے۔۔آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر اس نے مزید گفتگو نہ کرنے کا اشارہ کیا۔

وہ دکھ سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں جو بچپن میں کہتا تھا "میں جج بنوں گا اور سب برے لوگوں کی پٹائی کروں گا۔ میں کورٹ میں آڈر آڈر بھی کروں گا"۔

وہ باقاعدہ جج بن کے دکھاتا اور وہ دونوں میاں بیوی اسکے آڈر آڈر کرنے والے انداز پہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے۔

اور اب ان کا بیٹا کیا بن چکا تھا۔زندگی سے بیزار ہو رہا تھا۔وہ اس کا ماتھا چومتے ہوئے وہاں سے چلی گئیں۔

منہاس نے ان کے جانے کے بعد آنکھوں پر سے بازو ہٹایا۔اسکی آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

اس سے قطع نظر کہ ہم کیا بننا چاہتے ہیں ہم سے اکثریت کو حالات وواقعات وہ بنا دیتے ہیں جو ہم بالکل نہیں بننا چاہتے۔

****

شب وروز معمول کے مطابق گزر رہے تھے۔اس نے عائلہ کے اصرار کرنے کے باوجود ایل ایل بی کے لیے داخلہ نہیں لیا تھا۔شہاب کا کیس عدالت میں ویسے ہی لٹکا ہوا تھا اور یہ چیز اسے اور بھی دلبرداشتہ کر رہی تھی۔اسی دوران اس کی اٹھارہویں سالگرہ آگئی۔

عائلہ نے اپنے ہاتھوں سے اس کے لئے کیک بنایا تھا اور اس کی پسند کے سارے کھانے بنائے تھے۔غازی ان دنوں پیپر دے کر فارغ تھا تو وہ بھی گھر ہی تھا۔

بھائی آج تو آپ کی سالگرہ ہے آج تو اپنا منہ سیدھا کر لیں۔غازی نے شرارت سے کہا۔وہ تو ہنسنا ہی بھول چکا تھا۔غازی کی بات پر اس نے صرف ہونٹ پھیلائے تھے۔

عائلہ نے اسے گلے سے لگا کر مبارکباد دی اور کیک کاٹنے کا کہا۔اس چھوٹی سی تقریب میں صرف وہ ماں بیٹے تھے۔عائلہ اور غازی کی تالیوں کی گونج میں اس نے کیک کاٹا۔آج برسوں بعد اس نے حقیقی خوشی کو دل سے محسوس کیا تھا۔پھر اس نے عائلہ سے ایک عجیب سی خواہش کا اظہار کر دیا۔

ممی میں آپ سے کچھ مانگوں تو مجھے دیں گی؟اس نے ماں کے ہاتھ تھامتے ہوئے سوال کیا۔

بولو میرے بچے۔انہوں نے محبت سے کہا۔غازی بھی تجسس سے آگے ہوا کہ دیکھیں بڑا بھائی کیا مانگتا ہے۔

میں چاہتا ہوں آپ یہ سب چھوڑ دیں۔یہ انصاف، قانون، عدالت سب چھوڑ دیں۔اس نے بہت بڑی قربانی مانگ لی تھی۔عائلہ نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑوائے۔ان کے چہرے سے جیسے کسی نے ساری رونق نچوڑ لی۔غازی کو بھی سکتہ ہوا تھا۔

تم وہ مانگ رہے ہو جو میں نہیں دے سکتی۔وہ شکستہ دلی سے کہتی ہوئیں دو قدم پیچھے ہٹیں۔

کیوں نہیں دے سکتیں؟ وہ برہمی سے کہتا ہوا آگے بڑھا۔

می آپ کے لئے اپنی اولاد کے بہتر مستقبل کی کوئی اہمیت نہیں۔آپ چھوڑ دیں یہ سب کچھ۔ہم ایک پر سکون زندگی گزاریں گے۔

مجھ سے یہ نہیں ہوگا۔میں ایسا نہیں کر سکتی۔وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے صوفے پہ جا کے بیٹھ گئیں۔

اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں غازی کو اشارہ کیا۔وہ سمجھ کر آگے بڑھا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

می بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔آپ صرف ہمارے ساتھ رہیں۔چھوڑ دیں یہ سب قانون وغیرہ۔

انہوں نے ناراضگی سے اس کو دیکھا۔

تم بھی یہی چاہتے ہو کہ میں شہاب کا خون رائیگاں جانے دوں؟ وہ انصاف کی راہ میں شہید ہوئے ہیں۔میں اپنے شوہر کا خون اتنی آسانی سے معاف نہیں کر سکتی۔میں انہی کے مشن کو لے کر آگے بڑھنا چاہتی ہوں تو تم دونوں پیچھے ہٹ رہے ہو۔اپنے باپ کی تربیت اور نصیحت کو بھول گئے ہو تم دونوں۔

انہوں نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے گلہ کیا اور سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

امی آپ میری کیفیت کو بھی تو سمجھنے کی کوشش کریں۔ہر لمحے مجھے ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ لوگ آپ کو بھی نقصان نہ پہنچادیں۔ڈیڈ کی طرح کہیں ہم آپکو بھی نہ کھودیں۔جب جب آپ انصاف کے اس کانٹوں بھرے راستے پر اپنے پاؤں زخمی کرتی ہیں تو چوٹ میرے دل پر لگتی ہے۔

وہ آرزدگی کہتے ہوئے ان کے قدموں میں بیٹھ گیا اور ان کے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ لئے۔

می پلیز میرے لیے۔غازی کے لیے۔لوٹ آئیں۔چھوڑ دے یہ انصاف کے چکر۔کچھ حاصل نہیں ہونے والا ۔آپ کو ڈیڈ کے قاتلوں کو سزا دینی ہے نہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں میں ایک ایک سے بدلہ لے کر رہوں گا۔

قانون کے منافی جاکر؟انہوں نے ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔پھر ذرا درشتی سے کہنے لگیں۔

تمہارے باپ نے ساری زندگی قانون کی حفاظت کی اور اسی قانون کی خاطر وہ مرگیا۔اور تم اپنے باپ کی روایات کو توڑنا چاہتے ہو۔کبھی سوچا ہے کہ جب نام پکارے جائیں گے تب تم کیا کروگے؟ایک بات یاد رکھنا۔اگر تم نے کچھ غلط کیا تو میں تمہیں ساری زندگی معاف نہیں کروں گی۔

ایلی نے انگلی اٹھاتے ہوئے سے تنبیہہ کی۔

ٹھیک ہے آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا مگر آپ بھی تو ہماری بات مانیں۔اس نے شرط رکھی۔

می پلیز۔غازی نے بھی التجا کرتے ہوئے ان کے کندھے سے سر ٹکا کر ان کو ایموشنل بلیک میل کرنے کی کوشش کی

۔

تم دونوں نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔وہ ہار مانتے ہوئے بولیں۔آخر ماں تھیں کیسے اپنے بیٹوں سے بڑھ کر اور کچھ انہیں عزیز ہو سکتا تھا۔گہری سانس لیتے ہوئے انہوں نے کہا۔

ٹھیک ہے جیسا تم دونوں چاہتے ہو ویسا ہی ہو گا لیکن میری ایک شرط ہے۔

وہ کیا؟دونوں بیک وقت بولے۔

ایک ہفتے بعد میری پریس کانفرنس ہے۔مجھے وہ کانفرنس اٹینڈ کرنی ہو گی۔یوں سمجھو کہ وہ آخری کام ہو گا۔اس کے بعد میں کچھ نہیں کروں گی۔

وہ کانفرنس عائلہ کے لیے بہت ہی ضروری تھی۔انہوں نے تمام ثبوت میڈیا میں دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔اسی ضمن میں وہ کانفرنس رکھی گئی تھی۔۔

ہمیں منظور ہے۔وہ خوشی سے چہکتے ہوئے بولا۔اس خیال نے کہ اب اس کی ماں ان سب جھمیلوں سے نکل آئے گی اور ان کے ساتھ ایک پر سکون زندگی گزارے گی اس کے روئے روئے میں خوشی کی لہر دوڑا دی تھی۔

غازی نے بھی طمانیت بھری سانس لی۔اگرچہ وہ بھی عائلہ کا ہم خیال تھا کہ ڈیڈ کے قاتلوں کو سزا ملنی چاہیے مگر یہ بھی تھا کہ ممی کو وہ اس طرح نہیں دیکھ سکتا تھا۔

منہاس بے طرح خوش تھا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ آخری خوشی ہے جو وہ دیکھ رہا ہے۔

اگلا پورا ہفتہ وہ اپنی کانفرنس کی تیاریوں میں لگی رہیں۔اور منہاس سرشاری کے عالم میں منصوبے بنا تا رہا کہ وہ ممی اور غازی یہاں سے دور چلے جائیں گے۔اور ایک پر سکون زندگی گزاریں گے۔

کانفرنس کا مقررہ دن آپہنچا۔عائلہ نے سفید لباس پہنا تھا۔سلیقے سے سرپہ دوپٹہ جما کر چادر ایک طرف ڈالی۔خلاف معمول وہ آج چپ چپ سے تھیں۔کوئی انہونی ہونے کا خدشہ انہیں چین نہیں لینے دے رہا تھا۔دل بری طرح سے گھبرا رہا تھا۔منہاس ان کو دیکھتے ہوئے چونکا۔

ممی آپ ٹھیک نہیں لگ رہیں؟

نہیں میں ٹھیک ہوں۔چلو چلتے ہیں۔دیر ہو رہی ہے۔انہوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے چادر ٹھیک کی اور باہر کی طرف قدم بڑھایا۔وہ بھی ان کے پیچھے ہولیا۔

کافی سارے لوگ آئے ہوئے تھے۔پوری میڈیا برادری بھی جمع تھی۔عائلہ اپنے مشیروں کے ہمراہ کرسی پر بیٹھ گئیں۔اور وہ ان کا پی اے ہونے کے ناطے ان کے برابر میں کھڑا ہوگیا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

چند رسمی باتوں کے بعد عائلہ نے کانفرنس شروع کی۔

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں میرا نام عائلہ شہاب عالم ہے۔میں جسٹس شہاب کی بیوہ ہوں۔وہ جسٹس شہاب جس نے انصاف کی خاطر اپنی جان گنوا دی۔اپنے بچوں کو یتیم کر دیا۔آج اسی جسٹس شہاب کی روح انصاف کے لیے دربدر پھر رہی ہے۔گزشتہ مہینوں میں، میں نے بہت خاک چھانی ہے۔عدالتوں کے در کھٹکھٹائے ہیں۔لیکن

آج میں نے ایک اہم فیصلہ کیا ہے۔ میں وہ تمام ثبوت جو میں نے اپنے شوہر کو انصاف دلانے کی خاطر اکٹھے کر رکھے ہیں، میڈیا میں دیتی ہوں۔

اتنا کہنے سے ہر طرف کھلبلی سی مچ گئی۔ چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں۔ وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسائے سامنے رکھے مائیک کو گھورتی رہیں۔ دو منٹ بعد سکوت ہوا تو عائلہ نے بات جاری کی۔
نامی گرامی مجرم معراج پاشا کو کون نہیں جانتا۔ اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ اسی نے میرے شوہر کا قتل کیا۔ اور آج اس بات کو ثابت کرنے کے لئے میں تمام ثبوت آپ سب کی نظر کرتی ہوں۔
ایل کے مشیر نے ان ثبوتوں کی کاپیاں اخباری نمائندوں میں بانٹ دیں۔

"میں نہیں جانتی میرے اس فعل سے کیا ہونے والا ہے۔ مگر میں اتنا جانتی ہوں کہ روز آخرت میرا سر نہیں جھکے گا۔ جب نام پکارے جائیں گے تو میرا نام ہر گز ان لوگوں میں نہیں ہو گا جنھوں نے اپنی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنی عاقبت خراب کر دی ہو گی۔ میں آپ سب کو یہ بتا دینا چاہتی ہوں۔ یہ میری آخری پریس کانفرنس ہے۔ آج کے بعد میں آپ کو اس موضوع پر بات کرتی نظر نہیں آؤں گی۔ میرے لیے اتنا کافی ہے کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ جس حد تک میں کر سکتی تھی اس حد تک میں نے کیا۔ اب یہ قانون نافذ کرنے والے ادارے جانیں کہ وہ ان ثبوتوں کا کیا کریں گے؟ مجھے بس اتنا ہی کہنا تھا خدا حافظ"۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ منہاس نے آگے بڑھ کے ان کے ہاتھ تھامے اور ان کو اسٹیج سے نیچے اترنے میں مدد دی۔ اس وقت عائلہ کی آنکھوں میں نمی صاف دکھ رہی تھی۔ وہ آج انصاف کے اس راستے سے واپس پلٹ رہی تھیں جس پہ ان کے شوہر گامزن تھے۔ دل چیر دینے والا احساس لیے وہ گاڑی میں آ بیٹھیں۔

می آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس نے عائلہ کے برابر میں بیٹھتے ہوئے ان کے ہاتھ دبائے۔

ہمم۔ میں جانتی ہوں۔ انہوں نے ہنکارا بھرتے ہوئے جواب دیا۔ اس وقت ان کا زیادہ بات کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ سمجھ کر خاموش ہو گیا۔

صرف کچھ دن کی بات ہے۔ می آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ منہاس نے اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے پر سکون کیا۔۔

آنے والے چند دنوں میں واقعی سب ٹھیک ہو گیا تھا۔ لیکن یہ اس کی غلط فہمی تھی۔ ایک بہت بڑا طوفان ان کے آشیانے کو تباہ کرنے کے لئے تیار تھا۔

****

عائلہ کی پریس کانفرنس نے تہلکہ مچا دیا تھا۔ پورے ملک کا میڈیا اس سلسلے میں سرگرم ہو چکا تھا کہ مجرموں کو جلد از جلد سزا دی جائے۔ وہ خوش تھیں کہ ان کی محنت کام آئی۔ یہ پریس کانفرنس کے تین دن بعد کی بات تھی۔ عائلہ

کو کسی کام سے باہر جانا تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ گاڑی عائلہ ڈرائیو کر رہی تھیں۔ وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر عائلہ سے غازی کے داخلے کی بات کرنے لگا۔

ممی غازی کے بارے میں کیا سوچا ہے آپ نے ؟ اس نے سائیڈ پہ لگے آئینے میں اپنے بال سنوارتے ہوئے پوچھا ۔ وہ اس کی اس حرکت پہ مسکرادیں۔ عادتیں نہیں بدلتیں۔ وہ جب بھی باہر نکلتا تھا تو اچھا لباس پہن کر نکلتا تھا۔ بار بار آئینے میں اپنے بال سیٹ کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ یہی کر رہا تھا۔

"غازی کے بارے میں مجھے سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا اس نے خود ہی سوچ لیا اپنے بارے میں کہ اس نے کیا کرنا ہے"۔

انہوں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا اور نظر باہر ڈالی باہر موسم کافی اچھا تھا۔ ہوائیں چل رہی تھیں۔ آج عرصے بعد وہ خوش ہوئی تھیں۔ انہوں نے دل سے موسم کی خوبصورتی کا لطف لینے کی غرض سے کھڑکی کا شیشہ تھوڑا سا نیچے کر دیا۔

غازی نے ایسا کیا سوچ لیا اپنے بارے میں؟ اس نے حیرانی سے پوچھتے ہوئے ڈیش بورڈ میں سے کنگھا نکالا اور بالوں میں پھیرنے لگا۔

"وہ کہہ رہا تھا کہ پولیس فورس جوائن کرے گا"۔ عائلہ نے گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔ بالوں میں کنگی کرتے اس کے ہاتھ رکے۔ گردن موڑ کر ممی کو دیکھا اور پھر زوردار قہقہہ لگایا۔

"سیریسلی ممی! غازی یہ خواب دیکھ رہا ہے۔اس کو لگتا ہے کہ وہ پولیس فورس جوائن کر کے ڈیڈ کے قاتلوں کو سزا دے دے گا۔واؤویری فنی"۔اس نے ہنسی روکتے ہوئے واضح انداز میں مذاق اڑایا۔

"اکم ازکم بہت تمہاری طرح قانون توڑنے کی کوشش تو نہیں کرتا نا"۔عائلہ کو برا لگا تھا اسی لیے ناراضی سے اس کو ڈپٹتے ہوئے کہا۔

کم آن ممی۔اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔اس نے کوئی اثر لیے بغیر اپنا مشغلہ پھر سے جاری کیا۔

دیکھو۔اچھے بچوں والی باتیں کیا کرو۔ کبھی کبھی تم مجھے بہت ڈرا دیتے ہو۔انہوں نے رفتار کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے کہا۔

اچھا وہ کیسے؟اس نے کنگھا ڈش بورڈ میں واپس رکھتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا۔وہ اپنا سٹائل بنا چکا تھا اس لیے اب ساری توجہ ممی کی جانب کی۔

مجھے تمہاری باتوں سے خوف محسوس ہوتا ہے۔انہوں نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔اور تبھی گاڑی لہرا کر ایک دم بے قابو ہوئی۔

یہ کیا ہوا ہے؟وہ پریشان ہوا۔

www.urdunovelsmania.com

پتا نہیں۔گاڑی کے بریک کام نہیں کر رہے۔انہوں نے بریک پر پاوں رکھتے ہوئے رفتار کم کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ابھی کل ہی تو گاڑی ورکشاپ سے آئی ہے۔وہ بڑبڑاتے ہوئے گاڑی کی رفتار کم کرنے کی لگاتار کوشش کر رہی تھیں مگر رفتار بجائے کم ہونے کے بڑھتی جارہی تھی۔

عائلہنے پریشانی سے گاڑی کارخ قریبی گاؤں کی کچی سڑک کی طرف موڑ لیا۔اسٹیئرنگ پہ ان کا کنٹرول کھو رہا تھا۔باوجود کوشش کے گاڑی قابو سے باہر ہوتی جارہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوسکتا اب۔منہاس کود جاؤ"۔انہوں نے چلاتے ہوئے کہا۔

نہیں میں نہیں کودوں گا آپ کود جائیں میں گاڑی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔وہ اپنے حواس قابو میں کرتا ہوا بولا۔یہ صورتحال بہت پریشان کن تھی۔اگرچہ اس سڑک پہ بہت رش نہیں تھا مگر پھر بھی حادثہ ہونے کا امکان تھا۔

"منہاس میں نے کہا کود جاؤ"۔اس کی طرف کا دروازہ کھول کر انہوں نے اچانک اس کو باہر کی طرف دھکا دیا۔وہ لڑھکتا ہوا نیچے کی طرف پھسلا۔تیز رفتار گاڑی سے گرنے کی وجہ سے اس کا سر زمین سے ٹکرایا تھا اور خون نکلنے لگا

تھا۔وہ ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اٹھا۔ایل کی گاڑی کافی دور جا چکی تھی اور سامنے سے اب ایک کنٹینر خطرناک رفتار کے ساتھ بگولے اڑاتا ہوا آرہا تھا۔

"ممی"۔وہ حلق پھاڑ کر چلایا۔مگر تب تک دیر ہو چکی تھی۔عائلہ کی گاڑی کے قریب آتے ہی ڈرائیور نے بوکھلا کر ڈرائیونگ سیٹ چھوڑ کر باہر چھلانگ لگادی۔ٹرک اور کار کا زوردار تصادم ہوا۔ایک دھماکا ہوا اور سب برباد ہو گیا۔ ممی۔۔۔۔وہ وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر چلانے لگا۔آس پاس اب لوگ اکٹھے ہونے لگے تھے۔کوئی ایمبولینس کو فون کر رہا تھا تو کوئی اس کا شانہ ہلا کر اسے پانی پلانے کی کوشش کرنے لگا۔کچھ لوگ دوڑتے ہوئے جائے حادثہ پر پہنچے۔اسے ارد گرد کی کوئی خبر نہیں تھی وہ بس ساکت نظریں لیے سامنے دیکھ رہا تھا جہاں صرف ایک لمحہ لگا تھا اور اس کی زندگی اس کی نظروں کے سامنے دم توڑ گئی تھی۔

لمحوں کا کھیل تھا اور یتیم بچوں کی دنیا ہی اجڑ گئی۔عائلہ اس خطرناک حادثے کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکی تھیں۔پولیس نے تفسیش شروع کردی۔میڈیا کا خیال تھا کہ یہ سازش ہوئی ہے۔ہر کوئی اپنی اپنی زبان بول رہا تھا۔شہاب عالم کے گھر کے بڑے سے لان میں جنازے میں شریک ہونے والے لوگ اس حادثاتی موت پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔

وہ چپ چاپ ایک جانب بیٹھا عائلہ کے جنازے کو گھورے جا رہا تھا۔خوشیوں کی عمر کتنی تھوڑی ہوتی ہے۔انسان صحیح سے محسوس بھی نہیں کر پاتا اور یہ روٹھ جاتی ہیں۔جنازہ میں کن بڑی شخصیات نے شرکت کی۔کون آیا کون گیا اسے کچھ خبر ہی نہیں تھی۔پھر کسی نے اس کا شانہ ہلا کر اس کو غازی کی طرف متوجہ کیا تو وہ چونکا۔غازی اونچی آواز

سے رو رہا تھا۔ وہ اس کے قریب آکر گلے لگا۔ غازی کے گلے لگتے ہی اس کا دل بھر آیا اور وہ بھی دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ زندگی نے بہت ستم ظریفی کی تھی۔ پہلے باپ کا سایہ چھینا اور اب ماں کی چھاؤں بھی لے لی۔ ان دونوں بھائیوں کو لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کسی بیابان و صحرا میں آ گئے ہیں جس کی تیز دھوپ اور تپش جسم کے اندر تک گھس کے ان کی روح کو جھلسا رہی ہے۔

بھائی می بھی چلی گئیں۔ ہم اکیلے رہ گئے۔ ہم می کے بغیر کیسے رہیں گے؟

غازی نے اس کو بھینچتے ہوئے کہا۔ اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔ آنسوؤں میں روانی آگئی۔ وہ چودہ سال کا تھا جب باپ کا جنازہ اٹھا تھا۔ پھر تین سال کی جدائی کے بعد جب انہیں ماں ملی تو ایک سال بھی ان کی قربت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس کی خود کی حالت ٹھیک نہیں تھی مگر وہ پھر بھی غازی کو حوصلہ دینے لگا۔ اب باقی کی ساری عمر اسے ہی غازی کا سہارا بننا تھا۔

اشک آنکھوں میں پروتا ہوں، بہت روتا ہوں
جب اکیلا کہیں ہوتا ہوں، بہت روتا ہوں

غور سے دیکھا نہیں تم نے کبھی میری طرف
جب میں ہنستا ہوا ہوتا ہوں، بہت روتا ہوں

جب ترے لمس کی آغوش بھی چھن جاتی ہے

رنج سے آنکھیں بھگوتا ہوں، بہت روتا ہوں

رات بس درد شناسی میں گزر جاتی ہے

صبح ہوتی ہے تو سوتا ہوں، بہت روتا ہوں

جب میں ہنستا ہوں، تو ہنستا ہوں، فقط ہنستا ہوں

جب میں روتا ہوں، تو روتا ہوں، بہت روتا ہوں

ماں کے بغیر بھی زندگی بھلا زندگی ہوتی ہے۔ان دونوں بھائیوں کی زندگی بھی رونے میں گزر رہی تھی۔ بھلے آنسو خشک ہو جاتے مگر دل کو قرار اب تا عمر نہیں آنا تھا۔

عائلہ کے سوئم والے دن وہ غازی کے کمرے میں اس کے پاس لیٹا ہوا تھا جب ملازم نے کسی مہمان کے آنے کی اطلاع دی۔ وہ اور غازی ڈرائنگ روم میں آ گئے۔عائلہ کے قانونی مشیر حمدانی صاحب کے ساتھ ایک سوٹڈ بوٹڈ اور نفیس شخصیت کا حامل شخص بیٹھا ہوا تھا۔ پچپن سے ساٹھ کے لگ بھگ عمر اور ذہانت سے بھرپور چمکتی آنکھیں ،ہلکی ہلکی داڑھی مونچھ کے ساتھ لبوں پہ خیر سگالی مسکراہٹ لیے وہ پہلی نظر میں ہی اس کو اچھے لگے۔

عائلہ کی رسوم میں بہت کم رشتے داروں نے شرکت کی تھی۔ سب کو اپنی جانوں کا خوف تھا۔ پہلے شہاب اور اب عائلہ کی خوفناک موت ان کے دشمنوں کے بااثر ہونے کا واضح ثبوت دیتی تھی۔ چاچو اور ماموں کھڑے ہی

آۓاور جنازے میں شرکت کر کے چلے گئے تھے۔کوئی نہیں چاہتا تھا کہ وہ عائلہ کے رشتے دار کی حثیت سے منظر عام پہ آکر ان کے دشمنوں کی نظروں میں آئیں۔اسی لیے وہ دونوں بھائی اس وقت اکیلے ہی گھر پہ تھے۔

السلام علیکم۔۔وہ اور غازی سلام کرتے ہوئے صوفے پہ جا کر بیٹھ گئے۔

وعلیکم السلام۔منہاس بیٹے یہ زمان حیدر ہیں۔تمہارے بابا کے بہت اچھے دوست ہیں۔حمدانی صاحب نے تعارف کروایا۔

اچھا تو آپ ہیں زمان انکل۔ممی نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔غازی اسکے کچھ بولنے سے پہلے ہی بول اٹھا۔وہ غازی کی بے اختیاری پہ سوگواری سے مسکرائے۔

مجھے عائلہ کی موت کا بہت دکھ ہے۔میں یہاں نہیں تھا اسی لیے اس کا پیغام وقت پہ نہیں مل سکا۔انہوں نے افسوس کیا۔

کیسا پیغام؟وہ چونکا۔

عائلہ نے دو مہینے پہلے پیغام بجھوایا تھا۔وہ چاہتی تھی کہ تم دونوں میرے پاس گوجرانوالہ شفٹ ہو جاؤ۔اسی لیے اس نے اپنی کچھ پراپرٹی بھی منتقل کروادی تھی۔۔زمان انکل نے تفصیلات سے آگاہ کیا۔حمدانی صاحب نے تائید میں سرہلاتے ہوئے ایک فائل منہاس کی طرف بڑھائی۔

عائلہ صاحبہ نے تھوڑے دنوں پہلے اپنی جائیداد کا بڑا حصہ آپ دونوں بھائیوں کے نام کر دیا تھا اور باقی ٹرسٹ کو عطیہ کر دیا۔آپ یہ فائل دیکھ لو بیٹا۔

حمدانی صاحب نے فائل اسکی طرف بڑھائی۔اس نے لینے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا۔

جب ممی ہی نہیں رہیں تو یہ دولت جائیداد ہمارے کس کام کی۔اس نے تلخی سے سر جھکاتے ہوئے اپنے اندر نمی اتارتے ہوئے کہا۔

آپ یہ بھی کسی ٹرسٹ کو ہی دے دیجیے گا۔

ہمدانی صاحب نے زمان انکل کی طرف دیکھا۔وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر منہاس کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔

دیکھو بیٹا میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت بہت گہرے صدمے میں ہو۔اس لیے ابھی جذباتی ہو کر کوئی فیصلہ مت کرو ۔تم دونوں کے سامنے ابھی پوری زندگی پڑی ہے۔ابھی تم دونوں کو اپنا کیریئر بنانا ہے۔اس لئے میں چاہوں گا کہ تم ابھی صرف اور صرف اپنی اور اپنے بھائی کی پڑھائی پر توجہ دو۔

قدر توقف کے بعد پھر انہوں نے کہا۔میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں میرے ساتھ چلو۔

انکل ہم کوئی چھوٹے بچے نہیں ہیں۔اپنا خیال رکھ سکتے ہیں۔آپ اتنی دور ہمارے لیے آئے بہت شکریہ۔

اس میں صاف لفظوں میں انکار کیا تھا۔غازی کا منہ بنا۔وہ یہاں سے فرار چاہتا تھا۔یہاں اس گھر میں ممی کی تکلیف دہ یادوں کے سہارے جینا بہت مشکل تھا۔

بھائی آپ ایک دفعہ سوچ لیں۔اس نے منمناہٹ کی۔وہ سمجھ گیا کہ غازی یہاں سے جانا چاہتا ہے۔

میں ابھی یہاں ہی ہوں۔تم دونوں سوچ کر مجھے جواب دے دینا۔اگر میرے ساتھ چلو گے تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔ زمان انکل کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔دونوں کے سر پہ پیار دیا اور ہمدانی صاحب کے ہمراہ خدا حافظ کہتے ہوئے چلے گئے۔

بھائی آپ نے منع کیوں کیا۔ان کے جاتے ہی غازی نے سوال کیا۔

تم جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ میں نے تمہیں نہیں روکا۔وہ لاؤنج سے باہر نکلتے ہوئے بولا۔
مگر میں آپ کے بغیر نہیں جاؤں گا۔غازی پیچھے سے چلایا۔وہ نظر انداز کرتا ہوا گھر سے باہر آ گیا۔۔وہ کیسے یہاں سے کہیں اور جا سکتا تھا۔ابھی تو اس کے باپ کے قاتلوں کو سزا نہیں ملی تھی کہ ماں بھی چلی گئ۔۔

www.urdunovelsmania.com

میں چھوڑاگا نہیں۔کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ایک ایک کو جان سے ماروں گا۔میں بدلہ لے کر رہوں گا۔۔
وہ ایک سنسان سے گوشے میں جا کر زور زور سے چلایا۔اندر کی بھڑاس اور غبار باہر نکلنے گا۔

میں منہاس عالم یہ وعدہ کرتا ہوں۔اپنے دشمنوں کو چھوڑوں گا نہیں۔انہیں عبرت ناک انجام سے دوچار کروں گا پھر چاہے مجھے اس سو کالڈ قانون کے خلاف ہی کیوں نہ جانا پڑے۔میں جاؤں گا۔ہر حد تک جاؤں گا۔۔مجھے اب

کوئی روک نہیں سکتا۔قانون،انصاف اور عدالت مجھے کیا دے گی۔ میں اب اپنی عدالت خود بناؤں گا۔اپنے مجرموں کو خود سزا دوں گا۔یہ قانون یاد کرے گا کہ کسی منہاس عالم سے پالا پڑا ہے۔

اس نے آنکھوں سے نمی صاف کرتے ہوئے عہد کیا کہ اب وہ نہیں روئے گا بلکہ دشمنوں کو رلائے گا۔

💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚💚

اس نے غازی کو زمان انکل کے ساتھ گوجرانوالہ بھیج دیا تھا۔وہ جانا تو نہیں چاہ رہا تھا مگر منہاس نے بعد میں آنے کا یقین دلاتے ہوئے اسے جانے پہ راضی کر لیا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ غازی یہاں رہ کر اپنی نفسیات خراب کرے۔پولیس نے بھی تو آ . لہ کی موت کو حادثہ قرار دے دیا تھا۔
اس سلسلے وہ 6 . بار تھانے کا چکر لگا چکا تھا مگر ہر کوشش بے سود گ . تھی۔دشمن اپنا کام کر چکے تھے۔اب اسے اپنا کام کرنا تھا۔غازی کے جانے کے کچھ دنوں بعد اس نے اپنے منصوبے پہ عمل شروع کر دیا تھا۔
اس نے مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث لوگوں سے روابط بڑھانے شروع کر دیے۔جن لوگوں سے اس کا تعلق تھا وہ معمولی جرائم پیشہ افراد تھے۔وہ انہی نچلے درجے کے لوگوں کے ذریعے اوپر جانا چاہتا تھا۔
ان پانچ افراد کے گروہ میں سے اسکی دوستی سب سے زیادہ راجا سے ہوئی تھی۔اس کا اصل نام تو کچھ اور ہی تھا مگر وہ خود کو راجا کہلانا پسند کرتا تھا۔اس نے بہرحال اپنا اصل نام ہی سب کو بتا یا تھا۔

تو ایسا کر اپنا کوئی نام وام رکھ لے۔ جرم اور قانون کی دنیا میں سب تجھے اسی نام سے پکاریں گے۔ یہاں کوئی اپنا اصل نام اور شناخت نہیں بتاتا۔
راجا نے پہلے دن نصیحت کرتے ہوئے اس کو سر تا پیر ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا اور افسوس سے سر ہلایا۔

یہ حلیہ یہاں نہیں چلے گا کاکے۔ اس طرح تو کوئی بھی یہاں نہیں رہتا۔

اس نے برانڈڈ جینز شرٹ اور جیکٹ میں ملبوس منہاس کو دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا اور پان لگانے لگا۔ وہ جواب دینے کی بجائے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر بیٹھنے کی کوئی اور جگہ نہ ملنے پہ مجبوراً اسے راجا کی سامنے موجود چار پائی پہ ہی بیٹھنا پڑا تھا۔ ہاں بیٹھنے سے پہلے وہ جیب سے ٹشو نکال کر چار پائی کی پائنتی پہ موجود گرد کو صاف کرنا نہیں بھولا تھا۔ اس کی کاروائی کو سب نے مضحکہ خیز انداز میں دیکھا تھا۔ منہاس نے گلہ کھنکھار کر بات کا آغاز کیا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں اپنا نام تبدیل نہیں کروں گا۔ جب کوئی اچھا کام کرتے ہوئے اپنا نام نہیں بدلتا کہ پوری دنیا جان لے اس نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے تو برائی کی دلدل میں قدم رکھتے ہوئے لوگ اپنا نام اور پہچان کیوں بدل لیتے ہیں۔ آپ چاہے اچھے کام کریں یا برے جب نام پکارے جائیں گے تو نام بدل نہیں جائیں گے۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ سب مجھے میرے اصل نام سے جانیں۔ میں اپنے اصل نام کو ہی سب کے لیے دہشت کی علامت بنا دوں گا۔ میں جب اچھا تھا تب بھی منہاس عالم تھا اور اب جب برا ہوں تب بھی یہی رہوں گا۔ دنیا والوں کے لیے منہاس عالم اپنا نام نہیں بدلے گا۔

اس نے حتمی لہجے میں کہتے ہوئے فیصلہ سنا یا اور سب کی بولتی بند ہو گئی۔ پھر قدرے توقف سے اپنے لباس کی طرف اشارہ کیا۔

اور رہی حلیے کی بات۔۔۔ تو ایم سوری۔۔۔ وہ بھی نہیں بدلے گا۔

تو مارا لوگ تم کو مجرم کیسے سمجھے گا۔ اس طرح تو سب تم کو شہزادہ سمجھے گا چور ڈاکو نہیں۔ خان نے دھویں کے مرغولے بنا کر ہوا میں چھوڑتے ہوئے اس کی عقل پہ ماتم کیا۔

منہاس نے اس انداز میں سب کو دیکھا جیسے وہ سب نالائق شاگرد ہوں اور انہیں استاد کی سمجھ نہ آرہی ہو۔ اس نے بھی خود کو قابو میں لیتے ہوئے اپنے آپ کو گرومانا اور نہایت تحمل سے سب کو سمجھانے لگا۔

میری بات سنو سب۔ اور دھیان سے سن کر اپنے دماغوں میں بٹھالو۔ لباس، نام، مرتبہ، شخصیت اور عہدہ وغیرہ فیصلہ نہیں کرتے کہ کون نیک ہے اور کون بد۔ انسان کے اعمال اور ضمیر فیصلہ کرتا ہے کہ وہ فرشتہ بنے گا یا ابلیس۔ میں نے کالے کوٹ میں ملبوس انصاف کی مسند پہ براجمان کالے دل کے لوگوں کو بھی برتا ہے اور پھٹے پرانے چتھڑے پہنے فقیروں کے حال بھی دیکھے ہیں۔ میں نے وردی میں ملبوس حیوان اور عام آدمی میں اچھے انسان دیکھے ہیں۔ اکثر آفس میں کام کرنے والے پڑھے لکھے لوگوں سے اچھا رویہ وہاں کے چپڑاسی کا دیکھا ہے حالانکہ اسکا لباس اونچے لوگوں کے مقابلے میں ذرا بھی وقعت نہیں رکھتا۔ اور ان سب مشاہدات کے بعد میں اس نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ اچھے اور برے لوگ ہر جگہ شعبے میں ہیں چاہے وہ قانون کی دنیا ہو یا جرم کی۔ اور یہ کہ

اچھائی یا برائی نہیں دیکھتی کون کتنا قیمتی یا گھٹیا لباس پہنے ہوئے ہے۔ جس کے اندر برائی ہو گی چاہے وہ سفید لباس میں ہی ملبوس کیوں نہ ہو اس کا اندر سیاہ ہی رہے گا۔ اس لیے یہ سمجھنا چھوڑ دو کہ اچھا لباس پہننے والا برا نہیں ہو سکتا۔

راجا کا ہاتھ منہ تک پان لے جانا بھول چکا تھا۔ خان کا سگریٹ اسکے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے گر گیا تھا اور اسے خبر تک نہیں تھی۔ بابو بھی آنکھیں پھاڑے اسکے عظیم فرمودات سن رہا تھا۔ سب کے لیے یہ باتیں بہت نئی تھیں اور عجیب بھی۔ ان گلی محلوں میں پروان چڑھتے لاوارثوں کو بھلا کب کبھی ایسا لیکچر سننے کو ملا تھا۔

یار ویسے بھی مجرم ہونے کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ بندہ صاف ستھرا رہنا چھوڑ دے۔ آخر صفائی نصف ایمان ہے۔ اس نے سب کی ہونق شکلوں کو دیکھتے ہوئے بشاشت دکھائی۔

چھوڑو یار یہ ایمان کی باتیں ہم جیسے گناہ گاروں کا بھی بھلا کوئی ایمان ہوتا ہے۔ راجا نے سر جھٹکتے ہوئے تاسف سے کہا۔

ایمان تو ہر شخص کے اندر ہوتا ہے۔ منہاس نے سادگی سے کہا۔

چھوڑ کاکا یہ سب باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ تو بس ہمارے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہے۔ یہی کافی ہے۔ شاہد نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے تعلق استوار کیا۔

تو بس پھر ٹھیک ہے۔ تم لوگ میری بات مانو گے کیوں کہ ذہانت سے انسان بہت آگے تک جا سکتا ہے۔اس نے مستقبل کی پلاننگ کی۔

چل ٹھیک ہے جیسا میرا یار کہے۔راجا نے رضامندی ظاہر کر دی تو وہ مسکراتے ہوئے جانے کے لیے پلٹا۔

یار یہ لڑکا بڑا کمال ہے۔لش پش اور خوبصورت سا۔جانے اس دھندے میں کیسے آگیا۔۔

اس کے جانے کے بعد بابو نے تبصرہ کیا تھا۔سب کو ہی اس خوبصورت جوان کو یوں تباہ ہوتے دیکھنا برا لگ رہا ہے۔وہ جانتے تھے اس دلدل میں اگر ایک بار کوئی اتر جائے تو واپسی کی راہ نہیں ملتی۔اب منہاس عالم کی قسمت کا فیصلہ آنے والے دنوں میں ہی پتا چل سکتا تھا۔

وہ اس وقت ڈیرے نما اس مکان کے صحن میں موجود تھا۔جس میں فرنیچر کے نام پہ سوائے دو چار چار پائیوں کے اور کچھ نہیں تھا۔ایک چار پائی پہ راجا نیم دراز پان لگانے اور کھانے میں مگن تھا۔بابو صحن کے بیچ و بیچ بیٹھا کچھ کوٹ رہا تھا۔منہاس کے خیال میں وہ پوست تھی۔ایک طرف خان سیڑھیوں پہ بیٹھا سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔باقی دو کونے میں بیٹھے وہ لوٹا ہوا مال گن رہے تھے جو آج منہاس کی وجہ سے کئی گنا زیادہ لگ رہا تھا۔

کیا چیز ہو تم منہاس بھائی۔اتنا مال تو ہم نے ساری زندگی میں نہیں کمایا۔شاہد نے اٹھتے ہوئے فرط جذبات میں آکر منہاس کے ہاتھ چومے۔

ہاں تو جج کے گھر ڈاکہ ڈالا ہے اتنا مال تو ہاتھ لگنا ہی تھا۔ منہاس کے بے نیازی سے کہنے پر راجا اچھلا۔ بے یقینی سے اسکو دیکھا۔

کیا کہا؟ جج کے گھر؟ خان بھی بوکھلا گیا۔
کل رات جس کے گھر سے یہ مال اڑا یا تھا وہ جج کا گھر تھا؟ راجا نے تھوک نگلتے ہوئے اپنی بات کی تصدیق چاہی۔ انہیں کچھ پتا نہیں تھا بس وہ منہاس کے کہنے پہ اس گھر میں گئے تھے جو خالی تھا اور وہ گھر جج کا تھا یہ انہیں اس وقت معلوم ہو رہا تھا۔

ہاں وہ ایک جج کا گھر تھا۔ اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں جبکہ باقی سب کے چہروں پہ ہوائیاں اڑیں۔

اوئے مرواد یا تم نے۔ اب تک تو پولیس ہمارے پیچھے لگ گئی ہو گی۔ اوئے بھاگو جلدی مال سمیٹو نکلتے ہیں یہاں سے۔۔ راجا سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اندر کو بھاگا۔

باقی سب بھی شاکی نظروں سے اس کو دیکھنے لگے۔۔۔
تم نے پھنسا دیا۔۔ اب ہم پولیس سے نہیں بچیں گے۔ بابو اور شاہد جلدی جلدی مال تھیلے میں ڈالتے ہوئے بڑبڑانے لگے۔

تبھی سائرن کی آواز گونجی۔۔۔

پولیس آگئی۔۔ منہاس نے باقائدہ ہاتھ اٹھا کر اعلان کیا۔وہ پانچوں جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہ گئے۔۔ ہونق شکلیں لیے۔۔

منہاس کا قہقہہ اس خاموش فضا میں بلند ہوا اور پیٹ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بری طرح سے ہنسنے لگا۔

ابے باؤلا ہو گیا ہے کیا؟ پولیس سر پہ ہے اور اسے ہنسی کے دورے پڑ رہے ہیں۔راجا نے گھبراہٹ سے چکر کاٹتے ہوئے فرار کی ترکیب سوچنا چاہی۔۔

یہ رہی پولیس۔۔ منہاس نے اپنا موبائل سامنے کیا جس پہ رنگ ٹون لگی ہوئی تھی۔

وہ بدستور ہنس رہا تھا یہاں تک کہ اسکی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔بہت سالوں بعد وہ کھل کر ہنسا تھا یا شاید یہ اندر کی اذیت کو باہر نکالنے کا ایک طریقہ تھا۔

کچھ دیر ہنسنے کے بعد اس نے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے جھک کر گہرے سانس لیے۔

اچھا یار وڈرو نہیں۔کچھ نہیں ہوگا۔تم سب بیٹھو میں بتاتا ہوں۔

آخر اس کو ترس آ ہی گیا اور وہ بتانے لگا۔

ہاں یہ سچ ہے کہ وہ گھر ایک جج کا تھا۔مگر یہ بھی سچ ہے کہ پولیس کبھی ہم لوگوں تک نہیں پہنچ سکتی۔

تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟ راجا نے اپنی سانسوں کو قابو میں کرتے ہوئے اسے شکی نظروں سے گھورا۔

کیوں کہ میں سارا انتظام کر چکا تھا۔ گھر خالی تھا۔ آس پاس اور گھر کے سارے کیمرے خراب تھے۔ دستانے پہنے ہونے کی وجہ سے انگلیوں کے نشان بھی نہیں پکڑے جائیں گے۔ یوں پولیس اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہ جائے گی لیکن قیامت تک معلوم نہیں کر سکے گی کہ یہ کام کس کا ہے۔
منہاس نے ہاتھ گردن کے پیچھے کر کے انگڑائی لیتے ہوئے بتایا تو سب کی جانوں کو سکون آیا۔
لیکن تم نے یہ سب کیسے کیا؟ جج کے گھر ڈاکہ ڈالنا آسان نہیں ہوتا۔۔ نہ وہاں کوئی گارڈ نہ چوکیدار اور نہ کوئی ملازم ؟ یہ کیسے؟ راجا نے عقل لڑا کر سمجھداری کا سوال کیا۔
منہاس کے چہرے پہ ناگواری پھیلی جیسے اسکو یہ سوال پسند نہ آیا ہو۔ لیکن خود پہ قابو پاتے ہوئے ہموار لہجے میں کہا۔
کیوں کہ وہ گھر اس جج کی دوسری بیوی کا تھا۔ اس نے اپنا سارا احرام کا مال ٹیکس اور خاندان سے چھپانے کے لیے اپنی خفیہ بیوی کے گھر چھپا رکھا تھا۔ میں نے بس اسی چیز کا فائدہ اٹھایا۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

ارے واہ بھء۔ ہم نے تو کبھی ایسا سوچا ہی نہیں کہ واردات ایسے بھی کی جا سکتی ہے۔ خان نے تعریفی انداز میں اسکی پیٹھ سہلائی۔

ہاں صحیح کہہ رہے ہو۔ لیکن ہم نے آج سے پہلے کبھی اتنی بڑی واردات بھی تو نہیں کی۔ بابو نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

آج کے بعد کیا کرو گے۔ منہاس نے گھمبیر آواز میں سب کو چونکا یا۔

کیا مطلب؟ راجا بد کا۔

نہیں یار بہت رسک ہے۔ آج تو بچ گئے۔ ضروری نہیں ہر بار بچیں۔ اس نے نفی میں سر ہلا یا۔

رسک تو پھر ہر کام میں ہو تا ہے۔ رسک کے بغیر بھی بھلا کوئی زندگی ہے اور ایسی دو واردا تیں اور کرو گے تو اتنا حاصل کر لو گے کہ ساری زندگی بیٹھ کر کھاؤ گے۔ منہاس نے دانہ پھینکا۔

کہہ تو صحیح رہا ہے۔ آخر کب تک چھوٹے موٹے کام کرتے رہیں گے۔ کچھ دیر بعد گاموکی آواز آئی۔ وہ اب تک خاموش بیٹھا تھا مگر اب اسے لگ رہا تھا کہ اس کا بولنا ناگریز ہو چکا ہے۔

لمبا ہاتھ ماریں گے تو کچھ عرصہ سکون سے گزاریں گے۔ کاکا ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ منہاس سے عمر میں کافی بڑا تھا اسی لیے اسے کاکا کہا کرتا تھا۔

ٹھیک ہے مجھے اپنے یار پہ بھروسہ ہے۔ راجا نے اسکے کندھے کے گرد بازو پھیلائے پھر شاہد کو آواز لگائی۔

چلو بھائی میرے یار کا حصہ لاؤ سب سے پہلے۔ اس کا اشارہ لوٹے ہوئے مال کی طرف تھا۔

نہیں چاہیے۔۔ تم لوگ آپس میں بانٹ لو۔اس نے پچھلی بار کی طرح اس بار بھی انکار کیا۔

یار تم اپنا حصہ کیوں نہیں لیتے۔ محنت بھی ساری تم ہی کرتے ہو اور اپنا حصہ بھی نہیں لیتے ہو۔ آخر وجہ کیا ہے؟ راجا نے الجھن سے استفسار کیا۔ منہاس کے چہرے پہ ایک سایہ سا آکر لہرا گیا۔

ویسے ہی مجھے ضرورت نہیں۔ وہ شانے اچکاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

اچھا میں چلتا ہوں اگلی واردات ڈپٹی کمشنر کے گھر۔۔

اس نے اطلاع دیتے ہوئے گھر کی دہلیز پار کی۔۔

اس ڈپٹی کمشنر کے گھر جس نے میری ممی کے قتل کو حادثہ قرار دیا۔۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے بڑبڑاہٹ کی تھی۔۔۔۔

..........________________.........

اس بڑے سے گھر میں خاموشی راج کر رہی تھی۔ مکینوں کے رخصت ہوتے ہی اس کے در و دیوار سے جیسے وحشت ٹپکنے لگی تھی۔ وہ سارا دن باہر گزار کر رات کو گھر آتا تھا۔ سونے کے لیے نہیں۔۔۔ اپنے آپ کو یاد دلانے کے لیے کہ وہ اکیلا ہے۔ وہ پورے گھر میں بھٹکتی ہوئی روح کی طرح چکراتا اور خود کو باور کراتا کہ وہ کیا ہے۔ اسے اس گھر کی

رونقیں چھیننے والوں کو عبرت کا نشان بنانا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ابھی بھی اسے ڈیڈ اور ممی کی خوشبو محسوس ہوتی تھی۔ان کی نصیحتیں ابھی بھی اسکے کانوں میں گونجتی تھیں۔

راجا لوگوں کے پاس سے نکلنے کے بعد وہ مٹر گشتی کرتا رہا۔رات نے بارہ بجے کا ہندسہ بجایا تو قدم خود بخود گھر کی طرف بڑھ گئے۔

ممی اور ڈیڈ کے کمرے کا چکر لگا کر وہ آکر اپنے کمرے میں بیٹھ گیا۔۔دماغ کو تھوڑا سا آزاد چھوڑا تو راجا کا چبھتا ہوا سوال اسکے کانوں میں پڑا۔

یار تم اپنا حصہ کیوں نہیں لیتے۔محنت بھی ساری تم ہی کرتے ہو اور اپنا حصہ بھی نہیں لیتے ہو۔آخر وجہ کیا ہے؟

کیوں کہ یہ حرام کا پیسہ ہے۔اس نے سر نیچے کیے خود کلامی کی۔
اچھا تو ڈاکہ ڈالنا حرام نہیں۔۔کوئی اس کے اندر استہزائیہ انداز میں ہنسا تھا۔

تم اس پیسے کو خرچ نہیں کرتے اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اچھے ہو کیوں کہ کسی کے گھر ڈاکہ ڈالنا تو بہر حال جرم اور برا کام ہی ہے۔۔اسکے اندر سے آواز آئی جسے اس نے ڈپٹ کر چپ کروا دیا۔

وہ جج کونسا نیک آدمی تھا۔اس نے بھی حرام لوٹ کر ہی وہ مال بنایا تھا۔

تو تمہیں کس نے حق دیا کہ تم اسکے حرام مال کو دوسروں کے لیے حلال کرو۔ وہ لاجواب ہوا۔۔

میں نے اس سے انتقام لیا ہے۔ جس طرح اس نے میرے باپ کے کیس سے ہاتھ اٹھا کر ہمیں بے یار و مدد گار کیا اسی طرح میں نے بھی اسکی عمر بھر کی جمع پونجی چھین کر اسے محتاج بنا دیا ہے۔۔

وہ تلخی سے اپنے ضمیر کو کہہ رہا تھا جو ابھی تک اسکے اندر زندہ تھا۔۔

تم جانتے ہو تمہیں یہ سب زیب نہیں دیتا۔۔

تم چپ ہو جاؤ۔ مجھے تمہاری بکواس نہیں سننی۔ اس نے چیختے ہوئے کہا مگر اب اس کا ہیولا اسی کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔

میں ابھی زندہ ہوں اسی لیے اچھائی اور برائی کا فرق تمہیں بتا رہا ہوں۔ جس دن میں مر گیا اس دن تمہیں انسان سے حیوان بننے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔۔ ابھی بھی وقت ہے آجاؤ واپس۔

اسکے ضمیر نے گھٹنوں کے بل جھکتے ہوئے التجا کی مگر اس نے رد کر دی۔

صرف میرے اندر ہی کیوں جاگے ہو۔ کبھی انکے اندر بھی جاگتے جنہوں نے مجھے اس حال تک پہنچایا ہے تو نوبت یہاں تک نہ آتی۔ اس نے تلخی سے ہنستے ہوئے کہا۔

میری بات سنو۔۔۔

مجھے تمہاری بکواس نہیں سننی۔۔۔ دفع ہو جاؤ۔اس نے کانوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔۔

روز یہی ہوتا تھا۔روز اسکے اندر اچھائی اور برائی کی جنگ ہوتی۔اور وہ ایمان کی چکی کے ان دو پاٹوں کے بیچ پستا اذیت کی حدوں تک پہنچ جاتا۔اسکی تربیت اس کو برائی کی طرف راغب نہیں ہونے دیتی تھی تو انتقام اسکے قدموں کو اچھائی کی طرف بڑھنے نہیں دیتا تھا۔وہ ان دونوں کے بیچ لڑتا لڑتا نڈھال ہو جاتا اور صبح کو بغیر کسی کے حق میں فیصلہ کیے وہ روشنی اور اندھیرے کو اپنے اندر جذب کیے وہ ایسا انسان بن جاتا جو بظاہر بہت مغرور اور بے حس ہوتا مگر درحقیقت اندر سے وہ شکست کھائے اس شخص کی طرح ہوتا جو اپنی مٹھی سے ایمان کو ریت کی طرح آہستہ آہستہ پھسلتے ہوئے دیکھتا ہو۔

تم دوبارہ یہاں آئے ہو وجہ پوچھ سکتا ہوں؟ جسٹس معین کے چہرے پہ چھائے ناگواری کے بادل صاف دکھ رہے تھے۔وہ پہلے ہی کل رات کی ڈکیتی کی وجہ سے اس وقت سخت صدمے میں تھے۔دل کا دورہ پڑتے پڑتے بچا تھا۔ پولیس میں ایف آئی آر بھی درج نہیں کروا سکتے تھے۔ تفتیش ہوتی تو اور بہت سی باتیں کھل جاتیں اسی لیے صبر کا کڑوا گھونٹ پینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

وجہ بھی بتادوں گا پہلے کوئی چائے پانی تو پلوادیں۔بہت دور سے چل کر آیا ہوں۔

منہاس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے انہیں آگ لگائی۔وہ طیش سے اٹھے۔

دیکھو تم شہاب کے بیٹے ہو صرف اسی لیے تمہارا لحاظ کر رہا ہوں۔صاف صاف کہو جو کہنے آئے ہو۔ویسے بھی میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔

انہوں نے منہاس نامی بلا کو جلد از جلد ٹالنا چاہا مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔

میں بھی اب سے پہلے صرف اس لیے لحاظ کر رہا تھا کیوں کہ آپ شہاب عالم کے دوست تھے۔وہ بولتے بولتے اٹھا۔کچھ لمحے توقف کیا پھر ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تلخ انداز میں بولا۔

مگر وہ کیا ہے نہ کل رات میں نے سارے لحاظ بھلا دیے۔مجھے یقین تھا کہ آپ پریشان ہو رہے ہوں گے تو میں تسلی دینے چلا آیا۔آخر کو آپکا سارا احرام کا پیسا جو نہیں رہا۔۔

اس نے مصنوعی تاسف سے سر کو دائیں بائیں ہلاتے ہوئے جسٹس معین کے گرد چکر کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟وہ متوحش ہو کر پوچھنے لگے۔کچھ کچھ سمجھ میں آرہا تھا مگر یقین کرنا مشکل تھا۔

مطلب تو صاف ہے انکل۔۔کل رات جو بھی ہوا وہ میں نے کیا۔اس نے بے خوف انداز میں شانے اچکائے۔

تم؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی؟ جسٹس معین نے بے قابو ہو کر اس کا گریبان پکڑا۔ منہاس نے ایک نظر اپنے گریبان پہ موجود ان کے ہاتھوں پہ ڈالی پھر جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑا یا۔

جس طرح آپ کی ہمت ہوئی اپنے ضمیر کو فروخت کرنے کی اسی طرح میری بھی ہمت ہو گی کہ میں اپنے ضمیر کو سلا دوں۔ جب آپ غلط کاموں میں ملوث ہونے کی ہمت کر سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں۔

اور یہ آنٹی نظر نہیں آ رہیں کہاں ہیں؟ مجھے ان سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ اس نے متلاشی نظروں سے ڈرائینگ روم سے باہر جھانکا۔

کیا بات کرنی ہے تمہیں؟ بہتری اسی میں ہے چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔
چسٹس معین نے خطرے کی بو محسوس کی۔ اگر منہاس انکی دوسری شادی کی خبر ان کی بیوی کو دے دیتا تو وہ کہیں نہ رہتے۔ ان کے سسر سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج تھے وہ توان کا جینا محال کر دیتے۔

میں نے ان کو بتانا ہے کہ ان کے شوہر دوسری عورتوں سے تعلقات رکھتے ہیں۔ اور یہی نہیں چھپ کر ایک شادی بھی کی ہوئی ہے۔

منہاس نے مزے سے بتا کر ان کے تاثرات سے لطف لیا۔ وہ اس وقت اس ہارے ہوئے جواری کی طرح تھے جس کے پاس اب بس ایک ہی مہرہ بچا ہوا اور وہ اسے کسی قیمت پہ کھونا نہ چاہتا ہو۔

تم چاہتے کیا ہو؟ ڈھے جانے والے انداز میں پوچھا گیا۔

اس راز کی قیمت۔ فاتحانہ انداز سے جواب دیا گیا۔

اور وہ کیا ہوگی؟ جسٹس معین کے پاس اس وقت بات ماننے کے سوا اور کوئی حل نہیں تھا۔ وہ اٹھارہ سالہ لڑکا اپنی عمر سے بڑے اقدام اٹھا رہا تھا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مجبور تھے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ شرط سن کر بدکے تھے۔

ٹھیک ہے پھر میں آنٹی کو بلا لیتا ہوں۔۔۔ آنٹی جی۔۔۔۔
اس نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے ذرا بلند آواز لگائی۔ جسٹس معین نے گھبرا کر باہر دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھایا۔

سوچنے دو مجھے۔۔۔ انہوں نے سر تھامتے ہوئے کہا۔ وہ لڑکا انہیں بری طرح پھنسا چکا تھا۔ آگے کھائی اور پیچھے کنواں تھا۔ جو شرط اس نے رکھی تھی وہ بہت مشکل تھی مگر اپنی جان بچانے کے لیے بہر حال یہ کام تو کرنا پڑنا تھا۔

*_______*_______*_______*_______*_______*

اگلی صبح بہت روشن نمودار ہوئی تھی۔ سورج نے ہر سو روشنی بکھیرنی شروع کر دی تھی۔ وہ خلاف معمول آج بہت جلدی ڈیرے پہ آگیا تھا۔اس نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔۔سارے بے سدھ سوئے ہوئے تھے۔نو بج رہے تھے۔اس نے راجا کو کندھے سے ہلا کر جگایا۔وہ حیرت سے آنکھیں ملتے ہوئے اٹھا۔

یار تو اتنی صبح؟ سب خیریت تو ہے نہ۔

ہاں سب خیر ہے۔ میں تم لوگوں کو لینے آیا تھا۔باہر ناشتہ کرنے جاتے ہیں۔۔

راجا نے اسکی طرف پریشان ہو کر دیکھا۔وہ بہت خوش دکھائی دے رہا تھا۔اتنے عرصے میں پہلی بار راجا نے اس کو خوش دیکھا تھا۔باقی سب بھی اٹھ گئے تھے۔

ناشتہ؟ کہاں کرنا ہے؟ بابو نے جمائی روکتے ہوئے آنکھیں جھپک کر نیند کو بھگانے کی ناکام کوشش کی۔

دس منٹ میں جلدی سے باہر آؤ سب۔ناشتہ آج فائیو سٹار ہوٹل میں کریں گے۔وہ تحکم سے کہتا ہوا باہر چلا گیا۔

یہ کاکے کو کیا ہو گیا؟ اتنا باؤلا کس خوشی میں ہو رہا ہے۔گامو نے کمبل پرے پھینکتے ہوئے پوچھا۔راجا نے لاعلمی سے شانے جھٹک دیے۔

دس منٹ میں وہ سب صاف ستھرے کپڑے پہن کر باہر آئے۔یہ بھی منہاس کی وجہ سے ہی تھا کہ انہوں نے اپنے حلیوں پہ توجہ دینی شروع کی تھی۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

کچھ دیر بعد وہ سب ایک فائیو سٹار ہوٹل میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

اب بتا تو سہی کا کے یہ کس خوشی میں کیا جارہا ہے؟ شاہد نے ناشتے سے بھرپور انصاف کرتے ہوئے پوچھا۔

بس ایسے ہی میرا دل چاہ رہا تھا۔اس نے مبہم سے انداز میں کہتے ہوئے جیب سے موبائل نکالا۔ جسٹس صاحب کو گڈ مارننگ کا میسج بھیجا جو یقیناً ان کی مارننگ خراب کرنے کو کافی تھا۔

اچھا تم اگلی واردات کا کہہ رہے تھے کیا سوچا ہے پھر اس بارے میں؟ راجا نے ارد گرد دیکھتے ہوئے احتیاط سے دھیمی سی آواز میں پوچھا۔

ہاں ایک دو دن انتظار کرنا پڑے گا۔ڈپٹی کمشنر آج کل میں سسپینڈ ہو جائے گا پھر اس کا شکار کرنا آسان ہو جائے گا۔اس نے جوس کے گھونٹ بھرتے ہوئے بتایا جبکہ اس کی بات سن باقی سب کے حلق میں جیسے کانٹے پھنسے تھے۔

کیا کہا؟ راجا نے تصدیق چاہی۔

میں نے کہا کہ ڈپٹی کمشنر سسپینڈ ہو جائے گا تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ لیکن اس سلسلے میں تم لوگوں کی مدد درکار ہو گی۔

منہاس نے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا۔ راجا نے اپنے حواس پر بمشکل قابو پایا۔ یہ لڑکا پل پل اسے حیران ہونے پر مجبور کر دیتا تھا۔ اس کے فیصلے اچانک اور چونکانے والے ہوتے تھے۔

کیسی مدد؟ بابو نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

پہلے یہ بتاؤ مجھ پہ اعتماد ہے؟ اس نے ہاتھ پھیلاتے ہوئے امتحان مانگا۔

یار تو جان مانگ لے وہ بھی حاضر ہے۔ بتا کیا کرنا ہے؟ گامو نے جوش سے ہاتھ تھاما۔۔
ہاں تو ایک بار کہہ کر دیکھ۔۔ راجا نے بھی ہاتھ بڑھایا۔ باقی تینوں نے بھی ہاتھ رکھے۔

منہاس کے دل کو کچھ ہوا۔ قانون کی دنیا کے لوگ تو ایسے نہیں تھے کہ اس کا ساتھ دیتے۔ اب جب جرم کی دنیا کے لوگ اسکی مدد کو ہاتھ بڑھا رہے تھے تو اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ یہ مدد قبول کر لیتا۔

ٹھیک ہے تو پھر میرا پلان سنو۔ اس نے شرگوشی میں بتانا شروع کر دیا۔۔

ایک اور انتقام اپنے انجام کو پہنچنے والا تھا۔ اصل دشمنوں تک رسائی کے لیے بہت ضروری تھا کہ وہ ابھی صبر سے انتظار کرے۔ اس لیے وہ اپنا یہ وقت کچھ لوگوں کو سبق سکھانے کے لیے مختص کرنا چاہتا تھا۔

ناشتے سے فراغت پانے کے بعد وہ ٹہلتا ہوا سڑک کنارے چلنے گیا۔کچھ سوچتے ہوئے اس نے غازی کو ویڈیو کال ملائی۔

السلام علیکم۔۔ بھائی۔کیسے ہیں آپ؟آئے کیوں نہیں؟میں اتنے دنوں سے انتظار کر رہا تھا۔۔
غازی نے چھوٹتے ہی شکووں کی پٹاری کھولی تھی۔وہ بس گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

وعلیکم السلام۔۔میری چھوڑو یار اپنی سناؤ۔کیسی گزر رہی ہے۔
اس نے موبائل خود سے تھوڑا دور کرتے ہوئے پوچھا۔اس طرح سے اس کے پیچھے کے مناظر غازی کو صاف نظر آ رہے تھے۔

میری تو بالکل فٹ گزر رہی ہے۔زمان انکل نے ابھی سے میری اور ایان کی ٹریننگ شروع کروا دی ہے۔ایان کو بھی میری طرح پولیس میں جانے کا شوق ہے نہ۔

اچھا۔پڑھائی بھی ساتھ ساتھ ہو رہی ہے یا بس ٹریننگ پہ ہی دھیان دے رہے ہو؟منہاس کو فکر ہوئی۔اگرچہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ غازی پولیس میں جائے مگر اس نے اس کو منع بھی نہیں کیا تھا۔چلتے چلتے تھک کر وہ ایک جگہ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا

بالکل بھائی۔آئی سی ایس میں ایڈ میشن بھیج دیا ہے۔اور ہاں یاد آیا۔غازی نے تسلی کرواتے کچھ یاد آنے پہ توقف کیا۔

انکل بتا رہے تھے کہ انہوں نے آپکا بھی داخلہ بھیج دیا ہے۔بی ایس سی میں۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے۔جب پیپر دینے ہوئے بتا دینا۔اس نے بے فکری سے کہتے ہوئے پھر سے چلنا شروع کر دیا تھا۔

واہ بھائی۔کاش میں بھی آپ کی طرح لائق فائق ہوتا۔پیپرز سے ایک مہینہ پہلے پڑھتا اور اچھے گریڈ سے پاس بھی ہو جاتا۔

غازی نے رشک سے کہا۔پہلے تو وہ بہت محنت کرتا تھا اور ٹاپ بھی کرتا تھا۔مگر میٹرک اور انٹر کے پیپرز اس نے اسی طرح دیے تھے۔پیپرز سے ایک دو مہینے پہلے پڑھائی شروع کر کے اچھے گریڈ لے کر پاس ہو جاتا۔

اب ایسا بھی نہیں ہے۔تم نے ہمیشہ مجھ سے اچھی پر سینٹیج لی ہے۔اس نے غازی کو تسلی دی مگر وہ اسکے پیچھے دیکھ رہا تھا۔

بھائی۔یہ آپکے پیچھے فیضی ہے نہ؟چند ثانیے بعد اس کی آواز آئی۔منہاس نے چونک کر اپنے پیچھے دیکھا۔اسکے عین پیچھے فیضی موبائل پہ کسی سے فٹ پاتھ کے بیچ و بیچ مصروف گفتگو تھا۔

اس کو دیکھتے ہی منہاس کے ذہن میں ماضی تازہ ہو گیا۔اسے یاد آنے لگا کہ کیسے فیضی نے اسے اور غازی کو بیچنے کی منصوبہ بندی کی تھی۔طیش کی ایک لہر اس کی رگوں میں سرائیت کرنے لگی۔

بھائی۔۔۔سنو۔۔۔غازی کے کچھ کہنے سے قبل ہی وہ موبائل جیب میں رکھتے ہوئے پیچھے گیا اور بغیر کچھ کہے ایک گھونسہ فیضی کے منہ پہ جڑا۔
فیضی کا توازن بگڑا اور وہ ایک طرف کو جھکا۔اس کے ہاتھ سے موبائل نیچے گرا اور منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔اس نے فوراً سیدھا ہوتے ہوئے جوابی وار کرنے کو ہاتھ بڑھایا لیکن منہاس کو دیکھتے ہی وہ تھم سا گیا۔ایک سال سے زائد عرصہ گزر چکا تھا۔اس دن منہاس اور غازی کے غائب ہونے سے وہ سمجھ چکا تھا کہ منہاس اسکے ارادے جان چکا ہوگا اسی لیے دوبارہ ہاتھ نہیں لگا لیکن اب اس کو اس طرح سامنے دیکھ کر اسے جھٹکا لگا تھا۔

منہاس۔۔۔کیسے ہو؟بڑے عرصے بعد شکل دکھائی ہے تم نے؟اس نے آستین سے ہونٹوں کے کنارے سے خون صاف کیا۔

کمال ہے تمہیں یاد ہوں میں؟ویسے بھولا تو میں بھی نہیں ہوں۔منہاس نے اس کا گریبان پکڑتے ہوئے تنفر سے کہا۔

فیضی کے چہرے پہ ایک شرمندہ سی مسکراہٹ پھیلی۔اس نے منہاس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

چھوڑ یار ساری پرانی باتیں۔اتنے سالوں کا ساتھ ہے ہمارا۔اب۔میرے ساتھ ایسا کرے گا تو۔
اس نے دھکا دیتے ہوئے فیضی کو دور کیا۔فیضی نے جھک کر اپنا موبائل اٹھایا اور قمیض سے صاف کر کے جیب میں ڈالا۔

کر تو میں بہت کچھ سکتا ہوں فیضی۔لیکن مجھے اب تمہارے منہ نہیں لگنا۔ہٹو پرے۔
وہ کوفت سے کہتے ہوئے اس کے پاس سے گزرنے لگا۔فیضی نے اس کا بازو پکڑ کر روکا۔

چل بھائی معاف کر دے اب۔پرانی باتیں بھول جا۔

مجھے نہیں کرنی تم سے کوئی بات۔۔تم ایک دھوکے باز انسان ہو۔
اپنے فائدے کے لیے دوسروں کو بیچنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔
منہاس نے درشتی سے کہتے ہوئے کہنی اسکے پیٹ میں ماری۔فیضی نے بمشکل اس کی یہ حرکت بھی ضبط کی۔

اچھا نہ اب بس چھوڑ دے۔کتنا مارے گا۔پہلے ہی منہ سجا دیا ہے میرا۔۔اس نے جبڑا سہلاتے ہوئے اس کی ناراضی کو ختم کرنے کی غرض سے کہا۔

منہاس نے منہ بناتے ہوئے اس کی طرف رخ کیا۔ سڑکوں پہ رش بڑھ چکا تھا۔ معمولاتِ زندگی شروع ہو چکے تھے۔ وہ دونوں فٹ پاتھ کے درمیان کھڑے آنے جانے والوں کے لیے رکاوٹ کا باعث بن رہے تھے اسی لیے فیضی اسے لیے ایک جانب آ گیا۔

اور سناؤ منہاس بابو۔۔ کہاں رہے اتنا عرصہ؟ اور غازی کہاں ہے؟ فیضی کے چہرے پہ ندامت نام کو بھی نہیں تھی۔ وہ ایسے پوچھ رہا تھا جسے بہت اچھا دوست رہ چکا ہو ان کا۔

ہم نے کہاں رہنا ہے۔ یہیں ہوتے ہیں۔ اسی شہر میں۔ اس نے گول مول انداز میں جواب دیا۔ فیضی سمجھ گیا کہ وہ بتانا نہیں چاہ رہا۔

تم اپنا سناؤ جتنے تمہارے پر نکل چکے تھے اب تک تو تم ایک نامی گرامی غنڈے بن چکے ہو گے۔۔۔۔ نہیں؟
منہاس نے طنزیہ انداز میں اس کو گھورا۔ سچ تو یہ تھا کہ اگر وہ اتنی دیر تک فیضی کے پاس رکنے پہ آمادہ ہوا تھا تو صرف اس لیے شاید وہ اس کے کسی کام آ سکے۔

فیضی کھسیاہٹ سے اور شرمندگی سے ہنس دیا۔ جیب سے اپنا کارڈ نکالا۔

اب سب کچھ تو تمہیں راستے میں نہیں بتا سکتا نہ۔ یہ میرا کارڈ رکھ لو۔ جب کبھی دل کیا تو رابطہ کر لینا۔ پرانے یار مل بیٹھیں گے تو اچھا لگے گا۔

پرانے یار مائی فٹ۔۔ منہاس نے کلفت سے دل میں سوچتے ہوئے کارڈ رکھ لیا اور فیضی کے حلیے کو ذرا غور سے دیکھا۔

وہ سرخ اور سفید دھاریوں والی شرٹ اور سرخ جینز میں ملبوس تھا۔ پیروں میں مہنگے بوٹ اور کلائی پہ برانڈڈ گھڑی ۔۔اسکے تو رنگ ڈھنگ ہی بدلے ہوئے تھے۔ یقیناً وہ لمبے ہاتھ مارتا تھا۔

دوسری جانب فیضی بھی اسکے کپڑوں کی قیمت کا اندازہ لگانے میں مگن تھا۔ جینز شرٹ اور جیکٹ میں ملبوس وہ کہیں سے بھی ایک سال پہلے والا منہاس نہیں لگ رہا تھا۔ صحت بھی اچھی ہو گئ تھی اور رنگت بھی پہلے سے کھل گئ تھی۔ بھورے بال، بھوری آنکھیں اور شاندار پرسنالٹی۔۔۔۔ دیکھنے والا ٹھٹھک کر اور مڑ کر اسے ضرور دیکھنے پہ مجبور ہوتا تھا۔

چلو ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔ موڈ ہوا تو تم سے رابطہ کر لوں گا۔ منہاس نے واپسی کے قدم بڑھائے۔

اس لڑکے سے دوستی مجھے بہت فائدہ دے سکتی ہے۔ فیضی نے اس کی پشت کو گھورتے ہوئے سوچا تھا۔

کون جانے کہ یہ ملاقات محض اتفاق نہیں تھی۔فیضی کی رچائی ایک سازش تھی۔۔۔

💚💚💚💚💚💚💚💚

فیضی کے کام تو پہلے ہی اوباشوں والے تھے۔یتیم خانے سے فراغت پانے کے بعد تو اسے کھلی چھٹی مل گئی۔اس نے دو چار اور اپنے جیسوں کے ساتھ مل کر چھوٹی موٹی وارداتیں کرنا شروع کر دیں تھیں۔جس روز وہ منہاس اور غازی کو اپنے فلیٹ پہ لایا تھا اس کا یہی ارادہ تھا کہ ان کو آگے بیچ کر پیسے کمائے لیکن منہاس نے اسکی باتیں سن لی تھیں اور وہ غازی کو لے کر وہاں سے نکل گیا تھا یوں اس کی پلاننگ فیل ہو گئی تھی۔کافی عرصہ گزر گیا۔وہ منہاس کو تقریباً بھول چکا تھا۔ایک ہفتہ قبل وہ اسے ایک مارکیٹ میں نظر آیا۔وہ حیرانی سے آگے بڑھا۔یتیم اور لاوارث منہاس اس وقت اس مہنگی مارکیٹ میں کیا کر رہا تھا یہ تجسس اس کو اسکے پیچھے لے گیا۔وہ دانتوں میں انگلیاں دبائے حیرانی سے اسے قیمتی اور برانڈڈ کپڑوں جوتوں اور گھڑیوں کی خریداری کرتے دیکھتا رہا۔۔۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

وہاں سے اس نے منہاس کا پیچھا کیا اور جا پہنچا راجا لوگوں کے ٹھکانے تک۔دو اور دو چار کر کے وہ سمجھ چکا تھا کہ منہاس کس راہ پر چل چکا ہے۔وہ دو تین دن دیکھتا رہا کہ منہاس کا تعلق کن لوگوں کے ساتھ ہے۔اگر فیضی بھی اس کے ساتھ مل جاتا تو یقیناً اس کے بھی وارے نیارے ہو جاتے۔اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب اسے منہاس کے سامنے آنا ہی ہو گا۔پھر وہی ہوا جس کی اسے توقع تھی۔منہاس نے تھوڑی مارکٹائی اور طعنوں کے بعد بلآخر اس کا کارڈ رکھ لیا تھا۔اب چاہے وہ نہ بھی رابطہ کرتا فیضی اس کی جان چھوڑنے والا نہیں تھا۔

.........________.........

مال ومتاع کوچہ و بازار بک گئے
عہد ہوس میں سب در و دیوار بک گئے

قصر شہر میں جبہ و دستار بک گئے
نیلام گھر میں قافلہ سالار بک گئے

جنس وفا کے چاؤ میں آئے تھے صبح دم
بولی لگی تو خود بھی خریدار بک گئے

شب بھر رہی فضا میں وفاداریوں کی گونج
سورج چڑھا تو سارے وفادار بک گئے

وہ زور تھا گرانیٔ جنس ہنر کا آج
میں خود بھی بک گیا مرے افکار بک گئے

ہوش و حواس قلب و نظر سجدہ و قیام
اے عشق تیرے سارے ہی غم خوار بک گئے

سرفراز سید

جسٹس معین۔۔۔ کالے کوٹ پہ ایک کالا دھبہ۔۔۔ منصف کے نام پر ڈکیٹ۔۔۔۔ جو لوگوں کا انصاف لوٹ لیا کرتے تھے۔ وہ شہر اس لیے آئے کہ اپنے آپ کو وکیل کے طور پر منوا سکیں۔ کورٹ میں ہی ان کی ملاقات جج کی بیٹی صفورا سے ہوئی۔ جیسے ہی روابط بڑھے جج نے انہیں اپنی فرزندی میں لے لیا اور یوں نہ اپنے سسر کی بدولت کچھ ہی عرصے میں جج کی مسند پہ براجمان ہو گئے۔ اپنے شروع کے دور میں تو ایمانداری کا جوش چڑھا اور خوب انصاف بانٹا مگر پھر آہستہ آہستہ زیادہ کی لالچ نے انہیں ایمان گروی رکھنے پہ مجبور کر دیا۔ جسٹس شہاب کو جب پتا چلا تو انہیں روکنے کی بہت کوشش کی مگر تب تک طمع اس حد تک رگوں میں پنجے گاڑھ چکی تھی کہ خود کو آزاد کروانا انہیں ناممکنات میں سے لگا۔ پھر شہاب کے پاس سراج پاشا کا کیس آگیا۔ وہ ہر صورت اور ہر قیمت پہ انصاف کرنا چاہتے تھے اور اسی لیے جان کی بازی ہار گئے۔ پھر یہ کیس ان کے ذمے آگیا اور وہی ہوا جو سراج پاشا نے چاہا۔ جسٹس معین نے باعزت بری کر دیا۔ سراج پاشا ملک چھوڑ کر چلا گیا۔ یوں اک باب بند ہو گیا۔ پھر منہاس عالم ساکت پانی میں ہلچل مچانے آگیا۔ اس کو نہ جانے کہاں سے بھنک پڑ گئی کہ انہوں نے چھپ کر شادی کی ہوئی ہے۔ ساری عمر صفورا سے دب کر گزاری تھی اسی لیے انہوں نے غیر عورتوں سے مراسم بڑھانے شروع کر دیے تھے۔ پھر کچھ عرصے بعد انہوں نے شادی بھی کر لی اور دوسری شادی کو خفیہ رکھا۔۔۔ اس بات کا علم صرف منہاس کے باپ کو تھا۔ جب اس نے سرزنش کی تو اس وقت انہیں اسلام یاد آگیا جو چار شادیوں کی اجازت دیتا تھا۔۔۔۔

اب بس یہی ڈر تھا کہ وہ ان کا پول نہ کھول دے۔بہرحال جب سے وہ اپنی شرط بتا کر گیا تھا وہ مسلسل بے چین تھے۔

عدالت میں ان دنوں ایک کیس چل رہا تھا۔ایک لڑکے کے باپ کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا تھا۔جن پہ قتل کا الزام تھا وہ خاصا اثر رسوخ رکھتے تھے۔جدی پشتی رئیس تھے۔جبکہ دوسری طرف مدعی کمزور تھے۔فیصلہ کل انہوں نے کرنا تھا۔۔ابھی آدھی رات باقی تھی اور ان کا ذہن اس تانے بانے میں الجھا تھا کہ کل کا فیصلہ کیا ہونا چاہیے۔۔کیس کا فیصلہ مجرموں کے حق میں کرنے سے بھی ان کا نقصان تھا اور خلاف کرنے میں بھی۔۔

تمام رات اسی ٹینشن میں گزری۔ صبح فجر کے قریب آنکھ لگی۔عدالتیں دیر سے ہی کھلتی ہیں اس لیے آرام سکون سے اٹھ کر تیار ہو کر عدالت پہنچے۔پہلا چہرہ جو انہیں نظر آیا وہ منہاس کا تھا۔ان کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔اس کو غصے سے گزرتے ہوئے وہ اپنے چیمبر میں چلے گئے۔کیس کی سماعت کا وقت ہوا تو وہ آکر جج کی کرسی پر بیٹھ گئے۔

وہ پہلی قطار میں بیٹھا ہوا تھا۔اپنی بھوری آنکھیں ان پہ ٹکائے اندر تک گھسے جا رہا تھا۔آنکھوں میں مچلتی شرط بھی صاف واضح تھی۔کیس کی سماعت شروع ہوئی۔وکیل استغاثہ نے بھرپور دلائل دیے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ایم این اے قومی اسمبلی کے رکن کے سالے عارف بھٹی نے زمین کے تنازعے پر برکت نیازی کی جان لے لی ۔۔دوسری جانب وکیل صفائی نے اپنے موقف کو بچانے کے لیے چند بندے سے دلائل دیے کیوں کہ اسے یقین تھا کہ جج چکا ہے اور فیصلہ توانہی کے حق میں ہو گا۔بائیں جانب کی قطار میں مرحوم کا بیٹا جو منہاس سے دو تین برس چھوٹا تھا، کھڑا سانس تھامے فیصلے کے انتظار میں سولی لٹکا ہوا تھا۔

آخر جسٹس معین نے کھنکار کر فیصلہ سنانا شروع کیا۔

تمام ثبوتوں اور گواہوں کے پیش نظر عدالت اس نتیجے پہ پہنچی ہے کہ مجرم عارف بھٹی نے ہی برکت نیاز کی جان لی۔اسی جرم کی پاداش میں عدالت مجرم عارف بھٹی کو عمر قید اور پچاس لاکھ جرمانے کی سزا سناتی ہے۔

اس لڑکے اور اس کے ورثا کی آنکھوں میں بے یقینی جبکہ وہاں موجود مجرم اور اس کے خاندان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔
جسٹس معین تھکے قدموں سے اٹھے اور اپنے چیمبر میں چلے گئے۔

منہاس نے پوری کاروائی ملاحظہ کی اور اطمینان سے سرہلاتا ہوا اٹھا۔
چلو شکر ہے کسی کو تو انصاف ملا۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

جسٹس معین نے اپنے چیمبر میں آتے ہی منہاس کو کال ملائی تھی۔
وہ کمرہ عدالت سے باہر نکلنے لگا تھا جب جسٹس معین کی کال آئی۔۔

لو تمہاری شرط پوری کر دی میں نے۔۔۔
انہوں نے چھوٹتے ہی کہا۔۔

تو ٹھیک ہے مجھے کس لیے کال کی ہے کیا شکریہ ادا کرنے کے لیے؟ وہ گستاخانہ انداز میں کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آیا اور کال کاٹ دی۔۔۔

جسٹس معین کے کمرے کا منظر۔۔۔ جب منہاس نے ان کے سامنے اپنی شرط رکھی تھی۔

میں چاہتا ہوں کہ برکت نیاز کیس کا فیصلہ انصاف پہ ہو۔ انصاف سمجھتے ہیں نہ آپ؟
شرط پوچھنے پہ گھمبیر لہجے میں اس نے جسٹس معین کے کانوں میں دھماکہ کیا۔ حسبِ معمول وہ اچھل پڑے۔ چہرے کے تاثرات بگڑے۔
یہ کیا کہہ رہے ہو اور اس کیس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ انہیں وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ یہ شرط رکھے گا۔

میرا اس کیس سے کیا تعلق ہے اس بات سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ اس نے کھردے لہجے میں ان کی بات کاٹی۔

اور میں خوب سمجھ رہا ہوں کہ آپ کو کیا تکلیف ہو رہی ہے اس کیس کا فیصلہ کرنے میں۔ آپ نے چار کروڑ لیے ہیں جو فیصلہ خلاف کرنے کی صورت میں آپکو واپس کرنے پڑیں گی۔۔۔ اور وہ ہو چکے ہیں چوری۔۔۔ تو آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ ان کے حق میں فیصلہ کر دیں گے تاکہ خسارہ تھوڑا کم ہو جائے۔

وہ توقف سے رکا پھر ان کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا۔ جسٹس معین کا اس وقت ضبط کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔

اور میں آپ کا خسارہ کم نہیں ہونے دوں گا۔اس لیے میری یہ شرط یہی ہے کہ اس کیس کا فیصلہ آپ عارف بھٹی کے خلاف کریں گے_

تم شرط بدل لو پلیز۔۔پہلے ہی واردات کر کے مجھے کھنگال کر چکے ہو۔۔اب مزید نہیں سہا جائے گا۔انہوں نے درخواست کی۔بس رونے کی کسر رہ گئی تھی۔انہوں نے اپنے بینک اکاؤنٹ میں سے ٹیکس سے بچنے کے لیے بہت سی رقم بھی نکلوالی تھی۔

ابھی تو آپ کے اکاؤنٹ میں بہت کچھ ہے جسٹس جی۔۔۔آپ کا بڑھاپا عیاشی میں گزرے گا۔ٹینشن کیوں لے رہے ہیں۔
اس نے جسٹس معین کے سامنے کوئی چوائس نہیں چھوڑی تھی کہ اپنی مرضی چلا سکتے۔
وہ اس خیال سے باہر آیا تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کو خوشی ہوئی۔

وہ لڑکا اور اس کے گھر والے گلے ملتے ہوئے ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔ان کے خوشی سے تمتماتے چہرے دیکھنے کے قابل تھے۔

مجرم عارف بھٹی کو جب ہتھکڑیوں میں جکڑ کر لے جایا گیا تو وہ لڑکا دلیری سے اس کے سامنے آیا اور اس کے منہ پہ تھوک دیا۔

اس کے ساتھ ساتھ چلتے ایک کارندے نے اس لڑکے پہ جوابی ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تو وہ دیوار بن کر سامنے آ گیا۔

تمہارا گروجیل جارہا ہے۔پیچھے پیچھے جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تو اپنے ہاتھ قابو میں رکھو۔ورنہ ایک اور عدالت یہاں لگتے دیر نہیں لگے گی۔

پولیس کھینچتے ہوئے مجرم کو وہاں سے لے گۓ۔وہ لڑکا منہاس کے سامنے آیا۔۔
تھینک یو۔۔بھائی۔
اٹس اوکے۔۔۔وہ اس کا کندھا تھپکتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔احاطہ عدالت سے باہر نکلا تو راجا دکھائی دیا۔
راجا نے اس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے قدم بڑھائے۔

یار منہاس تجھے کیا ملا یہ سب کر کے۔راجا کو سارے معاملے کا علم تھا،نہیں معلوم تھا تو یہ کہ اس نے یہ سب کسی انجان کے لیے کیوں کیا۔

سکون ملا۔اس نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔برف کی سی ٹھنڈک تھی اس کے تاثرات اور انداز میں۔

میں نے ایک اور منہاس عالم بننے سے اس لڑکے کو بچالیا۔وہ سیدھا چلتے ہوئے نظریں زمین پہ جمائے کہنے لگا۔

میں نے اس لڑکے کی آنکھوں میں وہی آگ دیکھی تھی جو میرے اندر جل رہی ہے۔اگر اسے انصاف نہ ملتا تو بدلے کی آگ اسے خاکستر کر دیتی۔وہ اپنی ماں سے کہہ رہا تھا کہ اگر عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ نہ دیا تو وہ اپنے باپ کے قاتل کو اپنے ہاتھوں سے گولی مارے گا۔وہ اپنی زندگی برباد کر دیتا۔انتقام کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا۔میں نے یہ سب شروع ہونے سے پہلے ہی روک دیا۔وہ اب انصاف ملنے پہ خوش ہے اس لیے آگے بڑھنے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

راجا کے دل میں ہوک سی اٹھی۔وہ منہاس کے بارے میں بس یہی جانتا تھا کہ اس کے باپ کو بھی قتل کر دیا گیا تھا اور وہ بدلے کے لیے اس طرف آیا ہے۔

دوپہر کی براہ راست کرنیں اس کے چہرے پہ رقم اذیت کو واضح کرنے لگیں تو اس نے ہاتھ کا چھجا سا بنا کر دھوپ کو آنکھوں میں پڑنے سے روک دیا۔وہ دونوں عدالت سے باہر آ گئے۔راجا کی ابھی بھی تسلی نہیں ہوئی تھی۔

مگر یار تم نے اس لڑکے کو بتایا بھی نہیں کہ اس کو ملنے والے انصاف کے پیچھے تم ہو۔بتانا تو چاہیے نہ۔۔

بتا کر کیا مل جاتا۔۔اس سے فرق نہیں پڑتا۔اس نے شانے جھٹک کر بے نیازی سے کہا۔
منہاس مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی۔راجا اسے جتنا سمجھنا چاہتا اتنا ہی الجھ جاتا تھا۔وہ بے بسی سے مسکرا دیا۔

وہ کیا کہتا وہ تو خود ابھی تک اپنے آپ کو سمجھ نہیں پا یا تھا۔ کبھی اسے لگتا کہ وہ ان کاموں کے لیے نہیں بنا۔ بدلہ ،انتقام،انصاف۔۔۔اس سب سے اسے دور چلے جانا چاہیے مگر پھر باپ اور ماں کے جنازے یاد آجاتے اور اس کا دل چاہتا کہ دنیا کو اپنے پیروں تلے کچل کر رکھ دے۔۔

تم کچھ اور بھی سوچ رہے تھے اس لڑکے کے حوالے سے۔۔راجا نے پوچھا تو اسے یاد آیا۔

ہاں تم اپنی طرف سے ان کو کہہ دینا کہ وہ اس شہر سے کسی دور کسی اور جگہ شفٹ ہونا چاہیں تو ہم کروادیں گے۔ویسے بھی اب ان کا اس شہر میں ہونا خطرے سے خالی نہیں۔
اس نے فکرمندی سے بتایا۔راجا اف کر کے رہ گیا۔وہ جانتا تھا کہ اب منہاس اس لڑکے اور اس کے خاندان کی حفاظت کو یقینی بنا کر رہے گا۔

.........__________________.........

جسٹس معین شام کو گھر آئے تو خلاف معمول سناٹے نے استقبال کیا۔البتہ ڈرائنگ روم سے آوازیں آرہیں تھیں۔وہ اس طرف بڑھ گئے۔اندر کا منظر دیکھ کر اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔کمرے میں ان کا سارا خاندان جمع تھا۔بیٹے بیٹیاں۔۔۔ان کے ماں باپ۔۔۔۔ان کی ساس سسر۔۔۔اور۔۔۔۔۔
دوسرے کونے میں کھڑی دوسری بیوی اور بچے۔۔۔۔سب سے آخر میں ان کی نظر اس پہ پڑی۔۔۔۔دائیں طرف دروازے کے قریب کھڑے۔۔ منہاس پہ۔

وہ سب کچھ بمع ثبوتوں کے ان کے خاندان کے سامنے کھول چکا تھا۔۔انہوں نے کرب سے آنکھیں میچیں۔۔۔۔۔۔

وہ لڑکا انہیں پورے خاندان کے سامنے ذلیل کرنے کا انتظام کر چکا تھا۔

تم نے دھوکہ دیا ہے میری بیٹی کو۔۔۔ سسر ان کو دیکھتے ہی طیش سے اٹھے۔ ہمت بھی کیسے ہوئی تمہاری۔۔
ڈیڈ آپ کے بازاری عورتوں کے ساتھ تعلقات ہیں۔۔ مجھے تو گھن آرہی ہے آپ کو ڈیڈ کہتے۔
بڑی بیٹی نے روتے ہوئے کہا۔ بیٹے نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

یہ سب جھوٹ ہے۔۔اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بدقت کہا۔

اس نکاح نامے کو جھوٹ کہہ رہے ہو۔ سسر صاحب نے میز پہ پڑے کاغذ اٹھا کر ان کے منہ پہ مارے۔

وہ شرم اور اہانت سے سرخ پڑ گئے۔ بیوی الگ آنسو بہا رہی تھی۔ وہ ویسے ہی اپنے سسر سے بہت ڈرتے تھے اور اب تو قصور بھی ان کا ہی تھا۔

تم میری بیٹی کے قابل تھے ہی نہیں۔۔ غلطی کی میں نے۔۔۔ تمہیں جج بنایا اور تم میری ہی بیٹی کو تکلیف دینے میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ دوسری شادی کر لی چھپ کر۔۔ لعنت ہو تم پر۔

سسر صاحب کی دھاڑ پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔ وہ ان کا گریبان پکڑے بے نقط سنا رہے تھے۔

شرم نہیں آئی تمہیں ہمیں اس عمر میں ذلیل کرواتے۔۔ جسٹس معین کے والد نے بھی اس کار خیر میں اپنا حصہ ڈالا۔

سب جی بھر کر کو سنے کے بعد ایک ایک کر کے وہاں سے چلے گئے۔

تم نے دھوکہ دیا ہے مجھے۔۔ سب کے جانے کے بعد جسٹس معین بلند آواز میں چلائے۔ وہ جو تب سے ایک کونے میں کھڑا اس تماشے سے لطف اندوز ہو رہا تھا چونک کر ان کی طرف پلٹا اور اپنی طرف اشارہ کر کے پوچھا کیا میں؟
اس وقت اس کی معصومیت کے صدقے جانا چاہیے تھا۔

تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم میرے گھر والوں کو کچھ نہیں بتاؤ گے اسی لیے میں نے تمہاری شرط بھی پوری کی لیکن تم جھوٹے نکلے۔
ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ منہاس کو شوٹ کر دیں جبکہ دوسری طرف عالم صاحب کے سکون میں رتی برابر فرق نہیں پڑا تھا۔

اوہ۔۔کیا میں نے ایسا وعدہ کیا تھا؟اس نے مصنوعی حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے ہونٹ گول کیے اور پلکیں جھپکائیں۔۔

کیا ہوگا۔۔۔سوری۔۔مجھے یاد نہیں رہا۔اپنے اصل میں واپس آتے ہوئے وہ سرد مہری سے بولا۔

تم شہاب کے بیٹے نہیں ہوسکتے۔۔وہ ایک سچا اور کھرا انسان تھا۔
انہوں نے اس پہ ہاتھ اٹھایا جو اس نے تھام کر جھٹک دیا۔

تھوڑا مومن تھوڑا منافق ہوں
میں بھی ماحول کے مطابق ہوں

جسٹس صاحب شہاب سچا اور کھرا تھا تبھی مارا گیا منہاس عالم ایسا نہیں ہے۔اور رہی وعدوں کی بات تو ایمان فروشوں کے منہ سے ایفائے عہد کی باتیں زیب نہیں دیتیں۔
وہ جاتے جاتے پلٹا اور موبائل کی سکرین سامنے کی۔

اپنا استعفیٰ لکھ لیجیے ورنہ یہ سسر اور داماد کی پرائیویٹ باتیں کہیں پبلک نہ ہوجائیں۔اس ملک کو آپ جیسے کرپٹ جج کی ضرورت نہیں۔

تم نے میرے ساتھ ضرورت سے زیادہ برا کیا ہے۔ میں نے صرف شہاب کے قاتلوں کو رہا کیا تھا اور کچھ نہیں۔

وہ بلند آواز سے چلاتے ہوئے گھٹنوں کے بل جھکے۔۔ سب کچھ برباد ہو گیا تھا۔ان کے پاس کچھ نہیں رہا تھا۔۔

اسی لیے آپکو زندہ چھوڑ دیا ہے ڈیئر انکل۔۔ وہ مڑ کر ان کے پاس پنجوں کے بل جھکا۔

سوچیں آپ کے ساتھ ایسا کیا ہے تو ڈیڈ کے قاتلوں کے ساتھ میں کیسے پیش آؤں گا۔

وہ پھنکارتے ہوئے جھٹکے سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے چلا گیا اور جسٹس معین نے اپنی جان بچ جانے پہ شکر ادا کیا تھا۔۔ مگر استعفی۔۔۔ وہ تو منہا س نہ بھی کہتا تب بھی ان کے سر نے ان سے لے کر رہنا تھا۔۔

........________________........

ڈپٹی کمشنر کا معاملہ اس نے تھوڑے دنوں کے لیے ملتوی کر دیا تھا۔ وہ بھرپور پلاننگ کے ساتھ ہی کام کرنا چاہتا تھا۔ فیضی سے اس نے رابطہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود ہی اس کے پاس آگیا تھا۔
یوں فیضی سے بھی میل ملاقات بڑھنے لگے۔۔ تبھی غازی بھی آگیا کچھ دن اس کے پاس چھٹیاں منانے۔

اگرچہ اس نے غازی کی موجودگی میں کبھی فیضی سے ملاقات نہیں کی تھی مگر اسے نہ جانے کیسے پتا چل گیا اور اس نے زمان انکل کو شکایت لگا دی۔۔

وہ بھی کسی کام سے لاہور آئے ہوئے تھے۔ فوراً چلے آئے۔

تمہارا اس فیضی کے ساتھ کیا تعلق ہے منہاس؟ یہ جاننے کے باوجود وہ اچھا لڑکا نہیں تم اس سے ریلیشن شپ میں ہو۔

زمان انکل نے سختی سے کہتے ہوئے اسے گھورا۔ منہاس نے کان کجھاتے ہوئے انہیں دیکھا۔

انکل وہ میری گرل فرینڈ تو نہیں ہے جس کے ساتھ ریلیشن شپ میں ہونے سے آپ کو اعتراض ہو۔

ویری فنی۔۔۔انہوں نے اس کی شوخ انداز کا برا منایا پھر لہجے میں تھوڑی نرمی لائی کیونکہ وہ جان گئے تھے وہ ایسے قابو میں نہیں آنے والا۔۔

جینٹلمین سامان باندھو تم ابھی میرے ساتھ چل رہے ہو۔ انہوں نے اس کے کندھے کو تھپکتے ہوئے کہا۔۔اس کے سارے پلان فیل ہو کر آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے۔۔۔انکل اگر اس کو ساتھ لے جاتے تو بدلے کے سارے راستے بند ہو جاتے۔۔۔اور ابھی تو ڈپٹی کمشنر کا حساب بھی کرنا تھا۔

انکل آپ کو اگر یہ اعتراض ہے کہ میں فیضی سے دوستی ختم کر دوں تو میں ایسا ہی کروں گا مگر سوری میں ابھی ساتھ نہیں جاسکوں گا۔ہاں کچھ عرصے بعد۔۔۔ضرور آجاؤں گا۔

اس نے غازی کو گھورتے ہوئے کہا جو خوش ہو رہا تھا کہ منہاس اب تو لازمی آئے گا ان کے ساتھ۔

ٹھیک ہے۔۔مگر دوبارہ ایسے لڑکوں کے ساتھ مجھے نظر مت آنا۔
وہ تنبیہہ کر کے غازی کے ساتھ واپس چلے گئے۔

اب اسے اگلا قدم اٹھانا تھا۔وہ شکار کے لیے تیار تھا۔

ڈپٹی کمشنر کی سوچ میں بھی نہیں تھا کہ وہ کس مصیبت میں پھنسنے والا ہے۔۔

.... ************* .... ************

جسٹس معین کا پتہ صاف ہو چکا تھا۔۔اس کا خیال تھا کہ اب وہ کچھ سکون محسوس کرے گا۔ لیکن الٹا خلشار اور بے چینی میں اضافہ ہی ہوا تھا۔ جسٹس معین کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجتے تھے کہ وہ اپنے باپ شہاب عالم جیسا سچا انسان نہیں۔

ہاں نہیں ہوں میں سچا۔۔کیا کروں۔۔۔۔مر جاؤں؟

اس نے غصے سے اپنے بالوں کو جکڑتے ہوئے بڑبڑاہٹ کی۔۔

راجا اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہوا۔ فوراً اس کے لیے پانی لا یا۔

منہاس یار تو ٹھیک ہے؟ کیا ہو رہا ہے تجھے؟

راجا نے پریشانی سے پوچھا۔ منہاس نے بالوں سے ہاتھ نکالے خود کو پر سکون کیا۔ سوچوں کو ذہن سے جھٹکا اور مصنوعی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجالی۔

ہاں ٹھیک ہوں میں۔ بس ذرا سر درد کر رہا تھا۔ اس نے پانی کا گلاس پکڑتے ہوئے کہا۔ راجا نے مشکوک نظروں سے دیکھا مگر کچھ کہا نہیں۔ وہ جانتا تھا وہ کبھی اپنا کرب اپنی تکلیف ظاہر نہیں کرے گا۔

.........__________________.........

DeputyCommissioner

ضلع کا حاکم اعلی۔ مخفف ڈی سی۔ پاکستان میں اس عہدے کی متعدد حیثیتیں ہیں۔ڈپٹی کمشنر کمشنر کا ماتحت اور اس کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔اس کے ماتحت اسسٹنٹ کمشنر،[افسر مال]، تحصیلدار، مجسٹریٹ وغیرہ ہوتے ہیں۔ افسران ضلع کی ترقی و تنزلی کے بارے میں رپورٹ کرنے کا حق بھی اسے اختیار ہوتا ہے۔عام طور پر اے ایس پی اس عۂ عہدے پر لگائے جاتے ہیں۔

مشرف حکومت کے بلدیاتی نظام کے بعد اس کا نام ڈی سی اور کھ دیا گیا ہے۔اور اس کے اختیارات میں بھی نمایاں کمی کی گئی ہے۔

اختیارات۔۔۔

ڈپٹی کمشنر ایک پاورفل آفسر ہے ضلع کا بڑا ہوتا ہے اس کے ماتحت ضلع کے تمام محکمے ہوتے ہیں مثلاً محکمہ صحت، محکمہ پولیس، محکمہ زراعت، محکمہ اراضی، محکمہ ایجوکیشن، محکمہ صفائی (میونسپل کمیٹی)، محکمہ موسمیات، محکمہ عدالت، محکمہ وابطہ، محکمہ صنعت،اور ڈپٹی کمشنر خود کمشنر ڈویژن کے ماتحت ہوتا ہے۔(یہ تعارف وکیپیڈیا سے لیا گیا ہے)

ڈپٹی کمشنر باسط باجوہ کو حال ہی میں تعینات کیا گیا تھا۔آئلہ کے کیس کو پولیس نے دو چار دونوں بعد ہی خارج کر دیا تھا۔پھر اس نے ڈپٹی کمشنر باسط باجوہ کو درخواست لکھی تھی۔۔مگر اس نے بھی وہی کیا جو پہلے پولیس کر چکی تھی

۔۔اس نے بھی آئلہ شہاب کے قتل کو حادثہ قرار دے کر کیس خارج کر دیا تھا تب سے منہاس کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی۔

راجا لوگ نہیں جانتے تھے کہ ڈپٹی کمشنر کیا ہوتا ہے انہیں بس یہی اطمینان تھا کہ جب اس نے ایک جج کو نہیں بخشا تھا تو پھر وہ کسی کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ لیکن وہ ڈپٹی کمشنر کے اختیارات اور اس کی پہنچ سے بخوبی واقف تھا اس لیے اس نے نہایت سوچ سمجھ کر ایک منصوبہ تیار کیا تھا۔

وہ ابھی تک ڈپٹی کمشنر کے سامنے نہیں گیا تھا اس لیے وہ منہاس سے واقف نہیں تھا۔ اسکے متعلق معلومات حاصل کر کے اسے پتا چلا کہ اس کو اپنے بچوں کے لیے ہوم ٹیوٹر کی ضرورت تھی۔۔یہ اس کے لیے بہت اچھا موقع تھا۔ وہ اس کے گھر میں گھس سکتا تھا۔ یہاں بھی زمان انکل کام آئے۔ انہوں نے سفارش کر کے اسے وہ نوکری دلوا دی۔ ایک مہینہ ہو گیا تھا اسے اس کے گھر جا کر بچوں کو پڑھاتے۔ بچے اس سے بہت مانوس ہو گئے تھے۔ اب وقت آ گیا تھا کہ وہ اصل منصوبے پہ کام شروع کرتا۔

اس لیے وہ ڈپٹی کمشنر کے آفس میں تھا۔ باسط باجوہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔

منہاس تم یہاں؟ خیریت تو ہے؟ کوئی مسلہ تھا؟

اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔ منہاس نے اس کے دفتر پہ اک طائرانہ نظر ڈالی۔ خدا جانے ایسے لوگوں کو اختیار کیوں دے دیتا ہے جو اس کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔

سر میں ایک اہم بات کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اس نے گلہ کھنکھار کر بات کا آغاز کیا۔
اصل میں مجھے کچھ بتانا تھا۔۔یہ بات میں تھانے جا کر پولیس سے بھی کہہ سکتا تھا مگر۔۔۔

اس نے ہاتھ مڑورتے ہوئے بات روکی۔ چہرے پہ تذبذب کے آثار نظر آرہے تھے جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ بات بتانی بھی چاہیے یا نہیں؟

مگر کیا؟ جو بھی بات ہے تم کہہ سکتے ہو؟ باسط باجوہ نے نرمی سے کہا۔

سر ہمارے محلے میں کچھ غلط قسم کے لوگ آکر رہنے لگے ہیں۔ وہ شراب اور کوکین کی خرید وفروخت میں ملوث ہیں۔ روزانہ چوری چھپے بہت سے لوگ آکر ان سے ملتے ہیں اور خرید کر لے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اسلحہ بھی بیچتے ہیں۔

ہمم۔۔۔تو یہ بات ہے۔ اس نے ہنکارا بھرا۔ چلو کرتے ہیں کچھ۔

سر اگر آپ کو میری بات پہ یقین نہیں ہے تو آپ ان کے خریدار کی حشیت سے وہاں جا کر خود دیکھ سکتے ہیں۔

ہاں پہلے مجھے خود چیک کرنا پڑے گا پھر ہی میں کچھ آرڈرز دے سکوں گا۔ڈی سی نے سوچتے ہوئے کہا اور منہاس رخصت لے کر آگیا۔

باہر نکلتے ہی اس نے راجا کو کال ملائی تھی۔

ہاں بولو یار۔۔۔کام ہوا؟

ہاں ہوگیا ہے۔وہ آج کل میں چیک کرنے آئے گا۔تم لوگ تیار رہنا۔

یہ تو ٹھیک ہوگیا۔تم دوسرے پلان کا بتاؤ؟کام شروع کیا اس پہ ؟راجا نے بے چینی سے پوچھا۔اسے یہ سارا معاملہ بہت دلچسپ اور پراسرار لگ رہا تھا۔

نہیں ابھی نہیں۔سخت پہرہ ہے گارڈز کا۔اور وہ چیکنگ کیے بغیر کسی کو گھر کے اندر داخل نہیں ہونے دیتے۔مجھے کوئی متبادل راستہ تلاش کرنا پڑے گا۔
اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ذہن میں ایک مبہم سا منصوبہ بننے لگا تھا۔اس کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے وہ اس کے تمام پہلوؤں پہ غور کر لینا چاہتا تھا اس لیے راجا سے خداحافظ کہہ کر اس نے بات ختم کی۔

..........________________________........

یہ دودن بعد کی بات تھی۔ڈی سی باسط باجوہ نے رضامندی ظاہر کر دی تھی کہ منہاس کے ساتھ جائے گااور خود ان لوگوں کو چیک کرے گا۔رات نو بجے وقت مقرر ہوااور منزل تک پہنچتے پہنچتے دس بج گئے۔

پلان کے مطابق جب ڈی سی راجااور اور اس کے ساتھیوں سے ملاقات کر رہا تھااور ایک خریدار کی حثیت سے بھاؤ تاؤ کر رہا تھااس کے اس ایک ایک پل کی ویڈیو بنائی جارہی تھی۔

کوکین کو پکڑتے اور سونگھتے ہوئے،پستول کو الٹتے اور پلٹتے ہوئے اس کے ایک ایک لمحے کو ریکارڈ کیا گیا۔

ڈی سی اسی وقت چھاپہ مار کر ان سب کو گرفتار کرنا چاہتا تھا۔مگر راجا سے یہ سن کر کہ دودن بعد اسلحے اور کوکین کی بڑی کھیپ آئے گی اس نے اپناارادہ دودن بعد کے لیے ملتوی کر دیا۔

خالی مجرموں کو پکڑنے سے کیافائدہ ہوتا اگر وہ ان کو سازو سامان کے ساتھ گرفتار کرتاتو اس کی واہ واہ بھی ہوتی۔

اگلا روز کافی ہنگامہ خیز تھا۔منہاس نے دس بجتے ہی زمان انکل کو کال ملائی۔

السلام علیکم انکل۔۔۔سوری ٹوڈسٹرب یو۔۔۔مگر مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔کچھ بہت غلط ہونے جارہا ہے۔

اس نے پراسراریت سے کہتے ہوئے انہیں تجسس میں مبتلا کیا۔دوسری جانب وہ اس وقت اسکے اچانک فون کرنے اوراس طرح کی بات کہنے کی وجہ سے شدید الجھن میں مبتلا ہوئے۔

انکل ہمارے ڈی سی یعنی ڈپٹی کمشنر باسط باجوہ کے بارے میں خبر ہے۔۔وہ انہیں آہستہ آہستہ ساری بات بتاتا گیا۔

کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟انھوں نے ایک بار پھر یقین دہانی چاہی۔

بالکل سچ کہہ رہا ہوں اگر میری بات پہ یقین نہیں تو ثبوت دیکھ لیں۔اس نے وہ ویڈیو انہیں بھیجتے ہوئے کہا۔

منہاس اس ویڈیو سے تم کچھ ثابت نہیں کرسکتے۔۔وہ خود بھی پولیس میں رہ چکے تھے اس لیے جانتے تھے کہ یہ ناکافی ہے۔

آپ اس کے گھر پہ چھاپہ پڑوائیں۔میں خود گواہ ہوں کہ۔۔۔۔۔

اچھا میں کرتا ہوں کچھ۔۔۔انھوں نے سوچتے ہوئے کہہ کر کال بند کردی۔

منہاس نے انہیں الجھن اور پریشانی میں مبتلا کردیا تھا۔تھوڑی دیر سارے معاملے پہ غور و فکر کرنے کے بعد انھوں نے ڈی آئی جی کو کال ملائی۔

اس روز منہاس معمول سے تھوڑا پہلے ڈی سی صاحب کے گھر پہنچا۔ گیٹ پہ سیکورٹی گارڈ نے تلاشی لے کر اسے اندر جانے دیا۔

خیریت ہے منہاس؟ بچے تو ابھی سکول سے نہیں آئے۔۔ ملازم کے ذریعے اطلاع ملنے پر بیگم باسط نے آکر حیرانی سے پوچھا۔

جی میم سب خیریت ہے۔ اصل میں مجھے کہیں جانا تھا اس لیے میں پہلے ہی آگیا کہ بچوں کے سکول سے آتے ہی ان کو ٹیسٹ وغیرہ دے کر چلا جاؤں گا۔
اس نے کھڑے ہوتے ہوئے ادب سے بتایا۔ وہ ٹھیک ہے کہہ کر سر ہلاتی ہوئیں چلی گئیں۔

کچھ دیر بعد بچے بھی سکول سے آگئے۔ منہاس تب ڈرائنگ روم کے دروازے پہ کھڑا تھا۔
السلام۔ علیکم سر۔ بچے اسے دیکھ کر رکے۔ وہ خوشدلی سے مسکرایا۔

وعلیکم السلام۔ بچو آپ اپنا بیگ یہیں مجھے دے دیں۔ جب تک آپ فریش ہو کر کھانا کھاؤ گے میں تب تک آپکا ٹیسٹ ریڈی کر دوں۔۔ کیونکہ آج مجھے جلدی نکلنا ہے۔

اس نے بچوں کو چمکارتے ہوئے کہا۔ ڈی کے دو بچے تھے۔ لڑکا تیسری کلاس میں پڑھتا تھا اور لڑکی پانچویں کلاس کی طالب علم تھی۔ دونوں نے سمجھداری سے سر ہلایا اور بیگ منہاس کے حوالے کر کے چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی منہاس پھرتی سے اندر کو گیا اور ایک کونے میں جا کر بیگ کھولے۔ دونوں بچوں کے بیگوں سے مطلوبہ چیزیں مل گئیں تھیں۔ اب اگلا مرحلہ اسے ڈی سی کے کمرے میں رکھنے کا تھا۔

دس منٹ بعد وہ اندازے سے اوپر سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ بچے یونیفارم بدل کر اب اپنی ماں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ کچن سے آوازیں آ رہی تھیں۔ یہ موقع اچھا تھا۔ وہ دبے قدموں اوپر بڑھا۔

دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ جلدی سے الماری کھول کر وہاں سب کچھ چھپا دیا اور باہر نکل آیا۔

اس کا کام ہو چکا تھا۔ اب ٹھہرنے کا جواز نہیں تھا۔ بچوں کو گڈ بائے کہتا اور حیران پریشان چھوڑ تا وہ باہر نکل آیا۔

اب آئے گا مزہ۔۔ اس نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے ناک سکیڑ کر ڈی سی کے گھر کو ایک نظر دیکھا۔۔ اس نے بہت بڑے بندے سے پنگا لے لیا تھا۔
وہ کامیاب ہوتا یا نہ ہوتا مگر اک بات طے تھی منہاس عالم کا نام وہ بھولنے والے نہیں تھے۔۔

وہ وہیں گھر سے تھوڑی دیر ایک درخت کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔۔ دو گھنٹے بعد پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئیں اس کے سامنے سے گزریں۔

ڈی آئی جی اپنے اسٹاف کے ہمراہ گاڑی سے اترے تھے۔ پیچھے ایک گاڑی سے حواس باختہ ڈی سی باسط باجوہ بھی نکلا ۔۔ سب گھر کے اندر داخل ہو گئے۔

ڈی آئی جی اور ڈی سی میں گرما گرم بحث ہو رہی تھی۔ ڈی سی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس رات کی اس کی ویڈیو بنا دی جائے گی ۔۔ اور تو اور اسے کہا جا رہا تھا کہ اسکے گھر کی تلاشی لی جائے گی۔

سر آپ کیسے کر سکتے ہیں؟ میں کیا اپنے گھر میں اس طرح کا مواد رکھوں گا؟ اسے سن کر شدید غصہ آیا تھا۔

دیکھو اس آدمی کو ۔۔ ڈی آئی جی نے موبائل کی سکرین ڈی سی کے سامنے کی۔

یہ جس آدمی سے تم اسلحے کا بھاؤ تھاؤ دریافت کر رہے ہو اشتہاری ہے یہ ۔۔ انہوں نے سکرین پہ نظر آتے شخص کو دیکھ کر کہا۔ راجا لوگوں نے منہ ڈھاٹے سے چھپایا ہوا تھا جبکہ اس اشتہاری کو اس گیم پلان کا حصہ بنانے کے لیے کافی رقم خرچ کرنا پڑی تھی۔

وہ بہت طرح چونک گیا۔ دماغ گھوم کر رہ گیا۔

یہ تو ۔۔ ایسا کچھ نہیں جیسا نظر آ رہا ہے۔ میرا یقین کریں۔ میں ساری بات بتاتا ہوں ۔۔

اس نے جلدی جلدی ساری بات بتائی۔

تم اس لڑکے کو ابھی بلاؤ۔ اگر اس نے گواہی دی تو پھر دیکھیں گے۔ انہوں نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

لیکن ہمیں تمہارے گھر کی تلاشی تو لینی پڑے گی۔

اس نے بمشکل سر ہلایا۔ اس کے سامنے ڈرائینگ روم کی تلاشی لی گہ۔ پھر نیچے والے پورشن کی اچھے سے تلاشی لی گہ۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ اب سب کا رخ اوپر والے پورشن کی جانب تھا۔ وہاں اس کا کمرا اور لائبریری والا کمرہ ہی زیر استعمال تھا۔ باقی کمرے بند تھے۔

ڈپٹی کمشنر کی آنکھیں اس وقت پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب اس کی نظروں کے سامنے لائبریری سے کوکین اور بیڈ روم کی الماری سے پستول نکلے۔

اس کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور سما جائے۔ اتنی شرمندگی اور ذلت کا سامنا پہلے کبھی نہیں کرنا پڑا تھا۔ اب اس ساری صورت حال سے بچ نکلنے کی ایک ہی صورت تھی۔

منہاس کا اس کے حق میں گواہی دینا۔

اس نے بے چینی سے منہاس کا نمبر ملایا۔دوسری جانب وہ اپنے موبائل کی سکرین پہ اس کا نمبر دیکھ کر پورے دل سے مسکرایا۔

اس نے کال نہیں اٹھائی۔دو، تین، چار۔۔۔ پانچویں بیل پہ اس نے احسان کرتے ہوئے کال اٹھائی۔

منہاس۔۔۔ابھی میرے گھر آؤ۔ مجھے بہت ضروری کام ہے۔ڈی سی کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر اس نے لطف لیا۔۔

کیوں خیریت؟اس نے سپاٹ انداز میں پوچھا۔

منہاس اس دن۔جس شخص کے پاس ہم لوگ گئے تھے اس نے ہماری ویڈیو بنالی تھی اور۔۔۔

ہماری نہیں صرف آپ کی ویڈیو بنائی گئی ہے ڈی سی صاحب۔منہاس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے سکون سے کہا۔باسط باجوہ اپنی جگہ پہ اچھل کر رہ گیا۔

کیا مطلب؟کیا اس سب کے پیچھے تم ہو؟

بڑی دیر کی مہرباں سوچتے سوچتے۔۔۔اس نے مصرعے کی تان بگاڑتے ہوئے کہا۔

ہاں۔۔اس سب کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف میں ہی میں ہوں۔۔ویڈیو سے لے کر کوکین اور پسٹل پلانٹ کرنے تک میرا ہی ہاتھ ہے۔اس نے بے خوف لہجے میں کہا۔اس وقت اسے کوئی فکر نہیں تھی کہ اس سب کا نتیجہ کیا نکلے گا۔

وجہ پوچھ سکتا ہوں میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟ڈی سی نے اپنے آپ پہ افسوس کرتے ہوئے پوچھا۔اسے خود پہ غصہ آرہا تھا کہ کیسے اس سے آدھی عمر کے بچے نے اسے استعمال کیا تھا۔

آئلہ شہاب کا کیس تو یاد ہوگا۔یہی دو ماہ پرانی بات ہے۔اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں اسے یاد کروایا۔ڈی سی باسط باجوہ کے چھکے چھڑے۔

ہاں یاد ہے۔

بس اسی عورت کا میں بیٹا ہوں جس کے قتل کو آپ نے حادثہ قرار دیا تھا۔۔

تم ایک انتہائی بد تمیز اور گھٹیا انسان ہو منہاس عالم۔۔ڈی سی باسط باجوہ نے طیش کے عالم میں چلا کر کہا۔

وہ تو میں ہوں۔اب کیا کروں بڑا بد تمیز ہوں۔

اس نے کہہ کر فون بند کر دیا اور سم توڑ کر پھینک دی۔

اس کی بلا سے اب جو مرضی ہوتا رہے۔اس نے انتقام کے راستے پر ایک اور قدم آگے بڑھا لیا تھا۔گنگناتے ہوئے وہ واپسی کے قدم بڑھانے لگا۔

ہر راز کھولتا ہُوں،،،بڑا بد تمیز ہُوں
میں سچ جو بولتا ہُوں بڑا بد تمیز ہُوں

اچھے بھلے شریفوں کے ظاہر کو چھوڑ کر
اندر کو پھولتا ہُوں،،،،بڑا بد تمیز ہُوں

اخلاقیات کا میں جنازہ نکال کر
لہجے ٹٹولتا ہُوں بڑا بد تمیز ہُوں

کس کی مجال ہے کہ کہے مُجھ کو بد تمیز
میں خُود ہی بولتا ہُوں بڑا بد تمیز ہُوں

کر کے غِمِ حیات کی تلخی کا میں نشہ

دن رات ڈولتا ہُوں بڑا بد تمیز ہُوں

ہر ایک شعر میں حق سچ کی شکل میں

میں زہر گھولتا ہُوں،، بڑا بد تمیز ہُوں

وہاں سے سیدھا وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچا تھا۔ سب نے گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔

اس کے چہرے کے تاثرات صاف بتا رہے تھے کہ وہ اپنا کام کر چکا ہے۔

اک بات بتاؤ تم نے اس کے گھر کوکین اور پستول کیسے پہنچائے؟

خان کو پوری بات کا علم نہیں تھا یا اسے شاید پلان کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

بچوں کے سکول بیگ میں چھٹی کے وقت ڈرائیور نے رکھے تھے۔

جواب راجا نے دیا تھا۔ وہی تو گیا تھا اس ڈرائیور کو خریدنے۔۔

ویسے یار سچ کہوں تو مجھے نہیں یقین کہ ڈی سی کو سسپینڈ کریں گے یا اسے کوئی سزا دی جائے گی۔

راجا نے کچھ توقف کے بعد خیال ظاہر کیا۔ منہاس کے چہرے پہ زخمی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

یقین تو مجھے بھی کچھ ایسا ہی ہے۔اس نے تائید کی۔

تو پھر اس سارے ڈرامے کا مقصد۔شاہد نے الجھن سے استفسار کیا۔

دیکھو۔۔یہ سارے پیٹی بند بھائی ہیں۔اس لیے میں جانتا ہوں کہ بہت کم امید ہے کچھ ہو۔اگر نہ بھی ہو تو بھی وہ منہاس عالم کو یاد رکھے گا۔میں نے قانون کے پنوں میں نام بنانے کو پہلا قدم اٹھا یا ہے۔

مطلب؟سب نے ایک ساتھ استفسار کیا۔

مطلب یہ کہ میں چاہتا ہوں کہ قانون یاد کرے کہ کسی منہاس عالم سے پالا پڑا تھا۔یہ لوگ مجھے پکڑنا چاہیں مگر کبھی پکڑ نہ پائیں۔میں اپنے ہر فعل کا ان کے سامنے اقرار کروں مگر یہ کبھی ثبوت تک نہ پہنچ پائیں۔میں ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان کے سامنے موجود رہوں مگر یہ کبھی مجھے ڈھونڈ نہ پائیں۔اور میں اس سب کا آغاز کر چکا ہوں۔میں نے جسٹس معین اور ڈپٹی کمشنر باسط باجوہ کے سامنے اعتراف کیا کہ ان کو پھنسانے کے پیچھے میں ہوں۔میں نے کیا جو بھی کیا۔مگر اس کے باوجود وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔میں ایک چھلاوہ ہوں ان کے ہاتھ کبھی نہیں آؤں گا۔

اس نے تفصیل سے ان کو ساری بات سمجھائی۔

سمجھ گئے۔ تم وہ فلموں والے ڈان بننا چاہتے ہو جو گیارہ ملکوں کی پولیس کو اپنے پیچھے لگائے رکھتا ہے۔ دیکھو یار جب تم مشہور ڈان بن گئے تو ہمیں بھولنا مت۔

گامو نے بڑی آس سے کہا تھا۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ اسے یہ سارے سادہ دل لوگ بہت پسند آئے تھے۔ اب وقت آگیا تھا کہ وہ ان کے کچھ اچھا کرے۔ اس نے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے سب کو مخاطب کیا۔

اچھا اب میں تم لوگوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

سب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

میں جانتا ہوں تم سب لوگ معاشی مجبوریوں سے تنگ آکر اس دھندے میں ملوث ہوئے ہو لیکن کیا کبھی اس سب کو چھوڑنے کا خیال نہیں آیا؟

اب ان باتوں کا کیا فائدہ؟ راجا نے دلگرفتی سے کہا۔

کیا تم لوگ واپسی چاہتے ہو؟ اس نے سید حامد عے کی بات پہ آتے ہوئے کہا۔ سب کے چہروں پہ حیرانی چھلکی۔

اگر میں تم لوگوں کو اتنی رقم دے دوں کہ کوئی کاروبار وغیرہ کر سکو تو کیا تم لوگ چاہو گے کہ اس سب کو چھوڑ کر نارمل زندگی کی طرف پلٹا جائے؟

اور تمہارا کیا؟ راجا نے ہوش میں آتے ہوئے پوچھا۔ جبکہ باقی سب ابھی بھی سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ اس نے کہا کیا ہے۔

ہم سب کے لیے چاہتے ہو کہ اس گناہوں کی زندگی سے ہم نکل جائیں اور خود کے لیے کیا سوچا ہے تم نے؟

میں اپنا بتا چکا ہوں۔ میں مجبوری سے نہیں اپنی مرضی سے اس گناہوں کی دلدل میں گھسا ہوں۔ اس لیے مجھے بہت آگے جانا ہے۔

اس نے نگاہیں زمین کی طرف جھکاتے ہوئے بتایا۔ وہ اب کیا کہتا کہ وہ چاہتے ہوئے بھی اس سب سے تب تک باہر نہیں نکل سکتا جب تک سارے حساب بے باک نہ کر لیتا۔

..........__________..........

ان پانچوں کو مشترکہ کاروبار شروع کرنے کے لیے ایک خطیر رقم دے کر وہ کچھ عرصے کے لیے گوجرانوالہ آگیا تھا۔ ڈپٹی کمشنر کی طرف سے انتقامی کاروائی کی توقع تھی اس لیے وہ انڈر گراؤنڈ ہونے کے لیے یہاں آگیا تھا۔ زمان انکل کو خوشی ہوئی تھی کہ وہ یہاں آگیا۔ کچھ عرصہ ان کے گھر اس نے شریفوں کی طرح گزارا۔ پیپرز دیے۔ کتابیں پڑھیں۔ راجا کو کاروبار کے لیے مفید مشورے دیے۔ فیضی سے رابطہ بند رکھا۔ انہی دنوں اس کی جان پہچان کشف سے ہوئی۔ وہ زمان انکل کی بھتیجی تھی۔ اس کی امی راحیلہ کی بابت یہ معلوم ہوا کہ ایک زمانے میں

وہ آئلہ کی کلدس فیلو رہ چکی ہیں۔یوں ان کے خاندان کے ساتھ بھی اس کے تعلقات بن گئے جبکہ غازی کی تو پہلے ہی کشف کے بھائی رضی کے ساتھ دوستی ہو چکی تھی۔

تین مہینے ان کے گھر گزار کر اس نے دوبارہ لاہور کے لیے رخت سفر باندھا۔وہاں پہنچتے ہی اس نے فیضی سے دوبارہ رابطہ کیا۔
فیضی ان دنوں ایک گینگ میں شمولیت اختیار کر چکا تھا۔اس کے لیے یہ خوش آئیندہ بات تھی۔فیضی کے پاس کا بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔وہ اس دھندے کے سارے لوگوں سے بخوبی واقف تھا۔اسے سراج پاشا کا سراغ صرف اک ہی شخص سے ملنا تھا اور اس کا نام تھا جہانگیر رندھاوا۔وہ بظاہر سیاست کا ایک جانا پہچانا نام تھا مگر درپردہ اس کے بدنام زمانہ لوگوں سے بڑے اچھے لین دین والے تعلقات تھے۔اپنے کسی حریف کو سبق سکھانا ہونا یا راستے سے ہٹانا ہوتا تو وہ اکثر سراج پاشا کی خدمات حاصل کرتا تھا۔صرف وہی تھا جو سراج پاشا کو اس کے بل سے باہر نکال سکتا تھا۔اس نے اب جہانگیر رندھاوا کے بارے میں معلومات اکھٹی کرنی شروع کر دیں۔

اس کے آنے جانے کے اوقات،اس کے گارڈز کی تعداد،اس کے گھر کی لوکیشن،اسے بس اب موقع کا انتظار تھا۔

لیکن ایک دم اطلاع ملی کہ وہ ملک سے باہر جا رہا ہے۔کتنے عرصے کے لیے یہ ابھی طے نہیں تھا یعنی غیر معینہ مدت کے لیے۔

اسی لیے فیضی نے جب اسے اپنے گینگ میں شمولیت کی دعوت دی تو اس نے قبول کر لی۔

ایک دن فیضی نے رات کے بارہ بجے ایک سنسان سڑک پہ بلایا۔اس کے مطابق اس سنسان سڑک پہ شاز و نادر ہی گاڑیاں آتی تھیں۔

وہ دونوں ایک جگہ گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑے انتظار کے بعد دور سے ایک گاڑی آتی دکھائی دی۔ وہ دونوں الرٹ ہو گئے۔فیضی نے منہ پہ ماسک لگا لیا۔اسے بھی مشورہ دیا جو اس نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ "منہاس عالم کسی سے ڈرتا نہیں جو منہ چھپائے"۔گاڑی کی ہیڈلائیٹس روشن تھیں اور وہ آہستہ آہستہ ان کے قریب آ رہی تھی۔
پلان کے مطابق فیضی نے اشارے سے رکنے کا کہا۔گاڑی رک گی۔دوسری طرف سے منہاس نے بھی پسٹل نکال کر گاڑی کا بونٹ بجایا۔

فیضی نے پستول دکھاتے ہوئے باہر آنے کو کہا۔گاڑی سے جو شخصیت باہر نکلی اسے دیکھ کر منہاس سن ہو گیا۔اس کے ہاتھ سے پسٹل نیچے جا گری تھی۔دوسری جانب زمان انکل کو بھی دھچکا لگا تھا۔حیرت سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

بڈھے دیکھ کیا رہا ہے مال نکال گاڑی سے۔فیضی نے پستول کی نال زمان انکل کی طرف کرتے ہوئے کہا پھر منہاس کو پکارا۔

اور تم کیا ادھر بت بنے کھڑے ہو؟پسٹل کیوں نیچے پھینک دی؟فیضی نے چلا کر پوچھا۔وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔اس پل زمان انکل کے سامنے اسے بے انتہا شرمندگی ہو رہی تھی۔

تو اب تم ڈاکو بن کر لوگوں کو لوٹنا شروع ہو گئے ہو۔زمان انکل نے دو قدم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کاٹ دار لہجے میں کہا۔منہاس نے تڑپ کر ان کو دیکھا۔آج وہ پہلی بار فیضی کے ساتھ شامل ہوا تھا وہ بھی اس کے بے حد اصرار پہ اور اسے کیا معلوم تھا کہ جس گاڑی کو لوٹنا تھا وہ زمان انکل کی ہو گی۔

ایسی بات نہیں ہے انکل۔اس نے ہونٹ کاٹے۔فیضی بری طرح چونکا۔
یہ سب کیا ہے؟تمہارے انکل ہیں کیا یہ؟فیضی کا پستول والا ہاتھ پہلو میں گرا۔

ہاں اور تم جاؤ یہاں سے۔میں انکل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔اس نے فیضی کو جانے کا اشارہ کیا۔

نہیں تم لوگ جس مقصد کے لیے آئے تھے وہ پورا کرو۔لوٹنا ہے مجھے تو لوٹو۔منع کون کر رہا ہے۔اگر میں منع کروں تو چلا دینا گولی اور لے لینا میری جان۔
انکل نے طنز کی انتہا کر دی۔اس نے فیضی کو سختی سے اشارہ کیا تو وہ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

ایم سوری انکل۔۔اس نے نادم لہجے میں کہا۔

واٹ سوری۔۔ تم اپنے ماں باپ کی تربیت کو سرعام رسوا کر رہے ہو۔ چھوٹے نہیں ہو تم جسے اچھے اور برے میں تمیز کا معلوم نہ ہو۔

وہ غصے سے کہتے اپنی گاڑی کی جانب بڑھے جب انہیں اپنے پیچھے سے اس کی آواز سنائی دی۔

جب ماں باپ ہی نہ ہوں تو ان کی تربیت بھی نہیں رہتی انکل۔ مجھے آپ کے قانون اور معاشرے نے برا بننے پر مجبور کیا ہے۔

وہ رکے۔ پیچھے مڑے۔ اس کو دیکھا۔ وہ نظریں جھکائے کھڑا تھا۔ یعنی اسے اپنے کیے کا احساس تھا۔

بیٹھو گاڑی میں۔

وہ چپ چاپ آکر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ فلحال وہ کوئی وضاحت دینے کے قابل تھا اور نہ ہی زمان انکل نے سارے راستے اس سے بات کی۔ لاہور سے واپس گوجرانوالہ تک کے سفر میں وہ بس افسوس کرتے رہے کہ ان کے دوست کی اولاد کس ڈگر پہ نکل چکی ہے۔

گھر پہنچ کر وہ بغیران کی طرف دیکھے سیدھا غازی کے کمرے میں گیا۔وہ کتابیں بیڈ پہ پھیلائے پڑھ رہا تھا۔اسے غیر متوقع طور پر دیکھ کر شاکڈ ہو گیا۔

بھائی۔۔۔۔وہ چیخ مارتا ہوا اٹھا اور اچھل کر اس کے گلے لگا۔

آپ اچانک یہاں کیسے؟کب آئے اور کیسے؟

زمان انکل کے ساتھ آیا ہوں۔اس نے بتاتے ہوئے بیڈ پہ بیٹھ کر بوٹوں کے تسمے کھولے۔

ہاں آج وہ اک کام سے لاہور گئے تھے۔مگر اتنی جلدی آ بھی گئے حیرت ہے۔
غازی نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔وہ بس ہمم کر کے رہ گیا۔اب اسے کیا بتاتا اس کی وجہ سے ان کا کام بھی رہ گیا تھا اور انہیں واپس آنا پڑا تھا۔

رات کھانے کے لیے بھی وہ باہر نہیں گیا بلکہ سونے کا بہانہ بنا کر لیٹ گیا۔اس کو بالکل بھی فکر نہ ہوتی کہ زمان انکل اس کے بارے میں کیا سوچیں گے اگر غازی ان کے گھر نہ رہ رہا ہوتا۔وہ ان کا احسان مند تھا کہ وہ غازی کے سرپرست بن گئے تھے اس لیے اب ان کے متوقع ردعمل کا اندازہ کر کے اسے کچھ اچھی امید نہیں تھی۔

اگلی رات بارہ بجے اسے ایان نے انکل کا پیغام دیا کہ وہ اسے سٹڈی روم میں بلا رہے ہیں۔وہ گہری سانس لیتے اٹھ کھڑا ہوا۔پیشی کا وقت ہوا چاہتا تھا۔اس نے خیالوں ہی خیالوں میں بہت سے بہانے تراشنے شروع کر دیے۔لیکن سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے سب کے سب بہانے اڑنچھو ہو گئے۔وہ خالی ذہن لیے دستک دے کر کمرے میں داخل ہوا۔

آؤ منہاس بیٹھو۔تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا میں۔خلاف معمول انہوں نے نرم لہجے میں کہا۔وہ ان کے سامنے کرسی پہ ٹک گیا۔دل دھک دھک کر رہا تھا۔وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

اس کی آنکھیں جھک گئیں۔انہوں نے اس کی طرف سے توجہ ہٹائی۔اپنے سامنے رکھی کتاب بند کر کے ایک جانب رکھی۔

جانتے ہو ابھی تمہارے آنے سے پہلے میں نے کیا پڑھا ہے۔ہر انسان کے اندر دو بھیڑیے ہوتے ہیں۔ایک اچھائی کا دوسرا برائی کا۔۔۔غالب وہی رہتا ہے، جسے ہم کھلاتے پلاتے ہیں۔میں تم سے بالکل نہیں پوچھوں گا کہ تمہارے قدم اس راہ کی طرف کیوں جا نکلے نہ ہی میں تمہیں کوئی لمبا چوڑا بھاشن دوں گا۔تم اب اس عمر میں ہو کہ سب سمجھ سکو۔میں بس تمہیں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے اندر کے برائی کے بھیڑیے کو اپنے اوپر غالب مت آنے دینا۔ورنہ تم واقعی میں بھیڑیے بن جاؤ گے۔

وہ کہتے ہوئے اٹھے۔کتاب پکڑی اور اسے ریک میں واپس رکھنے پلٹے۔

جانتے ہو دنیا میں جرائم کی سب سے بڑی وجہ کیا ہے؟ کسی اور اچھی کتاب کو نکالنے کے لیے ریک میں پڑی کتابوں کے عنوان پہ انگلی پھیرتے ہوئے پوچھا۔ پھر جواب کا انتظار کیے بغیر خود ہی کہنے لگے۔

بھوک۔۔۔ دنیا میں جرم اور غربت کا سب سے بڑا سبب ہے بھوک۔ لوگ بھوک کے ہاتھوں بعض اوقات ایمان تک بیچ دیتے ہیں۔ پیٹ پالنے کی خاطر کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ بدلے اور انتقام وغیرہ کے لیے کسی کا مجرم بن جانا ایسا سب فلموں اور ڈراموں میں ہوتا ہے۔

وہ رکے۔ اپنی مطلوبہ کتاب اٹھائی اور دوبارہ آکر اس کے سامنے براجمان ہو گئے۔ منہاس ابھی تک سر نہیں اٹھا پایا تھا۔

لوگ بدلے کے لیے اپنی زندگیاں برباد نہیں کرتے۔ زندگی بہت انمول چیز ہے۔ اسے بدلے جیسے بے مصرف کام کے لیے ضائع کرنا اس نعمت کی ناقدری ہے۔ تم بدلہ لے کر بھی سکون سے نہیں رہ پاؤ گے۔ اس لیے اپنی زندگی کو کسی مقصد کے لیے جیو۔ کسی ایسے کام میں زندگی گزارو جس میں تمہارے ضمیر پہ پچھتاوے کا بوجھ نہ ہو۔ گزارنی تو ہے تو پھر ایسے کیوں نہیں کہ غلط کام کی بجائے صحیح راستے سے اپنے مقاصد کو حاصل کیا جائے۔

انہوں نے دوٹوک کہتے ہوئے اسے سمجھوتے کی راہ دکھائی۔

میں آپ کی بات سمجھا نہیں۔اس نے الجھن سے پوچھا۔وہ مبہم سا مسکرائے۔

تمہارا کیا خیال ہے میں واقف نہیں کہ کس طرح تم نے جسٹس معین اور ڈی سی باسط باجوہ کو ناکوں چنے چبوائے۔

وہ گنگ ہو کر رہ گیا۔کیا مطلب آپ کو سب پتا ہے؟

تمہاں میں سب جانتا ہوں۔انھوں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔
کس طرح تم نے ان دونوں کو ٹریپ کیا وہ مجھ سمیت اور بھی کافی لوگوں کو حیران کرنے کے لیے کافی تھا۔

آپ کے علاوہ اور کون؟اس نے جھینپتے ہوئے پوچھا۔

ہیں کچھ لوگ اور بھی ملواؤں گا کبھی تمہیں ان سے۔فلحال مدعے پہ آتے ہیں۔میں تم سے جو پوچھوں گا اس کا سچ سچ جواب دینا ہو سکتا ہے میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔

انھوں نے ایسے طریقے سے بات کی کہ اس کے پاس اور کوئی چارہ نہ رہا کہ سر اثبات میں ہلا دے۔

تم چاہتے کیا ہو؟پہلا سوال کافی آسان تھا۔

اپنے موم ڈیڈ کے قاتلوں کا عبرتناک انجام۔اس نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔

جسٹس معین اور ڈی سی کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟دوسرا سوال بھی توقع کے عین مطابق تھا۔

وہ اسی لائق تھے۔ جسٹس ایک بے ایمان اور ڈس سی اپنے فرائض سے ایک لاپراہ انسان ہے اس لیے ان کو سزا دینا ضروری تھی۔

اس نے ان کے سامنے رکھی کتاب کے سرورق پہ نظریں جماتے ہوئے کہا۔

لیکن ڈی سی تمہارے کہنے پہ ان مجرموں کو پکڑ نے گیا تھا پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ اس نے اپنے فرض سے غفلت برتی۔
اب کی بار سوال کے ساتھ ساتھ پوچھنے والے کا انداز بھی تیکھا تھا۔

لیکن میری ماں کے کیس کے معاملے میں تو ایسا ہی کیا اس نے۔بغیر تفسیش کے حادثہ قرار دے دیا۔لیکن میں نے بھی کچھ بہت غلط نہیں کیا اس کے ساتھ۔۔اگر کیا ہوتا تو آج وہ اپنے عہدے پہ بحال نہ ہوتا۔
اس نے جتادیا کہ وہ بھی اتنا بے خبر نہیں۔اسے ڈی سی کی پوری پوری خبر تھی۔

ہاں وہ اپنے عہدے پہ ہے لیکن بہرحال اسے اچھی خاصی انکوائری کا سامنا کرنا پڑا تھا۔اور یہ بات بھی مجھے چند دنوں پہلے ہی پتا چلی۔انہوں نے بتا یا۔

کیسے؟اس نے تجسس سے سوال پوچھا۔

ابھی میرے سوالات ختم نہیں ہوئے۔انہوں نے ابرو اچکائے پھر اگلا سوال داغا۔

جن لوگوں نے تمہارا ساتھ د یا وہ اب کہاں ہیں؟

وہ اب یہ راستہ چھوڑ کر اک نء زندگی شروع کر چکے ہیں اس لیے ان کا پتا نہیں بتا سکتا۔اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

اچھا کیا واقعی؟انکل نے شک سے دیکھا۔منہاس نے شانے اچکا دیے۔

اوکے۔سر ہلا یا گیا۔اگلے سوال نے منہاس کو چند لمحوں کے لیے خاموش کر دیا۔

منہاس جہانگیر رندھاوا کو کیسے جانتے ہو؟۔تم کہ بار اس کے آس پاس دیہ . ھے گئے ہو۔

آپ سب جان گئے تھے اسی لیے مجھ سے بازپرس کرنے لاہور آرہے تھے۔ آپ کو کوئی کام نہیں تھا۔ اس نے کڑی ملائی۔ وہ اس سارے عرصے میں پہلی بار مسکرائے۔

تم کہہ سکتے ہو لیکن یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔

اگر میں اس سوال کا جواب نہ دینا چاہوں؟

تمہارے پاس آپشن نہیں ہے۔

ایسا کیوں؟

کیا تم نہیں چاہو گے کہ اس سارے معاملے میں تمہاری مدد کی جائے۔

وہ بے چینی سے رخ موڑ کر رہ گیا۔ اس نے آہستہ آہستہ سب بتادیا کہ وہ اب تک کیا کرتا آیا ہے۔ سب کچھ بتانے کے بعد اس نے انکل سے پوچھا۔

اب تو بتادیں کہ آپ کو کیسے یہ سب پتا چلا؟

وقت آنے پہ بتادوں گا۔ابھی کے لیےاتنا یادرکھوکہ تمہیں اب کسی غلط راستے کی ضرورت نہیں۔تم جیسا چاہو گے ویسا ہی ہوگا۔لیکن تم وہی کروگے جو تمہیں کہا جائے گا۔

میں سمجھا نہیں۔کیا آپکے اور میرے دشمن ایک ہیں؟اسےیہی سمجھ آیا تھا۔

کہانہ۔وقت آنے پہ سب علم ہوجائے گا۔تم جاؤاور یادرکھنااب سے تم میری کڑی نگرانی میں ہو۔انکل نے اسے وارن کیا۔

مجھےتولگتا ہے میں شروع دن سے ہی آپ کی نگرانی میں تھا۔وہ بڑبڑاتے ہوئےاٹھ گیا۔زمان انکل زیر لب مسکرا دیے۔

انہی دنوں زمان انکل کی فیملی کی عمرے کی ٹکٹس کنفرم ہوگئیں۔وہ کافی سالوں سے کوشش کررہے تھے مگر ہربار کوئی نہ کوئی رکاوٹ آن کھڑی ہوتی۔اب حاضری کا بلاوہ آیاتوان کی خوشی دیدنی تھی۔

راحلیہ آنٹی اپنے بچوں کے ہمراہ اپنے بھائی کو مبارکباد دینے آئیں تھیں۔

راحیلہ بس منہاس اورغازی کی فکر ہے۔یہ اکیلے یہاں کیسے رہیں گے۔غازی کے آنے سے پہلے ہی میں نے درخواستیں جمع کروارکھیں تھیں ورنہ اس کا بھی ساتھ ہی میں ویزہ لگ جاتااوریہ ساتھ چلاجاتا۔منہاس تواکیلارہ

ہی لیتا۔ لیکن اب یہ دونوں یہاں اکیلے رہیں گے تو مجھے ٹینشن ہوتی رہے گی۔ ویسے بھی منہاس تو ٹکتا ہی نہیں گھر۔ غازی نے پڑھنا ہوتا ہے

انکل نے فکرمندی سے کہا۔ ان کی بیگم اور ایان بھی ساتھ ہی جا رہے تھے اس لیے انہیں ان دونوں بھائیوں کی فکر ہو رہی تھی۔

ماموں ہماری انیکسی خالی ہی ہے۔ یہ ہمارے گھر شفٹ ہو جائیں۔ کشف نے مسلے کا حل پیش کیا۔ راحیلہ نے بھی تائید کی۔

ہاں یہ تو سوچا ہی نہیں۔ گھر والی بات ہی ہے۔

ہاں ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں پھر۔ انہوں نے حامی بھری۔۔

منہاس پہلے تو نہیں مانا پھر کرایہ بھرنے کی شرط پہ وہ دونوں انکل کی واپسی تک راحیلہ آنٹی کے گھر انیکسی میں شفٹ ہو گئے۔

اگلے دن کی بات تھی۔ وہ غازی کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے گھر کے اندر آیا۔ وہاں بھی وہ نہیں تھا۔ ڈرائینگ روم سے باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ وہ اس طرف بڑھ گیا۔ دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ وہاں اس نے پہلی بار منت کو دیکھا تھا۔۔

وہ کشف سے غازی کے بارے میں پوچھتا اندر آیا تھا مگر سامنے ایک لڑکی قالین پہ اوندھی ہوئی کشف سے باتیں کر رہی تھی۔اسے دیکھ کر شرمندہ ہوتے ہوئے جلدی سے سیدھی ہوئی تھی۔بعد میں پتا چلا اس مخلوق کا نام منت ہے۔وہ ہر وہ کام کرنے کو تیار رہتی تھی جس کے بدلے اسے پڑھنا نہ پڑتا۔کشف بیچاری اسے ترلے کر کر کے پڑھنے پہ مجبور کرتی مگر اس کا دھیان پھر بھی باتوں میں ہی لگا رہتا۔اس کی باتیں بہت مزے کی ہوتی تھیں۔وہ کوشش کرتا تھا کہ جس وقت وہ کشف سے ٹیوشن پڑھنے آئے وہ گھر پہ ہی رہے۔ابھی تک اس کی منت سے اتنی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔انہی دنوں امتحانات کا اعلان کر دیا گیا۔کشف کو اپنی تیاری بھی کرنی تھی اسی لیے وہ اس کے پاس آئی تھی۔

منہاس تم عموماً اس وقت فارغ ہی ہوتے ہو تو منت کو ٹیوشن ہی دے دیا کرو۔میں نے اپنے پیپرز کی تیاری بھی کرنی ہے۔اس لیے میں اسے مزید نہیں پڑھا سکتی۔

اس نے بغیر سوچے سمجھے فوراً ہاں کی تھی۔

ہاں ٹھیک ہے مجھے کوئی مسلہ نہیں ہے۔تمہاری شاگردہ کو اعتراض نہ ہو۔

اس نے منت کے رد عمل کی طرف اشارہ کیا۔

کشف ہنس دی۔وہ بیچاری بہت ڈرتی ہے تم سے۔مشکل سے ہی مانے گی۔

منت کو اس نے پڑھانا شروع کر دیا اور اسے محسوس ہونے لگا کہ شاید وہ کسی آن پڑھ کو پڑھنا لکھنا سکھا دے مگر منت کو پیپرز کی تیاری کروانا ناممکنات میں سے تھا۔وہ پڑھائی سے زیادہ ادھر ادھر کی باتوں پہ دھیان دیتی تھی۔کبھی شاعری کرتی ہوئی پائی جاتی تو کبھی کتابوں کے اندر سے رسالے نکلتے جنہیں وہ کتابوں کی آڑ میں پڑھتی تھی۔

پیپرز تو وہ پہلے ہی دے چکا تھا لیکن یہاں سب کو اس نے یہی بتایا تھا کہ وہ اس سال بی ایس سی انجینیئرنگ کے پارٹ ون اور ٹو کے کمبائن پیپرز دے گا۔منت تو یہ سن کر اس کی مرید ہی ہو گئی تھی۔۔

واہ سر آپ تو بڑی پہنچی ہوئی چیز ہیں۔وہ اکثر انہی الفاظ میں اس کی تعریف کرتی تھی۔اسے بس یہی کام آتے تھے۔کبھی وہ منہاس کا پین چھپا دیتی کبھی اپنی کتابیں گھر بھول آتی کبھی اس کا ٹیسٹ دینے کو دل نہیں چاہتا تھا اور کبھی وہ ٹیسٹ والے دن چھٹی کر لیتی تھی۔آخر ایک دن زچ ہو کر اس نے منت سے پوچھ ہی لیا۔

منت جب تمہیں پتا تھا کہ تم ایف ایس سی کرنے کے قابل نہیں ہو تو تمہیں کس بیوقوف نے مشورہ دیا تھا کہ یہی پڑھو۔

وہ خاصا تپا ہوا تھا۔منت کے حال پاس ہونے والے تھے ہی نہیں۔اس کی بات سن کر اس نے دانت نکالے۔

سر ایسا ہے کہ وہ بیوقوف اور گدھا انسان میرا دل ہے۔ اس کمبخت نے مجھے کہا تھا کہ منت تم ایف ایس سی کرو گی تو پورے خاندان میں واہ واہ ہو گی۔

منت اب دل انسان کیسے ہو گیا؟ اس نے ضبط کرتے ہوئے اس کی غلطی پکڑی۔

ہوتا تو انسان کے اندر ہی ہے نہ۔ اس نے بات چٹکیوں میں اڑائی تھی۔ وہ اف کر کے اپنا سر تھام کر رہ گیا۔ اکثر ایسا ہی ہوتا تھا اسے ہی اس کی الٹی سیدھی باتوں کے جواب میں چپ ہونا پڑتا تھا۔

انہی دنوں اسے فیضی کی جانب سے اطلاع ملی کہ جہانگیر رندھاوا کچھ دنوں تک آ رہا ہے۔ اب اسے انکل زمان کا بے چینی سے انتظار تھا۔ وہ ایک ہفتے بعد آنے والے تھے۔ اگر منت کا مسلہ نہ ہوتا تو وہ فوراً اسے پہلے لاہور پہنچ چکا ہوتا۔ خود سے کچھ کرنا بھی چاہتا تو وہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اب وہ اسی راستے پہ چلنا چاہتا تھا جس پہ زمان انکل اسے چلانا چاہتے۔

زمان انکل کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ ان سے ملنے چلا گیا۔ ان کے گھر رشتہ داروں کا ہجوم لگا ہوا تھا وہ سب مبارکباد دینے آئے ہوئے تھے۔ اس لیے اس کی بات نہ ہو سکی۔ کچھ دنوں بعد وہ دوبارہ گیا تھا۔

انکل اسے لے کر اپنی لائبریری میں آ گئے تھے تاکہ وہ دونوں یہاں آرام سے بات کر سکیں۔ سلام دعا کے بعد وہ مدعے کی بات پہ آیا تھا

انکل جہانگیر رندھاوا واپس آچکا ہے۔ مجھے اب لاہور جانا ہوگا۔ صرف وہی جانتا ہے کہ سراج پاشا کب اور کس وقت کہاں ملے گا۔

انکل اس کی بات سن کر کچھ دیر چپ ہو رہے تھے۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے انہوں نے پوچھا تھا۔

کیا تم جانتے ہو کہ سی ٹی ڈی کیا ہے؟ زمان انکل کے کہنے پر اس نے حیرانی اور الجھن کے ملے جلے تاثر کے ساتھ ان کو گھورا۔

اب انکل کونسی نئی کہانی سنانے لگے ہیں۔ وہ دل ہی دل میں کوفت کا شکار ہوا مگر پھر کچھ پل سوچنے کے بعد کہا۔

خفیہ پولیس ہے شاید۔۔ایک بار ڈیڈ نے تفصیل بتائی تھی اب یاد نہیں۔
ہاں ہے تو خفیہ پولیس۔ انکل نے اثبات میں سر ہلایا۔
لیکن اس کے بارے میں صرف یہی جان لینا کافی نہیں ہے۔

ابتدا میں کاؤنٹر ٹیررزم ڈیپارٹمنٹ یا سی ٹی ڈی پولیس کا کرمنل انویسٹیگیشن ڈیپارٹمنٹ تھا۔ سنہ 2007 کے بعد پاکستان میں دہشت گردی کی لہر سے داخلی سلامتی کے خطرے سے نمٹنے کے لیے ایک غیر فوجی ادارے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

پنجاب کو پاکستان کی تاریخ کی پہلی کاونٹر ٹیررازم فورس بنانے کا اعزاز حاصل ہے۔ وطن عزیز کو درپیش دہشتگردی کے خطرے سے موثر طریقے سے نبرد آزما ہونے کے لئے ایک ایسی فورس کا قیام انتہائی اہمیت کا حامل تھا جو انٹیلی جنس معلومات کے حصول، خصوصی آپریشنز اور انویسٹی گیشن کے ذریعے ملک سے دہشت گردی کا قلع قمع کر سکے۔

وزیر اعلی پنجاب محمد شہباز شریف نے کرائم انویسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ (سی آئی ڈی) کی تنظیم نو کے بعد ایک اہم ادارے کے طور پر کاونٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ کا قیام عمل میں لایا۔ یہ ادارہ دہشت گردی کی تمام اقسام بشمول فرقہ واریت اور شدت پسندی کے خاتمے کے لئے کام کر رہا ہے۔ سابق وزیر اعلی پنجاب میاں شہباز شریف نے اس ادارے کو ہر طرح کے وسائل فراہم کیے اور قومی ضرورت کے اس منصوبے کو سابق وزیر اعظم محمد نواز شریف کی ہدایات کے مطابق ذاتی دلچسپی لے کر پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

یہ سی آئی ڈی C.I.D سے کچھ نہ کچھ لنک رکھتا ہے نہ شاید؟ اس نے یاد کرتے ہوئے کہا۔

انسداد دہشت گردی ڈیپارٹمنٹ پنجاب میں 1995 سے موجود ہے۔ پہلے اس کا نام سی آئی ڈی تھا یعنی اسے کرائم انویسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ کہا جاتا تھا، اس وقت اس کی کارکردگی بہتر نہ ہونے اور آئے روز مختلف واقعات سامنے آنے کی وجہ سے الزامات کی زد میں تھا جبکہ یہ ادارہ 1936 کے سی آئی ڈی مینول کے تحت قائم کیا گیا تھا۔ 21 جولائی 2010 کو سابق وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف نے اس کا نام تبدیل کر کے سی ٹی ڈی یعنی انسداد دہشت گردی ڈیپارٹمنٹ رکھنے کی منظوری دیدی۔ 2015 میں اس ادارے کو انٹیلی جنس کا اضافی اختیار بھی

دے دیا گیا۔اب یہ ادارہ اپنے سپیشل پولیس سٹیشنز میں دہشت گردی کے مقدمات درج کر سکتا ہے اور تحقیقات کر سکتا ہے۔

انٹرسٹنگ۔۔۔وہ۔متاثر ہوا تھا۔کچھ توقف کے بعد اس نے اگلا سوال داغا۔

انکل سی ٹی ڈی کام کیسے کرتا ہے؟

سی ٹی ڈی کے پاس انٹیلی جنس اکٹھی کرنے اور اس کا تجزیہ کرنے کا نظام موجود ہے۔اس کی روشنی میں ادارہ اپنی کارروائیاں ترتیب دیتا ہے۔اس کے دفاتر صوبوں کے مراکز کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی قائم ہیں۔

چند برس قبل کاونٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ میں ایک ہزا سے زائد کارپورلز بھرتی کرکے کاونٹر ٹیررازم فورس قائم کی گئی، ان کارپورلز کو دہشت گردی کے خاتمے کے حوالے سے خصوصی تربیت فراہم کی گئی۔برادر ملک ترکی نے ان کارپورلز کی انٹیلی جنس، آپریشنز اور انویسٹی گیشن کے حوالے سے خصوصی تربیت کے لئے بھرپور تعاون کیا اور ترک نیشنل پولیس کے 45 افسران بھجوائے۔
تربیت کے بعد انھیں پنجاب بھر میں تعینات کیا گیا، جہاں وہ اپنے مقررہ کام سرانجام دیتے ہیں۔

مطلب انہیں حق ہوتا ہے کہ یہ بغیر حکومت سے پوچھے کسی کا بھی ان کاؤنٹر کر دیں؟اس نے دلچسپی سے پوچھا۔
انکل نے مسکرا کر نفی میں سر ہلا یا۔

سی ٹی ڈی کے آپریشنز کی منصوبہ بندی میں 'پورا تِھنک ٹینک شامل ہوتا ہے۔ایسا نہیں ہوتا کہ ایک افسر نے فورس اکٹھی کی اور آپریشن کرنے چل پڑے۔اس میں دیگر اداروں کی رائے بھی شامل ہوتی ہے۔'

اچھا یہ بتائیں کہ انٹیلی جنس کیسے اکٹھی کی جاتی ہے؟اس نے مزید جاننا چاہا۔

سی آئی ڈی کے زمانے سے ہی ادارے کے پاس انٹیلی جنس اکٹھی کرنے کا موثر نظام موجود ہے۔سی ٹی ڈی معلومات اکٹھی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔
سی ٹی ڈی کے پاس انٹیلی جنس اکٹھی کرنے اور اس کا تجزیہ کرنے کا نظام موجود ہے۔

سچی بات ہے لیکن آج تک کبھی اخبار میں ان کے بارے میں نہیں پڑھا یا کسی سے ان کے آپریشنز کا نہیں سنا۔یہ ہوتے کہاں ہیں؟
اس نے الجھن سے میز کی سطح کو کھرچتے ہوئے پوچھا۔

سی ٹی ڈی کے کارہائے نمایاں کی فہرست بہت طویل ہے،سی ٹی ڈی نے بہادری کی مثالیں قائم کرتے ہوئے متعدد دہشتگردوں کو موت کے گھاٹ اتار کر قوم کو تباہی سے بچایا ہے جبکہ کاونٹر ٹیرارزم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے سی ٹی ڈی کے سپوتوں کو بہترین کارکردگی پر تمغوں سے نوازا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وزیر اعظم تک ان کے کارناموں کے قائل ہیں۔سی ٹی ڈی کے بہادر جوان چونکہ خفیہ کارروائی کرتے ہیں اس لئے ان کی بہادری کی داستانیں عام

رپورٹ نہیں ہو پاتیں، بس واقعے کے بعد ایک سطری خبر دیکھنے کو ملتی ہے کہ فلاں علاقے میں اتنے اور اتنے دہشتگرد مار دیے گئے۔

انکل نے یاسیت سے بتایا۔اس نے سمجھ کر سر ہلایا لیکن ایک بات اسے ابھی تک سمجھ نہیں آرہی تھی۔

انکل آپ نے مجھے یہ سب کچھ کیوں بتایا ہے؟ کہیں آپ یہ تو نہیں سوچ رہے کہ مجھے سی ٹی ڈی میں بھرتی کروادیں گے۔میں کبھی نہیں جاؤں گا قانون کے کسی بھی ادارے میں۔

اس نے مشکوک انداز میں پوچھتے ہوئے صاف انکار کیا۔

نہیں فلحال ایسا نہیں ہے کہ میں تمہیں اس فورس میں بھرتی ہونے کا کہوں۔بات یہ ہے کہ سی ٹی ڈی کو تم سے کام ہے۔

انہوں نے اطمینان سے کہا۔وہ اپنی جگہ پہ اچھل کر رہ گیا۔

مجھ سے کام وہ بھی خفیہ پولیس کو؟اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

ہاں اصل میں ان کا ٹارگٹ اب سراج پاشا اور جہانگیر رندھاوا ہیں۔انکل نے اصل بات بتانی شروع کی۔

اس مقصد کے لیے انہوں نے جہانگیر رندھاوا کے گارڈز میں اپنا ایک آدمی بھی پلانٹ کیا ہے۔اسی خاص آدمی سے تمہارے بارے میں انہیں پتا چلا کہ ایک منہاس نام کا لڑکا آج کل جہانگیر کے بارے میں پوچھ گیچھ کر رہا ہے۔ پھر انہوں نے تمہاری ساری معلومات نکلوائیں۔ وہیں سے انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا۔وہ چاہتے ہیں کہ اب یہ مشن تمہیں سونپ دیا جائے۔وہ تم سے خاصا متاثر ہوئے ہیں۔

انکل مجھے ابھی بھی لگ رہا ہے کہ آپ نے مجھے بہت تھوڑا بتایا ہے۔بات اس سے کہیں آگے کی ہے۔منہاس نے آنکھیں ان کے چہرے پہ مرکوز کرتے ہوئے اندھیرے میں تیر چلایا جو نشانے پہ بیٹھا۔

تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔لیکن ابھی کے لیے تمہیں اتنا ہی جاننا کافی ہے۔باقی کام ہونے کے بعد سمجھاؤں گا۔انکل نے اس کے اندازے کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

آپ کا مطلب ہے اب میں اپنے لیے نہیں بلکہ آپ لوگوں کے لیے کام کروں؟اس نے ناراضی سے پوچھا۔
تم جو کروگے اس کا فائدہ دونوں طرف ہوگا۔بس یہ ہے کہ اب تمہیں ہمارے احکامات ماننے ہوں گے۔
وہ ہمارے کی اصطلاح پہ چونکا تھا۔اس کا خیال درست تھا انکل بھی اس ٹیم میں شامل تھے۔

دیکھو منہاس میں جانتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو۔چاہتے ہم بھی وہیں ہیں تو کیوں نہ ہم آپس میں ڈیل کر لیں۔

کیسی ڈیل؟اس نے بھنویں اچکائیں۔

ہم تمہیں سپورٹ کریں گے اور بدلے میں تم ہمیں۔انکل نے خالص کاروباری انداز اپنایا۔
اس سب میں مجھے کیا فائدہ ہوگا۔میں تو پہلے بھی یہ سب کرنے والا تھا تو اب کی ٹیم کے ساتھ جڑنے سے کیا ملے گا؟

ضمیر کی خلش سے نجات۔۔۔۔سکون۔۔۔احساس جرم سے آزادی۔

انکل نے ایک ہی سانس میں معنی خیزی سے کہتے ہوئے اس کی سب سے بڑی کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔

وہ جانتے تھے منہاس غلط راستوں پہ کیوں جانکلا۔وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ غلط کام کر کے سکون سے نہیں رہ سکتا۔اس کا ضمیر زندہ ہے جو اسے صحیح اور غلط میں فرق بتا کر اسے عذاب میں رکھتا ہے۔اگر وہ بے ضمیر ہوتا تو راجا کے گروہ کو اس راستے سے پیچھے ہٹنے میں مدد نہ دیتا۔اس لیے انہوں نے اپنی اور اس کی مدد کا فیصلہ کیا۔انہیں اچھی طرح سے معلوم تھا کہ سیدھے طریقے سے کہنے پر وہ کبھی راضی نہیں ہوگا۔اگر اس کو یہ اطمینان ہو جاتا کہ وہ کچھ غلط نہیں کر رہا تو وہ ان کے بہت کام آسکتا تھا۔
منہاس نے اپنے اندر بے چینی محسوس کی لیکن اس کے پاس انکل کی بات ماننے کے سوا کوئی اور حل نہیں تھا۔کوئی اور حل ہوتا بھی تو اس کا ضمیر اسے وہ اختیار نہ کرنے دیتا۔بہتر یہی تھا کہ وہ ان کے کہے پہ ہی چلتا۔
مجھے کیا کرنا ہوگا؟چند ثانیے بعد اس نے بے تاثر انداز میں پوچھا۔انکل کے چہرے پہ فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

تمہیں جہانگیر رندھاوا کے گینگ میں گھسنا ہو گا لیکن تمہیں اس کے لیے بہت احتیاط سے کام لینا ہو گا۔۔ میں تمہیں سارا پلان سمجھا دیتا ہوں۔۔۔

وہ آہستہ آہستہ اس کو سارا پلان سمجھانے لگے۔۔۔۔

اب اس کو بس منت کے پیپرز کا انتظار تھا۔ جس دن منت کا پہلا پیپر تھا اس سے ایک دن پہلے اس نے لاہور کے لیے سامان باندھا۔

وہ پاگل لڑکی اپنے پیپر کی تیاری کرنے کی بجائے اسے رخصت کرنے آئی تھی۔ایک لمحے کو منت کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اسے کچھ ہوا لیکن پھر اسے اپنے آپ کو پتھر کرنا پڑا۔وہ سب کو یہی کہہ کر لاہور آگیا کہ شاید وہ کبھی واپس نہ آئے۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ جھوٹی امیدیں دلا کر جائے۔وہ دو ماہ منت کو پڑھاتا رہا تھا اور اسے خاص انسیت سی ہو گئی تھی۔

لاہور آکر بھی اسے کچھ دن منت کی یاد تنگ کرتی رہی اور وہ ہر بار اس کے پیپرز اچھے ہونے کی دعا کرتا۔خود اپنے لیے تو کچھ مانگنا وہ جیسے بھول ہی چکا تھا۔

فیضی سے اور اس کے باس سے وہ ملاقات کر چکا تھا۔اس کا باس لطیف چاہتا تھا کہ وہ فیضی کی طرح مستقل ان کا ساتھی بن جائے۔اس نے فلحال اسے ٹال دیا تھا۔

جہانگیر رندھاوا کی کل ایک اہم میٹینگ تھی۔ منہاس نے فیضی کی مدد سے ایک پستول حاصل کیا اور جہاں سے جہانگیر رندھاوا نے گزر کر عمارت کے اندر جانا تھا وہاں وہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے ہیٹ سے آدھے چہرے کو ڈھانپ لیا تھا۔

تھوڑی دیر ہی گزری تھی جب گاڑیوں کا قافلہ اس عمارت کے سامنے آکر رکا۔ اس کی سیکورٹی کا بہت دھیان رکھا گیا تھا۔ پچاس کے قریب گارڈز ہاتھوں میں رائفل تھامے اس کے آگے پیچھے تھے۔ پولیس کی بھاری نفری بھی تعینات تھی۔ اگر اس کا منصوبہ الٹا پڑ جاتا تو یقینی بات تھی کہ وہ اندھی گولیوں کا نشانہ بن جاتا۔

جہانگیر رندھاوا چالیس سال کی عمر کا ایک بارعب شخصیت کا حامل شخص تھا۔ جیسے ہی وہ اس کے پاس سے گزرا۔ اچانک منہاس نے ہوا میں قلابازی کھائی اور عین اس کے سامنے پستول تان کر کھڑا ہو گیا۔ چند سیکنڈز کا کھیل تھا یہ۔ گارڈز نے فوراً اپنی گنز کا رخ اس کی طرف کیا اس سے پہلے کوئی گولی اس کی طرف آتی اس نے جہانگیر رندھاوا کی طرف سے ایک دم گھوم کر اسکو بازو سے پکڑ کر آگے کیا۔ اب سب گارڈز کی بندوقیں منہاس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور منہاس نے ان کے مالک کو اپنی ڈھال بنا یا ہوا تھا اس لیے وہ گولی چلانے سے قاصر تھے۔

لڑکے کون ہو تم اور اپنی موت کو کیوں دعوت دے رہے ہو؟ جہانگیر رندھاوا نے سخت لہجے میں پیچھے مڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا مگر منہاس نے یہ کوشش ناکام بنا دی۔

سیدھے رہو ورنہ گولی سیدھا تمہارے بھیجے میں اترے گی۔ اس نے کسی منجھے ہوئے بدمعاش کی طرح اکھڑ لہجے میں کہا۔

کیا چاہتے ہو تم؟اس نے بے بسی سے پوچھا۔

اس سے پہلے منہاس کچھ کہتا دائیں جانب سے ایک پولیس اہلکار نے گولی چلائی۔وہ جہانگیر رندھاوا کو ایک جانب دھکا دے کر اپنے آپ کو بچاتے ہوئے نیچے کو گرا۔نیچے گرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے گولی چلی جو جہانگیر رندھاوا کے بازو کو چھوتی ہوئی چلی گئی۔

اسکے گارڈز نے فوراً ہی اسے گھیرے میں لے لیا۔جبکہ پولیس نے آگے بڑھ کر اسے گرفتار کر لیا۔
شٹ۔اس نے زمین پر مکہ مارا جیسے اس کا پلان فیل ہو گیا ہو۔وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے جہانگیر نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا پھر اس کے گارڈز اسے وہاں سے لے کر چلے گئے۔

اسے گرفتار کر لیا گیا تھا۔اقدام قتل کی ایف آئی آر کاٹی گئی۔پولیس بہت پھرتی دکھا رہی تھی۔معاملہ بڑے آدمی کا تھا اس لیے ایک ہفتے بعد ہی اسے عدالت میں پیش کر دیا گیا تھا۔

زمان انکل کے وکیل اور تعلقات کی وجہ سے اسے پانچ مہینے کی سزا ہوئی تھی ورنہ مخالف وکیل تو اسے لمبے عرصے کے لیے جیل بھیجنا چاہ رہا تھا۔

اسے عدالتی نظام کے اس دوغلے پن پر ہنسی آئی۔آدمی غریب ہو تو کیس میں سالوں لگ جاتے ہیں اور اگر کیس کرنے والا بااثر اور امیر ہو تو فیصلہ دنوں میں ہو جاتا ہے۔

واہ ری عدالت صدقے تیرے انصاف کے۔وہ اپنا فیصلہ سن کر عجیب سے انداز میں ہنسا تھا۔

منہاس تم فکر نہ کرنا۔اگر جیل میں اپنا چال چلن اچھا رکھو گے تو تین مہینے میں ہی پیرول پہ رہا ہو جاؤ گے۔
عدالت سے باہر نکلتے ہوئے زمان انکل نے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اسے تسلی دی۔

میں ملنے آتا رہا کروں گا۔فکر نہ کرنا بالکل۔اسے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے اسے ایک بار پھر حوصلہ دیا۔وہ خاموش رہا۔جو بھی تھا لیکن جیل جانے کے خیال نے جیسے اس کے چہرے کے سارے رنگ نچوڑ لیے تھے۔کہنا آسان ہوتا ہے مگر عملی طور پر ہر وہ کام کرنا جو پہلے کبھی نہ کیا ہو بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔

اپنی بیس سالہ زندگی میں اس نے بڑے لوگوں کو جیل جاتے ہوئے دیکھا تھا مگر آج جب کہ وہ خود جیل کی سلاخوں کے پیچھے جا رہا تھا تو عجیب سی کیفیات کا شکار ہو رہا تھا۔

گاڑی جیل کے آگے آکر رکی۔اس نے خیالوں کو جھٹک کر ذہن سے نکالا اور نیچے اتر آیا۔اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اسی طرح اسے جیل کے اندر لایا گیا۔

وہاں اسکا لباس تبدیل کروا یا گیا۔ جیل کے کپڑوں میں خود کو دیکھ کر ایک تلخ مسکراہٹ لبوں پہ مچلی۔ جیل کا نیا وارڈن بھی اتنے کم عمر قیدی کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

اس بیس سالہ لڑکے کو جب اقدام قتل کے جرم میں اس جیل میں شفٹ کیا گیا تھا تو ہر قیدی حیران تھا۔ وہ سب قیدیوں سے کم عمر لگ رہا تھا۔ جیلر فیاض نے غور سے اسے دیکھا تھا۔ وہ ڈرا ہوا سا لگ رہا تھا۔

"لڑکے اتنا بڑا جرم کرتے تمہیں ڈر نہیں لگا جو تم اس وقت ڈر رہے ہو۔۔"
اسکی ٹھوری ہاتھوں میں دبوچے جیلر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"نہیں میں ڈرا ہوا نہیں۔۔"
چہرے کے تاثرات کے برعکس اسکا انداز کافی نڈر تھا۔ اس جیلر نے ; . ; . ڈیوٹی جوا . ن کی تھی۔ اس منہاس کا انداز اسے کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا۔

"لڑکے تمہیں ابھی پانچ ماہ تک یہیں رہنا ہے۔ بہتر ہے یہ زبان میرے سامنے بند رہے ورنہ تمہارا حال وہی ہو گا جو جنگلی جانوروں کے درمیان پھنسے اک مصوم سے آدم زاد کا ہوتا ہے۔"
جیلر نے اپنے ;ِ . یں اسے خبردار کرنا چاہا تھا۔

"آپ بھی ایک بات ذہن میں بٹھا لیں سر۔۔"

منہاس نے اپنی آنکھیں جیلر کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے اسی بے خوفی سے کہا۔

"سب سے بڑا جنگلی جانور آدم زاد ہی ہوتا ہے۔ جب وہ اپنی معصومیت اور انسانیت کھو دیتا ہے تو اس سے بڑا درندہ کو . ں نہیں ہوتا۔"

جیلر اسکی بات سن کر چونکا تھا۔۔ وہ لڑکا اپنی عمر سے بڑی باتیں کر رہا تھا۔ جیلر نے بات بدلی۔

"تمہیں معلوم ہے تم نے کس پہ حملہ کیا ہے۔ وہ بہت بڑا آدمی ہے تمہیں چھوڑے گا نہیں۔ کیوں کیا تھا اس پہ حملہ؟"

"میرا حملے کا کو . ں ارادہ نہیں تھا۔ با . ں چانس ہی پسٹل چل گ . تھی۔ میں نے تو اسے صرف خوف زدہ کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ تھوڑی رقم حاصل کر سکوں۔۔"

اس کے بے پرواہ انداز سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

"کیوں چاہیے تھی وہ رقم؟"

جیلر نے مشکوک سے انداز میں پوچھا۔

"کیوں چاہیے ہوتی ہے رقم؟" اس نے جوابی سوال کیا تھا۔ پھر خود ہی وضاحت کرتے ہوئے بتانے لگا۔۔

"مجھے بھوک لگی تھی اور پیسے نہیں تھے میرے پاس اس لیے۔۔۔"

تم جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے تمہاری بات پہ یقین نہیں آ رہا۔

جیلر فیاض نے اسے غور سے دیکھا۔ اسکے انداز و اطوار سے اور گفتگو سے لگ نہیں رہا تھا کہ محض اس نے بھوک مٹانے کے لیے یہ قدم اٹھایا ہو۔

آپ کے اس کے علاوہ اور کوئی آپشن نہیں ہے۔ یقین تو آپ کو کرنا پڑے گا۔ اس نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

لڑکے تم وہ نہیں ہو جو دکھ رہے ہو۔ اتنا اندازہ تو ہو گیا ہے مجھے۔
جیلر نے پر سوچ انداز میں اس کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ منہاس بے اختیار ہنس دیا۔

یہ بھی آپ نے خوب کہی۔ سر ہم میں سے ہر شخص وہی نظر آنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے جو وہ نہیں ہوتا۔ کوئی بھی نہیں چاہتا کہ اس کا اصل دوسروں پہ آشکار ہو۔ ہم دوسروں کو بس اتنا ہی جان پاتے ہیں جتنا وہ چاہتے ہیں۔ اس لیے اپنے بارے میں آپ کو یہی کہوں گا کہ آپ میرے بارے میں محتاط رہیے گا۔ میں واقعی وہ نہیں ہوں جو نظر آتا ہوں۔

اس نے مسکراتے ہوئے ایک آنکھ میچ کر کہا۔ جیلر فیاض کے لیے اس کا رویہ بہت حیران کن تھا۔ جتنے بھی قیدی پہلے دن جیل آتے ہیں۔ وہ ڈرے ہوئے ہوتے ہیں۔ سہمے ہوتے ہیں۔ اپنی آنے والی زندگی کو لے کر پریشان ہوتے ہیں۔ یہ واحد تھا جو اس طرح کھڑا فلسفہ جھاڑ رہا تھا۔

تمہیں جیل اور قید سے کوئی ڈر محسوس نہیں ہو رہا؟ انہوں نے چبھتے ہوئے انداز میں پوچھا۔ وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

نہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ سب عارضی ہے۔ کچھ مہینوں بعد ہی سہی لیکن میں یہاں سے باہر ہوں گا تو میں اپنا یہ وقت یہ سوچنے میں برباد کیوں کروں کہ کیا ہو گا؟ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

اس نے شانے اچکاتے ہوئے بے نیازی سے کہا۔ جیلر فیاض کی بس ہو گئی۔ وہ اس سے زیادہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ منہاس کی باتوں نے اس کا دماغ گھما کر رکھ دیا تھا۔ اس نے آواز دے کر کمرے سے باہر موجود اہلکار کو بلایا۔

"اسے سیل میں لے جا کہ بند کر دو۔ اور ہاں اسے کچھ کھانے کو بھی دے دینا۔"

"سر بھوک تب لگی تھی ابھی نہیں لگی۔" جاتے جاتے اس نے پلٹ کر کہا تھا۔

چلو کچھ نہیں ہوتا کھا لینا۔ جیلر نے جان چھڑائی۔

نہیں سر۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

میں ہر کام اپنے وقت پہ کرنے کا عادی ہوں۔آپ کے کہنے سے میں اب خود کو زبردستی بھوک تو نہیں لگوا سکتا۔

افف۔۔اوئے لے جا اسے۔خدا کے واسطے لے جا۔دماغ کی دہی کردی ہے اس چھٹانک بھر کے لڑکے نے۔
اس نے اہلکار کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑے تھے۔منہاس ہنستا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔

جیلر کی نظروں نے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے منہاس کی چوڑی پشت کا تعاقب کیا تھا۔۔

یہ لڑکا عام نہیں ہے۔کچھ تو خاص ہے اس میں۔تبھی تو کافی فون آرہے ہیں کہ اس کا خیال رکھا جائے۔

جیلر فیاض بڑبڑاتے ہوئے سیٹ پہ بیٹھ کر منہاس کے بارے میں سوچنے لگا۔

اس کو جس سیل میں رکھا گیا تھا وہاں پہلے ہی دو قیدی رہ رہے تھے اور انہیں ایک اور کی مداخلت بری طرح سے کھلی تھی۔
جیل ویسی ہی تھی جیسی ہوتی ہے۔اس کو وہاں کے ماحول سے مانوس ہونے میں ہفتہ لگا تھا۔پہلے دن جیل کے باتھ روم سے وہ ابکائیاں کرتا ہوا باہر آیا تھا۔

کیا ہے یہ سب؟باتھ روم کی صفائی نہیں ہوتی کیا یہاں؟اس نے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے پوچھا۔باتھ روم کا نام لینے پر ایک بار پھر سے دل خراب ہوا تھا۔

شہزادے تو امریکہ یا برطانیہ کی جیل میں نہیں پاکستان کی جیل میں ہے۔یہاں تو ایسے ہی چلتا ہے۔اس کے ساتھی نے کندھے پہ تھپکی دیتے ہوئے اسے سمجھایا تھا۔

جیل کے پختہ فرش پہ لیٹنے سے اس کی کمر اکڑ اگھ تھی۔پینے کو صاف پانی اور کھانے کو صحت افزا خوراک میئسر نہیں تھی۔سب سے زیادہ سامنا اس کو جس چیز کا کرنا پڑا وہ تھی....bullying حراسمنٹ۔۔۔ہر ادارے کی طرح جیل میں بھی نئے آنے والے قیدی کو پرانے قیدی جان بوجھ کر تنگ اور زچ کرتے تھے۔

منہاس کے ساتھ بھی ایسا ہی کرنے کی کوشش کی گۓ۔کوشش اس لیے کیونکہ اس نے ان لوگوں کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔بلکل اسی طرح جس طرح منصوبے کے خالق بدمعاشوں کو دھول چٹائی تھی۔

قیدیوں کا ایک ٹولا یہاں بہت مشہور تھا۔ان کے بارے میں مشہور تھا کہ جیلر بھی ان سے خار کھا کر اپنا تبادلہ کروا لیتے ہیں۔وہ سب عمر قید کی سزا والے تھے۔
اسمگلنگ منشیات فروشی اغوا اور نہ جانے اور کتنے ہی مقدموں کا شکار ہو کر وہ یہاں قید ہونے آئے تھے۔پوری جیل کے قیدیوں پہ ان کا راج چلتا تھا۔آخر منہاس بھی ایک دن اس ٹولے کی نظروں۔میں آگیا۔اس کا جیل میں چوتھا دن تھا۔اس دن سب قیدی باہر گراؤنڈ میں جمع تھے۔وہ بھی اپنی بیرک کے ساتھیوں سمیت گپ شپ میں مشغول تھا۔جب وہ چار لوگوں کا ٹولہ ان کے پاس آکر رکا۔

سنو لڑکے۔سب سے چھٹے بدمعاش نے کرخت لہجے میں منہاس کو پکارا۔وہ ان سنی کر کے اپنے ساتھیوں سے باتوں میں لگا رہ جن کے چہروں پہ اب خوف کے سائے منڈلانے لگے تھے۔

لڑکے تمہیں بلا رہے ہیں بہرے ہو کیا؟ایک نے منہاس کو پیچھے سے پکڑ تے ہوئے ایک جانب کیا۔

سب لوگ اپنی اپنی جگہ پہ کھڑے تماشے کے لیے تیار ہو گئے جواب لگنے والا تھا۔

اس ٹولے کے سرغنہ کا نام وقار تھا جسے سب راڈو کہتے تھے۔وہ سب نئے آنے والوں کو گراؤنڈ میں سب کے سامنے پیٹا کرتا تھا۔منہاس نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا۔

کیا مسلہ ہے؟اس نے ان سے بغیر ڈرے پھاڑ کھانے والے انداز میں پوچھا۔ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر اچانک اسکی قمیض پھاڑ دی۔

قہقہوں کا طوفان پورے گراؤنڈ میں پھیل گیا۔دوسرا آگے بڑھا۔اس نے منہاس کے ٹراوزر کی طرف ہاتھ بڑھا یا ہی تھا کہ اس نے گھما کر اسے لات رسید کی۔وہ شخص الٹ کر پیچھے کو جا گرا۔

ایک دم مجمع پہ سناٹا چھا یا۔۔۔۔موت کا سا سناٹا۔۔۔آج سے پہلے کب کسی نے اتنی ہمت کی تھی کہ راڈو کے بندے پہ ہاتھ اٹھائے۔

وقار عرف راڈو کے چہرے پہ پہلے غصہ پھر اشتعال پھیلا اس سے پہلے وہ کچھ کرتا اس کے دوسرے اور تیسرے ساتھی نے آگے بڑھ کر منہاس کو چھونے کی کوشش کی مگر وہ آگے کو بھاگا۔ وہ دونوں اس کے پیچھے بھاگے۔ منہاس تیز رفتاری سے بھاگتے ہوئے سامنے والی دیوار کے اوپر دو تین قدم چڑھا پھر الٹا ہوتے ہوئے اپنے پیچھے آتے ان دونوں کے سینوں پہ ٹانگیں رسید کیں۔ وہ اس اچانک حملے کی توقع نہیں رکھتے تھے اسی لیے زمین بوس ہوئے۔ اس سے پہلے معاملہ زیادہ بگڑتا تبھی وہاں پولیس کی نفری آگئی۔ جو سب لوگوں کو واپس ان کے ٹھکانوں کی طرف دھکیلنے لگی۔

راڈو اس کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے اپنے ساتھوں سمیت پلٹا تو منہاس نے اونچی آواز سے پکارا۔

منہاس عالم۔۔قیدی نمبر سات سو بارہ۔۔ سیل نمبر پچیس۔۔

وہ اپنے منہ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے چلا گیا تو وہ بھی پولیس والوں کے ہمراہ ایک کمرے میں آگیا جہاں اسے دوبارہ نءشرٹ ڈی گئی۔

کچھ دیر بعد جب وہ اپنے سیل میں داخل ہوا تو دونوں ساتھی نواز اور شاہ نور نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا۔

واہ شہزادے کیا خوب کارنامہ سرانجام دیا ہے آج تو نے۔ پورے دو سالوں بعد آج تھوڑی سی خوشی ہوئی ہے۔

ان دونوں کو دو سال پہلے ڈکیتی کے جرم میں پانچ پانچ سال کی سزا ہوئی تھی۔ایک سنار کی دوکان کو لوٹتے ہوئے وہ دونوں دوست عین موقع پہ پکڑے گئے تھے۔دونوں ہی منہاس سے عمر میں دس بارہ سال بڑے تھے۔

تم لوگ مجھے شہزادہ کیوں کہتے ہو میرا نام لیا کرو۔اس نے کہتے ہوئے وہیں زمین پہ پاؤں پھیلائے۔

یار بڑا عجیب اور اوکھا سا نام ہے تیرا۔ یاد ہی نہیں ہوتا۔چل تو بتا میں یاد کرتا ہوں تو نام بتا..کونسا عالم ہے تو؟

شاہ نور کو بس اس کے نام کا عالم یاد رہا تھا۔

منہاس عالم۔۔اس نے ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے بتایا۔

عمر کیا ہے تمہاری؟اب کی بار نواز نے دلچسپی سے پوچھا۔

بیس سال۔

باپ کا نام کیا ہے؟شاہ نور نے انٹرویو آگے بڑھایا۔

مجھ کو تجربوں نے ہی باپ بن کہ پالا ہے

سوچتا ہوں کیا لکھوں ولدیت کے خانے میں

اس نے جیل کی سلاخوں سے ٹیک لگاتے ہوئے ہاتھ گردن کے پیچھے رکھے بے نیازی سے شعر پڑھا۔

بیس سال کی عمر میں کونسے ایسے تجربے حاصل کر لیے تم نے لڑکے؟ شاہ نور نے آگے کو ہو کر دلچسپی سے پوچھا۔ منہاس اس کے سوال پہ یوں مسکرایا جیسے کہہ رہا ہو کیا بچوں والا سوال ہے؟

میں صرف دکھتا بیس کا ہوں ذہنی طور پہ میں اپنی عمر سے کہ سال بڑا ہوں. وہ کیا کہتے ہیں۔۔

وقت سے پہلے کہ حادثوں سے لڑا ہوں
میں اپنی عمر سے کہ سال بڑا ہوں

آج اس کو شعر پہ شعر سوجھ رہے تھے۔ جانے کیوں آج اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ہر بات کا جواب وہ اشعار میں ہی دے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے بستر پہ آیا۔ بستر بھی کیا تھا۔ جیل کے پختہ فرش پہ ایک میلی سی چادر بچھائی گئی تھی۔ منہاس عالم کو لیٹتے ہوئے اپنے عیاشی کے دن یاد آئے۔

ہم نہیں جانتے یہ نہیں جانتے
ہے خبر در خبر بے خبر زندگی

ہے کہیں سینکڑوں ایکڑوں کا محل
اور کہیں ایک کمرے کا گھر زندگی

خط کے چھوٹے سے تراشے میں نہیں آئیں گے
غم زیادہ ہیں لفافے میں نہیں آئیں گے

ہم نہ مجنوں ہیں، نہ فرہاد کے کچھ لگتے ہیں
ہم کسی دشت تماشے میں نہیں آئیں گے

مختصر وقت میں یہ بات نہیں ہو سکتی
درد اتنے ہیں خلاصے میں نہیں آئیں گے

اگلے کچھ دن اس کے کافی مشکل گزرے تھے۔وقار عرف راڈو سے اس کی کچھ جھڑپیں ہوئیں تھیں۔منہاس کے آنے سے اس کے بنائی ہوئی خوف کی دیواعیں ٹوٹ رہی تھیں۔قیدی اب اس کی بجائے منہاس کی طرف ہونے لگے تھے۔مجبوراًاسے منہاس سے مفاہمت کرنی پڑی تھی۔

سنو لڑکے ایک اور ایک گیارہ ہوتے ہیں تم میں آگ اور پانی کا طوفان ایک ساتھ ہے۔تم میرے ساتھی بن جاؤ ہم دونوں فائدے میں رہیں گے۔اس نے ایک دن منہاس سے کہہ ہی دیا اور اس نے بھی کچھ سوچتے ہوئے اس کے ساتھ کی حامی بھرلی۔

انکل اسے ملنے آئے تو کافی ناراض لگ رہے تھے۔

منہاس تمہیں پانچ ماہ کی قید ملی ہے۔اگر اپنا رویہ جیل میں اچھا نہیں رکھو گے تو وقت سے پہلے پیرول پہ رہا نہیں ہو سکو گے۔

انکل نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔اس نے بے زاری سے نظریں پھیریں۔

جانے دیں انکل۔کون رکھتا ہے جیل میں اچھا رویہ؟یہاں تو ایک سے بڑھ کر ایک بدمعاش ہے۔ان سے بچ کہ شریفوں کی طرح رہنا یہاں ممکن نہیں۔

تم لوگوں کو طاقت کی بجائے اپنے دماغ سے کنٹرول کرنا کیوں نہیں سیکھ لیتے منہاس؟ مجھے یقین ہے یہ چیز تمہیں بہت فائدہ دے گی۔

انکل نے کلستے ہوئے اس کو مخلصانہ مشورہ دیا۔اس پہ اب بھی ان کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا وہ ہنوز منہ پھیرے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔انکل کی بات اس نے غیر دلچسپی سے سنی تھی۔

یہاں طاقت ہی سب کچھ ہے انکل۔ جیل میں دماغ چلانے والا ماحول مئیسر نہیں ہے۔اب میں ان لوگوں کے خلاف پلاننگ کرتا پھروں جن کو میں دو پنچ مار کر سیدھا کر سکتا ہوں؟

اس نے برا مانتے ہوئے کہا تھا۔انکل کی تجویز اسے پسند نہیں آئی تھی۔

پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ تم۔۔۔۔۔

انکل آپ شاید کوئی ضروری بات کرنے آئے ہیں وہ کریں۔اس نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔وہ لب بھینچ کر رہ گئے۔وہ بہت ضدی تھا۔

ہاں کرنے تو میں ضروری بات ہی آیا ہوں۔ تم یہ بتاؤ کہ جیل کے کیا حالات ہیں۔انکل نے اسے جیل میں اسی لیے بجھوایا تھا کہ وہ یہاں کے حالات پہ نظر رکھ کر انہیں رپورٹ دے جو ان کو آگے پہنچانی تھی۔

حالات تو یہاں ٹھیک ہی چل رہے ہیں۔کوئی خطرے والی بات نہیں ہے۔اسے لگا کہ وہ کوئی دہشت گردی یا اسی قسم کے کسی اور تحفظ کا شکار ہیں۔

نہیں یہاں حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ تمہیں نظر رکھنی ہو گی۔

کیا مطلب نظر رکھنی ہو گی؟وہ چونکا۔کس چیز کا خطرہ ہے یہاں؟

سمگلنگ کا۔انہوں نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔
یہاں جیل میں کچھ ایسے افراد ہیں جو جیل میں منشیات پہنچا رہے ہیں۔ان کا باہر کی دنیا سے رابطہ ہے تمہیں ان لوگوں کو تلاش کرنا ہے وہ بھی چھوٹے سے پہلے پہلے۔۔کیونکہ معاملہ منشیات سے کہیں آگے کا ہے۔جو لوگ یہاں سے رہا ہوتے ہیں وہ بعد میں باہر جا کر ایک مخصوص گینگ میں شامل ہو جاتے ہیں جہاں انہیں منشیات فروشی کے دھندے پہ لگا دیا جاتا ہے۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

منہاس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔وہ ان کے ایک ایک لفظ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں کچھ سمجھا نہیں یہ سب آپ کو کس نے کہا؟اور مجھے اس سب میں انوالو کرنے کی کیا ضرورت تھی؟وہ دھیرے سے غرایا۔

ضرورت تھی منہاس۔انکل نے اسے پچکارنے والے انداز میں کہا۔

یہ کام تم سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا۔ایف آئی اے کی تحقیقات کے اعداد و شمار کے نتیجے میں یہ سب تمہیں بتا رہا ہوں ۔خود سے نہیں کہہ رہا۔

انکل نے اسے پہلے یہ سب نہیں بتا یا تھا۔یہ سب اسے اب بتا یا جا رہا تھا۔اسے غصہ آنے لگا۔اگر انکل اس کو ان جیل والے چکروں میں نہ ڈالتے تو اب تک وہ جہانگیر رندھاوا سے سراج پاشا کے بارے میں معلومات نکلوا چکا ہوتا۔

انکل آپ نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔آپ ایسا کر سکتے ہیں میرے ساتھ ؟اس نے غم و غصے سے جیل کی سلاخوں کو ہلاتے ہوئے چلا کر کہا۔

منہاس تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو سب کچھ تمہیں بتا یا تو تھا۔

وہ شاکڈ ہو گئے تھے اس کی بات سن کر۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

لیکن یہ نہیں بتا یا کہ آپ کا قانون مجھے استعمال کر رہا ہے۔اس نے درشتی سے کہا۔

تم قانون کی مدد کر رہے ہو۔استعمال نہیں ہو رہے۔انکل نے اسے تحمل سے سمجھانے کی کوشش کی۔

واٹ ایور۔اس نے بگڑے تیور لیے ہاتھ جھلائے۔

مجھے آپ نے یہ کہا تھا کہ سی ٹی ڈی کو کچھ رپورٹ دینی ہے۔اب آپ اور نہ جانے کس ایجنسی کے چکروں میں مجھے پھنسا رہے ہیں۔ مجھے نہیں کرنا کچھ بھی۔ جیل میں تو آ گیا ہوں۔اب اور پتا نہیں آپ کا یہ قانون کیا چاہتا ہے مجھ سے۔ خود کے کرنے والے کام مجھ سے کروا رہا ہے۔

وہ جیل کے ماحول سے سخت تنگ آ چکا تھا۔انکل سے بھی بدگمان ہو رہا تھا۔اس وقت اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ان سب نام نہاد قانونی اداروں کو بھاڑ میں بھیج کر صرف وہی کرے جو اس کا دل چاہتا ہے۔

دیکھو منہاس میں جو بھی کر رہا ہوں اس میں ہمارا بھی بھلا ہے اور تمہارا بھی۔ایک بار اگر تم یہاں منشیات فروشوں کا سراغ لگا لو تو بہت چانسز ہیں کہ تمہیں ایف آئی اے میں بھرتی کر لیا جائے۔

انکل نے اپنے تئیں اسے ترغیب دی تھی یا لالچ وہ سمجھ نہیں سکا۔استہزائیہ انداز میں سر جھٹکتے ہوئے وہ ہنسا۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

اور آپ سے کس نے کہا کہ مجھے ایف آئی اے میں بھرتی ہو کر ملک و قوم کا نام روشن کرنا ہے۔

تو کیا ساری زندگی ایسے ہی رہو گے؟ کبھی سوچا ہے کہ آج سے کچھ سالوں بعد تم کس مقام پہ کھڑے ہو گے۔ بدلہ بدلہ بس اسی کے گرد تمہاری ذات گھوم رہی ہے۔ مجھے بتاؤ کیا کر لو گے بدلہ لے کر۔ سکون چین تو پا نہیں سکو گے تو پھر اختتام پہ تمہارے ہاتھ کیا بچے گا۔

انکل نے بھی اشتعال میں آتے ہوئے اس پہ ساری حقیقت واضح کی۔ وہ دانت پہ دانت جمائے سلاخوں پہ ہاتھوں کی گرفت سخت کرتے ہوئے چند لمحے انہیں دیکھتا رہا۔

کچھ بھی نہ بچے میرے پاس۔ میں سڑک پہ آجاؤں یا بھیک مانگنے کی نوبت آجائے یا چاہے اس سے بھی برا کچھ ہو جائے میں آپ کے سو کالڈ قانون کے پاس مدد لینے کبھی نہیں آؤں گا جو اپنے فائدے کے لیے کسی سولین کو بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتا۔

وہ تنفر سے کہتے ہوئے پیچھے ہٹا۔ آج تک انکل نے اس سے یا اس نے انکل سے اس طرح بات نہیں کی تھی۔ ہمیشہ پر سکون اور اچھے انداز میں بات ہوئی تھی مگر آج سب کچھ الٹ ہو گیا تھا۔

سولین؟ سولین کہہ رہے ہو تم اپنے آپ کو؟ تمہارا کیا خیال ہے جو کارنامے تم انجام دینے کا سوچ رہے ہو اس کے بعد تم ایک شہری رہو گے؟ تم مجرم بن جاؤ گے اور پھر آخر میں تمہارا انجام یہی ہوتا جیل۔۔۔قید۔۔۔۔وہ بھی لمبے عرصے کے لیے۔ اسی لیے تمہیں یہاں بھیجا کہ یہاں کی زندگی کو دیکھ کر تم سبق سیکھ سکو۔ قید آسان نہیں ہوتی منہاس عالم۔ اس پانچ ماہ کی قید کے پیچھے یہی مقصد تھا کہ تم ایک لمبی قید سے بچ سکو۔ حال دیکھو تم اپنا۔ ابھی ایک ڈیڑھ مہینے میں تم اکتا گئے ہو تو سوچو جن راستوں پہ چلنے کا تم سوچ رہے تھے اس کے نتیجے میں یہ جیل تمہارا مقدر بنتی وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

وہ کہہ کر رکے نہیں تھے۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتے وہاں سے چلے گئے۔اسے معلوم تھا اس نے انکل کو ناراض کر دیا ہے۔

..........________________________.........

وفاقی تحقیقاتی ادارہ (مخفف ایف آئی اے) سیکریٹری داخلہ پاکستان کے زیرِ کنٹرول ایک بارڈر کنٹرول، جوابی استخبار اور سیکورٹی ایجنسی ہے، جو کثیر جہتی، سنجیدہ اور منظم جرائم مثلاً امیگریشن، غیر قانونی انسانی اسمگلنگ، انسداد رشوت ستانی، تحفظ حقوق دانش، سائبر کرائم، منی لانڈرنگ وغیرہ سے متعلق امور کو دیکھتا ہے۔

ایف آئی اے کب قائم ہوا؟

وفاقی انتظام کے تحت پولیس کا ایک ادارہ سب سے پہلے 1942ء میں جنگ عظیم دوم میں شروع ہوا تاکہ اس وقت کی حکومت ہندوستان کے محکمہ سپلائی اور خریداری میں ہونے والی خوفناک کرپشن کی تحقیقات کی جائیں۔اس کا نام اسپیشل پولیس اسٹیبلیشمنٹ رکھا گیا۔ پاکستان کے 1947ء میں قیام کے بعد اس کا نام پاکستان اسپیشل پولیس اسٹیبلشمنٹ رکھا گیا۔ جرائم کی تحقیقات کے لئے وفاقی حکومت کے تقاضے بڑھتے جا رہے تھے، اور جناب جی احمد نے "پولیس ریفارمز" پر اپنی رپورٹ 07-04-1972 کو کابینہ میں پیش کی جس میں اسمگلنگ، منشیات، کرنسی، جرائم غیر ملکیوں سے متعلق قوانین کے نفاذ اور بین الصوبائی اثرات والے معاملوں سے عہدہ برا ہونے کے لئے ایک وفاقی پولیس کی تنظیم بنانے کی سفارش کی گئی جس کے نتیجے میں ایف آئی اے ایکٹ

1974 (ایکٹ 1975 (VIII کا اجراء 1975 کو ہوا، جس سے وفاقی ادارہ تحقیقات (فیڈرل انویسٹیگیشن ایجنسی) قائم ہوئی۔

ایف آئی اے کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے اور وہ ایک علیحدہ ٹریننگ ایف آئی اے اکیڈمی بھی رکھتا ہے، جو اسلام آباد میں بھی 1976 میں کھولی گئی تھی۔ 2002 میں، ایف آئی اے نے انفارمیشن اینڈ کمیونیکیشن ٹکنالوجی (آئی سی ٹی) سے متعلقہ جرائم کی تحقیقات کے لیے ایک ماہر ونگ تشکیل دیا۔ اس ونگ کو عام طور پر سائبر کرائمز کے لیے نیشنل رسپانس سینٹر (NR3C) کے نام سے جانا جاتا ہے اور اسے 12 ہیکرز کو گرفتار کرنے کا سہرا حاصل ہے، جس سے سرکاری خزانے میں لاکھوں ڈالر کی بچت ہوئی ہے۔ ایف آئی اے کے اس ونگ میں جدید ترین ڈیجیٹل فرانزک لیبارٹریز ہیں۔ جن کا انتظام اعلی تعلیم یافتہ فرانزک ماہرین کرتے ہیں۔ اور یہ کمپیوٹر اور سیل فون فارنزک، سائبر/الیکٹرانک جرائم کی تحقیقات، انفارمیشن سسٹم آڈٹ اور ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ میں مہارت حاصل ہے۔ این آر 3 سی کے افسران پاکستان میں پولیس اور قانون نافذ کرنے والے دیگر اداروں کے افسران کے لیے تربیت دیتے ہیں۔

مشن اور مقاصد۔۔۔

ایف آئی اے کا بنیادی مقصد اور ترجیح ملک کے مفادات کا تحفظ اور پاکستان کا دفاع، فوجداری قانون اور ملک میں قانون نافذ کرنا ہے۔ اس کا موجودہ مشن درج ذیل ہے:

میرٹ کی ثقافت کو فروغ دینے، مستقل پیشہ ورانہ تربیت فراہم کرنے، موثر اندرونی احتساب کو یقینی بنانا، ٹکنالوجی کے استعمال کی حوصلہ افزائی اور معنی خیز رائے کا طریقہ کار رکھتے ہوئے ایف آئی اے میں فوقیت حاصل کرنا۔

سربراہ:

ایف آئی اے کا سربرہ ڈائریکٹر جنرل گریڈ اکیس 21/بائیس 22 کا بڑا پولیس آفیسر ہوتا ہے۔جس کے صدر دفاتر اسلام آباد میں ہیں۔ایف آئی اے کے موجودہ ڈائریکٹر جنرل جناب محمد اکبر خان ہوتی،PSP ہیں۔

ایف آئی اے کی سربراہی مقررہ ڈائریکٹر جنرل کرتے ہیں جو وزیر اعظم کے ذریعہ مقرر ہوتا ہے۔ڈائریکٹر ایف آئی اے کے لیے تقرری یا تو پولیس کے اعلی عہدے دار یا سول بیورو کریسی سے ہوتی ہے۔ایف آئی اے کے ڈائریکٹر جنرل کو پورے ملک میں پھیلائی جانے والی کارروائیوں کی موثر نگرانی اور آسانی سے چلانے کے لیے تین ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرلوں اور دس ڈائریکٹرز کی مدد حاصل ہے۔

ایف آئی اے کی نگرانی کون کرتا ہے؟
وزارتِ داخلہ، حکومت پاکستان،ایف آئی اے کی نگرانی کرتی ہے۔

وفاقی ادارہ تحقیقات (ایف آئی اے) کیا کرتی ہے؟

ایف آئی اے کا بنیادی کام اسمگلنگ، مشنیات، کرنسی جرائم، غیر ملکیوں، امیگریشن و پاسپورٹ اور بین الصوبائی مضرات والے معاملات سے متعلق قوانین کا نفاذ ہے۔

میں اسمگلنگ، رشوت خوری، جرائم اور سائبر/الیکٹرنک جرائم کی شکایت کیسے درج کرواسکتا ہوں؟

ایف آئی اے کی ویب سائیٹ پر شکایات مرکز والے لنک پر کلک کریں اور شکایات فارم میں اپنی شکایت کی تفصیلات ڈالیں۔ شکایت پر فوری عمل شروع ہو جائے گا اور اس کی کیفیت کے متعلق شکایت کنندہ کو مطلع کر دیا جائے گا۔

ایف آئی اے کا انسانی اسمگلنگ روکنے میں کیا کردار ہے؟

انسانی اسمگلنگ قومی و بین الاقوامی سطح پر ایک سلگتا ہوا مسئلہ ہے۔اس لیے حکومت اس پر بھرپور توجہ دے رہی ہے۔انسانی اسمگلنگ کے خلاف کی جانے والی کوششوں کا جائزہ لینے اور نگرانی کے لئے وزارت داخلہ میں ایک اسٹیرنگ کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ جوائنٹ سیکریٹری (سیکیورٹی) وزارتِ داخلہ رابطہ اور معلومات کے لئے اس کے فوکل پوائنٹ مقرر کئے گے ہیں۔ بڑی ایجنسی ہونے کے ناطے سے ایف آءاے صدر دفاتر میں اینٹی ٹریفیکنگ یونٹ کے نام سے ایک شعبہ بنا یا گیا ہے۔ جو انسانی اسمگلنگ سے متعلق تمام معاملات پر موثر کاروائی کرے گا۔

Major10units.

CounterterrorismWing(CTW)
Crimewing(CW)

(National Central Bureau (NCB) (انٹرپول)
Immigration Wing (IW)
Technical Wing (TW)
Legal Branch (LB)
Anti-human Trafficking Wing (AHTW)
Administration Wing (AW)
Economic Crime Wing (ECW)
Complaint Center (CC)

....

زمان انکل ایماندار اور محب وطن ہونے کے ناطے اپنے ڈپارٹمنٹ میں کافی مقبول تھے۔ اپنی اس عادت کی وجہ سے بہت سے تبادلے بھی ہوئے۔ راہ میں کافی مشکلات بھی آئیں لیکن انہوں نے ہمت نہیں ہاری۔ باعزت طور پر ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ سے پہلے ہی ان کو ایک ٹیم میں شمولیت کی دعوت دے دی گئی تھی۔ یہ ٹیم مختلف ایجنسیوں کے کچھ افراد پہ مشتمل تھی۔ ان کا کام تھا ایک ساتھ مشن کر کے ملک میں امن و سلامتی قائم رکھی جائے۔

انہوں نے بلا کسی تامل کے وہ دعوت قبول کر لی۔ یوں وہ ابھی تک اسی کارِ خیر سے جڑے ہوئے تھے جس کی ابتدا ان کے آباواجداد کر گئے تھے۔ اس ٹیم کی یہ خصوصیت تھی کہ ایک دفعہ جب یہ کسی کے پیچھے پڑ جاتے تھے تو مجرم کو کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیتے تھے۔ بہت سے اشتہاری اور خطرناک مجرم جو عدالت سے رہائی پا چکے تھے اس ٹیم کی

عدالت میں سزا پا چکے تھے۔اس ٹیم کو خفیہ رکھا گیا تھا۔صرف قابل اعتبار اور بھروسے کے لوگ شامل کیے جاتے تھے۔اس ٹیم کے ممبران کو believers(یقین رکھنے والے)کہا جاتا تھا۔اس ٹیم کی سربراہی ایف آئی اے کے ایک ڈائریکٹر کرتے تھے۔

جن دنوں منہاس اپنے ماں باپ کے قاتل ڈھونڈنے کی کوشش میں تھا۔ٹیم کے ارکان سراج پاشا کے پیچھے تھے۔اسی مقصد کے لیےانہوں نے جہانگیر رندھاوا کے گینگ میں اپنےایک آدمی کو گارڈ بنا کر شامل کر دیا تھا۔منہاس کا نہ تو اس ٹیم میں شامل ہونا بنتا تھا اور نہ ہی اس کو کوئی مشن وغیرہ سونپا گیا تھا۔یہ زمان انکل تھے جو منہاس کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔انہوں نے ہی اسے جان بوجھ کر جیل بجھوایا تاکہ وہ سبق حاصل کر سکے اور اچھے کاموں کی طرف راغب ہو۔اس مقصد کے لیےان کی اپنے ہیڈ سے پہلے ہی ساری بات ہو چکی تھی۔آج کل میں ویسے بھی جیل میں ان کو کوئی بندہ چاہیے تھا جو معلومات ان تک پہنچا سکتا۔زمان انکل نے اپنی زمہ داری پہ منہاس کو بلاواسطہ اس سب میں شامل کیا۔وہ صرف اتنا چاہتے تھے کہ اس کا دھیان کسی اور طرف ہو جائے اور وہ ان انتقام وغیرہ کے چکروں سے نکل آئے۔

ان کا آدھا پلان تو کامیاب ہوگیا۔منہاس جیل کے حالات دیکھ کر خاصا اوب چکا تھا۔ان کے خیال میں وہ اچھے سے سبق سیکھ چکا تھا۔اب جیسے ہی وہ ان کو معلومات وغیرہ دے دیتا وہ اس کو چھڑوا لیتے۔بعد کے لیےان کا یہی خیال تھا کہ کسی بھی طریقے سے منہاس کو اپنی ٹیم میں شامل کر لیں۔

جیلر فیاض اسے کافی اچھے طریقے سے رکھے ہوئے تھے۔بہت دفعہ اپنے آفس میں بلا کر اس کو چائے بھی پلواتے رہتے تھے۔انہیں منہاس کے طور اطوار بہت اچھے لگتے تھے۔سب سے بڑی بات اس نے آتے ہی راڈو جیسے وحشی کو نکیل ڈال دی تھی جس کی وجہ سے اب ان کی جیل کا ماحول اچھا ہو گیا تھا ورنہ وہ یہاں نئے ہونے کی وجہ سے بہت مشکلات کا شکار ہو رہے تھے۔

اس روز بھی حسب معمول وہ ان کے دفتر میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ساتھ ساتھ جیل کے حالات پہ بھی بات چیت ہو رہی تھی۔

ویسے سر میں نے سنا ہے کہ جیل میں باہر سے منشیات آ رہی ہے۔کیا سچ ہے یہ سب؟
اس نے بظاہر سرسری سا پوچھا تھا مگر چائے پیتے جیلر فیاض کے ہاتھوں میں کپ لرزا تھا۔منہاس نے بغور ان کے چہرے کے اڑتے رنگ دیکھے۔

ن۔نہیں۔ایسا۔تو کچھ نہیں ہے۔انہوں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔
تمہیں ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔

ارے جانے دیں سر۔کیسی غلط فہمی۔میں خود اندر کے لوگوں کے ساتھ دو چار شفٹیں لگا چکا ہوں کوکین کی۔اس نے آنکھ دباتے ہوئے ذرا آگے کو ہوتے ہوئے آہستگی سے کہتے ہوئے اندھیرے میں تیر چلایا۔

آپ کہیں تو میں نام بتادوں کہ کن لوگوں کے ساتھ ؟اس کی آواز ابھی بھی دھیمی تھی مگر جیلر فیاض کو لگا کہ اس کی آواز کی گونج پوری جیل میں گونج رہی ہے۔

انہوں نے کپ میز پہ رکھتے ہوئے اسے دیکھا جواب مزے سے چائے کے گھونٹ بھر رہا تھا۔

یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا۔

منہاس نے آرام سے چائے ختم کر کے کپ میز پہ رکھا۔ان کے پاس پڑے ٹشو باکس سے چند ٹشو نکال کر منہ صاف کیا۔ایک لمبی انگڑائی لی۔وہ اصل میں ان کے صبر کا امتحان لے رہا تھا۔

اچھا سر میں چلتا ہوں۔چائے کے لیے شکریہ۔اس نے ہاتھ ماتھے پہ لے جا کر سلام کیا۔

بیٹھو ادھر۔تم کہیں نہیں جا رہے۔مجھے بتاؤ کس نے بتایا تمہیں یہ سب؟اور کیا کیا جانتے ہو تم؟ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔وہ تابعداری سے بیٹھ گیا۔

کیا جانتے ہو تم؟انہوں نے شکستگی سے سوال دہرایا۔

سب کچھ۔منہاس نے لطف لیتے ہوئے بتایا۔

سب کچھ مطلب؟

سب کچھ مطلب سب کچھ۔مثلاً اس جیل میں ڈرگز کہاں سے آ رہی ہیں۔کس کی مدد سے آ رہی ہیں۔کیوں آ رہی ہیں۔کون کون اس سب میں ملوث ہے میں سب جانتا ہوں۔

اب کی بار اس نے میز پہ ہاتھ رکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔جیلر فیاض کے ہوش اڑے۔انہوں نے تھوک نگلتے ہوئے حواس باختگی سے پوچھا۔

کون؟کون ملوث ہے اس سب میں؟

آپ۔۔۔۔منہاس نے سکون سے دھماکہ کیا۔

میرا مطلب ہے آپ بھی ملوث ہیں۔باقی جیل کے اندر کے لوگوں سے تو میں با خوبی واقف ہوں۔راڈو گینگ کے علاوہ دو ٹولے اور ہیں جو جیل میں لوگوں کو ڈرگز کا عادی بنا رہے ہیں۔باہر سے یہ ساری منشیات آپ کی مدد سے اندر آ رہی ہے۔میں آپ کو کوئی درس وغیرہ نہیں دوں گا کہ یہ سب غلط کر رہے ہیں آپ یا آپ کیوں ایسا کر رہے ہیں؟میں وجہ نہیں پوچھوں گا صرف اتنا پوچھوں گا کیا اس سب سے نکلنے میں، آپ میری مدد چاہیں گے؟

اس نے سپاٹ انداز میں ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

جیلر فیاض کا وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔وہ لڑکا اتنا سب کچھ جانتا ہو گا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

منہاس نے اٹھنا چاہا مگر ایک بار پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر جانے سے روک دیا گیا۔

میری بیٹی۔۔میری معصوم بیٹی۔۔۔وہ صرف دس سال کی ہے۔انہوں نے اسے جنسی درندگی کا نشانہ بنایا۔اس کی ویڈیو بھی بنائی۔۔مم۔۔مجھ سے کہا کہ اگر میں نے ان کی مدد نہ کی تو وہ اس کی ویڈیو۔۔۔

جیلر فیاض نے کپکپاتے ہوئے بتانا شروع کیا تھا۔ایک باپ کے لیے اپنی بیٹی کا اس انداز میں ذکر کتنی تکلیف کا باعث ہے وہ ان کے آنسو دیکھ کر سمجھ سکتا تھا۔

وہ میری بیٹی کو بدنام کر دیں گے۔میں مجبور ہو گیا۔اپنی بیٹی کی عزت کی خاطر میں بزدلوں کی طرح چپ ہو گیا۔کچھ نہ کر سکا۔ان۔کو کچھ نہ کہہ سکا۔۔۔

جیلر فیاض نے روتے ہوئے سر جھکاتے ہوئے کہا۔اس وقت وہ ایک باپ تھے صرف باپ۔وہ انہیں قانون، ایمانداری، دوسروں کی زندگی اور اس قسم کی باتیں نہیں سنا سکتا تھا۔

آپ نے اعلیٰ افسران یا کسی ایجنسی سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟اس نے ان کو پانی کا گلاس پکڑاتے ہوئے پوچھا۔

کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں بہت ڈر گیا تھا۔ اگر ان کو ذرا بھی بھنک پڑ جاتی تو میری بیٹی کی بدنامی ہو جاتی۔ اور ویسے بھی اعلی افسران میں سے بہت سارے اس سب میں شامل ہیں۔ میں کس سے شکایت کرتا۔

انہوں نے تلخی سے کہا۔ وہ تاسف سے افسوس کر کے رہ گیا۔ قانون کی اس بھیانک تاریک پہلو سے تو کسی کو بھی انکار نہیں تھا۔

آپ مجھے ان کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں آپ کو ان سب سے نکال بھی لوں گا اور کسی بھی حوالے سے آپ کا نام بھی نہیں آئے گا۔ آپ نہیں جانتے مگر ایف آئی ان منشیات فروشوں کے پیچھے پڑ چکی ہے۔ آج نہیں تو کل وہ سب جان لیں گے اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ مجھ پہ اعتبار کریں۔

اس نے ان کو تسلی دیتے ہوئے اپنے ساتھ کی بھرپور یقین دہانی کروائی۔ جیلر فیاض کو بھی اب سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ اتنا سب کچھ کیوں جانتا تھا مگر کیسے جانتا تھا وہ یہ سمجھ نہین سکے۔ اپنے تئیں وہ بہت محتاط تھے مگر اگر پھر بھی اگر منہا. سب کچھ جان گیا تھا تو ان کو واقعی اس سب سے نکلنے کی شدید ضرورت تھی۔

اپنا فون دیں۔ سب کچھ سننے کے بعد اس نے کہا۔ انہوں نے بلا تامل فون نکالا۔

یہ نہیں۔ وہ والا فون دیں جس سے وہ لوگ آپ سے رابطہ کرتے ہیں۔ اس کال کے لیے بھی آفیشل سم استعمال نہیں کر سکتے۔

اچھا۔۔انہوں نے نچلی دراز سے ایک اور موبائل نکال کر اس کے حوالے کیا۔

اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے لطیف بھائی کو کال کی۔۔

منہاس بول رہا ہوں بھائی۔اس نے رابطہ ہوتے ہی کہا۔دوسری جانب سے بھرپور حیرت کا اظہار کیا گیا۔

منہاس۔۔تم تو جیل میں تھے نہ۔۔رہا ہو گئے؟

ابھی بھی جیل میں ہی ہوں۔آپ سے اک ضروری کام ہے۔اس نے کوفت سے کہا۔

واہ جیل میں ہو اور مجھے فون کر رہے ہو۔کمال آدمی ہو یار تم۔

بھائی وقت نہیں ہے میرے پاس۔کام کی بات کریں۔اس نے ٹوکتے ہوئے کہا تو لطیف نے ہربڑا کر معذرت کی۔

اچھا سوری۔۔تم بات کرو۔

بھائی مجھے لادی گینگ کی معلومات چاہیں۔ان کے دو چار لوگوں کے نام آپ کو بتا تا ہوں ان کے بارے میں بھی مکمل معلومات مجھے کل تک چاہیں بشمول ان کے ٹھکانوں تک۔

اس نے چار لوگوں کے نام بتا کر کال بند کر دی۔وہ زمان انکل سے یہ سب نہیں کروا سکتا تھا۔وہ کبھی بھی وضاحت مانگے بغیر کچھ نہ کرتے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ جیلر فیاض کا نام آگے آئے۔

اس نے فون واپس کرتے ہوئے ان کو آگے کی حکمت عملی سمجھائی۔

بات کرتے کرتے اس نے رک کر سوال کیا۔

کیا آپ کو مجھ پہ اعتبار ہے؟

اگلے دن اس نے دوبارہ فون کر کے لطیف بھائی سے ساری معلومات حاصل کر لی تھیں۔اب اسے اگلے مرحلے کا انتظار تھا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

کچھ دنوں بعد رات کے بارہ بجے جیسے ہی منشیات اگلی کھیپ آئی جیلر فیاض نے پلان کے مطابق واپس بھیج دی یہ کہہ کر کہ ابھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔

منہاس کے لیے انہوں نے کپڑوں کا انتظام کر دیا تھا۔اسے جیل سے چوری چھپے باہر نکالنے کے بعد انہوں نے اس کے ہاتھ پکڑ کر التجا کی۔

منہاس مجھے یقین ہے تم مجھے دھوکہ نہیں دو گے۔

آپ فکر نہ کریں۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔اس نے منہ پہ مفلر باندھتے ہوئے سر پہ ٹوپی پہنی۔

جیل سے کچھ فاصلے پر لطیف بھائی کے بھیجے ہوئے آدمی کھڑے تھے۔اس کے آتے ہی سب گاڑی میں بیٹھ گئے اور اس گاڑی کا پیچھا شروع کر دیا گیا۔

اگر تو یہ وہیں گئے جس ٹھکانے کی اطلاع لطیف بھائی نے دی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اگر یہ کسی اور جگہ گئے تو آدھے لوگ اس گاڑی کے پیچھے جائیں گے اور آدھے میرے ساتھ ان کے ٹھکانے پر۔

اس نے گاڑی کو اپنی نظروں میں رکھتے ہوئے پلان سمجھایا۔سب نے ہاں میں سر ہلا کر اس کو منظوری دی۔

گاڑی اسی راستے کی طرف جا رہی تھی جس طرف ان کے ٹھکانے تھے۔
منہاس سمیت وہ کل چھ افراد تھے۔گاڑی ایک گودام کے اندر چلی گہ تھی۔

منہاس نے اپنی گاڑی کچھ دور رکوائی تھی۔اس نے ایک نمبر پہ کال ملائی۔

ایڈریس بھیج رہا ہوں۔۔ ساری کھیپ اس ایڈریس پہ پہنچ چکی ہے۔ جن چار لوگوں کی تصویر بھیج رہا ہوں وہ لوگ بچنے نہیں چاہیں باقی جس کے ساتھ چاہے جو سلوک کرنا۔

اس نے سفاکی سے کہتے ہوئے فون بند کیا۔

آدھے گھنٹے بعد اس سنسان علاقے میں ایک ٹرک کی آمد ہوئی جس سے مسلحہ افراد اتر کر اس گودام کے اندر چلے گئے۔ یہ گودام آبادی سے کچھ فاصلے پہ تھا۔ اس لیے پولیس کو اطلاع ملنے تک ساری کاروائی ہو چکی ہوتی۔

کچھ لمحوں بعد گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے فضا گونج اٹھی تھی۔ دس منٹ کے تصادم کے بعد دھماکوں اور گولیوں کی گونج تھمی۔

اس کے موبائل پہ رنگ ہوئی۔ یس کا بٹن دبایا۔

ہاں بولو۔۔

ہمارا کام ہو گیا ہے۔۔ گراؤنڈ فلور پہ تمہارے مطلوبہ چاروں آدمی مرے پڑے ہیں۔ اٹھا لینا۔

دوسری جانب سے کہہ کر کال کاٹ دی گھ۔ اگلے پانچ منٹوں میں اس کے آدمیوں نے گودام کے اندر جا کر مطلوبہ چاروں آدمیوں کو لا کر گاڑی کے اندر لادا۔ منہاس کے ساتھ صرف ایک آدمی رہا باقی وہیں سے چلے گئے۔

پولیس کے سائرن بجتے سنائی دے رہے تھے۔ منہاس نے جلدی سے گاڑی کا رخ موڑا اور پولیس کے آنے سے قبل وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

وہ ان چاروں کو ایک مکان میں لے آیا تھا۔ رات کے اس پہر اس کاروائی کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی تھی۔ کچھ دیر تک جیلر فیاض بھی وہیں آ گئے۔

منہاس کام ہو گیا؟ انہوں نے آتے ہی سوال کیا۔

جی ہو گیا۔ وہ ان کو لے کر ایک کمرے میں آ گیا۔

وہاں بیڈ اور دو کرسیوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ یہ فیضی کا ٹھکانہ تھا۔ اس نے وہیں ان چاروں کو لانا مناسب سمجھا تھا۔

تم نے یہ سب کیسے کیا؟ وہ جتنا حیران ہوتے اتنا کم تھا۔ چھ ماہ سے وہ جن لوگوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے وہ کچھ گھنٹوں میں ہی ان کو زیر کر آیا تھا۔

شروع سے بتاتا ہوں۔ان کو بیڈ پہ بیٹھنے کا کہہ کر وہ سامنے کرسی پہ ٹک گیا۔

میں نے لطیف بھائی سے لادی گینگ کی معلومات اکھٹی کرنے کا کہا تھا۔یہ گینگ کافی خطرناک ہے۔منشیات کے دھندے میں اسے نمبرون سمجھا جاتا ہے۔یہ اپنے مقابل کسی کو نہیں آنے دیتا۔حد تو یہ ہے کہ اس کے بارے میں سوائے جرم کی دنیا کے کسی کو نہیں پتا۔قانون اس گینگ تک ابھی تک رسائی حاصل نہیں کر سکا۔

لطیف بھائی کی کافی پہنچ ہے اس نے جلد ہی میرا رابطہ اس گینگ کے لوگوں سے کروا دیا۔میں نے بس ان سے اتنا کہا کہ لادی گینگ کا نام لے کر کچھ لوگ جیل میں منشیات کا کاروبار کر رہے ہیں۔مزید ان چاروں سمیت ان کی مکمل معلومات بھی دی۔ابھی میں نے لادی گینگ کو فون کر کے ان کے ٹھکانے تک بلوایا۔ان کو منشیات سے غرض تھی اور مجھے ان چاروں سے۔

وہ ساری کہانی سن کر اس کو داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔خود سامنے آئے اور معاملے میں بغیر اس نے یہ معاملہ نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا تھا۔
لیکن اس گینگ نے تمہاری بات کیوں مانی؟

آپ تو جانتے ہیں نارکوٹکس کی آج کل کتنی مانگ ہے۔جس کے پاس یہ زیادہ ہو گی وہی مارکیٹ میں بے تاج بادشاہ ہو گا پھر لادی گینگ اس سنہری موقعے کو کس طرح ہاتھ سے جانے دیتا۔انہوں نے اپنا فائدہ سوچا اور وہ ساری ڈرگز اپنے قبضے میں کر لیں۔

ان چاروں کے موبائل سے میں ساری ویڈیوز ڈیلیٹ کر چکا ہوں۔یہ چاروں آپ کے مجرم تھے۔ایک باپ کے مجرم تھے۔آپ کی بیٹی سمیت یہ نہ جانے اور کتنی بیٹیوں کے ساتھ ایسا کر چکے تھے۔ایسے درندوں کو زندہ رہنے کا حق نہیں تھا۔ان کی لاشیں یہاں اس لیے لایا ہوں کہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنے اندر کے باپ کو تسلی دے دیں۔

وہ انہیں لے کر دوسرے کمرے میں آیا جہاں چار لاشیں رکھی ہوئیں تھیں۔

ان کو نہ آپ نے مارا ہے۔نہ میں نے۔دو گینگز کے آپس میں تصادم میں ان کی جانیں گئیں ہیں۔

منہاس نے ان کے عقب سے آکر کہا۔وہ یک ٹک ان چاروں آدمیوں کو دیکھ رہے تھے۔

آپ کسی انسان کی جان لے نہیں سکتے تھے۔میری تربیت مجھے اجازت نہیں دیتی تھی اسی لیے ہم دونوں کے ہاتھ لگائے بغیر یہ مجرم اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

وہ ان کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا۔اس کا بس چلتا تو ایسے وحشی درندوں کو اپنے ہاتھوں سے گولیاں مارتا لیکن وہ جانتا تھا وہ ایسا نہیں کر سکتا اسی لیے ایک بہترین پلاننگ کے ساتھ مجرم اپنے منطقی انجام کو پہنچے تھے اور انکل کہہ رہے تھے کہ وہ دماغ کا استعمال نہیں کرتا۔

جیلر فیاض کے چہرے کے کئی رنگ بدلے۔ان کا تنفس تیز ہونے لگا۔آنکھوں میں اپنی بیٹی کی شبیہہ لہرائی۔۔۔آگے بڑھ کر انہوں نے ان مردہ جسموں کو ٹھوکریں مارنا شروع کر دیں۔

منہاس نے ان کو کندھوں سے تھاما۔۔وہ پلٹ کر اس کے گلے لگ کر زاروقطار رونے لگے۔وہ نہیں جانتے تھے یہ آنسو کیوں آ رہے ہیں۔لیکن شاید آج موقع ملا تھا ان کو باہر نکلنے کا۔

منہاس ان کی پشت تھپکتے ہوئے ان کو باہر لے آیا۔

دوسرے کمرے میں ان کو بٹھا کر اس نے دوبارہ سے کال کر کے کچھ آدمیوں کو بلایا۔یہ ساری لطیف بھائی کی مہربانی تھی اور وہ جانتا تھا کہ بدلے میں کیا چاہے گا؟ منہاس کی اپنے گینگ میں شمولیت۔اور اسے طوعاً کرہاً مستقبل میں لطیف بھائی کے زیر ہونا ہی تھا۔مگر خیر وہ اس سے بھی بچنے کا راستہ نکال لے گا۔اس نے سوچتے ہوئے خود کو تسلی دی۔

کچھ دیر بعد لطیف بھائی کے آدمی آ کر چاروں لاشیں لے گئے تھے۔

ان کو کسی سنسان سی جگہ دیکھ کر دفنا دینا اگرچہ یہ زندہ جلائے جانے کے حقدار تھے۔اس نے نفرت سے کہا۔اسے ایسے لوگوں۔سے شدید نفرت تھی جو معصوم کلیوں کو روند کر انسانیت کے رجوں کو پامال کرتے ہوں۔

فجر کی اذانوں سے کچھ دیر پہلے وہ دونوں واپس جیل میں آ گئے تھے۔

جیلر فیاض کا معاملہ تو اس نے سیٹ کر دیا تھا مگر اب سوچنے والی بات یہ تھی کہ وہ زمان انکل کو کیا رپورٹ دے گا۔ اگر وہ رپورٹ نہ دیتا تو وہ کسی اور کو جیل میں بجھوا کر سارے معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے۔ اسے جلد از جلد کچھ اور سوچنا تھا۔

فون پہ ہی اس نے آہستہ آہستہ لطیف بھائی کی برین واشنگ شروع کر دی۔

لطیف بھائی سوچیں کیا ہی اچھا ہو کہ اگر سپر پاور آپ کے پاس ہو۔ اس وقت لادی گینگ سب سے اوپر جا رہا ہے ۔کیا ہی اچھا ہی کہ ہر جانب بس آپ کے نام کا سکہ چلے۔ شہرت اور دولت آپ کے دروازے پہ دستک دے رہی ہے بس تھوڑا سا جگر بڑا کرنا پڑے گا۔ میرا ساتھ دینا پڑے گا۔ پھر بس ہر طرف آپ کی ہی دہشت ہو گی۔

ایک دن لوہا گرم دیکھ کر اس نے چوٹ لگائی تو وہ بھی رضامند ہو گیا۔
ٹھیک ہے جو کرنا ہے اس گینگ کے ساتھ کر لو۔ میں۔ تمہارا ساتھ
دینے کو تیار ہوں۔

اس نے انکل کو ملنے کے لیے پیغام بجھوایا۔ وہ سوچ چکا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔

کیسے ہو تم؟ انکل نے نرمی سے پوچھا تھا۔ وہ اچھے موڈ میں لگ رہے تھے۔ اس نے سوچتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

میں ٹھیک ہوں۔بہتر ہوں۔ایڈجسٹ ہو چکا ہوں۔ویسے بھی آدھا وقت گزر چکا ہے۔آدھا وقت رہ گیا ہے ۔کوشش کروں گا کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ ملے۔

انکل کو اس کی بات سن کر خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔لگتا تھا کہ اس پہ ان کی اس دن کی باتوں کا اثر ہو گیا تھا۔

تم سیرس ہو؟انہوں نے اپنے اندازے کی تصدیق کرنے کو پوچھا۔

جی بالکل۔میں نے بہت سوچا پھر میں اس نتیجے پہ پہنچا کہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔مجھے آپ لوگوں کا ساتھ دینا چاہیے۔

وہ سر جھکائے رک رک کے کہہ رہا تھا۔زبان تو وہ کہہ رہی تھی جو انکل سن رہے تھے مگر دل جو کہہ رہا تھا وہ انکل سننے سے قاصر تھے۔اگر سن لیتے تو شاید ان کے لیے یقین کرنا مشکل ہو جاتا۔

اب آپ دیکھیں گے انکل منہاس عالم کیسے اپنے دماغ سے دوسروں کو کنٹرول کرتا ہے۔میں وہی کروں گا جو آپ کہیں گے مگر میں وہ ضرور کروں گا جس سے آپ مجھے روکیں گے۔میں ہر بات آپ کی سنوں گا ضرور مگر کروں گا وہی جو میرا دل چاہے گا۔

انکل کو اس نے لادی گینگ کی ساری اطلاعات دے دیں اور یہی بتا یا کہ جیل میں ایک خفیہ راستے سے منشیات یہی گینگ بھیج رہا ہے۔وہ خفیہ راستہ بھی اس نے خود ہی بنا یا تھا تا کہ اس کی بات پہ یقین کی مہر ثبت ہو سکے۔اس کی دی گۂ معلومات پہ جب ایف آئی اے نے چھاپے مارے۔لادی گینگ سے لاکھوں روپے مالیت کی ہیروئین اور کوکین برآمد کی گۂ تھی۔انکل نے اسے شاباشی دی تھی۔

وہ اکثر سوچتا تھا کہ اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔اس جیل میں میرے علاوہ بھی کسی کو بھیجا جاسکتا تھا لیکن میرے ذریعے شاید جیلر فیاض کی مدد مقصود تھی۔

اگرچہ منہاس نے بہت رازداری سے جیلر فیاض کو بچا کر ان لوگوں کو ان کے منطقی انجام تک پہنچا یا تھا مگر پھر بھی اسے دھڑکا لگا رہتا تھا کہ انکل اس معاملے کی تہہ تک نہ پہنچ جائیں۔

لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔باقی کے شب و روز اس نے سکون سے گزارے۔اس دوران جیلر فیاض سے اس کی وابستگی کافی مضبوط ہو چکی تھی۔

آخر وہ دن بھی آگیا جب اسے آزادی کا پروانہ ملا۔

جیل سے باہر آکر اس نے بازو پھیلا کر آسمان کی وسعتوں کو دیکھا۔وہ اپنے آپ کو پنجرے سے آزاد ہوئے اس پنچھی کی طرح محسوس کر رہا تھا جسے آزادی کی قدر و قیمت اب معلوم ہوئی ہو۔ لمبے گہرے سانس لے کر اس نے بارش کے پہلے قطرے کو اپنے چہرے پہ گرنے دیا۔موسم ایک دم بدلنے لگا۔کچھ دیر پہلے چلنے والی ہواؤں نے اب کالی گھٹاؤں کا رخ اپنا لیا تھا۔بارش کی چند اور بوندیں ٹپ ٹپ کرتے ہوئے اس پہ پڑیں۔

ایساسب جیل میں کہاں ہوتا تھاکہ موسم کا لطف لیا جائے۔آندھی کے آثار نظر آتے ہی سب قیدیوں کو ان کے سیل میں بند کر دیا جاتا تھا۔اس نے کسی کو اپنے چھوٹنے کی اطلاع نہیں دی تھی۔انکل اور لطیف بھائی کو اس نے یہی بتا یا تھا کہ وہ دو دن بعد رہا ہو رہا ہے۔وہ آج کا دن اپنی آزادی منانا چاہتا تھا۔اکیلے زندگی کے مزے لوٹنا چاہتا تھا۔وہ سب کرنا چاہتا تھا جو شاید پھر کرنے کا زندگی موقع نہ دیتی۔

بارش میں بھیگتے ہوئے وہ مزے سے سڑک پہ اچھلتا ہوا جا رہا تھا جب اچانک اسے منت کا خیال آیا۔اسے بارش بہت پسند تھی۔اکثر وہ اسے اپنے اوٹ پٹانگ شعر بھی سناتی تھی جو اس نے بارش پہ ل . ے ہوتے تھے۔

منت کا سوچ کر اس کے ہونٹ اپنے آپ ہی مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔اس کا دل چاہا ابھی کے ابھی ٹکٹ کٹائے اور فوراً اسے پیشتر جا کر منت سے ملے۔

نہیں نہیں۔یہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟اس نے خود ہی اپنے آپ کو ڈپٹا۔یہ منت کہاں سے بیچ میں آگھ میں کچھ اور سوچنا چاہ رہا تھا۔

کیا وہ بھی اس وقت بارش میں بھیگ رہی ہوگی؟کیا گوجرانوالہ میں اس وقت بارش ہو رہی ہوگی؟نہ چاہتے ہوئے وہ ایک بار پھر اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

یونہی چلتے چلتے وہ کافی آگے نکل آیا۔بارش اب ہلکی ہونے لگ گھ تھی۔بارش کی وجہ سے گرمی کا زور ٹوٹا تھا ورنہ ان دنوں لاہور میں بہت گرمی تھی۔

بارش تھمی تو وہ ایک ڈھابے میں چلا آیا۔یہ چھوٹا سا خوبصورت میز اور کرسیوں سے سجا ہوا دیسی طرز کا ڈھابہ تھا۔وہ بیٹھنے کی بجائے کاؤنٹر کی جانب چلا آیا۔

کاؤنٹر پہ موجود شخص اسے دیکھ کر بھونچکا رہ گیا۔پھر وہ زوردار طریقے سے اس کے گلے لگا۔

شہزادے میرے یار تو ادھر؟کہاں تھا اتنا عرصہ؟کوئی خیر خبر بھی نہیں تھی۔راجا نے اس خود میں بھینچتے ہوئے کہا۔

ارے راجا چھوڑ ہمیں بھی ملنے دے۔۔باقی سب بھی اسے دیکھ کر کاؤنٹر پہ ہی جمع ہو گئے تھے۔

راجا مل کے ہٹا تو پھر وہ باری باری باقی سب کے گلے لگا۔

دیکھو تو کتنا کمزور ہو گیا ہے یہ۔جاؤ اس کے لیے کچھ کھانے کو لاؤ پہلے۔

راجا نے اسے کرسی پہ بٹھاتے ہوئے کام کرنے والے لڑکے کو کہا۔

آرام سے آرام سے۔حوصلہ کرو۔کیا ہو گیا ہے۔فکر نہ کرو کھانا کھائے بغیر نہیں جاؤں گا۔

منہاس نے ہنستے ہوئے اس کے شانے پہ ہاتھ مار کر کہا۔

ویسے کاروبار کیسا جارہا ہے تم لوگوں کا؟ کسی مدد کی ضرورت ہوئی تو بتانا۔اس نے ارد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

اللہ کا شکر ہے کام بہت اچھا جارہا ہے۔پہلے تو ہم پانچوں ہی کام سنبھال لیتے تھے اب ماشاءاللہ سے دو اور لڑکے بھی رکھ لیے ہیں۔

خان نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔ان کے حلیوں میں تو تبھی تبدیلی آگئی تھی جب منہاس ان کے ساتھ تھا اب رویوں اور بول چال میں بھی اچھا خاصا بدلاؤ آگیا تھا۔بدمعاشوں سے شریفوں تک کا سفر منہاس کے بغیر ناممکن ہوتا اسی لیے وہ منہاس کے احسان مند تھے۔

پورا دن ان کے پاس گزار کر رات کو وہ اپنے گھر آگیا۔اب کی بار رات پہلے کی نسبت آسانی سے کٹ تھی۔شاید اس لیے کہ اب اس نے اپنے راستے کا تعین ٹھیک طریقے سے کر لیا تھا۔مقصد وہی تھا انداز بدل گیا تھا۔اسی لیے وہ پر سکون تھا۔

اگلے دن وہ مختلف تاریخی عمارات کی سیر کرتا رہا۔پورا دن اس نے خود کے لیے وقف کیا۔شام ڈھلے اس نے اپنا موبائل آن کیا۔انکل کی کافی ساری مسڈ کالز آئی ہوئی تھیں۔

اوہ نو۔ انکل کو لازمی طور پہ پتا چل چکا ہوگا کہ میں رہا ہو چکا ہوں۔ اس نے منہ بناتے ہوئے سوچا۔ اس کا ارادہ بعد میں ڈانٹ کھانے کا تھا اس لیے موبائل دوبارہ جیب میں ڈال کر وہ لطیف بھائی کی طرف آ گیا۔ وہاں سب اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔

اس کا ارادہ تھا کہ لطیف بھائی کے ذریعے جہانگیر رندھاوا کے گینگ میں شامل ہو لیکن بعد میں اسے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ انکل کی ٹیم کا ایک بندہ پہلے ہی وہاں تھا۔ اگر اسے بھی پلانٹ کرنا ہوتا تو انکل کبھی بھی اس سے جہانگیر رندھاوا پر نقلی حملہ کرنے کا نہ بولتے۔ اب اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا سوائے اس کے خود ہی کوئی ترکیب لگا کر پتا چلانے کی کوشش کرے۔

وعدے کے مطابق بظاہر اب وہ لطیف بھائی کے گینگ کا حصہ تھا۔ اگلے دن وہ گوجرانوالہ آ گیا تھا۔ زمان انکل کے گھر۔ گوجرانوالہ کی حدود میں داخل ہوتے ہی اس کا بری طرح دل چاہا کہ منت کو دیکھے۔ اسے اپنے آپ پہ حیرت تھی صرف دو ماہ اس نے منت کو ٹیوشن دی تھی اور اب کیسے اس کا خیال اس کے حواسوں پہ چھا جاتا تھا۔

وہ ایک مہینہ سائے کی طرح زمان انکل کے ساتھ رہا۔ باقاعدگی سے ان کے ساتھ ان کے آفس جاتا رہا۔ ان کے ساتھ میٹنگز میں شریک ہوتا رہا۔ اس نے انکل کو یہ مکمل اعتماد دلا دیا کہ وہ مستقبل میں ایف آئی اے جوائن کرے گا۔ اس ایک مہینے کی ریاضت کا پھل اس کو سراج پاشا کی معلومات کے نتیجے میں ملا تھا۔ اگرچہ انکل نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ اس خبر کو منہاس تک نہ جانے دیں۔

انکل کا گھر ایک سیف ہاؤس کی مانند تھا ان کے سارے پارسل اور ڈاک وغیرہ ان کے گھر کے پتے پہ ہی آتی تھی۔اس دن انکل گھر پہ نہیں تھے۔ایک کوریئر والا ان کے لیے ایک لفافہ دے کر چلا گیا تھا۔منہاس کو وہ کوریئر والا نہیں لگا کیونکہ وہ بہت جلدی میں تھا اور اس نے دستخط بھی نہیں کروائے تھے۔

ایان نے چپ چاپ جا کر وہ لفافہ انکل کی سٹڈی میں رکھ دیا تھا۔وہ دو سے تین بار چکر لگا چکا تھا مگر ہر بار یہ سوچ کر رک جاتا کہ یہ غیر اخلاقی فعل ہوگا اگر وہ انکل کی غیر موجودگی میں اسے کھولے گا۔اب اسے انکل کا انتظار تھا۔رات کو انکل نے اسے کال کی۔

جی انکل سب خیریت ہے؟ آپ گھر نہیں آئے؟اس نے سلام دعا کے بعد حیرت سے پوچھا۔

ہاں بس اک ضروری کام پڑ گیا تھا۔تم یہ بتاؤ میرا پارسل پہنچ گیا گھر؟انہوں نے اسے ٹالتے ہوئے پوچھا۔

جی۔اس نے مختصراً کہا۔

اچھا ایسا کرو اس میں جو ڈاکومنٹس ہیں ان کی تصویریں کھینچ کر مجھے بھیجو۔

وہ چونکا۔کیا آپ شہر میں نہیں ہیں؟انکل کے اس طرح کہنے کا مطلب اس نے یہی لیا کہ وہ شہر میں نہیں ہوں گے۔

ہاں میں یہاں لاہور میں ہوں تم ذرا جلدی کرو جو تمہیں کہا ہے۔وقت نہیں ہے۔

وہ جلدی جلدی کہتے فون بند کر گئے۔ منہاس الجھتا ہوا ان کے سٹڈی روم میں آیا۔کچھ دیر وہ اس خاکی لفافے کو گھورتا رہا پھر اس نے لفافہ چاک کر کے کاغذات نکالے اور ان کی تصویریں کھینچنے لگا۔

وہ کسی شخص کے بارے میں معلومات تھیں۔اس پہ اسمگلنگ اور کافی سارے الزامات تھے جن کے ثبوت بھی ساتھ منسلک کیے گئے تھے۔اچانک ایک کاغذ سامنے آنے پر وہ بری طرح سے اچھلا۔وہ معراج پاشا کی معلومات تھیں۔۔کچھ دنوں تک وہ لاہور آرہا تھا۔اس نے بغور ان سب معلومات کو پڑھنا شروع کیا۔اسے جس موقع کا انتظار تھا وہ جلد ہی آنے والا تھا۔شکار خود چل کر لاہور آرہا تھا۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے انکل کو سب تصویریں بھیج دیں۔۔

اپنے کمرے میں آکر وہ ایک بار پھر اسی بارے میں سوچنے لگا۔

انکل تین چار دنوں بعد آئے تھے۔وہ کہاں گئے تھے کیوں گئے تھے؟انہیں وہ کاغذات کس نے بھیجے اور کیوں؟اس قسم کی کوئی بات ان دونوں کے درمیان نہیں ہوئی۔

اس دن انکل فون پہ راحیلہ آنٹی سے بات کر رہے تھے۔۔ پھر وہ کشف سے بات کرنے لگے۔۔کشف کا نام سن کر اسے منت یاد آئی۔اس سے پہلے کہ وہ سر جھٹک کر باہر نکلتا انکل نے آواز دے کر روک لیا۔

سنو منہاس کیا تم فارغ ہو؟راحیلہ کے گھر جانا ہے۔اس نے کچھ چیزیں منگوائی ہیں وہ دے دینا۔میں لاتا ہوں۔ انکل کہتے ہوئے اٹھے اور جواب سنے بغیر اندر کمرے میں چلے گئے۔

چند منٹوں بعد واپسی ہوئی۔ہاتھ میں پکڑا ہوا بیگ اس کی طرف بڑھا دیا۔

یہ کچھ کپڑے ہیں۔تمہاری آنٹی لائی تھیں اسلام آباد سے راحیلہ اور کشف کے لیے۔بھءان عورتوں کی مجھے سمجھ نہیں آتی پتا نہیں اتنے کپڑوں کا کرتی کیا ہیں۔

انہوں نے مصنوعی جنجھلاہٹ سے کہا۔پیچھے کھڑی آنٹی کو تپ چڑھی۔

کپڑے پہننے کے لیے ہی ہوتے ہیں نہ زمان صاحب۔اب کیا ہر دفعہ آپ کو بتا کر نئے کپڑے پہنے جائیں۔

آنٹی نے طنزیہ انداز اختیار کیا۔انکل بھی موڈ میں تھے۔ٹھنڈی آہ بھر کر بولے۔

بھءہمیں کیا پتا ہم نے تو آپ کو ایک جیسے کپڑوں اور رنگوں میں ہی دیکھا ہے۔اب یہ جو سوٹ آپ نے پہنا ہے پچھلے ہفتے سے یہی دیکھ رہا ہوں میں۔

انکل نے دروغ گوئی کی انتہا کر دی۔آنٹی چیخ پڑیں۔

حد کرتے ہیں زمان صاحب۔۔ابھی صبح یہ نیا جوڑا پہنا ہے میں نے۔

وہ لاؤنج کے وسط میں کھڑا فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ جائے یا یہاں کھڑا رہ کر مزید کاروائی ملاحظہ کرے۔آخر انکل کا دھیان اس پہ پڑا۔

تم گئے نہیں اب تک؟ جاؤ بھء دیر ہو رہی ہے۔انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے جانے کا کہا۔

جی بالکل۔۔وہ جھینپ کر مسکراتا ہوا باہر آیا۔ایان کی بائیک باہر ہی کھڑی تھی۔ایان اور غازی اس وقت گھر پہ نہیں تھے ورنہ انکل اسے کبھی کام سے نہ بھیجتے۔

کیا ابھی بھی وہ وہاں پڑھ رہی ہو گی؟ بائیک سٹارٹ کرتے کرتے اس کے دل کی دھڑکن بھی سٹارٹ ہو گء۔

بمشکل اپنے آپ کو سمجھاتے اور بے چینی کو خود سے دور بھگاتے اس نے راستہ طے کیا۔

گیٹ پہ ہی اسے رضی مل گیا۔ وہ اسے دیکھ کر خوشی سے چلا یا تھا۔ پھر اندر سے راحیلہ آنٹی بھی آ گئیں۔ انہیں شاید توقع نہیں تھی کہ منہاس آئے گا۔

ان سے باتیں کرتے ہوئے اس کا دھیان مسلسل ڈرائینگ روم کی طرف تھا۔

کیا وہ آج پڑھنے نہیں آئی؟ اس نے مایوس ہو کر سوچا۔ تبھی وہ کشف کے ساتھ باہر بھاگتی ہوئی آئی۔ اس کو دیکھ کر منت کی آنکھوں میں دیپ جلے تھے۔ کشف اس کو ڈرائینگ روم میں بٹھا کر جھٹ سے کافی بنانے چل دی۔ منت اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی اور کہیں اندر سے وہ بھی بہت خوش ہوا تھا۔

پھر یہ ملاقات یہیں پہ موقوف نہیں رہی۔ وہ ہر دو تین دن بعد اس کو دیکھنے اور گھڑی بھر بات کرنے کے بہانے راحیلہ آنٹی کے گھر پہنچا ہوتا۔

دو ایک بار وہ لاہور بھی چکر لگا چکا تھا۔ اسے اب انتظار تھا کہ کب سراج پاشا لاہور آتا ہے۔

آخر ایک دن انتظار ختم ہوا تھا۔ لطیف بھائی نے ہی اس کو سراج پاشا کی واپسی کا بتایا تھا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ کیا انکل یا ان کی ٹیم کو اس بارے میں کچھ علم نہیں۔ جو بھی تھا اب اسے اپنے پلان کا انتظار تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ایک نمبر ڈائل کرنا شروع کیا

اگلا دن ہنگامہ آمیز خبریں لیے طلوع ہوا تھا۔انکل ناشتے سے فارغ ہو کر لاؤنج میں ٹی وی لگا کر بیٹھ گئے تھے جب ٹی وی سے نشر ہونے والی بریکنگ نیوز نے ان کے ہوش اڑا دیے۔

ناظرین ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ مشہور بدنام زمانہ سراج پاشا کی گاڑی پہ نامعلوم حملہ آوروں کی فائرنگ ہوئی ہے جس کی وجہ سے۔۔۔۔۔۔

انکل نے بے اختیار شٹ کہہ کر ماتھا پکڑ لیا۔آج صبح سے انہوں نے موبائل نہیں پکڑا تھا۔ بھاگ کر دور پڑے صوفے پر سے موبائل اٹھا کر آن کیا۔

اب سے آدھے گھنٹے قبل ان کو اس حملے کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ لیکن ایک اور میسج بھی تھا جسے پڑھ کر ان کے ماتھے کی سلوٹوں میں اضافہ ہوا۔

غصے سے وہ منہاس کے کمرے میں چلے آئے۔ وہ لیپ ٹاپ پہ مصروف تھا۔ان کو اندر آتے دیکھ کر سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے جیسے ان کے آنے کا مقصد پوچھ رہا ہو۔انکل کی نظریں اس کے لیپ ٹاپ کی سکرین پہ جمی تھیں جہاں سراج پاشا کے متعلق خبریں چل رہی تھیں۔ منہاس نے ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

اوہ یہ۔۔چ چ بیچارا۔۔۔۔بہت برا ہوا اس کے ساتھ۔۔

اس نے دائیں بائیں سرہلاتے ہوئے مصنوعی تاسف دکھایا۔

منہاس کیا کیا تم نے معراج پاشا کے ساتھ؟

انکل نے بے حد سرد مہری کے ساتھ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

میں نے؟ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ آئی سوئیر۔ وہ انجان بنا۔ انکل نے آگے بڑھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور سخت لہجے میں پوچھا۔

منہاس تم مجھے سچ سچ بتاؤ گے جو کچھ بھی ہوا اس کے پیچھے کون ہے؟

معراج پاشا کے دشمن۔ اس نے فوراً سے پہلے جواب دیا۔

انکل آپ نہیں جانتے کیا اس کے کتنے دشمن ہیں ہو سکتا ہے یہ انہی میں سے کسی کا کام ہو. کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے کہ یہ میں نے کیا ہے؟

اس نے الٹا انہی سے سوال کر کے انہیں پھنسا دیا۔

اب تم مجھ سے ثبوتوں کی بات کرو گے۔ انکل کا پارہ چڑھا۔

منہاس ان کے غصے کو دیکھتا ہوا دائیں سے بائیں ہو کر ان کے عین سامنے رکا۔

سنیں انکل آپ تو کیا آپ کی پوری ٹیم بھی مل کر یہ ثابت نہیں کر سکتی کہ میں نے کچھ کیا ہے۔کیونکہ میں نے کچھ کیا ہی نہیں۔میرا اس معاملے میں کوئی ہاتھ نہیں۔

بات کے آخر میں اس نے باقاعدہ ہاتھ کھڑے کیے۔

ہاں جیسے میں جانتا نہیں کہ تم سارے کام دوسروں کے ہاتھوں سے کرواتے ہو تاکہ وقت آنے پہ اپنے ہاتھ صاف رکھنے کا دعوا کر سکو۔

انکل نے اس کی دلیل کو چٹکیوں میں اڑایا تھا۔وہ اگر سیر تھا تو انکل سوا سیر تھے۔

میرا اس معاملے سے کوئی سروکار نہیں ہے انکل۔میرا یقین کریں۔اس نے ان کو رام کرنے کی کوشش کی۔

منہاس وہ خط کہاں ہے؟

کونسا خط؟ وہ بدکا۔

وہی جو اس دن پارسل میں تھا۔اس کی تصویر نہیں بھیجی تم نے؟ان کو ابھی پتا چلا تھا کہ اس دن پارسل کے ساتھ ایک خط بھی آیا تھا۔

انکل کا انداز دیکھ کر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گی۔وہ سب جان چکے تھے۔اب چھپانے سے کچھ حاصل نہ ہوتا۔وہ چپ چاپ بیڈ کی طرف آیا۔کونے سے گدا اٹھا کر ایک کاغذ اٹھایا اور لا کر انکل کو پکڑا دیا۔

اس خط میں یہ بتایا گیا تھا کہ کن کن لوگوں کے ساتھ آج کل سراج پاشا کی دشمنی ہے اور کن لوگوں کے ساتھ دوستی۔نیز اس کے واپس آنے کا صحیح وقت بھی بتایا گیا تھا۔

منہاس نے وہ خط چھپا کر باقی سارے کاغذات کی تصویریں انکل کو بھیجی تھیں۔وہ خط اس نے اپنے لیے سنبھال لیا تھا۔

انکل کچھ دیر خط کے متن کو پڑھتے رہے۔پھر ایک جھٹکے سے خط کو پھاڑ کر پھینکا۔

اب کیا فائدہ؟کیا حاصل ہوگا اب مجھے اس خط سے؟سارا کھیل تو تم کھیل چکے ہو۔

انکل آپ کیا کر لیتے؟آپ کی ٹیم اسے پکڑ کر ثبوتوں کے ساتھ عدالت کے حوالے کر دیتی جہاں وہ پھر سے باعزت بری ہو جاتا۔پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔اب بھی ایسا ہی ہوتا۔اول تو جج اسے چھوڑ دیتا اور اگر وہ نہ چھوڑتا تو اسے بھی اسی طرح مار دیا جاتا جس طرح میرے باپ کو مار اگیا تھا۔اس لیے جو ہوا وہی ہونا چاہیے تھا۔ایسے لوگوں کا دنیا سے چلے جانا معاشرے سے گند صاف ہونے کے برابر ہے۔

اس نے بے حد تلخی سے کہتے ہوئے سکرین کی طرف اشارہ کیا۔

اس کے کارنامے دیکھ لیں۔ میڈیا سمیت ہر کوئی واقف ہے لیکن آج تک اسے سزا نہ ہو سکی۔

تم نے تو دے دی نہ سزا اسے۔ بن گئے قاتل۔ انکل نے اس کی بات کاٹ کر کاٹ دار لہجے میں کہا۔

میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں نے بس اس کے دشمنوں کو اس کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ باقی کا سارا کام انہوں نے خود کیا تھا۔

اس نے لاپرواہی سے بتایا۔ انکل اسے دیکھ کر رہ گئے۔

اور اب انہی دشمنوں کا پتا ہمیں بتاؤ گے تاکہ ان کو گرفتار کر لیا جائے یوں دونوں طرف سے معاملہ بالکل صاف ہو جائے گا۔ ہے نہ۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

انکل کو اب اس کے انداز کی سمجھ آنے لگی تھی۔ وہ خود بیچ میں نہیں کودتا تھا۔ شکار کو اسی کے دشمنوں کے ہاتھوں ختم کروا کر بعد میں ان کو بھی کسی اور کے ذریعے ٹھکانے لگوا دیا کرتا۔

منہاس نے آنکھیں پٹپٹائیں۔ آپ صحیح سمجھے۔

مجھے یہ بتاؤ کہ یہ اس طرح کی اندر کی خبریں تمہیں کہاں سے ملتی ہیں؟

انکل نے کچھ مشکوک انداز میں اسے دیکھا۔ اگرچہ انہیں منہاس کے اس فعل کی وجہ سے اب اپنی ٹیم کے ممبران کو قائل کرنے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا لیکن وہ اس کی تمام باتوں سے اختلاف بھی نہیں کرتے تھے۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔ بعد میں بھی وہی ہوتا جو پہلے ہوا تھا۔ وہ چھوٹ جاتا۔ ایک لحاظ سے منہاس نے اچھا کام ہی کیا تھا لیکن وہ یہ سب اس کے منہ پر کہہ کر اسے شیر نہیں کرسکتے تھے۔ ابھی وہ ان کے ڈر سے بہت آگے نہیں جارہا تھا اگر اسے ایک بار انکل کی ذراسی شہہ مل جاتی تو اب تک وہ تہلکہ مچا چکا ہوتا۔

جہاں اتنا کچھ آپ کو پتا چل جاتا ہے وہاں یہ بھی معلوم کروالیں۔ اس نے بتانے کا ارادہ منسوخ کرتے ہوئے شرارت سے کہا۔

میں تمہیں دیکھ لوں گا منہاس۔ بہت پر نکلتے جارہے ہیں تمہارے۔

انکل نے مصنوعی غصے سے اسے دیکھا اور کمرے سے باہر چلے گئے۔

ابھی دیکھ لیں۔۔ آپ سے تو پیار اہی ہوں۔ اس نے پیچھے سے ہانک لگائی تھی۔

انکل کے جانے کے بعد وہ پھر کے لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اسے بس خبر کی تصدیق چاہیے تھی۔ دس منٹ بعد خبریں چلنے لگیں۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

ناظرین آپ کو بتاتے چلیں کہ قاتلانہ حملے کے نتیجے میں معراج پاشا کی حالت بہت تشویشناک تھی جس کی وجہ سے اسے جناح اسپتال میں لے جایا گیا تھا تاہم ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ خون بہت زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے سراج پاشا کی موت واقع ہو گئی ہے۔۔۔

نیوز کاسٹر آگے بھی کچھ کہہ رہی تھی مگر اس نے بس اتنا ہی جاننا تھا۔لیپ ٹاپ بند کر کے اس نے ایک طرف رکھا اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے بڑبڑایا۔

خس کم جہاں پاک۔۔۔۔۔۔

انکل نے اپنی ٹیم کو کیسے مطمئن کیا کیسے نہیں اس نے دوبارہ ان سے نہیں پوچھا۔اکثر ہی اسے لطیف بھائی کے کسی نہ کسی کام سے لاہور جانا پڑتا تھا۔لطیف بھائی کے گینگ کی انکل زمان کو خبر نہیں تھی نہ ہی وہ ہونے دینا چاہتا تھا اسی لیے بہت احتیاط سے وہ لاہور جاتا تھا۔لطیف بھائی انتہائی کام کا بندہ تھا۔انڈر ورلڈ کی ساری خبریں اس کے پاس ہوتی تھیں۔ابھی وہ اپنا گینگ بنانے اور وسیع کرنے کی کوششوں میں تھا اس لیے منہاس کو فلحال اس کی طرف سے کسی قسم کی تشویش نہیں تھی۔اگر مستقبل میں مسلہ بنتا بھی تو وہ بخوبی حل کر سکتا تھا۔

اس بار لاہور سے واپسی پہ وہ پورا ہفتہ منت کو ملنے نہیں جا سکا تھا۔فرصت میسر آتے ہی وہ راحیلہ آنٹی کے گھر پہ تھا۔منت کشف سے اپنی سالگرہ کے لیے تحفہ مانگ رہی تھی۔اسے امید نہیں تھی کہ منہاس اس کی سالگرہ پہ پہنچ

جائے گا۔وہ اس کے پسندیدہ چاکلیٹ لے کر گیا تھا. یہ الگ بات کہ معیز نے کہ بار اس سے شکایت کی کہ منت وہ سارے چاکلیٹ اکیلی ہی ہڑپ کر گہ ہے۔منت سے پوچھنے پر وہ لاجواب ہوا تھا۔

آپ وہ میرے لیے لائے تھے نہ۔اس پہ میرا حق تھا نہ تو پھر میں کیوں دیتی وہ چاکلیٹ کسی اور کو؟

اس نے تڑخ کر کہا تھا۔

لیکن تمہیں جو گھڑی عزہ نے تحفے میں دی تھی وہ تو میں نے جنت کو پہنے ہوئے دیکھا تھا ایک دن۔وہ بھی تو تمہارا تحفہ تھا نہ وہ کیوں دیا پھر؟

وہ نہ جانے اس کے منہ سے کیا سننا چاہتا تھا۔

وہ آپ کا تحفہ تھوڑی نہ تھا۔عزہ کا تھا۔میں آپ کا تحفہ کسی کو بھی نہ دوں۔آپ کی دی ہوئی کوئی بھی چیز میرے لیے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

منت نے عجیب تاثرات سے کہا تھا۔پھر وہ اٹھ کر چلی گہ۔وہ وہیں ساکت بیٹھا اس کی باتوں پہ غور کر تا رہا۔۔

اس دفعہ بھی کشف نے اپنے پیپرز کی وجہ سے معذرت کر لی تھی۔اس نے منت کو اس کے گھر جا کر پڑھانا شروع کر دیا تھا۔اس کے گھر والوں سے بھی اس کی بہت دوستی ہو گہ تھی۔

اس کے پیپرز سے پہلے اس نے پھر سے لاہور کے لیے رختِ سفر باندھا۔لطیف بھائی کے کچھ کام اٹکے ہوئے تھے انہیں نپٹانا بھی ضروری تھا۔بغیر کسی امید کا سرا منت کو دیے وہ لاہور چلا آیا۔انکل کی طرف سے بھی کچھ ٹاسک ملے تھے انہیں بھی کرنا تھا۔

وہیں رہتے ہوئے کچھ ہفتوں بعد غازی سے ایک دن بات چیت کے دوران اس کی کشف سے بات ہوئی۔اسی سے پتا چلا کہ منت بی ایس سی کے بجائے بی اے کرنا چاہ رہی ہے۔اس کو قلق ہوا کہ وہاں ہوتا تو اسے پڑھا ہی دیتا تو وہ بی ایس سی کر لیتی۔لیکن پورا سال وہ لاہور میں ہی رہا حالات ایسے بن گئے کہ اس کا گوجرانوالہ جانا نہ ہوا۔منت کی یاد ایک خلش بن کر دل کے کونے میں دب گئی۔

اس دوران اس نے بہت سارے اہم کارنامے سرانجام دیے۔کام اگرچہ اپنی مرضی کے مطابق ہی کرتا تھا مگر پھر بھی سی ٹی ڈی اور ایف آئی اے والے اس سے بہت خوش تھے۔

منہاس تم باقاعدہ طور پر ٹیم کے ممبر کیوں نہیں بن جاتے۔ایک دن انکل نے اسے کہا تھا۔

آپ کا مطلب ہے آفیشلی سیکرٹ ایجنٹ بن جاؤں؟ منہاس نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

تو اس میں ہرج کیا ہے؟ کام تو تم اب بھی ہمارے لیے کر ہی رہے ہو۔ادارے سے منسلک ہو جاؤ گے تو ایک پہچان مل جائے گی تمہیں۔انکل اسے منانے کی بھرپور کوشش میں تھے۔

انکل سیدھی سی بات ہے میں آپ کے کام کے علاوہ اپنے اور دوسرے کے بھی بہت سے کام کر رہا ہوں جو یقینی طور پہ آپکے محکمے والوں کی قانونی شقوں پہ پورا نہیں اترتے۔ میں کوئی بہت زیادہ محب وطن قسم کا انسان نہیں ہوں۔ آپ کی ٹیم کی مدد بھی آپکی وجہ سے کر رہا ہوں دس میں کوئی میرا ملک سے محبت والا جذبہ کارفرما نہیں ہے۔

اس نے واضح انداز میں بات کرتے کرتے نظریں چرائیں تھیں۔

ایسا نہیں ہے۔ تم اس حقیقت سے سامنا کیوں نہیں کر لیتے کہ تم اپنے ملک سے بہت محبت کرتے ہو وہی محبت جو تمہارے باپ کی رگوں میں دوڑتی تھی۔ تم کیوں نہیں مان لیتے کہ ایک اچھا انسان بننے کی خاطر ہی ان خطرناک کاموں میں کودے ہو۔

انکل نے اسے آئینہ دکھایا۔ وہ چپ چاپ دیوار پہ نظریں جمائے سنتا رہا۔

کیا میں واقعی اچھا انسان ہوں؟ جانے اب تک کتنے انسانوں کے قتل کا الزام کندھوں پہ لے کر بیٹھا ہوں۔ کیا میری بخشش ہو جائے گی؟

اس نے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔ جانے ان لکیروں میں کیا لکھا تھا۔

تم ایک اچھے انسان ہو اس میں کوئی شک نہیں۔ اور تم نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ انہوں نے اٹھتے ہوئے اس کے شانے کو تھپکا۔

جانتے ہو جب کینسر کسی ایک حصے میں ہو جائے تو باقی جسم کو بچانے کی خاطر اس ایک حصے کو کاٹنا پڑتا ہے۔ اسی طرح یہ مجرم معاشرے کا ناسور اور کینسر ہیں عام انسانوں کی بھلائی کے لیے ان کو کاٹ کر پھینک دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ میں نے خود اپنی سروس میں بہت سے جعلی پولیس مقابلوں میں مجرموں کو ان کے انجام تک پہنچایا ہے تو کیا میں قاتل بن گیا ہوں؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ ہم صرف معاشرے سے گند ختم کر رہے ہیں پھر وہ چاہے جس ذریعے سے بھی ہو اور تم تو کچھ بھی اپنے ہاتھوں سے نہیں کرتے۔ تمہارے ہاتھ تو ہمیشہ سے صاف ہی رہے ہیں۔

انہوں نے ماحول پہ چھائی تلخی زائل کرنے کے لیے ہلکے پھلکے انداز میں بات کا اختتام کیا۔ وہ ان کے آخری جملے پہ مسکرایا۔

شکریہ انکل۔۔ آپ ساتھ نہ دیتے تو شاید میں بھی ایک ناسور ہی بن جاتا۔ آپ نے مجھے کینسر بننے سے بچا کر مجھ پہ بہت احسان کیا ہے۔ وہ ممنونیت سے ان کے ہاتھ تھام کر گھٹنوں کے بل جھکا۔

انکل نے اسے کندھوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور گلے سے لگایا۔ انہیں وہ بہت عزیز تھا اور وہ بھی انہیں باپ کی مانند سمجھتا تھا اگر انکل اسے مجبور کرتے تو وہ مان جاتا لیکن کچھ معاملات میں وہ اس پہ اپنی مرضی نہیں چلانا چاہتے تھے۔ وہ جیسا بھی تھا ان کو ویسے ہی پیارا تھا۔

دن یونہی گزرتے رہتے اگر وہ ایک دن منت کی وہ ویڈیو نہ دیکھ لیتا جس میں لاہور آ کر ہنگامہ کر رہی تھی۔ لاہور کے اس نجی ٹی وی چینل کی خبریں وہ لازمی دیکھا کرتا تھا۔ منت کو لاہور میں اس طرح دیکھ کر اسے جھٹکا لگا تھا۔ اس لیے

اگلے کچھ دنوں میں وہ گوجرانوالہ موجود تھا۔اس کا ارادہ خود منت کے گھر جانے کا تھا مگر وہ بے صبری پہلے ہی نہ صرف عزہ کے ساتھ دوڑی چلی آئی بلکہ اسے شادی کے لیے پرپوز بھی کر گئ۔

وہ واقعی بہت عجیب تھی۔اس وقت منہاس کا دل چاہا تھا کہ اس کے ہاتھ تھام کر کہیں دور چلا جائے۔اصولی طور پر اسے منت سے شادی اظہار محبت کرنا چاہیے تھا مگر وہ شاید کبھی بھی ایسا نہیں کرتا۔وہ اس کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔دوسری طرف کشف کی ہر وقت پیغام دیتی نگاہوں سے بھی اسے الجھن ہوتی تھی۔وہ اگرچہ کہتی نہیں تھی مگر اس کے ہر انداز سے منہاس کے لیے پسندیدگی جھلکتی تھی۔وہ اسے نظر انداز کرتا تھا اور منت کے لیے ہر وقت حاضر رہتا تھا۔یہ بات کشف سے زیادہ دیر چھپی نہ رہ سکی۔وہ سمجھنے لگ گئ تھی کہ وہ منت میں دلچسپی رکھتا ہے۔اس دن وہ کشف سے بات کرنے کی نیت سے ان کے گھر آیا تھا جب اس نے منت کو روتے ہوئے وہاں سے جاتے دیکھا۔

منت کیا ہوا؟ وہ اس کے پیچھے بھاگا مگر وہ اسے نظرانداز کرتی ہوئی وہاں سے چلی گئ۔وہ کشف کے پاس آیا۔

منت کو کیا ہوا ہے؟ وہ کیوں روتی ہوئی یہاں سے گئ ہے؟ اس نے بے حد ٹھنڈے لہجے میں کشف سے سوال کیا تھا جو خود سراپا سوال بنی ہوئی تھی۔

تمہیں برا لگا؟ کیوں برا لگا تمہیں کہ وہ روتی ہوئی یہاں سے گئ ہے؟

ہاں مجھے برا لگا کیونکہ میں اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔مجھے تکلیف ہوتی ہے جب اسے تکلیف ہو۔

اس نے بلند آواز سے اعتراف کیا۔کشف جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی۔

اس کی آنکھوں میں تمہیں آنسو نظر آ گئے مگر میری آنکھوں میں چھپی محبت تم سے مخفی ہی رہی کیوں؟کشف نے جنونی ہوتے ہوئے اس کا گریبان پکڑا۔اس نے آہستہ سے اس کے ہاتھ خود پر سے ہٹائے۔

کیونکہ میری آنکھیں بس اسی کو دیکھنا چاہتی ہیں۔میری سماعت بس اسی کی منتظر رہتی ہے۔میرے الفاظ میرے منہ ہی کہیں دم توڑ جاتے ہیں جب وہ بولنا شروع کرتی ہے۔دل چاہتا ہے اپنے ہونٹوں پہ تالے لگا کر بس اسی کی باتیں سنتا رہوں۔میں اس کی خوشی میں خوش ہوتا ہوں اور اس کے غم میں دکھی۔یہاں سے دور جا کر بھی اسے کے خیال آتے ہیں۔میں نہیں جانتا کہ یہ سب کیا ہے مگر میں اس کے لیے یہی محسوس کرتا ہوں۔

کچھ لمحے وہ رکا۔مگر تمہارے لیے محسوس نہیں کرتا۔

کشف کی سماعتوں میں جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا۔

اتنی محبت کرتے ہو تم اس سے؟اس نے حسد سے پوچھا۔اس کے آنسو خشک ہو چکے تھے۔جب ان آنسوؤں کی کوئی قیمت ہی نہ تھی تو انہیں بہانے سے کیا فائدہ۔

نہیں یہ محبت نہیں ہے۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔کشف ایک پل کو خوش ہوئی۔

یہ محبت سے کہیں بڑھ کر ہے۔کشف کا رنگ پھیکا پڑا۔دو قدم پیچھے ہٹی۔شاداب چہرے پہ اس وقت مردنی چھا گئی تھی۔

تم اس کو کال کر کے اپنے رویے کی معذرت کر لینا پلیز۔۔۔وہ کہہ کر رکا نہیں اور چلا گیا۔
گھر جاتے ہی اس نے زمان انکل سے اپنے اور منت کے رشتے کی بات کی۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ کشف مزید خواب سجائے۔

انکل اور آنٹی بھی دل سے چاہتے تھے کہ وہ کشف کے لیے ہاں کر دیتا مگر پھر اس کی خوشی کی خاطر انہوں نے منت کے لیے ہاں کر دی۔
اس نے زمان انکل سے کہہ دیا تھا کہ منت کے ابو کو اس کے بارے میں ساری حقیقت سے آگاہ کر دیں۔اگر وہ راضی ہوئے تو ٹھیک ورنہ وہ یہاں سے چلا جائے گا۔

منت کے ابا کو انکل نے ساری حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا۔اگر چہ وہ راضی نہیں تھے مگر منت کی خوشی اور اس کی ضد کے آگے انہوں نے ہار مان لی تھی۔اس نے منت کے لیے شرط رکھی تھی کہ وہ اسی صورت اس سے شادی کرے گا اگر وہ ایم ایس سی کرے گی۔اس نے سن کر بہت ہنگامہ کیا تھا۔

یہ بات غلط ہے۔جائیں مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔اس نے منہ بسورا۔

بات نہیں کرنی مگر شادی کرنی ہے۔ہے نا۔۔اس نے مصنوعی غصہ دکھایا مگر مجال ہے جو منت پہ رتی بھر بھی اثر ہوا ہو۔

ہاں شادی تو کرنی ہے مگر آگے نہیں پڑھنا۔۔اچھا پھر سادہ ایم اے کر لیتی ہوں۔ ٹھیک ہے؟
اس نے بحالت مجبوری رضامندی ظاہر کی۔اس سے پہلے وہ کچھ کہتا وہ بات کا رخ موڑ گء۔

اچھا سنیں مجھے نکاح کے لیے سفید رنگ کی فراک چاہیے۔

اچھا اور۔۔اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

اور شہر کے سب سے مہنگے بیوٹی پارلر سے میں نے تیار ہونا ہے۔اس نے ایک اور شرط رکھی۔

اور کچھ؟

اور کیک بھی کاٹنا ہے نکاح پہ۔۔۔۔بڑے والا کیک۔۔اس نے ندیدے پن سے کہا۔

اور؟ وہ تھکا نہیں تھا اس کی فرمائشیں سن کر۔

اور بہت سارے پھول اور چاکلیٹ بھی چاہیں۔ سوچتے ہوئے اضافہ کیا گیا۔

بس اور کچھ نہیں چاہیے؟ وہ اس انداز سے بولا جیسے مایوس ہوا ہو کہ اس نے اتنی کم چیزیں مانگی ہیں۔

ارے یہ سب کچھ دلائیں گے نہ اسی میں آپ کے بڑے پیسے خرچ ہو جانے ہیں۔اس لیے بس بڑا ہے اتنا کچھ ۔منت نے بے نیازی سے کہا۔

تم پیسوں کی فکر مت کرو منو۔۔ میرے لیے تم سے زیادہ اہم کچھ نہیں۔وہ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پایا تھا۔جذبات کے اظہار میں وہ گونگا تھا۔جبکہ منت کے جو دل میں ہوتا تھا وہ بول دیتی تھی۔

ان کے نکاح کا دن بھی آ پہنچا۔۔غازی اور ایان ان دنوں ٹریننگ پہ تھے اس لیے ان کو چھٹی نہیں مل سکی۔غازی نے بڑا ہنگامہ کیا تھا کہ وہ شادی کچھ عرصہ بعد کرے تا کہ وہ بھی شامل ہو سکے۔

یار ابھی تو بس نکاح ہے۔رخصتی اور شادی میں اپنے بھائی کے بغیر نہیں کروں گا۔اس نے اسے تسلی دی تھی۔

نکاح کے بعد منت کو جیسے ہی کمرے سے باہر لایا گیا وہ مبہوت ہو گیا۔وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔جب اس کے پاس آکر وہ بیٹھ گئی تو سرگوشی میں بولی۔

آج آپ بہت پیارے لگ رہے ہیں صاحب عالم۔۔

تم بھی۔اس نے بھی جوابی سرگوشی کی تھی۔

ہاں تو اتنا مہنگا میک اپ کروایا ہے اب بھی پیاری نہ لگتی تو میں نے اس پارلر والی کا منہ توڑ دینا تھا۔اس نے بغیر کسی لحاظ کے منہ بگاڑ کر کہا تھا۔دلہنوں والی روایتی شرم اس میں مفقود تھی۔

وقفے وقفے سے وہ ستائشی نظروں سے اس کی جانب دیکھ لیتی اور ابرو اچکا کر واہ کہہ دیتی۔

ویسے پہلی بار آپ کو شلوار قمیض میں دیکھا ہے۔انسانوں والی فیلنگ آ رہی ہے۔نکاح کے بعد منت نے اکیلے میں ایک بار پھر اس کے کپڑوں پہ تبصرہ کیا۔

کیا مطلب انسانوں والی فیلنگ؟وہ ناراض ہو کر رخ پھیر گیا۔

ہائے میں صدقے جاؤں۔کتنے کیوٹ لگ رہے ہیں آپ منہ پھلا کر ناراض ہوتے ہوئے۔منت نے آگے آ کر اس کے گالوں پہ چٹکی بھرتے ہوئے بالکل بچوں کی طرح اسے پچکارا۔وہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔
وہ نہیں بدل سکتی تھی۔

نکاح کے بعد اس کی فرمائش تھی کہ وہ آئیس کریم کھانے اس کے ساتھ باہر جائے گی۔

اماں نے سنا تو سر پیٹ لیا۔ شرم کر منت سارے مہمان ابھی گھر میں ہی ہیں اور تجھے باہر جانے کی آگ لگ گہ ہے۔

کیوں کروں شرم اپنے میاں کے ساتھ جا رہی ہوں کسی غیر کے ساتھ نہیں۔ اس نے تڑخ کر جواب دیا۔ اماں نے مددگار نظروں سے منہاس کی طرف دیکھا۔

منہاس بیٹے تم ہی سمجھاؤ اسے۔ لوگ کیا کہیں گے۔

آپ فکر نہ کریں میں اسے سمجھاتا ہوں۔ اس نے منت کو بے چارگی سے دیکھتے ہوئے اماں سے کہا۔ وہ سر ہلا کر باہر چلی گئیں۔

آپ مجھے نہیں سمجھا سکتے۔ مجھے آئس کریم کھانی ہے تو کھانی ہے بس۔ منت نے ہٹ دھرمی سے کہتے ہوئے ضد دکھائی۔

تمہیں آئس کریم کھانی ہے تو ٹھیک ہے میں آڈر کر دیتا ہوں۔ اس نے مسلے کا حل نکالا۔

مجھے آپ کے ساتھ کھانی ہے۔ منت نے دلار سے کہا۔

ٹھیک ہے میں بھی کھالوں گا۔۔ تم اپنا موڈ ٹھیک کرو۔۔ منہاس نے اسے رام کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی آئیندہ آنے والی زندگی کی ساری فلم اسی منظر میں دیکھ لی۔

نکاح کے بعد وہی روزانہ اسے کال کرتی تھی۔ رخصتی میں دو مہینے تھے اور منت بی بی سے یہ وقت بھی کاٹا نہیں جا رہا تھا۔

پھولوں اور چاکلیٹ میں تو اس کی جان تھی۔ اکثر وہ اسے بجھواتا رہتا تھا۔ کبھی کبھار تو اسے تاسف ہوتا اسے حق مہر میں بھی پھول اور چاکلیٹ ہی دینے چاہیے تھے اور اسے یقین تھا منت خوشی خوشی قبول کرتی۔

یہ دو ماہ اس نے صرف منت کے نام کیے تھے۔ اس کی چھوٹی چھوٹی خواہشیں پوری کرتے ہوئے۔ اس کی بیوقوفانہ باتیں سنتے ہوئے اس کی کالز کا انتظار کرتے اور اس کے بھیجے گئے مسیجز سینکڑوں بار پڑھتے ہوئے۔ زندگی تو یہ تھی۔ بے حد حسین منت کے ساتھ۔۔ اسے لگا وہ دوبارہ سے جی اٹھا ہے۔
وہ سوچ چکا تھا کہ اب بس بہت ہو گیا۔ وہ ان سب کاموں سے دور ہو جائے گا۔ کوئی جاب کرے گا یا بزنس۔ منت کے ساتھ اچھی زندگی گزارے گا۔ اسی لیے اس نے سب سے ہر قسم کا رابطہ منقطع کر دیا۔ وہ اب زندگی کو اک نئے سرے سے جینا چاہتا تھا۔

غازی اور ایان بھی آ چکے تھے۔ غازی اور ایان اسے روزانہ کہتے کہ وہ انہیں ان کی بھابھی سے ملوائے مگر وہ یہی کہتا کہ رخصتی پہ دیکھ لینا۔
مہندی کی رات وہ گھر والوں سے چھپتا چھپاتا اس کے لیے گول گپے اور بریانی آڈر کر رہا تھا۔ معیز لینے آیا تو اس کی حالت پہ ہنس دیا۔

منہاس بھائی آپ نے منت باجی سے شادی کر کے خود اپنی کم بختی کو دعوت دی ہے۔اب آپ کی باقی کی زندگی بھی ایسے ہی گزرے گی منت باجی کے لیے کھانے آڈر کرتے ہوئے۔

رخصتی والے دن بھی منت اسے مسیج کر کے یاد دلا رہی تھی کہ وہ بھول نہ جائے۔سب گھر والے بارات لے کر پہنچ چکے تھے۔اس نے منت کے لیے راستے سے تازہ پھول اور چاکلیٹ لینے تھے اس لیے وہ مارکیٹ آگیا۔

منت کے دھڑادھڑ مسیجز آرہے تھے۔وہ مسکراتے ہوئے جواب دینے کے ساتھ ساتھ پھول والے کو ہدایات بھی دے رہا تھا۔

اسے ایک گھنٹے تک آنے کا کہہ کر وہ پھولوں کا گلدستہ لیے اب چاکلیٹ خرید رہا تھا جب اچانک اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔وہ چونک کر پلٹا مگر پیچھے کوئی نہیں تھا۔وہ گاڑی تک آیا۔پچھلا دروازہ کھول کر اس نے چیزیں اندر رکھیں۔اس سے پہلے وہ سیدھا ہوتا کسی نے اس کے سر کے پچھلے حصے میں کسی بھاری چیز سے زوردار وار کیا۔خون کا فوارہ آن کی آن میں اس کے سر سے پھوٹا۔آخری خیال جو اس کے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ منت اس کا انتظار کر رہی ہے اور پھر وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔۔۔۔

بیٹی کی بارات آجائے اور دولہا نہ آئے تو باپ کا سر زمانے کے سامنے ایسا جھکتا ہے کہ پھر کبھی اٹھ نہیں پاتا۔ وحید کا بھی شرمندگی کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔ سٹیج پہ بیٹھی منت کے کردار اور دلہے کی گمشدگی پہ لوگوں کے طنز ان کو نیزے کی طرح چبھ رہے تھے۔

منہاس کدھر ہے ابھی تک آیا نہیں؟ انہوں نے زمان انکل کو ایک طرف لے جاتے ہوئے غصے سے پوچھا۔ منت اب اٹھ کر کمرے میں چلی گئی تھی۔

مجھے خود نہیں پتا۔ کچھ دیر پہلے بات ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا منت کے لیے پھول اور چاکلیٹ لے کر آئے گا پھر پتا نہیں اب تک آیا کیوں نہیں۔

زمان انکل نے پیشانی مسلتے ہوئے بتایا۔ انہیں خود بہت فکر ہو رہی تھی۔ اس کا فون مسلسل بند جا رہا تھا۔

آہستہ آہستہ رشتے دار بھی چلے گئے۔ وحید اور رضیہ ایک طرف لوگوں سے آنکھیں تک نہیں ملا رہے تھے تو دوسری طرف منت کا بھی خیال تھا کہ اب پتا نہیں اسے کچھ ہو نہ جائے۔

انکل، غازی اور ایان پتا کرنے کی کوشش میں تھے کہ وہ کہاں ہے۔ آخر چند گھنٹوں کی کوشش کے بعد سڑک کنارے لگے ایک سی سی ٹی وی کی مدد سے پتا چلا کہ اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔

زمان انکل نے صرف وحید کو بتایا تھا۔ ساتھ ہی انہیں بھرپور تسلی دی۔

آپ فکر نہ کریں ہم اسے بہت جلد چھڑوالیں گے۔وہ جلد واپس آجائے گا۔اور یہ بات صرف ہم دونوں کے درمیان رہے تو اچھا ہے۔منت کو بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے۔

وحید سادہ مزاج انسان تھے۔انہیں کیا پتا تھا کہ منہاس کے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔اگرچہ زمان انکل نے انہیں اس کے بارے میں اس کے کاموں کے بارے میں بتایا تھا مگر منت کی وجہ سے وہ مجبور ہو گئے تھے۔

زمان انکل نے غازی اور ایان کو بھی نہیں بتایا۔اگر بتاتے تو لازمی طور پر ان کے کچھ سوال ہوتے جن کا جواب وہ فلحال نہیں دے سکتے تھے۔

ان دونوں کو سمجھا بجھا کر واپس ٹریننگ پہ بھیجا۔اور خود اپنی ٹیم کے ساتھ وہ منہاس کو باز یاب کروانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔

ان کو زیادہ فکر یہ کھائے جا رہی تھی کہ اس کو ٹارچر نہ کیا جا رہا ہو۔

آخر پورے ایک ہفتے بعد انہیں منہاس کی لوکیشن مل گئی۔

منزلیں لاکھ کٹھن آئیں گزر جاؤں گا

حوصلہ ہار کے بیٹھوں گا تو مر جاؤں گا

چل رہے تھے جو میرے ساتھ کہاں ہیں وہ لوگ
جو یہ کہتے تھے کہ رستے میں بکھر جاؤں گا

دربدر ہونے سے پہلے کبھی سوچا بھی نہ تھا
گھر مجھے راس نہ آیا تو کدھر جاؤں گا

یاد رکھے مجھے دنیا تری تصویر کے ساتھ
رنگ ایسے تری تصویر میں بھر جاؤں گا

لاکھ روکیں یہ اندھیرے مرا رستہ لیکن
میں جدھر روشنی جائے گی ادھر جاؤں گا

راس آئی نہ محبت مجھے ورنہ ساقی
میں نے سوچا تھا کہ ہر دل میں اتر جاؤں گا

(ساقی امروہوی)

وہ ہوش میں آیا تو اس نے خود کو ایک اندھیرے کمرے میں پایا۔ کچھ پل تو سمجھ ہی نہ آیا کہ کہاں ہے۔ حواس ٹھکانے پہ آئے تو محسوس ہوا وہ رسیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اسے یاد آنے لگا کہ وہ منت کے لیے پھول اور چاکلیٹ خرید رہا تھا جب کسی نے اس کے سر کی پشت پہ وار کیا تھا یوں وہ اپنی شادی والے دن اغوا ہو گیا۔

منت پہ کیا گزری ہو گی یہ سوچ کر اس کا دل کانپ سا گیا۔ وہ کتنی خوش تھی اور اب جب کہ وہ پہنچا نہیں ہو گا تو اس نے لوگوں کے سوالوں کا کیا جواب دیا ہو گا؟ کیسے سب کا سامنا کیا ہو گا؟ یہ سوال اس کا چین اڑانے کے لیے کافی تھے۔ اس پل اس نے خود کو بہت بے بس محسوس کیا۔ چاہنے کے باوجود وہ منت کو خوشی نہیں دے پایا تھا۔

لادی گینگ کے کچھ بچے کچھے آدمیوں نے اسے اغوا کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ شاید وہ سپیشل فورس کا بندہ ہے جس کے بدلے میں وہ اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے منہاس کو ٹارچر بھی نہیں کیا تھا۔

اسے جب یہ بات پتا چلی تو وہ دل کھول کر ہنسا تھا۔

ہم تم سے کچھ غرض نہیں ہے۔ ہم تمہاری رہائی کے بدلے ہم اپنے ساتھیوں کی رہائی چاہتے ہیں۔

تم ہنس کیوں رہے ہو؟ لمبے بالوں والے ایک آدمی نے کرک دار آواز میں پوچھا۔ وہی شاید ان سب کو لیڈ کر رہا تھا۔

تمہارے بال بہت لمبے ہیں۔ کونسا شیمپو استعمال کرتے ہو؟ منہاس نے اشتیاق سے اس کے بالوں پہ تبصرہ کیا جبکہ دماغ ساری صورت حال کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

وہ آدمی بھڑک اٹھا۔ تمہارا دماغ ٹھیک ہے میں تم سے کچھ کہہ رہا ہوں اور تم کچھ کہہ رہے ہو۔ کبھی ہنس رہے ہو پاگل تو نہیں ہو۔

www.urdunovelsmania.com اردو ناولز مینیا

یار میں تو تمہارے بالوں کی تعریف کر رہا تھا۔ تم تو برا ہی منا گئے۔

اس نے منہ بناتے ہوئے اس انداز سے کہا گویا وہ بہت پرانا دوست ہو۔

تم سب چھوڑو۔اپنے افسروں کو کال کرو اور ہماری بات کرواؤ ان سے۔ وہ آدمی مدعے پہ آتے ہوئے بولا جبکہ دوسرا آدمی اس کو بازو سے کھینچ کر ایک جانب لے گیا اور دھیمی آواز میں اسے سمجھانے لگا۔

کیا کر رہے ہو؟اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے؟کچھ دن یہ غائب رہے گا تو ان کی پریشانی میں اضافہ ہوگا اور پھر وہ ہماری بات زیادہ اچھے طریقے سے سنیں گے۔

ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔دوسرے آدمی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔

منہاس نے آس پاس کے ماحول کا گہرائی سے جائزہ لینا شروع کیا۔اس کے خیال میں اسے کسی بحری جہاز یا کشتی کے تہہ خانے میں قید کیا گیا تھا۔تہہ خانے میں زیادہ تر کاٹھ کباڑ ہی تھا۔ایک طرف کونے میں فیول کے بڑے بڑے ڈرم پڑے ہوئے تھے جو غالباً خالی تھے۔

اسے یہاں سے جلد از جلد نکلنے کا منصوبہ بنانا تھا بس اک دفعہ اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ یہاں کل کتنے افراد ہیں۔

شام تک اس نے دو اور آدمی دیکھے تھے جو فیول کے خالی ڈرم لے گئے تھے اور پھر اس کے لیے کھانا لائے تھے۔کھانے کے دوران منہاس کے ہاتھ کھول دیے گئے تھے لیکن دونوں آدمیوں نے اپنی پستولوں کی نال ایک

لمحے کے لیے بھی اس کی طرف سے ہٹائیں نہیں تھیں۔ تہہ خانے کی سیڑھیاں کافی زیادہ تھیں اس لیے اوپر کا تختہ وہ نہیں دیکھ سکا تھا۔

رات کا اندازہ اسے تب ہوا جب صبح والا آدمی آیا اور ایک لالٹین جلا کر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد اوپر سے آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ سب سو چکے ہوں گے تو اس نے اپنے آپ کو رسیوں کی قید سے آزاد کیا۔ پچھلے دو گھنٹوں سے وہ کوشش کر کے رسیاں پہلے ہی ڈھیلی کر چکا تھا۔ آہستہ سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا وہ اوپر آیا۔ سب سے اوپر والی سیڑھی کے اوپر ایک لکڑی کا دروازہ تھا جسے باہر سے بند کیا گیا تھا۔ دروازہ کمزور تھا اور باہر سے بند کیا گیا تھا۔ اس نے پیچھے کو ہو کر دھکا لگایا تو وہ کھل گیا۔ وہ باہر عرشے پہ آ گیا۔ اس کا اندازہ ٹھیک تھا۔ یہ ایک درمیانے سائز کی کشتی تھی۔ اوپر دو کیبین بنے ہوئے تھے۔ کھلے سمندر میں رات کے اس پہر کشتی کو لنگر انداز کر کے وہ سب سوئے ہوئے تھے۔ اس نے اطمینان سے ساری کشتی کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

صبح ہوئی تو ان چاروں آدمیوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ وہ سب منہاس کی جگہ بندھے ہوئے تھے اور وہ خود بڑے مزے سے ان کے سامنے بیٹھا ناشتے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

اٹھ گئے تم لوگ۔ اس نے ماں کی طرح مہربان لہجے میں پوچھا۔ جیسے بڑی فکر ہو ان کی۔

ناشتہ کرو گے؟ ایک اور سوال اسی فکر سے پوچھا گیا۔

یہ سب کیا ہے؟ یہ یہاں کیسے؟ گدھوں تم سب کہاں سوئے مرے تھے؟ چیخنے والا شاید ان سب سے عہدے میں بڑا تھا اور یہی وہ آدمی تھا جو خود گھوڑے گدھے بیچ کر سویا پڑا تھا۔

باس ہمیں نہیں پتا یہ کیسے کھل گیا اور ہم کیسے یہاں آ گئے۔ ہم تو سوئے ہوئے تھے۔ لمبے بالوں والے نے منمناہٹ کی اور ساتھ ہی خود کو آزاد کرانے کی کوشش بھی کی مگر باندھا بہت مضبوطی سے گیا تھا سو وہ ناکام رہا۔

تم نے ہم سب کو بے ہوش کیا تھا؟ اک اور نے قدرے سمجھداری کا مظاہرہ کیا۔

ارے واہ تم ہو نا عقل مند آدمی۔ ان جاہلوں میں کیسے پھنس گئے۔

منہاس نے داد دیتے ہوئے باقیوں کی طرف طنز سے دیکھا۔

سیدھی طرح بتاؤ تم نے ہمیں بے ہوش کیسے کیا؟ وہ آدمی اب بھی اپنے آپ کو باس ہی سمجھ رہا تھا۔ منہاس نے آگے بڑھ کر ایک طمانچہ اس کے منہ پہ رسید کیا۔

تم باس تھے اب سے تم لوگوں کا باس میں ہوں۔ یہ بات یاد رکھنا۔

چاروں کی آنکھیں اس کی بات سن کر حیرت سے پھیلی تھیں۔

کیا مطلب ہے اس سب کا تم پہلیوں میں بات کیوں کر رہے ہو صاف صاف بات کرو۔ عقل مند آدمی نے پھر سے فصاحت جھاڑی۔

اچھا تو صاف بات سنو۔ وہ آگے کو جھکتا ہوا بولا۔

کل رات یہاں اسی جگہ میرا بڑا دل گھبرایا تو میں کھلی ہوا کھانے باہر آگیا پھر میں نے سوچا کہ دیکھتے ہیں کیا خزانہ چھپا ہے یہاں اور واقعی اک بڑا خزانہ میرے ہاتھ لگا۔ جانتے ہو کیا؟

کوکین۔۔۔اس نے دھماکہ کیا۔ کل رات تلاشی کے دوران اسے پتا چلا کہ جن ڈرمز کو وہ خالی سمجھ رہے تھے وہ کوکین سے بھرے ہوئے تھے۔

اب ہونا تو یہ چاہیے کہ بقول تمہارے میں کوئی سیکرٹ آفسر ہوں تو مجھے اپنے ساتھیوں کو اطلاع دینی چاہیے نہیں؟ اس نے سوالیہ انداز میں چاروں کے چہروں پہ اڑتی ہوائیاں دیکھیں۔

لیکن میں ایسا کروں گا نہیں پوچھو کیوں؟ایک بار پھر اس نے سوال کیا لیکن جواب میں ابھی بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ کوئی جواب دینے کی حالت میں ہی نہیں تھے۔ بس سوکھے لب ہونٹوں پہ پھیرتے ہوئے نظریں منہاس پہ ٹکائی ہوئی تھیں۔

کیونکہ گدھوں میں کوئی خفیہ پولیس والا نہیں ہوں۔ میرے بارے میں معلومات تو کروا لیتے میں کون ہوں بس اندھوں کی طرح مجھے اٹھا کر بہادر بن لیے۔ اب دیکھو اپنا انجام۔ چاہوں تو ابھی کے ابھی تم چاروں کو گولی مار دوں۔ ویسے مار ہی دینی چاہیے اس طرح سے یہ ساری کوکین میری ملکیت بن جائے گی۔

وہ فیصلہ کن انداز میں کہتے ہوئے یوں اٹھا جیسے ابھی ان کو گولی مارنے لگا ہو۔

تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم واقعی پولیس والے نہیں ہو؟ عقل مند ثابت کرنے پہ تلا ہوا تھا کہ منہاس کا دیا خطاب غلط نہیں۔

پہلی بات تو یہ مجھے تم لوگوں کو یقین دلانے کی ضرورت نہیں۔

وہ کہتے ہوئے اٹھا اور ایک جانب رکھی ہوئی پستول اٹھائی جو انہی کی تلاشی کے دوران اس نے ضبط کی تھی۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر تم لوگ مجھے اپنا باس مان لو اور اس کوکین کے منافع میں شراکت دار بنا لو تو میں یقین دلا بھی سکتا ہوں۔

اس نے خالص کاروباری انداز اپنایا۔ پرانے باس نے چپ چاپ نئے باس کی حاکمیت قبول کرتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا۔ اس کے سوالات کے پاس بس یہی چارہ تھا کہ وہ اس کے ہاتھوں عبرت ناک انجام کو پہنچتے اسی لیے سب نے مشترکہ طور پر منہاس کو اپنا نیا باس مان لیا۔

وہ چاروں لادی گینگ کے وہ آدمی تھے جو کبھی منظر عام پہ نہیں آئے تھے اسی لیے پولیس کی حراست سے بھی بچ گئے۔ان کو جب یہ اطلاع ملی کہ منہاس نامی بندے کی وجہ سے ان کے گینگ کے باقی لوگ پکڑے گئے ہیں تو یہی بات سمجھ آئی کہ شاید وہ کوئی خفیہ پولیس والا تھا۔منہاس ان دنوں اپنی شادی کی تیاریوں کی وجہ سے اس معاملے پہ اتنا دھیان نہ دے پایا تبھی ان لوگوں نے موقع پا کر اس کو اغوا کر لیا۔دو دن پہلے جس تنظیم سے کوکین کی بھاری کھیپ آنی تھی وہ بھی آگاہ تھی۔یہ کھیپ ان کو سمندر کے راستے آگے پہنچانی تھی۔اکثر کوسٹ گارڈز وغیرہ سے جھڑپیں ہو جاتی تھیں اسی لیے ایک متبادل اور لمبا راستہ اپنایا گیا تھا جہاں گارڈز اور میرین فورسز سے آمنا سامنا کم ہوتا۔کھیپ بھی پہنچانی تھی اور منہاس کے ذریعے وہ منہاس کو بھی لے کر سمندر میں ہی آ گئے۔اب ان کو کیا پتا تھا کہ وہ کیا نکلے گا۔

......________________________.......

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پھر اسی منجدھار میں پھنس گیا تھا جس سے جان چھڑانے کا وہ فیصلہ کر چکا تھا مگر قدرت نے شاید اس کو اسی کام کے لیے چن لیا تھا۔اس رات اس کو تلاشی کے دوران کوکین کی بھاری کھیپ دیکھنے کو ملی تو وہ کلس کر رہ گیا۔اس نے وہی کوکین ان چاروں کو نیند کی حالت میں انجیکٹ کر کے بے ہوش کیا تھا۔اب جب تک وہ یہ پتا نہ چلا لیتا کہ یہ کوکین کس کو آگے پہنچائی جا رہی ہے وہ واپس نہیں جا سکتا تھا۔وہ چاروں بلا چوں چراں کیے اسے اپنا باس مان چکے تھے۔

تین دن کے سفر کے بعد وہ کہیں جا کر گہرے سمندر کی حد سے نکلے تھے۔ان کو یہ کھیپ سمندری راستوں سے ہی پہچانی تھی۔وہ موقع تلاش کرتا رہا کہ کب اسے انکل سے بات ہوئی۔اس نے اپنی لوکیشن بھیجی تھی۔فل حال اس نے ان کو کسی بھی قسم کی کاروائی سے منع کر دیا تھا۔وہ پہلے خود معاملے کی جڑ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

کھیپ لے کر وہ جہاں پہنچے تھے وہاں اسے معلوم ہوا کہ یہ ساری کوکین بلوچستان اور خیبر پختون خواہ کے دیہی علاقوں میں جائے گی۔اب اکیلا وہ ان سب کو ہینڈل نہیں کر سکتا تھا۔انکل زمان کی ٹیم اور دوسری ایجنسیوں کو شامل کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

وہ لاہور آیا تو اس کی ملاقات ایف آئی اے، آئی ایس آئی اور دوسرے اداروں کے سربراہان سے ہوئی۔

منہاس تم باقاعدہ طور پہ ہمارے کسی ادارے میں شامل کیوں نہیں ہو جاتے؟اس طرح اگر مستقبل میں تم پہ کوئی خطرہ آئے تو ہم تمہیں اپنا نام دے کر بچا سکتے ہیں۔

مجھے آپ کے قانون اور اداروں سے ذرہ برابر بھی وابستگی نہیں ہے نہ ہی مجھے ان سے جڑنے کا شوق ہے اور نہ ہی آپ یہ سمجھیں کہ مجھے کوئی شوق ہے اس آگ میں کودنے کا۔

اس نے سپاٹ تاثرات سے سپاٹ انداز میں کہا تھا جس پر زمان انکل نے اسے ایک سخت قسم کی گھوری سے نوازا تھا۔

تو پھر تم کس لیے یہاں موجود ہو؟

ایک اعلیٰ افسر نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا تھا۔ان سب کو اس کی سمجھ نہیں آئی تھی۔لوگ مرتے ہیں ان اداروں میں شامل ہونے کو۔کھ کھ بار کمیشن کے مقابلے کے امتحانات دیتے ہیں۔مشکل سے مشکل ترین ٹریننگ کرتے ہیں

پھر کہیں سالوں بعد جا کر اس مقام تک پہنچتے ہیں جو اسے پکی پکائی کھیر کی طرح تھال میں سجا کر دیا جا رہا تھا مگر وہ انکاری تھا۔

بد قسمتی سے میرے اندر ایک جیتا جاگتا وجود ہے جو مجھے چین نہیں لینے دے گا۔ وہ چاہتا ہے میں بے خطر آتش نمرود کی طرح اس آگ میں کود پڑوں۔ اگر میں نے اس کی نہ مانی تو وہ ساری عمر مجھ سے ناراض رہے گا اور میں جیتے ہوئے بھی مردوں کی طرح زندگی گزاروں گا اسی لیے بہتر یہی ہے کہ میں اس کی بات مان لوں۔

اس کا اشارہ اپنے ضمیر کی طرف تھا۔ نظریں میز کی چمکدار سطح پہ گاڑے وہ جس انداز سے بات کر رہا تھا اس نے سب کے دلوں کو ایک لمحے کے لیے تھما دیا۔ لوگ کہاں کسی ضمیر کی سنتے ہیں اور وہ اسی کو اپنا مرشد مانے بیٹھا تھا۔

اور ویسے بھی سر میں کسی کے انڈر کام نہیں کر سکتا۔ آپ کے کسی ادارے میں شامل ہونے کا مطلب ہے کہ میں آڈرز کا انتظار کرتا رہوں جبکہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں ہر کام اپنی مرضی اور اپنے طریقے سے کرنے کا عادی ہوں۔ اور یہ بھی جان لیں کہ ضمیر کے خلاف جانے کا مطلب یہ نہیں کہ میں قانون کے خلاغ نہیں جا سکتا۔ جب اور جہاں مجھے آپکا قانون غلط لگا وہاں میں اپنے طریقے اور اپنے اصولوں سے چلوں گا۔

اس نے اپنی شرائط رکھیں۔ یہ بہت کڑی شرائط تھیں۔ آج تک کس نے ایسا نہیں کیا تھا مگر وہ کر رہا تھا۔

ٹھیک ہے ہم تمہاری شرائط مان لیتے ہیں مگر ایک بات یادرکھنا اگر کل کو تم کسی کے ہاتھوں ٹریپ ہو کر گرفتار ہوتے ہو تو ہم تمہیں بچانے سامنے نہیں آئیں گے کیونکہ ہمارے پاس ایسا کچھ نہیں ہوگا کہ ہم تم سے اپنا تعلق ظاہر کر سکیں۔ایف آئی اے کے سربراہ نے دونوں ہاتھ میز پہ رکھتے ہوئے اسے حقائق سے آگاہی دینی شروع کی۔

دوسری بات تمہیں اب گینگسٹر منہاس عالم بننا ہے۔اس کام میں ہمارے ساتھی تمہاری مدد کریں گے۔ ہم تو چھپ کر اور رازداری سے کام کرتے ہیں تمہیں کھلے عام سب کے سامنے اپنی مجرمانہ پہچان بنا کر سب کے رازوں تک پہنچنا ہوگا۔

اس نے سر اثبات میں ہلا کر اس پہ بھی آمادگی ظاہر کی جبکہ انکل کے چہرے پہ پریشانی کے تاثرات نظر آنے لگے۔

تیسری اور سب سے اہم بات۔۔۔۔اس بار ایک اور اعلی افسر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

مسٹر منہاس آپ کو ہم سے وعدہ کرنا ہوگا کچھ سالوں تک آپ اپنی فیملی سے کسی بھی قسم کا تعلق نہیں رکھیں گے۔یہ آپکی اور بہت سے دوسرے لوگوں کی فیملی کی بقا کے لیے بہت ضروری ہے۔امید ہے اس وعدے کا پاس رکھا جائے گا۔

منہاس کو جیسے کرنٹ لگا۔نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔پہلے بھی تو میں یہ سب کام کرتا رہا ہوں مگر اپنی فیملی سے کبھی رابطہ نہیں توڑا تو اب بھی دونوں ایک ساتھ ہینڈل کر سکتا ہوں۔

پہلے کی بات اور تھی۔اب جن لوگوں سے تمہارا واسطہ پڑنے والا ہے وہ کوئی جاہل گنوار قسم کے مجرم نہیں ہوں گے ۔وہ تمہاری سات پشتوں تک کو کھنگا لیں گے۔ تمہاری ایک ایک حرکت ایک ایک چیز کو نوٹ کریں گے۔ فیملی کمزوری ہوتی ہے اور یہ کمزوری اگر تمہارے کسی دشمن کے ہاتھ لگی تو وہ تمہیں زیر کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔

ڈئی جی آئی ایس پی آر نے اسے نرم لہجے میں سمجھایا۔وہ لب کاٹنے لگا۔منت اور غازی سے دوری،ان سے تعلق توڑنے کا سوچ کر دل ابھی سے خالی ہونے لگا تھا۔

کتنے سال؟اس نے مرے مرے انداز میں پوچھا۔

کم سے کم چار سے پانچ سال۔ان کی جڑوں تک پہنچ کر ان کو کھوکھلا کرنا آسان کام نہیں ہے۔

ٹھیک ہے۔کام آپکا انداز میرا۔وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

یہ ہمارا کام نہیں یہ ملک کا کام ہے۔اس ملک کی بقا اور وفا کا تقاضا ہے جوان۔ابھی تو تم نہیں مان رہے مگر ایک وقت آئے گا جب تم یہ جان لوگے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس ملک کی محبت میں کر رہے ہو سکون کی خاطر نہیں۔سکون تو اور بہتیرے کام کرکے انسان کو مل جاتا ہے۔کسی غریب کی مدد کر کے۔کسی نادار کی عیادت کر کے۔خلق خدا کی خدمت کر کے اور دوسرے بہت سے فلاحی کاموں میں سکون ہے لیکن جانتے ہو اس کام میں

سکون نہیں جنون ہے۔وطن سے محبت کا جنون،اس کی حفاظت کا جنون۔اور جنہیں جنون مل جائے پھر انہیں سکون نہیں ملا کرتا۔پھر دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا خیال سکون لینے ہی نہیں دیتا۔تم عنقریب یہ سمجھ جاؤ گے کہ تمہارا اصل اور تمہاری منزل کیا ہے۔

دھیمے سے مسکراتے ہوئے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے یہ الفاظ زمان انکل کی ٹیم کے سرابراہ نے کہے تھے۔وہ سن رہ گیا۔کیا واقعی ایسا ہے؟میں کس لیے کر رہا ہوں یہ سب سکون کے لیے؟یا اور اس یا سے آگے وہ کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ماں باپ اور ان جیسے اور کہ لوگوں کے ساتھ پیش آئے واقعات نے اسے اس بری طرح بدگمان کر رکھا تھا کہ اسے لگتا تھا کہ ملک سے محبت جیسے الفاظ صرف کتابوں میں ہی ہیں۔

وہ انہی سوچوں میں الجھتا ہوا زمان انکل کے ساتھ باہر آگیا۔انہوں نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ہم گوجرانوالہ جا رہے ہیں۔آخری بار مل لو سب سے۔انہوں نے کہتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔

ویسے تمہیں سوچ لینا چاہیے۔یہ کام بہت خطرناک ہے اور جان لیوا بھی۔قدم قدم پہ موت ہے۔صیہونی تنظیموں کے ساتھ رہ کر ان کو دھوکہ دینا بہت مشکل ہے۔ہمارے تین جوان پکڑے گئے تھے اور پھر وہ شہید کر دیے گئے۔

انکل موت تو آنی ہے پھر چاہے جس حال میں بھی آئے۔اس نے شانے جھٹکتے ہوئے کھڑکی کھولی۔گرم ہوا کے تھپیڑوں نے استقبال کیا تو اس نے جلدی سے بند کر دی۔اس وقت چار بج رہے تھے۔

تم کیوں شامل نہیں ہو جاتے آخر۔ کل کلاں کو اگر تم پہ کوئی بات آتی ہے تو ایجنسی ثبوت دکھا کر اور خود سے تعلق دکھا کر تمہیں سپورٹ کر سکتی ہے۔ انکل نے اسے سمجھانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اسے سمجھانا دیوار سے سر پھوڑنے کے برابر تھا۔

میں یہ نہیں کر سکتا۔ اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ سر ہاتھوں میں گرا لیا۔
میں آزاد رہنا چاہتا ہوں۔ ایسے میں کسی کی ماتحتی میں کام نہیں کر سکتا۔

چلو فلحال اس بحث کو چھوڑو۔ منت سے کیا کہو گے؟ انکل نے وہ سوال کیا جس سے وہ خود بچنا چاہ رہا تھا۔

میں اس سے نہیں ملوں گا۔ اس نے لب بھینچے ارادہ ظاہر کیا۔ انکل نے حیرت سے اسے دیکھا۔
کیا مطلب؟ تم ایک لمبے عرصے کے لیے سب سے کٹنے والے ہو اور تم اس سے ملو گے نہیں۔ انکل نے ڈانٹا۔ وہ بے بسی سے مسکراہ کر رہ گیا۔

وہ کمزور پڑ جائے گی۔ وہ یہ نہ کہہ سکا کہ میں کمزور پڑ جاؤں گا۔

غازی سے کیا کیا؟ انکل نے ایک اور اہم نکتے کی جانب اس کی توجہ مبذول کی۔

اس کو بھی میں سنبھال لوں گا آپ فکر نہ کریں۔ اس نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے مستحکم لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے مگر میرا مشورہ ہے کہ ایک دفعہ پھر سے سوچ لینا سمجھ لینا پھر فیصلہ کرنا۔انکل نے مخلصانہ مشورہ دیا۔

فیصلہ تو ہو چکا اب تو بس عمل باقی ہے۔انکل کی بات پہ سر ہلاتے ہوئے وہ بے آواز بڑبڑایا تھا۔

فیصلے تو اوپر بھی ہو چکے تھے ان پہ بھی اب بس عمل ہی باقی تھا۔اک نیا سفر اک نٸ منزل اس کی منتظر تھی۔

غازی اسے دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو گیا تھا۔اس نے اسے اور ایان کو یہی وضاحت دی کہ ابھی وہ شادی کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا تھا اسی لیے وہ بارات پہ نہیں آیا۔ایک دن بعد اس کو نکلنا تھا۔اس نے نہایت سوچ سمجھ کر غازی کو اپنے جانے کی وجہ بتائی۔

کیا کہہ رہے ہیں آپ؟غازی نے چلاتے ہوئے کمرہ سر پہ اٹھا لیا۔

وہی کہہ رہا ہوں جو تم سن رہے ہو۔وہ سکون سے بیگ میں کپڑے ڈالتا ہوا بولا۔

آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ امی کے قاتلوں کو ڈھونڈنے ایک لمبے سفر پہ نکل رہے ہیں۔واؤ جسٹ واؤ بھائی۔

غازی نے طنز کرتے ہوئے تالی بجائی۔اس کے لیے یہ خبر مضحکہ خیزاور پریشان کن تھی کہ وہ اسے چھوڑ کر ایک غیر معینہ مدت کے لیے جا رہا ہے۔

تم اب پولیس والے بن گئے ہو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم مجھ پر رعب جھاڑو۔

وہ ناراضی سے کہتا ہوا الماری تک گیا اور باقی ماندہ کپڑے بھی بیگ میں گھسیڑے۔اس کا آدھا سامان لاہور جبکہ آدھا گوجرانوالہ میں ہوتا تھا۔دونوں شہروں کے درمیان وہ گھن چکر بنا رہتا تھا۔

بھائی کچھ غلط تو نہیں کر رہے آپ؟غازی نے انجانے خدشے کے پیش نظر پوچھا۔

نہیں کچھ غلط نہیں کروں گا۔بس جیسے ڈیڈ کے قاتلوں کا حال ہوا تھا بس ویسے ہی موم کے قاتلوں کو بھی سزا دینی ہے۔اس کے لیے وقت تو لگے گا نہ۔گھر بیٹھے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

وہ نیچے جھک کر اب بوٹ کے تسمے باندھ رہا تھا۔اس کے بعد اس کے بالوں کی باری آئی تھی۔سلیقے سے بالوں کو جما کر وہ خود پہ پرفیوم چھڑکنے لگا۔غازی خاموشی سے اس کی کاروائی دیکھتا رہا۔

آپ مجھے الو بنا کر نہیں جا سکتے۔سچ سچ بتائیں چکر کیا ہے۔غازی اس کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔منہاس نے اسے دیکھا۔کسرتی بدن کے ساتھ چوڑے شانے اور ٹریننگ نے اس کو کمزور غازی سے ایک مضبوط اور باڈی بلڈر جیسے شخص میں بدل دیا تھا۔اسے معلوم ہی نہیں ہو سکا تھا اور اس کا بھائی اتنا بڑا ہو گیا تھا۔اس نے پدرانہ شفقت سے اس کو گلے لگا یا۔اس کے ماتھے پہ آئے بالوں کو پرے کر کے پیشانی پہ بوسہ دیا۔

www.urdunovelsmania.com

ایک بات یاد رکھنا۔ میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ تم زندگی ہو میری۔اس نے غازی کو خود میں بھینچتے ہوئے کہا۔

یہ ڈائیلاگ غالباً بھابھی کے لیے نہیں ہیں؟ وہ افسردگی سے مسکرایا۔
ہاں یاد آیا تم نے اور ایان نے اپنی بھابھی کو تو دیکھا ہی نہیں تھا۔اس نے موبائل سے منت کی نکاح والی تصویر نکال کر اسے دکھائی۔

پیاری ہیں۔اس نے سرسری سی نظر ڈال کر کہا۔ لیکن ان کو کیا کہہ کر انتظار کی سولی پہ لٹکا کر جائیں گے؟

یہ تمہارا مسلہ نہیں میری جان۔ میں ہینڈل کرلوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

اس نے بیگ کندھے پہ ڈالا اور باہر کی جانب بڑھا۔

بھائی کچھ بھی غلط نہ کرنا۔اگر کچھ معلوم ہوا تو مجھ سے رابطہ کرنا۔غازی جان گیا تھا کہ وہ اسے روک نہیں سکتا۔

ایان اور انکل سے مل کر وہ منت ک گھر آ گیا۔رات کے دس بجے تھے جب وہ زمان انکل کے گھر سے نکلا تھا اور اب گیارہ بجے وہ منت کے کمرے میں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔زمان انکل نے پہلے ہی وحید سے بات کرلی تھی اس لیے انہوں نے منہاس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

وسوئی ہوئی تھی۔بلکہ سارے گھروالے ہی سوئے ہوئے تھے۔وحید دروازہ کھلا چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔

وہ ساکت کھڑا منت کو دیکھ رہا تھا۔آخری بار۔۔۔۔اس کے بعد جانے کتنے سالوں بعد دیکھنا نصیب ہوتا یا شاید ہوتا بھی نہ۔۔

وہ پہلے سے کمزور ہو گئی تھی۔آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔رنگ زرد ہو رہا تھا۔وہ جس شوخ چنچل منت سے واقف تھا یہ وہ نہیں تھی۔

وہ بے اختیار آگے بڑھا۔دل چاہا فاصلے مٹا دے۔اس جوگن کو دیدار یار کروا کر اس کی آنکھوں کی جوت کو پھر سے جلا دے۔اسے بانہوں کے حصار میں لے کر گول گول گھمائے اور کہے کہ دیکھو میں آگیا ہوں۔صرف تمہارے لیے۔اس کے شکوے سنے اپنے ہاتھوں سے اس کے گالوں پہ پھیلتے آنسو پونچھے اور اس کا سر اپنے کندھے سے ٹکا کر اس کے سارے غم لے لے۔

اس سے پہلے وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کو چھوتا ایک آواز کانوں میں گونجی۔

مسٹر منہاس آپ کو ہم سے وعدہ کرنا ہوگا کچھ سالوں تک آپ اپنی فیملی سے کسی بھی قسم کا تعلق نہیں رکھیں گے۔یہ آپکی اور بہت سے دوسرے لوگوں کی فیملی کی بقا کے لیے بہت ضروری ہے۔امید ہے اس وعدے کا پاس رکھا جائے گا۔

اس کا بڑھتا ہاتھ رک کر پہلو میں گر گیا۔نم آنکھوں سے اس نے سوئی ہوئی منت کو پیار سے دیکھا۔آہستہ سے اس کے ماتھے سے بال ہٹا کر پیار کیا۔پھر اس کے ہاتھ کتنی دیر تک ہاتھوں میں لیے بیٹھا رہا۔

وہ کسمسائی تو وہ جلدی سے اٹھا اور اک الوداعی نظر اس پہ ڈالتا ہوا کمرے سے باہر آگیا۔

بچھڑ کر تجھ سے کبھی پھر نہیں کہا ہم نے

ہمارے پاس خدا کا دیا بہت کچھ ہے

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

اپنے ماضی سے جو ورثے میں ملے ہیں ہم کو

ان اصولوں کی تجارت نہیں ہوگی ہم سے

عہد حاضر کی ہر اک بات ہمیں دل سے قبول

صرف توہین روایت نہیں ہوگی ہم سے

جھوٹ بھی بولیں، صداقت کے پیامبر بھی بنیں
ہم کو بخشو یہ سیاست نہیں ہو گی ہم سے
زخم بھی کھائیں رقیبوں کو دعائیں بھی دیں
اتنی مخدوش شرافت نہیں ہو گی ہم سے
سرخ پتھر کے صنم ہوں کہ وہ مرمر کے صنم
بت کدوں میں تو عبادت نہیں ہو گی ہم سے
ہے اطاعت کے لیے اپنا فقط ایک اللہ
ناخداوں کی اطاعت نہیں ہو گی ہم سے
غیر مشروط اطاعت کے طرفدار ہیں ہم
شرط کے ساتھ رفاقت نہیں ہو گی ہم سے
فکر و اظہار میں ہم حکم کے پابند نہیں
شاعری حسب ہدایت نہیں ہو گی ہم سے
صرف یہ باتیں اگر آپ گوارا کر لیں
آپ کو کوئی شکایت نہیں ہو گی ہم سے...!

وہ لاہور آ گیا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا وہ اپنا نام ایک معروف گینگسٹر کے طور پہ بناتا گیا۔ اس سفر کے شروع میں ہی اس کی ملاقات راجا کے توسط سے رحمت سے ہو گی۔ رحمت اس برکت نامی شخص کا چھوٹا بیٹا تھا جس کے کیس کا فیصلہ اس نے جسٹس معین کے قلم سے اپنی مرضی کا کروایا تھا۔ تبھی مرحوم کے خاندان کو دشمنوں سے بچانے کے لیے اس نے راجا کی مدد سے دوسرے شہر منتقل کروا دیا تھا اور وقتاً فوقتاً راجا کے ہی ہاتھوں وہ ان کی مدد بھی کرتا رہتا

تھا اب جب کہ رحمت بڑا ہو چکا تھا اور اس شہر میں صرف راجا سے ہی واقف تھا تو اس نے التجا کی کہ وہ منہاس سے ملنا چاہتا ہے۔رحمت اس سے مل کر ایسا گرویدہ ہوا کہ اسی کا ہو کر رہ گیا۔اس کا دل واپس جانے کو چاہا ہی نہ۔منہاس نے اگرچہ اس کو سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی مگر رحمت نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اسی کے ساتھ رہے گا۔

تم کیا کرو گے میرے ساتھ رہ کر۔میرا تو خود کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔واپس جاؤ کام شام کرو پیسے کماؤ۔۔مجھے تمہارے جیسے بندے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس نے رحمت کو سمجھانا چاہا جس نے لاپرواہی سے سر ہلایا۔

بھائی میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گا آپ محل میں رہو یا جھونپڑی میں،فٹ پاتھ پہ رہو یا گھر میں آپ جس بھی حال میں رہیں گے میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔اور رہی پیسے کمانے کی بات تو آپ نہ مجھے اپنا اسسٹنٹ بنا لیں اس طرح آپ کو آسانی ہو جائے گی اور مجھے بھی نوکری مل جائے گی۔

رحمت نے دانت نکوستے ہوئے مسلے کا حل نکالا۔اس نے آنکھیں دکھائیں۔

اسسٹنٹ؟

ہاں نہ۔آپ کے اندر اور باہر کے سارے کام میں کر دیا کروں گا۔آپ کا ساتھ دوں گا ہر معاملے میں۔یوں سمجھ لیں رائٹ ہینڈ بنوں گا آپ کا۔بھائی پلیز مان جائیں نہ۔مجھے اپنے ساتھ رہنے دیں۔

رحمت نے بچوں کی طرح ضد کی۔ منہاس سوچنے پہ مجبور ہو گیا۔اس کو بھی کسی قابل اعتبار بندے کی شدید ضرورت تھی۔لطیف بھائی سے اس نے کہہ رکھا تھا مگر اس کے بھیجے آدمیوں میں سے اسے کوئی پسند نہیں آیا تھا۔رحمت کا یوں خود چل کر آنا اور اس کے ساتھ رہنے پر اصرار کرنا جیسے اوپر سے اشارہ تھا۔اس کے سارے مسئلوں کا حل تھا۔وہ گہری سانس بھر کر چپ رہ گیا۔یوں رحمت کی اس کے ساتھ بے مثال وفاداری شروع ہو گئ۔وہ بہت پھرتیلا اور کام کا بندہ تھا۔ منہاس کے چہرے سے اس کے مزاج کا اندازہ لگا لیتا تھا۔ بھائی بھائی کہتے اس کی زبان نہیں تھکتی تھی اور جو اصل بھائی تھا اسے اس نے خود بدگمان کر دیا تھا۔انکل کی کال آئی تھی۔وہ بتانے لگے کہ غازی اور ایان کو اس کے سارے مجرمانہ افعال کی خبر ہو گئ ہے۔

یہ تو ہونا ہی تھا انکل۔جب پولیس ڈپارٹمنٹ میں منہاس عالم کا بار بار نام لیا جائے گا تو وہ کیسے بے خبر رہ سکتا ہے؟ اس نے تلخی سے ہنستے ہوئے نمی اندر اتاری۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

وہ بہت غصے اور صدمے میں تھا۔۔۔۔انکل نے بات ادھوری چھوڑی۔اسے بتا کر پریشان کرنے سے کیا فائدہ کہ غازی کس قدر برہم تھا۔

ہو جائے گا ٹھیک وہ آہستہ آہستہ۔ابھی تو اور بہت کچھ ہونا باقی ہے۔اس نے سر جھٹکتے ہوئے خود کو لاپرواہ ظاہر کیا۔

کہہ رہا تھا اگر تم باز نہیں آئے تو خود تمہیں گرفتار کرے گا۔انکل کی بات پہ اس کا قہقہہ نکلا۔

پکا پولیس والا ہے۔ایمانداری کے کیڑے نے جس کو کاٹا ہو وہ ایسے ہی بیان دیتا ہے انکل۔ خیر آپ فکر نہ کریں بس آپ نے یہی ظاہر کرنا ہے کہ آپ کو بھی میرے بارے میں کچھ خبر نہیں۔ باقی میں سب سنبھال لوں گا۔

چلو ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔انکل نے خدا حافظ کہہ کر بات ختم کر دی۔

وہ غازی سے بہت پیار کرتا تھا۔ خونی رشتوں میں واحد وہی تورہ گیا تھا۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کا آسرا اور سہارا تھے۔ وہ سمجھ سکتا تھا کہ یوں راستے الگ کر لینے سے غازی کے دل پہ کیا بیت رہی ہوگی۔

اس کے کام ویسے ہی جاری تھے۔ لطیف بھائی نے اب فیضی کے بجائے زیادہ کام اسی سے لینے شروع کر دیے تھے اور یہ چیز فیضی کو کھٹک رہی تھی۔ اس کے دماغ میں منہاس کے خلاف لاوا پکنے لگا تھا۔ اندر ہی اندر وہ اس سے بری طرح خار کھانے لگا۔

بلوچستان کے مسلے کو اس نے کافی حد تک ختم کر دیا تھا اب باقی کا کام سیکورٹی فورسز کا تھا اسی لیے اس نے اب سراج پاشا کی تلاش شروع کر دی جس کے بارے میں مختلف اطلاعات گردش کر رہی تھیں۔ سراج پاشا کے خلاف حساس اداروں کے پاس خاصے ثبوت تھے مگر اس سے صرف وہ سراج پاشا پہ ہی ہاتھ ڈال سکتے تھے۔ اس کے کس کس سے تعلقات ہیں؟ اس کے کن تنظیموں سے روابط ہیں؟ یہ سب معلوم کرنا باقی تھا۔ یہ مشن کسی اور کے ذمے کیا جانا تھا مگر اس نے خود کہہ کر اس کام کی ذمہ داری لی۔

برا یہ ہوا کہ غازی نے اس کے خلاف ثبوت اکھٹے کرنے شروع کر دیے۔ مسلہ یہ نہیں تھا۔ وہ جتنے بھی ثبوت اکھٹے کر لیتا منہاس کو سزا نہیں دلوا سکتا تھا۔ اصل مسلہ یہ تھا کہ بات منظر عام پہ آگئ تھی کہ غازی نام کا افسر منہاس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے۔

فیضی نے اس خبر کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا۔ اس نے لطیف بھائی کو اس کے خلاف کرنے کے لیے یہ بتا دیا کہ وہ غازی نام کا افسر منہاس کا بھائی ہے اور منہاس ساری خبریں اپنے بھائی کے ذریعے پولیس کو دے رہا ہے تبھی اکثر چھاپے پڑ جاتے ہیں۔

جب تک اس کو اس بات کی خبر ہوتی بہت دیر ہو چکی تھی۔ فیضی مکمل طور پر لطیف بھائی کو اس بات پہ آمادہ کر چکا تھا کہ غازی منہاس کا بھائی ہے اسی لیے اسے اپنی گرفتاری کا ڈرامہ کرنا پڑا۔ اس سے پہلے پلان کے تحت سراج پاشا کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیا گیا تھا۔ یہاں سے بے شمار مسائل اٹھے۔ منت کا اس کی گاڑی سے ایکسیڈینٹ ہونا اور سراج پاشا کے فرار کی کوشش کو ناکام بنانے غازی کا دشمنوں کی نظروں میں آنا اور پھر سارہ معراج کا اسے سسپینڈ کر دینا۔۔۔۔۔۔ ان سب واقعات نے صحیح معنوں میں اس کو ہلکان کر رکھا تھا۔ ایک طرف بڑی مشکل سے لطیف بھائی کو یقین دلایا کہ غازی اس کا بھائی نہیں۔ یہ بہت ضروری تھا کیونکہ اگر لطیف بھائی کے ذریعے یہ خبر انڈر ورلڈ میں پھیل جاتی تو اس کی کمزوری دشمنوں کے ہاتھ لگ جاتی۔۔ اس کے بعد منت سے سامنا۔۔۔

وہ منت کو یہاں لاہور میں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ پہلے پہل تو وہ منت اور اس کے گھر والوں کی خیر خبر رکھتا رہا تھا مگر پھر آہستہ آہستہ اس ڈر سے کہ کہیں کوئی اس کے ذریعے منت تک نہ پہنچ جائے اس نے خبر رکھنا بھی چھوڑ دی۔ وہ جن لوگوں کے بیچ تھا ان سے کچھ بعید نہ تھا۔ تین سال بعد جس دن وہ جیل سے رہا ہوا اس کو لاہور میں اس حالت میں دیکھ کر وہ بے اختیار ہوا تھا۔ جب تک وہ اس تک پہنچتا وہ ٹیکسی میں عزہ کے ساتھ بیٹھ کر جا چکی

تھی۔۔وہ تو بھلا ہوا رحمت کا اس نے اسپتال سے ایڈریس لے لیا تھا مگر اس کا ارادہ وہاں جانے اور منت کے سامنے آنے کا نہیں تھا۔اس نے رحمت کی ذمہ داری لگا دی کہ وہ منت کی خبر اسے دیتا رہے۔

ساتھ ساتھ وہ اپنے کام بھی نپٹاتا رہا۔سارہ معراج سے ملاقات کے بعد سے ہی اس کو محسوس ہو گیا تھا کہ وہ اس میں غیر معمولی دلچسپی لے رہی ہے۔سراج پاشا کو گرفتار کرنا اور منہاس کا اس کو فرار کروانا سب طے شدہ تھا۔جس کا نتیجہ وہی نکلا جس کا یقین تھا۔وہ اب سراج پاشا کا باقاعدہ ہر معاملے میں شراکت دار بن گیا تھا۔جس منزل تک وہ پہنچنا چاہتا تھا وہ سراج پاشا کے ذریعے بہت نزدیک تھی۔صہیونی تنظیموں سے ان دونوں بہن بھائی کے خاص روابط تھے اور وہ بس انہی کی جڑوں تک پہنچنا چاہتا تھا۔

اس کو بہت ہی صبر اور تحمل سے چل کر حالات کا سامنا کرنا تھا مگر منت کو جب سے برے حال میں دیکھا تھا تب سے اس کے بے قرار دل کو کسی صورت چین نہیں آ رہا تھا اسی لیے جب رحمت نے اس کو یہ بتایا کہ اس کو کوئی ہسپتال لے جانے والا نہیں تو وہ رک نہیں سکا اور اس سے ملنے چل دیا۔بغیر کسی نتیجے کی پرواہ کیے۔۔۔

بعد میں اسے احساس ہوا کہ اس کو منت سے نہیں ملنا چاہیے تھا۔اس نے اس کے دل کو بھی امید دلا دی تھی اور اب اسے اپنے دل کو سنبھالنا بھی مشکل لگ رہا تھا۔اس نے جھوٹی سچی کہانیاں سنا کر سب کو مطمئین کر دیا تھا۔منت نے اس کو معاف کر دیا تھا اور اب وہ اسکا ساتھ چاہتی تھی۔نہ چاہتے ہوئے بھی وہ منت کو رخصتی سے منع نہ کر پایا۔۔وحید نے بھی اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے کہ اب وہ ان کی بیٹی کو کسی قسم کا دکھ دینے کا نہ سوچے۔۔وہ مجبور ہو گیا۔۔۔سب سے بڑھ کر اپنے دل کے ہاتھوں۔۔۔

رحمت کو جتنی خوشی تھی اسے دیکھ دیکھ کر اسے غازی کی یاد آجاتی۔وہ بھی ایسے ہی خوش تھا۔اس کی بارات پہ اس نے ایان کے ساتھ مل کر بھنگڑے ڈالے تھے۔اب رحمت بھی ویسا ہی کر رہا تھا۔ بھنگڑے ڈالتا، آتے جاتے اسے چھیڑتا اور منت کا نام بار بار اس کے سامنے لیتا۔۔رخصتی کوئی بہت بڑے پیمانے پہ نہیں کی گئی تھی۔اس نے زمان انکل کو بھی بس اطلاع دی تھی۔

منہاس تم بھول گئے جب تک تم اس مشن پہ ہو تم کسی سے رابطہ نہیں رکھ سکتے۔انکل نے اسے یاد دلایا۔

نہیں انکل بھولا نہیں ہوں کچھ۔سب یاد ہے۔مگر میں اس لڑکی کو جو میرے نام پہ تین سال سے بیٹھی ہے مزید دکھ اور اذیت نہیں دے سکتا۔جو ہوگا دیکھا جائے گا۔میرے رشتے سے اس مشن پہ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔اس نے دوٹوک کہا تھا۔

رخصتی میں منت کے گھر والے اور قریبی رشتے دار اور اس کی طرف سے رحمت اور شان شامل تھے۔وہ سرخ رنگ کی کرتی اور سفید رنگ کے جالی دار لہنگے میں ملبوس تھی۔ڈوپٹہ البتہ گہرے سرخ رنگ کا دلہنوں والا تھا۔اس نے سفید کرتے پاجامے پہ کالے رنگ کی شال دونوں کندھوں پہ ڈالی ہوئی تھی۔منت نے اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کی بلائیں لی تھیں۔

دونوں ایک ساتھ بیٹھے بہت جچ رہے تھے۔ منت بہت خوش تھی۔ شان اس کی گود میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ اس سے مسلسل باتوں میں مگن تھی۔

رخصتی کے بعد سب اچھا جا رہا تھا اگر جو منت کی شناسائی سارہ معراج سے نہ نکلتی۔ اس دن ریسٹورینٹ میں سارہ کے ساتھ گپیں لڑاتی منت کو دیکھ کر وہ دم بخود رہ گیا۔ بہت مشکل سے اس نے خود پہ قابو رکھا تھا۔

تم شادی شدہ تھے اور بتایا بھی نہیں۔ اگلے دن سارہ نے اس سے شکوہ کیا تھا۔ وہ نظر انداز کر گیا۔

یہ میرا ذاتی مسلہ ہے۔ آپ اس معاملے سے دور رہیں سارہ صاحبہ۔

منت نے تم سے شادی کر لی۔ حیرت ہے۔ بڑی باتیں کرتی تھی ملک سے محبت کی اور ملک کے دشمن سے ہی شادی کر لی۔۔

سارہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں طنز کی بوچھاڑ کی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے بمشکل اپنے آپ کو پر سکون کیا۔

میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں سارہ کہ منت سے دور رہیں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

تم سے برا کوئی ہو بھی نہیں سکتا ظالم۔۔ وہ پیچھے سے بڑبڑائی تھی۔

اوپر والوں کے ہاں آج اس کی پیشی تھی۔اس سے پوچھا جارہا تھا کہ اس نے وعدہ خلافی کیوں کی۔

میری فیملی کی وجہ سے آپ کے مشن پہ کوئی اثر نہیں پڑے گا۔اس بات کا یقین دلاتا ہوں آپ کو۔اس نے تحمل سے کہا۔

لیکن منہاس اگر دشمنوں تک یہ خبر پہنچ گئی تب کیا کرو گے تم؟

سر میں بھی انسان ہوں۔آپ نے تو مجھے سچ مچ کا پتھر ہی سمجھ لیا ہے۔تین سال تو کٹ کر رہا ہوں اپنی فیملی سے۔اب جب کہ میرے نہ چاہتے ہوئے بھی قدرت نے میرا ان سے سامنا کروا ہی دیا ہے تو میں کیا کرتا پھر؟میرے پاس اور کوئی آپشن نہیں تھا۔
اس نے تلخی سے کہتے ہوئے منہ پھیرا۔

منہاس ہمیں تمہاری شادی اور فیملی سے کوئی ایشو تھا نہ ہے۔یہ سب تمہیں تمہارے فائدے کے لیے ہی کہا ہے۔اگر وہ تمہاری بیوی یا شان کو لے کر تمہیں بلیک میل کریں گے تو اذیت تم ہی اٹھاؤ گے۔اعلیٰ حکام نے اسے نرمی سے سمجھایا۔

میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔مگر اب جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔باقی میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں کہ یہ سارے معاملے جلد از جلد اپنے انجام کو پہنچیں۔

منہاس نے انگلیاں چٹخاتے ہوئے اندرونی بے چینی کو چھپایا جوان کی باتیں اور اندیشے سن کر ہو رہی تھی۔ وہ انہیں نہیں سمجھا سکتا تھا کہ دل کے معاملات آپ کے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت مفقود کر دیتے ہیں۔ اب اگر وہ بھی بے بس ہو گیا تھا تو اس میں اس کا بھلا کیا قصور۔

اب اس کی یہی کوشش تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے اپنے دشمنوں سے جان چھڑائے۔

اپنے مسلوں میں وہ اس قدر الجھا ہوا تھا کہ منت اور عزہ سارہ کے خلاف کیا سازشیں کرتی پھر رہی ہیں وہ جان ہی نہ سکا۔ وہ تو جب اسے پتا چلا تو وہ سر تھام کر رہ گیا۔ اس کے لاکھ سمجھانے کے باوجود عزہ اور منت نے سارہ سے پنگا لینا ضروری سمجھا تھا۔ وہ گھر آیا اور ان دونوں کو خوب ڈانٹا۔ منت کی طبعیت پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی اس کے غصہ کرنے سے تو وہ بے ہوش ہی ہو گئی۔ وہ بھاگم بھاگ اسے لے کر ڈاکٹر کے پاس پہنچا۔ لیڈی ڈاکٹر نے اس کے معائنے کے بعد مسکراتے ہوئے منہاس سے کہا۔

ابھی ہم کچھ کلئیر تو نہیں کہہ سکتے مگر علامات یہی بتاتی ہیں کہ شاید آپ کی بیوی ایکسپیکٹ کر رہی ہیں۔ آپ کل ٹیسٹ کروا لیں دو دن بعد رپورٹس ملیں گی تبھی ٹھیک طرح سے پتا چل سکے گا۔

ابھی ٹیسٹ اور رپورٹس کیوں نہیں دیں گی آپ۔ دو دن بعد کیوں؟۔ وہ بے تاب ہوا۔

دیکھیے ابھی گائنا کالوجسٹ جا چکی ہیں۔ آپ کل آ کر ٹیسٹ کروا لیں۔ آپ کو دو دن بعد رپورٹس مل جائیں گی۔ اور ہاں ان کا بہت خیال رکھیے گا۔ کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں دینی۔ باقی رپورٹس کے بعد ہی پتا چلے گا۔

منت کو ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ وہ ہوش میں آئی تو وہ اسے لے کر گھر آ گیا۔ اس نے منت کو نہیں بتایا۔ وہ چاہتا تھا کہ پہلے رپورٹس مل جائیں۔ لیکن ڈاکٹر کی دلائی ہوئی امید اس کے چہرے سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ منت اور عزہ حیران تھے کہ اسے اچانک ہو کیا گیا ہے۔ رات کو وہ انہیں کھانے پہ باہر بھی لے کر گیا تھا۔ رات ہی اسے میل موصول ہوئی۔ اسے ایک ہفتے کے لیے ملک سے باہر جانے کا کہا گیا تھا۔

اسے منت کی پریشانی تھی۔ اسے اس حالت میں وہ اکیلا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ اگر یہ سب یونہی چلتا رہتا تو وہ کبھی ان۔ گورکھ دھندوں سے باہر نہیں آ سکتا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اسی ایک ہفتے کے اندر اندر سب ختم کر دے گا تاکہ باقی کی زندگی وہ سکون سے گزارے۔

صبح کو اسے اور عزہ دونوں کو چلے جانا تھا۔ اس نے منت کو تاکید کی کہ وہ اپنی امی کے ہاں چلی جائے اور لازمی ٹیسٹ کروائے۔ رحمت کو بھی اس نے کہہ رکھا تھا کہ منت اور گھر کی نگرانی کرتا رہے۔

وہاں اسے گئے دو دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ رحمت نے اسے منت کے اغوا کا سنا دیا۔ اسے سارہ سے اتنی بڑی حرکت کی توقع نہیں تھی۔ اس کی یہی غلط فہمی اس کو لے ڈوبی تھی۔ وہ دیارِ غیر میں بری طرح پھنس چکا تھا۔ اس صیہونی تنظیم کا ایک بڑا اجلاس ہونے والا تھا جس میں اس تنظیم کے سارے کرتا دھرتا شامل ہونے والے تھے ۔ اس کا یہاں رہنا بھی ضروری تھا۔ اس اجلاس میں یہ طے پانا تھا کہ کس طرح دنیا بھر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانی ہے۔ یہ ساری تنظیم انتہائی کٹر یہودیوں کی تھی جس کو اسرائیل نے بنایا تھا۔ اس تنظیم کا

خصوصی نشانہ پاکستان تھا۔ پچھلے کہ برسوں سے وہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔اب بھی کہ جگہوں پہ دھماکے وغیرہ کا پلان تھا۔ حتمی طور پر اجلاس میں ہی پتا چلتا۔اجلاس جس دن تھا اسی دن اسے واپس جانا تھا۔منت کو ڈھونڈنے۔۔وہ یہاں رک نہیں سکتا تھا۔اس نے ایک بڑا فیصلہ کر لیا جو اس کو نقصان سے دوچار کر سکتا تھا لیکن اس نے رسک لیا۔

گزشتہ ساڑھے تین سال سے وہ اس تنظیم میں شامل تھا اور اس اجلاس کا وہ اتنے ہی عرصے سے انتظار کر رہا تھا۔ جیسے ہی تنظیم کے بڑوں کی آمد ہوئی۔اس نے وہاں ٹائم بم فٹ کر دیا۔اگرچہ یہ اس کے پلان میں شامل نہیں تھا مگر ایسا کرنا ضروری تھا۔

جیسے ہی اجلاس شروع ہوا وہ پندرہ منٹ بعد بہانے سے باہر آگیا۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہاں دھماکہ ہو جانا تھا۔اس نے برائی کو قابو کرنے کی بجائے سرے سے ہی ختم کر دینا مناسب سمجھا تھا۔ابھی اس نے یونٹ میں خبر نہیں کی تھی۔وقت ہی نہیں تھا۔وہ بس پاکستان پہنچنا چاہتا تھا۔اس نے جاتے ہی سارہ کے دفتر کا رخ کیا تھا۔اسے معلوم تھا وہ اس وقت دفتر میں ہوتی ہے۔اس کے دفتر کا دروازہ وہ دھاڑ سے کھول کر اندر داخل ہوا۔

وہ کرسی پہ بیٹھی کسی سے فون پر باتیں کر رہی تھی جب وہ آندھی طوفان کی طرح اس کے سر پہ پہنچا۔وہ حواس باختہ ہوتی ہوئی کھڑی ہوئی۔اس کے حساب سے منہاس کو اتنی جلدی نہیں آنا چاہیے تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی منہاس نے ایک زوردار تمانچہ اس کے منہ پہ رسید کیا۔

میں عورت ذات پہ ہاتھ اٹھانا مردانگی کی توہین سمجھتا ہوں مگر تم عورت کہلانے کے لائق ہی نہیں ہو۔

اس نے سارہ کے گلے کو زور سے دبوچا۔یونہی گلے کو دبوچتے ہوئے وہ اس کو دیوار کے ساتھ لگا گیا۔سارہ کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں تھیں۔وہ بری طرح سے کھانسنے لگی۔اس نے اس کے گلے پہ دباؤ بڑھا دیا۔

تم اگر یہ سمجھتی ہو کہ میں کسی کی جان نہیں لے سکتا تو یہ تمہاری بھول ہے۔منت کے لیے تمہارے جیسی سو جانیں بھی مجھے لینی پڑیں تو گریز نہیں کروں گا۔وہ لہو رنگ آنکھیں لیے اتنے طیش میں تھا کہ شاید اس کی آج جان لے ہی لیتا۔

سارہ اس کی گرفت سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔

کیا سوچا تھا تم نے سارہ معراج کہ منت کو اذیت دے کر خود راحت میں رہوں گی۔اس نے سارہ کو اس کے میز کی طرف دھکا دیتے ہوئے چلا کر کہا۔وہ اپنے میز پہ جا گری۔ساری چیزیں نیچے جا گری تھیں۔منہا س جس رد عمل کا مظاہرہ کر رہا تھا وہ ایسی کوئی توقع نہیں رکھتی تھی۔اس کا خیال تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ چیخے گا چلائے گا اور بس ۔مگر اب وہ جو اس کے ساتھ کر رہا تھا اس کا اگر سارہ کو پہلے سے اندازہ ہوتا تو وہ خواب میں بھی منت کو تکلیف دینے کا نہ سوچتی۔

اگر اپنی جان کی سلامتی چاہتی ہو تو مجھے بتاؤ کہ تم نے منت کو کہاں رکھا ہے۔وہ اس کے پاس جھکتے ہوئے زہر خند لہجے میں بولا۔ساتھ ہی جیب سے ریوالور نکال کر سیفٹی کیچ ہٹایا اور سارہ کی کنپٹی پہ رکھ دیا۔۔جس نے اسے کھانستے ہوئے پتا بتایا تھا۔

سارہ کی بعد میں اچھے سے خبر لینے کا ارادہ کر کے وہ اس کے بتائے ہوئے پتے کی جانب دوڑا تھا۔رحمت بھی ساتھ ہی تھا۔منت جس حال میں ادھ موئی پڑی ہوئی تھی اسے دیکھ کر اس کا کلیجہ منہ کو آگیا۔اس نے بے ہوش پڑی

منت کو خود کو بھینچ لیا۔ اسے بانہوں میں اٹھاتا ہوا وہ ہسپتال آگیا۔ جتنی دیر ڈاکٹر اسے چیک کرتے رہے اتنی دیر وہ باہر پریشانی سے ٹہلتا رہا۔ رحمت فیضی کو لے کر روانہ ہو چکا تھا۔ معیز البتہ اس کے ساتھ ہی تھا۔

میں صاف صاف یہ کہتا ہوں اِستعارے بغیر
مجھے بہشت بھی جانا نہیں تمہارے بغیر

مرا یہ فیصلہ ہے اور تم یہ جانتے ہو
میں فیصلے نہیں کرتا ہوں اِستخارے بغیر

تو اُس کو چاہیے جا کر دوکانداری کرے
جو شخص چاہتا ہو عشق بھی خَسارے بغیر

سنَد بھی چاہتے ہو اور امتحاں سے گُریز
سَحَر کی آرزو رکھتے ہو شب گزارے بغیر

میں اِسلئے بھی دعا پر یقین رکھتا ہوں
کہ تم بھی سُنتے نہیں ہو مِری، پکارے بغیر

وہ ماہ تاب ہے، ملنا تو باوُضو ہو کر
وہ جاں نِکال بھی لیتا ہے جاں سے مارے بغیر

میں چاہتا ہوں کہ دونوں ہی جیت جائیں ہم
میں چاہتا ہوں یہی ہو کسی کے ہارے بغیر

تو کیا یہ کم ہے کرامت، کہ جان لیتا ہوں
رضائے یار کو میں یار کے اِشارے بغیر

پڑا جو دشت سے پالا تو پھر یہ یاد آیا
کہ ایک شخص تھا دریا سا اور کِنارے بغیر

کھڑا ہوں پاوں پہ جو میں تو تیری ستّاری
میں مُشتِ خاک ہوں مولا ترِے سہارے بغیر

کمال یہ ہے مبارک کو بھی ملے اعزاز
کسی بھی اور کی دستار کو اُتارے بغیر

مبارک صدیقی

دو دن منت بے ہوش رہی تھی اور یہ دن اس نے ساری دنیا سے کٹ کر صرف منت کے سرہانے گزارے تھے۔ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کے لیے دعائیں کرتے۔اس کے کافی زیادہ ٹیسٹ لیے گئے تھے۔وہ نالیوں میں جکڑی منت کو بے حال دیکھ کر خود کو موردِ الزام ٹھہراتا رہا تھا۔تیسرے دن منت کی حالت زرا سنبھلی۔ڈاکٹرز کے مطابق وہ ہوش میں آنے والی تھی تو اسے بھی ہوش آیا ۔سارہ معراج کو مزہ چھکانے کا وقت آگیا تھا۔

وہ اس کے پاس چلا آیا۔خلاف معمول وہ اس وقت غصے میں نہیں خاموشی میں آیا تھا۔سارہ نے اس کے رویے کو سمجھنا چاہا مگر وہ ناکام ہوئی۔

وہ آیا اور چپ چاپ اس کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھ گیا۔خود ہی انٹرکام اٹھا کر اپنے لیے کافی کا آڈر دیا۔

میں نے سوچا کہ تم سے صاف صاف بات کر ہی لی جائے کہ آخر تم نے کیا سوچ کر اتنا بڑا قدم اٹھایا۔کیا تمہیں موت سے ڈر نہیں لگا؟ وہ جھکتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر رہا تھا۔سارہ کو اپنی دنیا اس کی آنکھوں میں لٹتی نظر آئی۔وہ ظالم یوں دیکھ لیتا تھا تو اسی اپنی جان فنا ہوتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور وہ اس کو موت سے ڈرا رہا تھا۔

میں نے جو کیا تمہارے لیے کیا۔اس نے مدھم آواز میں صفائی پیش کی۔

تبھی ملازم دستک دے کر اندر آیا۔ کافی کا مگ اس نے لا کر منہاس کے سامنے رکھا اور چلا گیا۔

کیوں کیا میرے لیے سب؟ اس نے مگ اٹھایا اور تلخ کافی کے گھونٹ بھرے۔

کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہیں چاہتی ہوں۔ تمہارے ساتھ کسی کو برداشت نہیں کر سکتی۔ سارہ نے اس کے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے اعتراف کیا۔ کتنی خواہش تھی اس کی کہ اُس کے ہاتھ اس کے ہاتھوں میں ہوں مگر اس کے ہاتھ کی لکیروں پہ منت کا نام لکھا ہوا تھا۔

تم اس سب کو محبت کا نام دیتی ہو؟ اس نے مگ میز پہ رکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔
یہ محبت نہیں ہوتی۔ محبت میں تو حسد کا جذبہ آ ہی نہیں سکتا۔ جس سے آپ کو محبت ہو اس سے منسلک لوگوں اور چیزوں سے نفرت کیسے ہو سکتی ہے؟ سارہ میں آخری دفعہ سمجھانے آیا ہوں تمہیں۔ آئندہ اگر تم نے منت کے ساتھ بات بھی کی تو اپنے انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔ میں تمہارے ساتھ وہ کروں گا کہ نہ تم زندہ رہو گی اور نہ مردوں میں شمار ہو سکو گی۔

اس کے لہجے کی سنسناہٹ نے سارہ کو منجمد کر دیا۔ وہ بیٹھی رہی اور وہ جس طرح آیا تھا اسی طرح چلا گیا۔

سارہ ان لوگوں میں سے نہیں تھی جن پہ باتوں کا اثر ہوتا ہے۔وہ جانتا تھا اس کے باوجود اس نے سارہ کو ایک آخری موقع دیا۔مگر وہ واقعی سدھرنے والی نہیں تھی۔اس نے منت سے پھر سے بات کی تھی۔وہ سو یا ہوا تھا ۔سو کر اٹھا تو سارہ کی کال آئی ہوئی تھی جو یقینی طور کر منت نے ہی موصول کی تھی۔

اس نے سراج پاشا کا نمبر ملایا۔پہلی بیل پہ ہی اس نے کال اٹھالی تھی۔

منہاس کہاں ہو تم؟کچھ پتا چلا کہ کیا ہوا ہے؟میں پچھلے کچھ دنوں سے تم سے رابطہ کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا مگر تمہاری کوئی خیر خبر ہی نہیں تھی۔کہاں تھے تم؟

اس نے تیز تیز بولتے ہوئے استفسار کیا پھر جواب کا انتظار کیے بغیر خود ہی بتانے لگا۔

منہاس تم جانتے ہو کہ کیا ہوا؟دھماکہ۔۔۔وہاں دھماکہ ہوا اور سب برباد ہو گیا۔وہ سب مارے گئے۔ان میں سے زیادہ تر موساد کے ایجنٹ تھے۔

دھماکہ وہ نہیں تھا جو اس نے کیا تھا اصل دھماکہ تو اب سراج پاشا نے کیا تھا یہ بتا کر کہ مرنے والوں میں کچھ موساد کے ایجنٹ تھے۔

وہ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔کچھ بہت غلط ہو گیا تھا۔اس نے پریشانی سے ماتھے پہ ہاتھ رکھا۔

یہ ٹھیک نہیں ہوا۔بہت برا ہوا؟وہ بڑبڑایا۔

ہاں بہت برا ہوا۔ موساد والے بھوکے کتوں کی طرح اس شخص کے پیچھے لگ چکے ہیں جس نے یہ سب کیا ہے۔ ابھی تک پتا نہیں چلا مگر جس طرح وہ کوشش کر رہے ہیں بہت جلد سب منظرِ عام پہ آ جائے گا۔

سراج پاشا نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔ وہ سر تھام کر رہ گیا۔ وہ پھنس گیا تھا۔ اگر اس دن وہ اجلاس میں موجود رہتا تو صورت حال شاید مختلف ہوتی مگر اس صورت وہ منت کو کھو دیتا۔

تم بتاؤ کچھ کہنا تھا جو فون کیا؟ اسے اب یاد آیا تھا کہ منہاس نے اسے فون کیا ہے۔

ہاں مجھے یہ کہنا تھا کہ آپ کی انڈسٹری میں جس نے آگ لگائی اس کا پتا چل گیا ہے مجھے۔

کون ہے وہ؟ سراج پاشا نے بے تابی سے پوچھا۔

سارہ معراج۔۔۔ ابھی ثبوت نہیں ملے مگر بہت جلد آپ کو ثبوت بھی دے دوں گا۔ اس نے جواب دے کر فون بند کر دیا۔ اب سراج پاشا اس کی بلا سے جو مرضی کرتا پھرتا سارہ کے ساتھ۔

ان سب بری خبروں کے بیچ اسے اپنے باپ بننے کی خوش خبری ملی جس نے کچھ دیر کے لیے ہی سہی سارے پریشانی کے بادل اس کے سر سے ہٹا دیے تھے۔

منت کو ڈسچارج کروا کر وہ اس کی امی کے گھر لے آیا۔اس کا ارادہ تھا کہ منت کو یہ خوشی کی خبر اس کی سالگرہ کے موقع پہ دے گا۔اس کی سالگرہ والے دن اس نے خود کھانے پکائے۔اک اک چیز اس نے اپنے ہاتھوں سے سجائی۔پھول، چاکلیٹ اور کیک کے ساتھ میز کو سجایا۔

منت کو سب بہت اچھا لگا تھا۔وہ بہت خوش تھی۔منہاس کو یہ خبر نہیں تھی کہ سارہ منت کو اس کے خلاف ثبوت دے چکی ہے اور وہ آگے عزہ کو پہنچا چکی ہے۔اس نے منت کے ساتھ مل کر کیک کاٹا۔اس کو اپنے ہاتھوں سے کھلایا۔

پھر منت کے موبائل پہ کوئی میسج آیا جسے پڑھ کر وہ سکتے میں رہ گئی۔

اس نے آگے بڑھ کر موبائل کی سکرین پہ چمکتے عزہ کے پیغامات پڑھے۔منہاس کو یوں لگا جیسے آسمان اس کے سر پر آگرا ہو یا وہ زمین کے اندر دھنس گیا ہو۔اس پل اسے سانس لینے میں اتنی دقت ہوئی کہ اسے یوں محسوس ہونے لگا کہ وہ ابھی مر جائے گا۔

منت نے بہت شدید رد عمل دیا اسے دھکے دے کر چھت کا دروازہ بند کر کے وہ رونے لگی۔اس کے ایک ایک آنسو ایک ایک چیخ پہ منہاس کا دل پھٹ رہا تھا۔وہ نیچے لاؤنج میں آگیا۔اسی وقت ایجنسی سے فون آگیا کہ موساد والے اس کا پتا چلا چکے ہیں۔یہاں تک خیر تھی مگر موساد نے اس کے خلاف سارے ثبوت میڈیا اور ٹی وی پہ نشر کر دیے تھے۔اس کے گرفتاری کے وارنٹ پولیس کو مل چکے تھے۔ابھی وہ حکمت عملی بنا ہی رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے کہ منت نے پولیس کو فون کر کے اس کا بتا دیا۔جب پولیس اسے گرفتار کر رہی تھی تو اس نے منت کی طرف دیکھنا چاہا مگر وہ اس سے رخ پھیرے کھڑی تھی۔منہاس کے لیے گرفتاری سے زیادہ اس کی بے رخی تکلیف دہ تھی۔

ابھی وقت ہے ابھی سانس ہے،
ابھی لوٹ آ میرے گمشدہ۔۔۔۔۔
مجھے ناز ہے میرے ضبط پر،
مجھے پھر رلا میرے گمشدہ۔۔۔۔۔۔

یہ نہیں کہ ___ تیرے فراق میں،
میں اجڑ گئی یا بکھر گئی!!
ہاں محبتوں پہ جو مان تھا
وہ نہیں رہا میرے گمشدہ۔۔۔۔۔۔

مجھے علم ہے کہ تو چاند ہے
کسی اور کا، مگر ایک پل!!
میرے آسمان حیات پہ

ذرا جگمگا____ میرے گمشدہ۔۔۔۔۔۔

تیرے التفات کی بارشیں
جو میری نہیں تو بتا مجھے!!
تیرے دشت چاہ میں کس لیے
میرا دل جلا میرے گمشدہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

گھنے جنگلوں میں گھری ہوں میں
بڑا گھپ اندھیرا ہے چار سو!!
کوءاک چراغ تو جل اٹھے،
ذرا مسکرا میرے گمشدہ۔۔۔۔

وہ نیم اندھیرے کمرے میں بال بکھرائے گنگنا رہی تھی۔ جھوم جھوم کر لہک لہک کر میرے گمشدہ کا ورد کر رہی تھی۔ کون جانتا تھا یہ عورت چند دن پہلے کتنی حسین تھی۔ اب تو وقت اور حالات نے اس کے حسن پہ گرہن لگا دیا تھا۔ وہ سارہ معراج جو اک ابرو کے اشارے سے کٸ مردوں کو پچھاڑ کر رکھ دیتی تھی اپنے سوتیلے بھائی سے مات کھا گٸ۔ سراج پاشا نے اسے قید کر دیا تھا اور اس کی زبان کھلوانے کے لیے روز اس پہ بدترین تشدد کرتا تھا۔ وہ منہاس کی اس بات پہ ایمان لے آیا تھا کہ سارہ نے ہی اسکی فیکٹری میں آگ لگا کر اسے نقصان پہنچایا ہے۔ سارہ کی بات پہ وہ یقین کرنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ اور سارہ کو اب کچھ یاد نہیں تھا سوائے منہاس کے۔

وہ آئے گا مجھے چھڑوانے۔۔مارے گا تم سب کو۔۔۔۔۔دیکھنا ابھی آئے گا۔
وہ زور زور سے چلاتی تھی اور دن رات بس اسے ہی یاد کر کے آنکھیں گیلی کرتی رہتی تھی۔منہاس نے سچ کہا تھا اس کا واقعی وہ حال ہو گیا تھا کہ نہ وہ زندوں میں شمار کی جا سکتی تھی اور نہ مردوں میں۔۔۔۔

زمان انکل،ایان،غازی اور عزہ سب اس وقت منت کے گھر پہ جمع تھے۔زمان انکل کی زبانی منہاس کی حقیقت جان کر ہر کوئی ششدر رہ گیا تھا۔سب سے زیادہ غازی اور منت نے شرمندگی محسوس کی تھی۔
وہ اس شخص پہ اعتبار ہی نہ کر پائے تھے جس نے سب سے زیادہ پیار ہی ان دونوں سے کیا تھا۔

منت کے کانوں میں اس کی آواز گونجی۔
منت تم نے مجھ سے محبت کی مگر میرا اعتبار نہیں کیا۔
اس کے سینے میں گھٹن بڑھنے لگی۔وہ اٹھ کر کمرے میں بھاگ آئی۔آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔وہ منہ پہ ہاتھ رکھے سسکیاں دبانے لگی۔عزہ اس کے پیچھے ہی اندر چلی آئی۔

منت ایم سوری مجھے معاف کرنا میں نے منہاس بھائی کو بہت غلط سمجھا تھا۔وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے ندامت سے بولی۔

ہم سب نے ہی منہاس کو غلط سمجھا تھا۔اس میں صرف تمہارا کیا قصور؟ وہ آنسو صاف کرتی ہوئی ہاتھوں کی لکیروں کو بے مقصد کھوجنے لگی۔کچھ دیر بعد کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

تم جانتی ہو نہ میں نے اسے کتنے چاہا ہے۔خود سے بڑھ کر اس سے محبت کی ہے۔مگر میں نے اس کا اعتبار نہیں کیا عزہ۔میں نے اس پہ یقین نہیں کیا۔

عزہ نے آگے ہوتے ہوئے اس کو بازوؤں میں لے لیا۔

سب ٹھیک ہو جائے گا۔تم فکر نہ کرو۔۔

عزہ مجھے سانس نہیں آرہا۔میں کیسے اتنی کھٹور بن گئی کہ جس سے محبت کی اس کا اعتبار نہیں کیا۔میرے وجود میں اس وقت آگ لگی ہوئی ہے۔۔۔میں کیا کروں؟ مجھے چین نہیں آرہا۔۔۔میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی بربادی کا سامان کیا۔وہ پھر بھی مجھ سے ناراض نہیں۔کہتا ہے جیسے بھی حالات ہوں کوئی اسے مجھ سے بدگمان نہیں کر سکتا۔پھر میں کیسے ہو گئی۔عزہ میں اس کے ساتھ اتنی بری کیسے بن گئی۔

منت کی سسکیاں اب دھاڑوں میں بدل گئیں۔عزہ نے اسے چپ کروانے کی کوشش کی۔۔

منت دیکھو اس حالت میں اس طرح نہیں روتے۔تم اپنا خیال رکھو۔۔عزہ کو ابھی کچھ دیر پہلے ہی جنت نے بتایا تھا۔

منت کو اچانک یاد آیا۔۔ جلدی سے اٹھی دراز سے خاکی رنگ کا لفافہ اس کے سامنے لا کر کھولا۔اپنی رپورٹس باہر نکالیں۔

تمھیں پتا ہے اس خبر کا بھی پہلے اسے پتا چل گیا تھا۔اس نے سرپرائز دیا تھا مجھے میری سالگرہ کے دن۔۔ پھر تمھارا مسیج آیا اور سب ختم ہو گیا۔

منت کے ذہن میں اس کی سالگرہ والی رات گھوم گئی۔ عزہ کو تاسف نے گھیر لیا۔کاش وہ صبر سے کام لیتی اور منت کے دامن میں خوشیوں کے وہ لمحے کچھ دیر زیادہ ٹھہر جاتے۔

انکل جو ہوا سو ہوا لیکن اب آپ کی ٹیم منہاس بھائی کو چھڑانے کے لیے کچھ کیوں نہیں کر رہی۔

غازی نے ادھر سے ادھر چکر کاٹتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔وہ سب منت کے گھر سے آ گئے تھے اور اب غازی کے فلیٹ میں تھے۔

بہت مشکل ہے غازی۔ منہاس کو میں نے سمجھایا بھی تھا کہ عقل مندی اور سمجھ داری سے کام لے مگر اس نے جلد بازی میں سارا کھیل بگاڑ لیا۔

انکل نے افسوس سے سرہلایا۔انہیں اوران کی ٹیم کوتوقع نہیں تھی کہ وہ وہاں کیا کر آئے گا۔اس کے کیے گئے دھماکے سے اس تنظیم کے اجلاس کے تمام ممبران سوائے ایک کے جان کی بازی ہار گئے تھے۔ بچ جانے والے انتہائی زخمی نے منہاس کو پھنسادیا تھا۔وہ گواہ تھا کہ منہاس دھماکے سے پندرہ منٹ پہلے وہاں سے نکل گیا تھااور اسی بات نے موساد کواس کے گرد شکنجہ کسنے کا موقع دے دیا تھا۔

جو بھی ہے مگراب تو آپ کواور ایجنسیوں کو کچھ کرنا چاہیے۔میں اپنے بھائی کو یوں جیل میں قید نہیں دیکھ سکتا۔غازی نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے سرہاتھوں میں تھام لیا۔اس کے سرمیں سوچ سوچ کر شدید درد ہورہا تھا۔

منہاس کو میں نے کہا بھی تھا کہ کسی ادارے سے منسلک ہوجائے تاکہ ایسا وقت آنے پہ ہم کچھ کرسکیں اس کے لیے۔لیکن وہ میری ایک نہیں مانا۔ہمارے پاس کوئی کاغذی ثبوت تو ہوتا آج اس کو بچانے کے لیے۔انکل کو قلق نے گھیر لیا۔

ڈیڈ ہم منہاس بھائی کو رہا کیوں نہیں کروالیتے۔کسی کو جیل سے فرار کیوں نہیں کروالیتے؟کب سے خاموش بیٹھے ایان نے ایک دم اچھلتے ہوئے آئیڈیا دیا۔غازی نے چونک کر اسے دیکھا۔

ہاں بالکل۔ہم ایسا ہی کریں گے۔

نہیں ایسا ممکن نہیں۔انکل نے ان کے منصوبوں پہ بریک لگائی۔

کیوں؟ وہ دونوں بیک وقت چلائے۔

تم دونوں جتنا سمجھ رہے ہو معاملہ اس سے کہ گنا زیادہ گھمبیر ہے۔ منہاس کو ہر طرف سے جکڑا جا چکا ہے۔ ے موساد کے ایجنٹس نے ہی منہاس کے خلاف وہ سارے ثبوت میڈ یا پہ نشر کیے۔ اور اب اسرائیلی انٹیلی جینس منہاس کو اپنا ایجنٹ قرار دے رہی ہے۔ ہر طرف یہ خبر پھیل گو ہے کہ گینگسٹر منہاس عالم اصل میں اسرائیل کا جاسوس ہے ۔ ہماری ایجیسنی ایسا کچھ ڈکلئر نہیں کر سکتی کیونکہ پہلی بات ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ ہماری ایجسنی سے منسلک ہے اور دوسرا اگر ہوتا بھی تو بھی ہم ایسے نازک معاملے پہ اس کی حمایت کا اعلان نہیں کر سکتے تھے ۔ منہاس کے فرار کے سارے راستے مسدود ہو چکے ہیں۔

انکل نے حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے مایوسی سے بتایا۔

ایسا کیوں؟ غازی نے الجھن سے پوچھا۔
ایک طرف آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ کسی ادارے سے منسلک ہوتے تو اچھا ہوتا دوسری طرف اگر ایسا ہوتا تو بھی کچھ نہیں ہو سکتا مطلب کیا ہے اس بات کا۔

دیکھو۔ جب کوئی جاسوس دیار غیر میں پکڑا جائے تو ایجنسی کبھی بھی اعتراف نہیں کرتی کہ یہ ہمارا جاسوس ہے اس سے ملکی سالمیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ مگر جب کوئی انڈر کور ایجنٹ اپنی ہی پولیس کے ہتھے چڑ جائے تو آسانی سے اس

کو اپنا کہہ کر چھڑا لیا جاتا ہے۔انکل نے سمجھاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ایک لمحے کے توقف کے بعد بات دوبارہ جاری کی۔

منہاس کا کیس اس لیے بھی تھوڑا ہٹ کر ہے کہ اس نے ایسے بہت سے کارنامے ببانگ دہل سرانجام دیے ہیں جن کی زمہ داری کوئی بھی ایجنسی قبول نہیں کر سکتی۔ان کا اشارہ حالیہ بم دھماکے کی جانب تھا۔
اگر اب اس کی حمایت کی جائے گی تو آئی ایس آئی پہ سوال اٹھیں گے کہ وہ مجرم پیدا کر رہی ہے اور ان کی حمایت کر رہی ہے۔متقی خبریں زیادہ پھیلتی ہیں۔عوام میں منہاس کے خلاف غم وغصہ بہت بڑھ گیا ہے۔دوسری طرف موساد والوں نے اس کو اپنا ایجنٹ بنا کر ڈبل فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔اگر وہ چھوٹ جائے گا تو دشمن اسے نہیں چھوڑیں گے۔اسی لیے وہ اس وقت جیل میں ہی زیادہ محفوظ ہے۔

انکل نے تفصیل سے ہر بات کا جواب دیا۔وہ خود نہیں جانتے تھے آگے کیا کرنا ہے تو انہیں کیا بتاتے۔کل میٹینگ ہونی تھی پھر ہی کوئی حکمت عملی ترتیب دی جا سکتی تھی کہ اب کیا کیا جائے گا۔فلحال یہ ہی آڈرز آئے تھے کہ منت اور اس کے گھر والوں کو آج ہی کسی محفوظ مقام پہ منتقل کر دیا جائے۔

www.urdunovelsmania.com

وہ اس وقت اکڑوں بیٹھا اپنے گزرے ہوئے ایام پہ غور کر رہا تھا۔اگرچہ اس کو جیل میں کوئی پریشانی نہیں تھی مگر پنجرہ چاہے سونے کا ہی ہو قید،قید ہی ہوتی ہے۔اصل نقصان تو اس کا یہ ہوا تھا کہ سراج پاشا کو ابھی تک وہ اس کے انجام تک نہیں پہنچا پایا تھا۔

وہ ہاتھ گھٹنوں کے بل لپیٹے سوچنے لگا تبھی سامنے سے غازی آتا دکھائی دیا۔ منہاس جلدی سے اٹھا۔ حوالدار نے تالا کھول کر غازی کو اندر جانے کا اشارہ کیا اور خود وہاں سے چلا گیا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ گئے سالوں کی تمام اذیت چہروں پہ نقش تھی۔ وہ سمجھ نہ پایا کہ غازی کو کیا کہے۔

کیسے ہو تم؟ اس کا دل چاہا کہ آگے بڑھ کر اس کو گلے سے لگا لے مگر اس کے رد عمل کا سوچ کر رک گیا۔

ٹھیک ہوں۔ غازی کے بڑھتے قدم بھی رک گئے کہ وہ کس منہ سے معافی مانگے پھر ذرا ہچکچایا۔

مجھے سب پتا چل گیا ہے۔ زمان انکل نے سب بتا دیا۔ غازی نے کچھ قدم آگے بڑھ کر فاصلہ مٹایا۔ چار سال کا فاصلہ تھا جو چار قدموں میں طے نہیں ہو سکتا تھا۔

تو تمہیں پتا چل گیا سب۔ ہمم۔۔۔ اسے سمجھ نہ آئی کہ مزید کیا کہے۔

مجھے حیرت ہو رہی ہے آپ پہ بھائی۔ اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی آپ ہوش و حواس میں ہیں۔ سکون سے کھڑے ہیں؟

غازی کے خیال تھا کہ وہ پریشان ہو گا دکھ اور اذیت میں ہو گا مگر منہاس نے اس کا خیال غلط ثابت کر دیا تھا۔

سو تم مجھے حیرت زدہ آنکھوں سے نہ دیکھو
کچھ لوگ سنبھل جاتے ہیں سبھی مر نہیں جاتے

اس نے غازی کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر شعر پڑھا۔غازی مزید صبر نہ ہو سکا۔۔وہ آگے بڑھ کر اس کے سینے سے لگا تھا۔منہاس نے بھی زور سے اسے خود میں بھینچ لیا۔

وہ جانتا تھا کہ اس کا بھائی ہر قسم کے حالات میں خود کو سنبھال لیتا ہے مگر اس دفعہ صورت حال سنگین تھی۔

دیکھو میں نہیں جانتا کہ میں یہاں سے زندہ باہر آؤں گا یا نہیں۔تم نے میرے گھر والوں کا خیال رکھنا ہے اب سے۔

اس نے غازی کو الگ کرتے ہوئے سنجیدگی سمجھایا۔حالات جس نہج پہ پہنچ چکے تھے اس میں رتی برابر بھی امید کی کرن دکھائی نہیں دے رہی تھی۔یہ بات غازی بھی سمجھ رہا تھا مگر قبول کرنے کے ہچکچا رہا تھا۔

ایسے نہ بولیں بھائی۔اللہ آپ کو میری عمر بھی لگا دے۔

کسی کو کسی کا کچھ نہیں لگتا غازی۔ اپنے سارے حساب کتاب خود ہی دینے پڑتے ہیں۔ شاید میرے حساب کا ہی وقت آ گیا ہو۔

وہ شانے اچکاتا ہوا بولا۔ غازی کا دل دہلا۔

ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ ابھی انکل نے یہ کہا ہے کہ آپ جیل میں زیادہ محفوظ ہیں۔ ورنہ باہر دشمن آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ غازی نے اپنے تئیں اسے تسلی دی جو خود یہ بات اچھی طرح سے سمجھ چکا تھا۔

تم یہ سب باتیں چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ شادی وادی ہو گئی تمہاری؟

اس نے بشاشت سے کہتے ہوئے موضوع کا رخ موڑنا چاہا۔ غازی کو بھی احساس ہوا کہ اسے کوئی اور بات کرنی چاہیے۔

نہیں شادی تو نہیں ہوئی۔ ہاں لیکن لڑکی میں نے ڈھونڈ لی ہے۔ پوچھیں کون ہے؟

غازی نے سسپنس پھیلاتے ہوئے کہا۔ وہ سوچنے کی ایکٹنگ کرنے لگا پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

میرے ذہن میں تو کوئی ایسی لڑکی نہیں آ رہی۔ تم ہی بتاؤ۔

عزہ۔۔ غازی نے بتا کر لب بھینچتے ہوئے منہاس کے تاثرات دیکھے۔

عزہ۔۔یعنی منت کی دوست عزہ؟منہاس نے حیران ہوتے ہوئے تائید چاہی۔غازی نے ہاں میں سر ہلایا۔

واہ بھء۔یہ سب کیسے ہوا؟منہاس نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

بتاؤں گا مگر فلحال منت بھابھی سے مل لیجیے۔وہ بھی آئی ہوئی ہیں۔غازی کہہ کر مسکراتا ہوا چلا گیا۔پانچ منٹ بعد وہ منت کے ساتھ آتا نظر آیا۔منت نے برقع پہنا ہوا تھا اور نقاب کیا تھا۔اس کو بہت رازداری سے آخری بار منہاس سے ملنے لایا گیا تھا۔

غازی اس کو منہاس کے پاس چھوڑ کر واپس چلا گیا۔منت نے روتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگا کر ان پہ سر ٹکایا۔

آپ مجھے معاف کر دیں۔میں واقعی آپ کے قابل نہیں ہوں۔ایم سوری۔

اس نے روتی منت کا سر اوپر اٹھایا۔نرمی سے آنسو صاف کیے۔

منو تم جانتی ہو نہ تم روتی ہوئی بالکل اچھی نہیں لگتی۔منہاس نے منہ بناتے ہوئے اس کے ہاتھ تھامے۔

ایم سوری۔۔۔منت کی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ وہ پھر سے بول اٹھا۔

تم پٹر پٹر بولتی، ہنستی، لڑتی، جھگڑتی ہوئی اچھی لگتی ہو۔

میں آپ سے معافی مانگ رہی ہوں اور آپ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ منت نے ہنوز رونے کا شغل فرماتے ہوئے ڈوپٹے کے پلو سے ناک پونچھا۔

مجھے تمہاری معافی نہیں چاہیے منو۔ جو بھی تم نے کیا اگر تمہاری جگہ میں بھی ہوتا تو ایسا ہی کرتا۔ تم اپنی جگہ بالکل ٹھیک تھی۔ اس نے منت کو تسلی دیتے ہوئے ڈھارس بندھائی۔ اسے صرف منت کی فکر تھی۔ اس سے ناراضی کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

منت نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں اسے صرف محبت نظر آئی۔

آپ نے مجھے معاف کر دیا؟ آپ مجھ سے ناراض نہیں؟ منت نے یقین دہانی چاہی۔
منو میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اس نے منت کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

جھوٹ پچھلی بار میں آئی تھی تو آپ ناراض تھے کہ میں نے آپ کا اعتبار نہیں کیا۔ منت نے اس کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے شکوہ کیا۔ وہ ہنس دیا۔

نہیں میں تب بھی ناراض نہیں تھا تم سے۔بس اک بات کی تھی میں نے۔تم اپنے ذہن سے ساری فکریں نکال دو۔بس یہ یاد رکھو کہ اگر ساری دنیا بھی تمہارے خلاف ہو جائے تب بھی میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔تمہارا ساتھ دوں گا۔

منہاس کہتے کہتے چپ ہو گیا۔منت نے کچھ دیر اس کے بولنے کا انتظار کیا۔پھر ہولے سے پوچھا۔

کیا سوچ رہے ہیں؟

وہ مسکرایا۔منت کو اس کی مسکراہٹ میں آرزدگی صاف محسوس ہوئی۔جانے وہ اس حال میں بھی کس دل سے مسکرا رہا تھا۔

میں سوچ رہا ہوں کہ دنیا کی یہ زندگی تمہارے ساتھ کے لیے بہت کم رہی ہے منت۔میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ میرے گناہوں کو بخش کر مجھے جنت میں داخل کرے تاکہ وہاں کی دا . ی زندگی میں تمہارے ساتھ گزاروں جہاں ہمیں کو . ں جدا کرنے والا نہیں ہوگا۔

آپکو لگتا ہے میں جنت میں جا . ں گی؟منت نے اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے گریز کیا۔

تم ایک نیک روح ہو منت۔مجھے یقین ہے تم جنت ہی جا . گی۔اس نے بھرپور یقین دہانی کروا . ں پھر تھوڑا اداس ہوا۔

البتہ میں اپنے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ تم دعا کرنا میرے لیے۔

منت تڑپ گئی۔ ایسے نہ کہیں۔ ہم جہاں رہیں گے ساتھ رہیں گے۔ اس دنیا میں آپ کا ساتھ میرے لیے جنت سے کم نہیں ہے۔ میں اپنے رب سے فریاد کروں گی کہ وہ ہمیں اس زندگی میں بھی اک ساتھ رکھے۔

منہاس کے رگ و پے میں اس کی بات سن کر سکون سرائیت کر گیا۔ اسے یقین تھا منت کی دعائیں اور منتیں ضرور سنی جائیں گی۔

میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ زمان انکل کہتے ہیں یہاں سے بہت دور جانا پڑے گا۔ آپ ان کو بولیں منت نہیں جائے گی۔ منت کو یاد آیا تو اس نے منہاس سے فرمائش کرتے ہوئے کہا۔

اگر تم یہاں رہی تو تمہارے ذریعے مجھے کمزور کیا جائے گا۔ تمہیں جانا پڑے گا منت۔ میرے لیے۔۔ ہمارے لیے۔ تمہیں اس وقت پر سکون رہنے کی ضرورت ہے۔ اپنا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ تم وعدہ کرو کہ اپنا بہت خیال رکھو گی۔ منہاس نے ہاتھ پھیلایا۔ منت نے ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ اس کی ہتھیلی پہ اپنا ہاتھ رکھ کر وعدہ پورا کرنے کی یقین دہانی کروائی۔ اسے منظور نہیں تھا کہ اس کی وجہ سے منہاس پہ کوئی آنچ آئے۔

وہ نقاب کر کے جانے کے لیے مڑی۔ دل تھم سا گیا۔ قدم چلنے سے انکاری ہو گئے۔ آنکھیں پتھر ہو گئیں۔ وہ رخ پھیرے کھڑا نمی چھپا رہا تھا۔ اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ منت کو رخصت کرتا۔ منت شکستگی سے چلتی ہوئی سیل سے باہر آ گئی۔ اسے امید تھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ایک نہ ایک دن سب پہلے جیسا ہو جائے گا۔

میرے چمن میں بہاروں کے پھول مہکیں گے
مجھے یقیں ہے شراروں کے پھول مہکیں گے

.

کبھی تو دیدۂ نرگس میں روشنی ہو گی
کبھی تو اُجڑے دیاروں کے پھول مہکیں گے

.

تمہاری زلفِ پریشاں کی آبرو کے لیے
کئی ادا سے چناروں کے پھول مہکیں گے

.

چمک ہی جائے گی شبنم لہو کی بوندوں سے
روش روش پہ ستاروں کے پھول مہکیں گے

.

ہزاروں موجِ تمنّا صدف اُچھالے گی
تلاطموں سے کناروں کے پھول مہکیں گے

.

یہ کہہ رہی ہیں فضائیں بہار کی ساغر

جگر فروز اشاروں کے پھول مہکیں گے

.

ساغر صدیقی

منت کے جانے کے بعد وہ دیر تک ایک ہی انداز میں بیٹھا اس کے اور اپنی ہونے والی اولاد کے بارے میں سوچتا رہا۔اس نے اپنی فیملی کا مستقبل بھی غیر یقینی کر دیا تھا۔اس نے جو کیا تھا اس پہ اسے کسی قسم کا تاسف نہیں تھا۔وہ انسان نہیں جانور تھے جن کے سروں پہ جانے کتنی معصوم جانیں تھیں۔اگر اس کو سو بار بھی موقع ملتا تو وہ سو بار ایسا ہی کرتا۔اور یہی بات اس نے زمان انکل سے کہی تھی جب انہوں نے اسے سرزنش کی تھی۔

تم ان کے ساتھ صرف پندرہ منٹ رہے تھے اور۔۔۔۔۔۔۔

اور انہی پندرہ منٹوں کی وجہ سے وہ نہیں رہے۔انہی پندرہ منٹوں نے مجھ سے وہ فیصلہ کروایا تھا۔اس نے انکل کی بات کاٹ کر درشتی سے کہا۔

مجھے اپنے انجام کی پرواہ نہیں انکل۔مانا میں بہت اچھا انسان اور مسلمان نہیں لیکن آپ یہ بتائیں کہ میرے سامنے جب یہ اعتراف کیا جا رہا ہو کہ ماضی میں مسجد اقصیٰ پہ حملہ انہی لوگوں نے کیا تھا اور اب دوبارہ بڑے پیمانے پہ وہ

ایسا ہی کرنے کا سوچ رہے ہوں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ میں انہیں مہلت دیتا کہ وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنائیں۔وہ اگر زندہ رہتے تو صرف تباہی پھیلتی۔

انکل سن رہ گئے تھے۔اس پل انہیں منہاس پہ فخر محسوس ہوا تھا۔

رحمت اس سے ملنے آیا تو کافی رنجیدہ لگ رہا تھا۔اس نے ایک مکا اس کی کمر پہ جڑا۔

زیادہ صدمے میں جانے کی ضرورت نہیں۔ابھی مجھے تم سے بہت کام ہیں۔
کیا بھائی اب کچھ عرصہ تو آرام کریں آپ۔ادھر بھی چین نہیں آپ کو۔رحمت نے منہ بنایا۔

ہاں تو کیا ادھر میں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہوں؟منہاس نے بے زاری سے جواب دیا۔قید خانہ اب کاٹ کھانے کو دوڑنے لگا تھا۔

نہیں بھائی آپ کو کون کہہ رہا ہے کہ بیٹھے رہیں۔اتنے سے کمرے میں آپ کتنی دیر بیٹھ سکتے ہیں۔میری مانیں تو لیٹ جایا کریں۔
رحمت نے مصنوعی سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے ماحول پہ چھائی کلفت ختم کرنا چاہی۔

رحمت تم پٹو گے مجھ سے کام کی بات سنو۔منہاس نے زچ ہو کر کہا۔

جی۔جی سنائیں۔رحمت ہمہ تن گوش ہوا۔

مجھے سارہ کی معلومات چاہیں۔اس نے دھیمی آواز میں مطالبہ کیا۔

کیا؟اب بھی سارہ؟اب تو بھول جائیں اسے۔اب تک تواس کا بھائی اسے سالم نگل گیا ہوگا۔یاد نہیں آپ نے ہی تو۔۔۔۔۔

ہاں میں نے ہی اسے قید کروایا تھااور اب میں ہی تم سے کہہ رہا ہوں کہ اس کی خیریت معلوم کرو۔اس کو رہا کرواؤ۔

ایسا کیوں بھائی؟

رحمت میرا مقصد بس اسے سبق سکھانا تھا جو امید ہے اسے مل گیا ہوگا۔اور دوسری بات جو شاید تم نہیں جانتے کہ سراج پاشا کو بھی معلوم تھا کہ سارہ نے اس کی انڈسٹری میں آگ نہیں لگوائی تھی۔

کیا؟رحمت سچ میں اچھل پڑا۔
جب وہ جانتا تھا کہ سارہ نے کچھ نہیں کیا تو اس نے اسے کیوں قید کیا؟رحمت نے سر کھجاتے ہوئے الجھن سے استفسار کیا۔

منہاس زمین پہ بچھے گدے پہ جا کر بیٹھ گیا اور دیوار سے ٹیک لگا لی۔

رحمت تمہارا کیا خیال ہے سراج پاشا نے اسے کیوں قید کیا ہو گا؟ منہاس نے جوابی سوال کیا؟

بنیادی طور پہ انسان زن، زر یا زمین کی وجہ سے دشمنی پالتا ہے۔ اس کو سارہ سے سوائے زر کے اور کیا چاہیے ہو گا؟ اگر سارہ کا پتا صاف ہو جائے تو اس کے حصے کی ساری دولت بھی یقینی طور پر اس کی ملکیت میں آ جاتی۔ وہ شروع دن سے موقع کی تلاش میں تھا۔ میں نے اسے بس بہانہ دیا اور اس نے موقعے پہ چوکا لگا دیا۔

منہاس بازو سر کے پیچھے رکھ کر نیم دراز ہوا۔ رحمت بھی آلتی پالتی مار کر اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ محلے والی عورتوں کی طرح اس نے منہ پہ ہاتھ رکھ کر حیرانگی کا اظہار کیا۔

ہا۔۔ہائے۔۔۔یہ سراج پاشا تو بڑا کمینا نکلا۔ میں نے تو سوچا ہی نہیں تھا ایسا۔

بھائی ویسے کیا سوچا ہے سراج پاشا کا کیا کرنا ہے؟ رحمت نے آگے کو ہوتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا۔

مجھے کیا پتا میں تو حوالات میں بند ہوں۔ اس نے شانے اچکاتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

پتا تو آپ کو سارہ کچھ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ کو دھماکے کرنا اور دوسروں کو ہارٹ اٹیک کروانا زیادہ پسند ہے۔ رحمت سر ایک طرف جھٹکتے جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

جاتے ہوئے دروازہ بند کر دینا۔ اس نے تنگ کرنے کو پیچھے سے آواز دی۔

یہ ہیں نہ آپ کے داروغہ جی۔ کر لیں گے دروازہ بند۔ رحمت نے پاس آتے ہوئے حوالدار کی جانب اشارہ کیا پھر ہاتھ ہلاتے ہوئے چلا گیا۔

اسے یہاں چار دن ہونے والے تھے۔ پولیس نے اسے اگلے ہی روز عدالت میں لے جا کر اک کے ایک ہفتے کا جسمانی ریمانڈ منظور کروالیا تھا۔ جسمانی ریمانڈ کے نام پہ جو ملزموں اور مجرموں پہ تشدد کیا جاتا ہے وہ اس سے بچا ہوا تھا۔

زندگی کتنی عجیب ہے۔ کبھی تحمل کے بستر پہ سلاتی ہے تو کبھی زمین پہ۔۔۔۔

وہ سوچتے ہوئے لیٹ گیا۔ اسے سب سے زیادہ فکر منت کی تھی۔ اب یہ جان کر کہ وہ حفاظت سے رہے گی اس کے دل کو سکون ہوا تھا۔ اب شاید نیند بھی آجائے۔۔۔۔ اس نے آنکھیں موندتے ہوئے سوچا تھا۔۔۔

عزہ منت کے ساتھ ہی رہ رہی تھی۔ فلحال ان سب گھر والوں کو کڑی نگرانی میں کینٹ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ غازی مسلسل رابطے میں تھا۔ دوسری طرف عزہ کے چچا اور تایا کا کیس بھی عدالت میں پہنچ چکا تھا۔ غازی کو اس کی سروس پہ بحال کر دیا گیا تھا۔ ایک طرف کچھ معاملات بہتری کی جانب گامزن تھے تو دوسری طرف بدتری کی طرف رواں دواں تھے۔

غازی چاہتا تھا کہ اب منہاس کے ادھورے کام وہ پورے کرے۔اسی لیے اس نے سراج پاشا کو ڈھونڈنا شروع کر دیا جو منہاس کی گرفتاری کا سنتے ہی کہیں چھپ گیا تھا۔غازی کا ارادہ تھا اس کو گرفتار کر کے عدالت سے کڑی سزا دلوائے گا۔

انکل نے جب سنا تو اسے منع کر دیا۔ تمہیں اس معاملے میں پڑنے کی ضرورت نہیں غازی۔سراج پاشا کو ہم خود دیکھ لیں گے۔ویسے بھی اس کے حمایتی اور ساتھی تو اب رہے نہیں جس کی وجہ سے ہم اس کی گرفتاری میں تاخیر کر رہے تھے۔اب جیسے ہی وہ سامنے آئے گا پکڑا جائے گا۔

انکل بھائی کا کیس کیا اب عدالت میں چلے گا؟آپ کی ٹیم نے کیا فیصلہ کیا پھر؟غازی نے بات کا رخ منہاس کی جانب موڑا۔

وہ ڈیوٹی ختم کر کے ایان کے ساتھ ہی اس کے گھر چلا آیا تھا تاکہ انکل سے آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرے۔

فلحال اس کا کیس عدالت میں چلنے دیا جائے گا۔دشمن یہی چاہتے ہیں۔انہیں غافل کرنے کے لیے ایسا ہی کرنا پڑے گا۔

انکل نے آنٹی کے ہاتھ سے ٹرے لے کر میز پہ رکھتے ہوئے جواب دیا اور جوس کا گلاس غازی کی سمت بڑھایا۔آنٹی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھیں۔

مجھے بہت افسوس ہے کہ منہاس بھائی کی وجہ سے آپ کو ایان کی شادی آگے کرنی پڑی۔غازی کے اظہار تاسف پہ آنٹی نے کچھ نہیں ہوتا والے انداز میں ہاتھ جھلائے۔

ہو جائے گی اس کی شادی بھی۔وہ کونسا بھاگا جا رہا ہے۔بلکہ اب تمہاری اور عزہ کی شادی بھی ایان کے ساتھ ہی کروں گی۔

سب کی خوشیاں منہاس سے جڑی تھیں۔راحیلہ آنٹی بھی رضی کا رشتہ کرتے کرتے صرف منہاس کی وجہ سے رک گئی تھیں۔

کچھ دیر وہ انکل،آنٹی اور ایان کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر وہاں سے سیدھا عزہ کی طرف چلا آیا۔وہ آج کل میں جائیداد کے حصے کا کیس بھی کرنا چاہ رہی تھی۔

امی اور ردا،فضا کو بھی گاؤں سے بلوانا ہے۔تائی اور چچی نے ان کا جینا حرام کر دیا ہوگا۔میں تو گوجرانوالہ والا گھر خالی کروانا چاہ رہی ہوں مگر امی بضد ہیں کہ اب میرے ساتھ ہی رہیں گی۔عزہ نے اپنی مشکل سے آگاہ کیا۔

تو اس میں کیا بڑی بات ہے بلا لو آنٹی کو بھی یہاں۔غازی نے چٹکی بجاتے مسلے کا حل پیش کیا۔

اتنا آسان نہیں ہے۔گھر کے انتظام کے ساتھ ساتھ سامان کا بھی انتظام کرنا پڑے گا۔بہت مشکل ہو جائے گی۔وہ دونوں چلتے چلتے پارک میں آ گئے۔شام کے وقت یہاں سیر کرنے والوں اور گھومنے پھرنے والوں کی کثرت دکھائی دیتی تھی۔

گھر اور سامان کی فکر کیوں کر رہی ہو۔میرا فلیٹ ہے نہ وہاں رہ لیں گی آنٹی اور تمہاری بہنیں۔

اور تم کہاں جاؤ گے؟عزہ نے بنچ پہ بیٹھتے ہوئے برہمی سے اسے دیکھا۔

میں تو پہلے بھی بہت کم اپنے فلیٹ میں رہتا ہوں۔ڈیوٹی کی وجہ سے اکثر راتوں کو بھی باہر رہنا پڑتا ہے۔اچھا ہے میرا غیر آباد گھر آباد ہو جائے گا۔غازی کے پاس ہر مسئلے کا حل تھا۔عزہ نے نفی میں سر ہلایا۔

نہیں میں تمہاری مدد نہیں لے سکتی۔پہلے ہی بہت زیادہ کر چکے ہو تم۔

عزہ تم سے مجھے ایسی باتوں کی توقع نہیں تھی۔وہ ناراض ہوا تھا۔
کیا میرے مسئلے تمہارے نہیں ہوں گے اگر کبھی مجھے مدد کی ضرورت ہوئی تو کیا تم نہیں کرو گی؟کرو گی نہ تو بس اب مجھے بھی کرنے دو۔اور یہ مدد نہیں ایک طرح سے میرا فرض ہے۔آخر وہ میرے بھی تو کچھ لگتے ہیں۔بات کے آخر میں وہ شرارت سے مسکرایا۔

تمہارے کیا لگتے ہیں؟ عزہ نے بے دھیانی سے پوچھتے ہوئے نظریں سامنے جمائی ہوئی تھیں۔

حد ہوگئی ہے عزہ۔۔ تمہیں یاد ہو تو میرے سسرالی لگتے ہیں تمہارے گھر والے۔ ہم شادی کے بعد بھی ان کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔

امی کبھی بھی نہیں مانیں گی۔ عزہ نے منہ بگاڑ کر کہا۔

میں نے بھی اک بار یہی کہا تھا مگر کہنے لگیں کہ میرے پاس میری دو بیٹاں ہوں گی تمہارے جانے کے بعد لہذا تم فکر نہ کرو۔

اس مسلے کا حل بھی ہے۔اس نے آنکھیں میچیں۔

وہ کیا؟ عزہ نے اکتائے ہوئے انداز میں پوچھا۔اس کا خیال تھا کہ یہ مسلہ کبھی حل نہیں ہو سکتا۔

غازی نے اس کی طرف رخ موڑا۔دیکھو ادھر میری طرف۔

عزہ نے نظریں اس کی جانب گھمائیں۔

دیکھو جائیداد میں سے تم لوگوں کو جو حصہ ملے گا اس سے میرے ساتھ والا کوئی فلیٹ خرید لینا۔یوں آنٹی ادھر ہمارے بالکل ساتھ ہی شفٹ ہو جائیں گی۔ پھر ہم ردا اور فضا کی شادی کے بعد مستقل طور پر ان کو اپنے گھر لے آئیں گے یوں وہ منع نہیں کر پائیں گی اور تمہاری بھی مدد ہو جائے گی۔

بات ختم کر کے اس نے فخریہ انداز میں عزہ کی طرف دیکھ کر داد چاہی جس کی سوئی ایک ہی جگہ اٹکی ہوئی تھی۔

امی کے آنے سے میری مدد کیسے ہو جائے گی۔ میں نے کونسا ان سے گھر کے کام کروانے ہیں۔اس نے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے ناک سکوڑ کر کہا۔

بدھو گھر کے کاموں کی بات کون کر رہا ہے۔ ہمارے بچے سنبھالیں گی آنٹی۔غازی کے سمجھانے پہ اس نے اوہ کے انداز میں ہونٹ پھیلائے۔ پھر چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

لو کر لو گل۔۔شادی ابھی ہوئی نہیں اور جناب کو بچوں کی ٹینشن پہلے ہی ستانے لگی ہے۔

اس کے ماتھے پہ ہاتھ مارتی ہوئی وہ جانے کے لیے اٹھی۔۔

میں نے تو یہ بات اس لیے کی تھی کہ تم شاید شرماؤ گی تو تم سے لڑکیوں والی فیلنگ آ جائے گی۔غازی نے مایوسی سے شکوہ کیا۔

عزہ نے بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ کو بمشکل روکا اور چہرے کے تاثرات سپاٹ ہی رکھے۔

مسٹر غازی آپ کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ نقاب پہن کر آپ بھی کسی لڑکی سے کم فیلنگز نہیں دیتے۔۔ وہ بھی عزہ تھی۔ادھار رکھنا تو سیکھا ہی نہیں تھا۔کہہ کر وہ واپسی کے راستے پہ قدم بڑھانے لگی۔وہ بھی اس کے پیچھے سرپٹ بھاگا تھا۔

اب اس بات کے جواب میں کیا کہنا چاہیے؟اس کے برابر آتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

یہ تو تمہیں سوچنا چاہیے۔وہ شانے اچکا کر رہ گئی۔

شام کے ڈھلتے سائے نے ان دونوں کی نوک جھوک پر مسکراتے ہوئے اپنے پر پھیلانے شروع کر دیے۔۔۔

انمول پتھروں کی،قیمت لگائی سب نے

دیوار جو نہ بنتے، بازار بن کے جیتے

ہم تان کے ہیں سینہ، جی دار بن کے جیتے
ڈرتے جو ہار سے ہم, بے کار بن کے جیتے

ہم نے جو ٹھیک سمجھا، وہ عمر بھر کیا ہے
گر خود کو بیچ کھاتے, مردار بن کے جیتے

دنیا قریب آئی, ہم دور دور بھاگے
دنیا کے ہاتھ چڑھتے، لاچار بن کے جیتے

اپنوں کی مشکلوں سے، بوجھل سا دل ہے رہتا
گر غم خرید سکتے، غم خوار بن کے جیتے

ناحق کے لشکروں کا، کبھی سامنا جو ہوتا
ہم موت سے نہ ڈرتے, تلوار بن کے جیتے

شاہوں پہ کب مرے ہم, شاہوں سے کب ڈرے ہم

کچھ عیب گر نہ ہوتے، شاہکار بن کے جیتے

جیل کے میدان میں اس وقت رونق لگی ہوئی تھی۔نیوز رپورٹر بڑی تعداد میں جمع تھے۔منہاس عالم ایک انٹرویو دینے جا رہا تھا جس کی کوریج کے لیے بڑے بڑے نیوز چینلز کے نمائندے اس وقت یہاں موجود تھے۔اسے ہتھکڑیوں میں ان سب کے سامنے والی کرسی پہ لا کر بٹھا دیا گیا۔یہ انٹرویو لائیو دکھایا جانا تھا۔

تمہارا نام کیا ہے؟ایک تیز طرار رپورٹر نے انٹرویو شروع کرتے ہوئے روایتی سا سوال پوچھا لیکن سامنے موجود شخص غیر روایتی تھا اسی لیے جواب بھی ویسا ہی آیا۔

میرا نام تو اس وقت ملک کے چپے چپے میں پھیل رہا ہے۔حیرت ہے تم ناواقف ہوا بھی تک؟

دبی دبی سی ہنسی گونجی اور وہ رپورٹر کھسیا گیا تھا۔

دیکھو انٹرویو کا آغاز اسی قسم کے سوالات سے کیا جاتا ہے۔ایک دوسرے رپورٹر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔اس نے ٹانگ پہ ٹانگ رکھتے ہوئے اس کی بات کو ہوا میں اڑا یا۔

ہوتے ہوں گے اس قسم کے سوالات مگر میں اس قسم کے فضول سوالوں کے جواب دینے یہاں نہیں آیا کہ نام کیا ہے؟ عمر کیا ہے؟ کتنا پڑھے لکھے ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ کتنی عمر میں مجرم بنے؟ کیوں بنے؟ کب پہلا جرم کیا؟ وغیرہ وغیرہ۔۔انتہائی بچکانہ سوال ہوتے ہیں یہ۔

اس نے نخوت سے سب پہ ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے منہ بگاڑ کر کہا تھا۔ مجمے پہ سکوت چھا یا تھا۔وہ پہلا مجرم تھا جو سر اٹھا کر سب کی گردنیں جھکا رہا تھا۔وہ باقیوں کی طرح نہیں تھا کہ جو پوچھا جاتا وہ سیدھے طریقے سے بتا دیتا۔

یہ سب معنی نہیں رکھتا۔اس نے کچھ لمحوں کے توقف کے بعد دوبارہ سے سلسلہ کلام جوڑا۔

اہم سوال جو سب کے ذہنوں میں ہے وہ یہ ہے کہ میں موساد کے بیان کی تردید کروں گا یا تصدیق؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔۔۔۔۔وہ رکا۔ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوئے کہ لوگوں کی سانسیں بھی ساتھ ہی رکیں۔

منت نے آنکھیں بند کیں تھیں۔اسے کان بند کرنے چاہیے تھے تا کہ وہ سن نہ پاتی۔۔

غازی نے دل کی دھڑکن کو آہستہ ہوتے ہوئے محسوس کیا تھا۔۔

ایان نے دلچسپی سے ٹی وی کا والیوم بڑھا یا تھا۔

زمان انکل سر پکڑ کر بیٹھ گئے تھے۔وہ جان چکے تھے وہ کیا کہنے والا ہے۔

سراج پاشا ایک بند کمرے میں دم سادھے سب دیکھ رہا تھا۔ ابھی کل ہی اس کی موساد والوں سے بڑی مشکل سے صلح صفائی ہوئی تھی اور بہت جلد وہ یہاں سے نکلنے والا تھا۔

جیل کے احاطے میں اس کے جواب سے کھلبلی مچی تھی۔ اس نے واضح انداز میں ببانگ دہل کہا۔

یہ سچ ہے۔۔۔ میں موساد کا ہی ایجنٹ ہوں۔

منت نے کرب سے آنکھیں کھولیں۔ آنسو بنا اجازت پلکوں کی دہلیز پھلانگ کر گالوں پہ پھیلنے لگے۔

غازی بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

ایان نے واؤ کے انداز میں ہونٹ سکیڑے۔ اسے امید نہیں تھی کہ یہ سننے کو ملے گا۔

انکل زمان نے "اف نہیں منہاس" کہتے ہوئے سر افسوس سے ہلایا۔

سراج پاشا بھونچکا رہ گیا۔ یہ جھوٹ کیوں بول رہا ہے؟ اس نے حیران ہوتے ہوئے سوچا تھا۔

کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم واقعی موساد کے ایجنٹ ہو؟ ایک رپورٹر نے شک سے اسے دیکھا۔

ہاں میں یہ اعتراف نہیں کرنا چاہ رہا تھا مگر پولیس والوں کے حسن سلوک نے مجھے زبان کھولنے پہ مجبور کر دیا۔

اور پولیس والوں نے نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے سے سوال کیا تھا کہ ہم نے کب اس پہ تشدد کیا؟

میں آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں گزشتہ تیرہ سالوں سے موساد کے ساتھ منسلک ہوں اور نہ صرف میں بلکہ اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو میرے دیرینہ ساتھی ہیں جن میں سراج پاشا، جہانگیر رندھاوا، ایم پی اے نیاز بیگ، صوبائی وزیر اشرف خٹک، جسٹس وقار احمد۔۔۔۔۔۔۔۔

اس نے کئی اور کرپٹ لوگوں کے نام شامل کیے جو موساد سے تو منسلک نہیں تھے مگر ان کے کارناموں نے عام عوام کی زندگی عذاب بنائی ہوئی تھی۔ یہ ایسے لوگ تھے جو حقیقی مجرم تھے لیکن ان کو کوئی عدالت نہیں پوچھتی تھی مگر اب جب کے وہ منہاس عالم کی ہٹ لسٹ میں آ چکے تھے تو ان کا بچنا محال تھا۔

www.urdunovelsmania.com

موساد صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے ممالک میں کام کر رہی ہے۔ ابھی کچھ دنوں پہلے انڈیا کے شہر دہلی میں جو دھماکہ ہوا تھا اس کے پیچھے بھی موساد تھی۔ امریکہ کی سی آئی اے کے دو ایجنٹ جو غائب ہیں وہ اس وقت موساد کی تحویل میں ہیں۔ اس کے علاوہ کئی جاسوس پورے یورپ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسرائیل کا خواب ہے کہ وہ یورپ اور ایشیا پہ حکومت کرے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں واقعی موساد کا ایجنٹ ہوں لیکن اب میں یہ سب اس لیے بتا رہا ہوں کہ میں وعدہ معاف گواہ بننا چاہتا ہوں۔

اس کے لہجے میں سچائی اتنی واضح محسوس ہو رہی تھی کہ موساد والے بھی اپنے جھوٹ کو سچ سمجھ لینے کو تیار ہو جاتے۔

میں سزا سے بچنا چاہتا ہوں اس لیے میں سب کچھ بتانے کو تیار ہوں۔ معصومیت کی انتہا تھی۔ٹی وی کے سامنے بیٹھے لوگوں نے کڑھ کر اسے دیکھا تھا۔

سراج پاشا کو تو اپنی پڑ گئی تھی۔ منہاس نے اسے بھی اپنا ساتھی قرار دے دیا تھا اس کا مطلب تھا کہ اب موساد والے اسے نہ چھوڑتے۔

کیا تم یہی بیان عدالت میں بھی دو گے؟ اک رپورٹر نے مائیک آگے کرتے ہوئے پوچھا۔

ہاں میں سب سچ کہہ دوں گا کیونکہ موساد نے مجھے چھڑوانے کے لیے اب تک کچھ نہیں کیا اب میں بھی ان کا مزید ساتھ نہیں دوں گا۔ ابھی میرے سینے میں اور بھی بہت سے راز دفن ہیں مگر باقی سب میں عدالت میں بتاؤں گا۔ اس نے پرعزم لہجے میں اعلان کیا۔ وہ بہت سوچ سمجھ کر انٹرویو دے رہا تھا۔ نیوز رپورٹرز نے اور کچھ سوالات پوچھنے کے بعد کانفرنس ختم کر دی تو اسے دوبارہ اندر لے جا کر سیل میں بند کر دیا گیا تھا۔

مجھے تو اس بندے کی سمجھ نہیں اتی۔اتنی ہائی فائی سیکورٹی اس کو دی ہے چلو یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ اوپر سے سخت آڈرز ہیں اس کو کوئی کچھ نہیں کہے گا ایسا کیوں ہے؟اس کے علاوہ آئے روز اس سے ملنے جلنے والے آئے ہوتے ہیں اور ہمارے افسر منع بھی نہیں کرتے۔

ایک حوالدار نے سیل کو تالا لگاتے ہوئے دوسرے سے بات کرتے ہوئے منہاس کو دیکھا تھا جو مزے سے پاؤں پسار کر گدے پہ بیٹھ گیا تھا۔

مجھے یقین ہے یہ تالا بھی ہم لوگ فضول میں لگا رہے ہیں۔اسے بھاگنا ہی نہیں ہے۔اسی نے بڑبڑاہٹ کی تھی ۔دوسرے نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

ٹھیک کہہ رہے ہو۔مجھے تو یہ بڑی پہنچی ہوئی چیز لگتا ہے ایسا لگتا ہے بڑے بڑوں کو اس نے اپنے بس میں کیا ہوا ہے۔اب دیکھو اس کا کیس عدالت تک پہنچتا بھی ہے یا نہیں۔
دوسرے حوالدار نے بھی اپنی رائے دینی ضروری سمجھی۔صرف ان کی کیا اب تو ہر شخص کی زبان پہ منہاس عالم کا تذکرہ تھا۔اور وہ ان سب سے بے نیاز آگے کی پلاننگ میں مصروف تھا۔

منت نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے ٹی وی بند کیا۔ وہ اس سے ملنا چاہتی تھی مگر جانتی تھی کہ یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ عزہ کی طرح بہادر نہیں تھی۔ چھوٹی چھوٹی پریشانیاں اسے پہاڑ کی طرح لگتی تھیں اور اب جو پہاڑ جتنا بڑا مسلہ تھا وہ اسے دن بدن نچوڑ رہا تھا۔ کمزور کر رہا تھا۔ اندر سے کھا رہا تھا۔

منہاس کی فکر، اس کے مستقبل کے خدشوں نے اس کی نیندیں اور سکون حرام کیا ہوا تھا۔ وہ بس ہر وقت اس کے بارے میں سوچتی رہتی۔ اگرچہ عزہ اس کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ اسے مضبوط بننے کی تلقین کرتی تھی مگر منت اداس رہتی تھی۔ ابھی بھی عزہ گھر پہ نہیں تھی مگر اس نے جیسے ہی ٹی وی پہ منہاس کا انٹرویو دیکھا تو فوراً سارے کام چھوڑ کر اس کے پاس چلی آئی۔ حسب توقع وہ کمرے میں اندھیرا کیے بغیر کچھ کھائے پیے لیٹی آنسو بہا رہی تھی۔

منت۔۔۔۔ منت یار کیوں ایسے پڑی ہوئی ہو؟ اٹھو باہر نکلو۔ دیکھو تمہارے گھر والے کتنے پریشان ہیں تمہارے لیے۔ تم اگر ایسا کرتی رہو گی تو کیسے چلے گا۔ زندگی صرف خوشیوں کا نام نہیں ہے۔ ہمیں مصائب اور الائم کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ تمہیں اپنے آپ کو سنبھالنا ہوگا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

عزہ اس کے پاس بیٹھ کر پیار سے اس کے سر میں ہاتھ پھیرنے لگی۔

عزہ میں سمجھ نہیں پارہی کہ آخر وہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ تم نے آج کا انٹرویو دیکھا؟ منت اٹھ کر بیٹھ گئی۔

ہاں دیکھا میں نے۔اور تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ منہاس بھائی نے جو بھی کیا ہے سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔

عزہ نے اسے تسلی دینے کی ناکام کوشش کی۔

عزہ مجھے ان سے ملنا ہے۔منت نے ضد کی۔

ایسا ممکن نہیں تم جانتی ہو۔عزہ نے واضح انکار کیا۔

مجھے نہیں پتا۔ مجھے ہر حال میں ان سے ملنے جانا ہے۔ایک مہینے سے اوپر ہو گیا ہے۔کیس عدالت میں چل رہا ہے اور مجھے میرے شوہر کی کوئی خیر خبر ہی نہیں۔وہ چیختی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں جا رہی ہوں ان سے ملنے۔وہ ڈوپٹہ سر پر جماتے ہوئے تگیپیر کمرے سے باہر بھاگی۔

منت۔عزہ اس کے پیچھے بھاگی۔

منت ان سنی کیے گیٹ کی طرف بڑھی تھی۔اماں بھی کمرے سے نکل آئی تھیں۔

منت رکو۔عزہ نے اسے کندھوں سے پکڑ کر روکا۔

نہیں مجھے جانا ہے۔تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔منت نے اپنے آپ کو چھڑوانے کی سعی کی۔

ایسے جاؤگی تم؟اس حلیے میں؟ عزہ نے اس کا دھیان ہٹانے کی کوشش کی۔
منت نے اپنے کپڑوں پہ نظرڈالتے ہوئے ہاتھ سے شکنیں نکالنے کی کوشش کی۔

اگر تم کھانا کھاؤگی۔نہا کر اچھے کپڑے پہنوگی اور خالہ کو تنگ نہ کرنے کا وعدہ کروگی تو میں تمہیں ملوادوں گی منہاس بھائی سے۔عزہ نے کچھ سوچتے ہوئے اسے بہلایا۔

پکا وعدہ؟منت کی آنکھوں میں چمک لہرائی۔

ہاں۔وعدہ۔چلو اب تم کمرے میں آؤ۔وہ اس کا ہاتھ تھام کر کمرے میں لے آئی۔

خالہ منت کے لیے کھانا لے آئیں۔بلکہ میرے لیے بھی لے آئیں۔مجھے بھی بھوک لگی ہے۔عزہ نے ہانک لگائی۔کچھ دیر بعد منت کو کھانا وغیرہ کھلا کر اس نے سلادیا۔
کمرے سے باہر آکر اس نے غازی کو کال ملائی۔

منت کی حالت بہت بری ہے۔منہاس بھائی سے ملنا چاہتی ہے۔سلام دعا اور حال چال کے بعد اس نے پریشانی سے کہا تھا۔

عزہ تم جانتی ہو ایسا ہونا ممکن نہیں۔غازی نے قطعیت سے منع کیا۔
ہم دشمنوں کو ذرا سا بھی موقع نہیں دے سکتے کہ وہ منت بھابھی کے ذریعے سے کچھ فائدہ اٹھائیں۔تم انہیں سمجھاؤ۔

عزہ نے ایک نظر کمرے میں سوئی منت پہ ڈالی پھر بے بسی سے بولی۔

میں اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئی ہوں۔اور تھک تو وہ بیچاری بھی گئی ہے حالات سے لڑتے لڑتے۔تم ایک کام کیوں نہیں کرتے۔منت کی ویڈیو کال پہ منہاس بھائی سے بات کروادو۔

عزہ نے متبادل حل پیش کیا تھا۔غازی نے سوچتے ہوئے ہامی بھری۔

ہاں ایسا ہو سکتا ہے مگر ابھی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔تمہیں کال کرکے بتادوں گا۔
غازی انکل سے بات کیے بغیر وہ عزہ کی بات نہیں مان سکتا تھا۔

اچھا مجھے پوچھنا یاد نہیں رہا۔تمہارے ابو کے کیس کا کیا بنا؟کہاں تک پہنچا معاملہ ؟

وکیل کہہ تو رہا تھا کہ ایک دو پیشیوں پہ ہی انہیں سزا ہو جائے گی۔عزہ نے گہری سانس لیتے ہوئے امید سے کہا۔

سب ٹھیک ہو جائے گا عزہ۔ تم فکر نہیں کرو۔ حالات ایک جیسے نہیں رہیں گے۔ تم بس ہمت نہیں ہارنا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہر قدم ہر موڑ اور ہر اچھے برے وقت میں۔

غازی نے اسے اپنے ساتھ کا یقین دلایا۔ عزہ نمناک آنکھوں سے مسکرا دی۔

ہاں میں جانتی ہوں تم میرے ساتھ ہو۔ اور تمہارا کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے فون رکھا تھا۔

فون رکھتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو گئے۔ تھوڑی دیر پہلے والی جو پریشانی تھی وہ عود آئی۔ منہاس کے انٹرویو نے اسے بھی ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ ابھی سے اندازہ لگا سکتا تھا کہ اس نے خانہ جنگی کی سی صورت حال پیدا کر دی تھی۔

بظاہر یہی لگ رہا تھا کہ اب کافی ملک اسرائیل کے خلاف ہو جائیں گے۔ اس سمیت سبھی کوئی نہ کوئی اندازہ لگانے میں مصروف تھے کہ اس کی کانفرنس کے کیا نتائج نکلنے والے ہیں۔

اس نے ایان کو کال کی اور فوراً جیل پہنچنے کا کہا۔ اس وقت اس کے دماغ پہ جیسے ہتھوڑے برس رہے تھے۔ ایک ہی تو خونی رشتہ تھا اس کا وہ بھی پتا نہیں کیا کرنا چاہتا تھا۔

تین سال سے زائد عرصے بعد اسے اپنا بچھڑا بھائی ملا تھا اور ایسے حالات میں ملا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کی خوشی بھی نہیں منا سکتا تھا۔

راستے میں ہی اسے رضی کا فون آگیا۔ وہ اس سے منہاس کے بارے میں دریافت کر رہا تھا مگر غازی کا موڈ اس وقت سخت خراب ہوا تھا اس نے بات بدل دی۔

یار میں اس وقت سخت تپا ہوا ہوں۔ بھائی نے ایسا کیوں کیا یہ مجھے بھی نہیں پتا۔

اچھا تو ریلیکس کر۔ زیادہ ٹینشن نہ لے۔ منہاس بھائی نے سوچ سمجھ کر ہی سب کیا ہوگا۔ رضی نے اسے ہلکا پھلکا کرنے کی غرض سے بات کا رخ موڑ دیا۔

اچھا چھوڑو میں نے کچھ اور بتانے کے لیے کال کی تھی۔

خدا کے لیے کچھ اچھا بتانا۔ میں اس وقت گاڑی چلا رہا ہوں۔ مزید دھچکے برداشت کرنے کے قابل نہیں ہوں یہ نہ ہو کہیں گاڑی ٹھوک دوں۔

غازی نے بیزاری سے کہتے ہوئے ہونٹ کاٹے۔ دھیان سڑک پہ جبکہ کان رضی کی باتوں پہ لگے ہوئے تھے۔

اچھی خبر ہی ہے یار۔ میرے نکاح کی تاریخ طے ہو گئی ہے۔ دو مہینے بعد کی ہے۔ امید ہے اس وقت تک سب ٹھیک ہو جائے گا۔ رضی نے خوشی سے بتایا۔ سب ٹھیک ہونے سے مراد منہاس کا رہا ہونا تھا۔ غازی نے مسکرا کر مبارک باد دی۔

بہت خوشی ہوئی سن کر۔ کہاں کر رہے ہو شادی؟ آنٹی کو تو اپنی بھانجی پسند تھی نہ تمہارے لیے کیا وہیں ہو رہی ہے شادی؟

غازی کو یاد تھا کہ راحیلہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ رضی کی شادی وہ اپنی بہن کی بیٹی سے کریں گی۔

ارے نہیں یار۔ ایسا نہیں ہے۔ وہاں نہیں ہو رہی۔

کیوں؟ وہاں تو آنٹی کی پسند تھی؟ غازی کو حیرت ہوئی۔

لیکن وہاں میری پسند نہیں تھی۔ میری پسند کہیں اور تھی۔ رضی نے مزے سے بتایا۔ غازی کے ہونٹ بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے۔

واہ اب لوگ بھی پسند کی شادیاں کرنے لگے۔ بڑی بات ہے۔ ویسے کس کو پسند کر لیا جناب نے؟

وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔سادہ سی۔النور دارلامان یاد ہے؟جہاں میں اکثر ایک کیس کے سلسلے میں جایا کرتا تھا۔وہ وہاں کی منیجر ہے۔خود بھی وہ وہیں پلی بڑھی ہے۔آمنہ نام ہے اس کا۔

رضی نے تفصیل بتائی۔اس کا اتنی لمبی بات کرنے کا مقصد یہی تھا کہ غازی کے دماغ کو کچھ دیر کے لیے اپنی باتوں کی طرف مصروف رکھے تاکہ اس کے دماغ سے منہاس کی ٹینشن نکل جائے۔

النور۔۔۔آمنہ۔۔۔میرا خیال ہے شاید یہ عزہ کی دوست ہو گی۔وہ اکثر ذکر کرتی ہے النور اور آمنہ کا۔غازی نے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔

ہاں وہ بھی عزہ عزہ تو کرتی رہتی ہے اکثر۔۔۔مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ تمہاری والی عزہ ہو گی۔چلو اچھا ہے کہ وہ دونوں آپس میں دوست ہیں۔آمنہ کا دل لگا رہے گا شادی کے بعد۔

غازی نے قہقہہ لگایا۔واہ ابھی سے جورو کے غلام بن گئے ہو تم۔

بیٹا تم بھی بنو گے۔اور مجھ سے اچھے بنو گے اور یہ بات میں لکھ کر دینے کو تیار ہوں۔۔۔۔

یونہی پانچ منٹ اور بات کرنے کے بعد رضی نے بات ختم کر کے کال کٹ کر دی تو اس نے وقت دیکھا۔باتوں ہی باتوں میں آدھا راستہ کٹ چکا تھا۔

اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے گاڑی کی رفتار بڑھائی۔سوچوں کی رفتار گاڑی سے کہ گنا زیادہ تھی۔وہ لاکھ سر جھٹکتا مگر سوچوں کے بند کواڑ پھر کھل جاتے۔۔سارا راستہ یونہی طے ہوا تھا۔

______________..............______________

یہ آدمی جیل میں رہ کر بھی دوسرے کے سکون کے در پے پڑا ہوا ہے۔جانے کرنا کیا چاہتا ہے؟
اسے ٹی وی پہ انٹرویو دیتے دیکھ کر انکل کے چھکے چھڑے تھے۔
منہاس اف اب یہ کیا کر دیا تم نے؟وہ بڑبڑاتے ہوئے تیزی سے اٹھے اور باہر کی جانب دوڑے۔

ایان پہلے ہی گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا۔انہیں یوں افراتفری میں آتے دیکھ کر ہنس دیا۔

لگتا ہے منہاس بھائی کا انٹرویو دیکھ لیا آپ نے۔آجائیں میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔
انکل اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے غصے سے کہنے لگے۔

اس لڑکے نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ چین سے نہیں بیٹھے گا۔اب جو اس نے کیا ہے نہ اللہ کی پناہ میری سوچوں تک میں نہیں تھا کہ وہ ایسا کرے گا۔ایک دشمن سے انتقام لینے کی خاطر اور دشمن بنا بیٹھا ہے۔سوچا نہیں ہے کہ جیل

میں بیٹھا ہوں تو تسلی سے بیٹھا رہوں لیکن اس کی فطرت میں آرام کہاں۔اس نے کہ ملکوں کی ایجنسیوں کو اس وقت بوکھلا دیا ہے۔۔۔۔۔

ویسے میں سوچ رہا ہوں کہ یہ نت نئے آئیڈ یازان کے دماغ میں آتے کہاں سے ہیں ؟ ایان نے گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے تبصرہ کیا۔

شیطان بھی پناہ مانگتا ہو گا اس کے خرافاتی دماغ سے۔وہ تو پھر بھی موقع اور آدمی دیکھ کر جال بچھاتا ہے لیکن منہاس عالم بغیر سوچے سمجھے اگلے کو ایسے شکنجے میں دبوچتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔سمجھ نہیں آتی اس کی کیا چیز ہے وہ۔
انہیں اس سے یہ شکایت نہیں تھی کہ وہ الٹے کام کیوں کرتا ہے کیونکہ اس کے الٹے کاموں کا نتیجہ ہمیشہ سیدھا ہی نکلتا تھا۔انہیں مسلہ یہ تھا وہ پوچھے اور بتائے بغیر کرتا تھا۔

انکل شدید کوفت میں لگ رہے تھے۔وہ ہمیشہ انہیں مشکل میں ڈال دیتا تھا۔سوال تو انہی سے ہوتا تھا کہ آپ کے بھتیجے نے اب یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے۔اب کیا کیا جائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ سوچے بغیر تو کچھ نہیں کرتے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان کے سارے پلان ابھی تک ہٹ گئے ہیں۔اب بھی کچھ نہ کچھ تو ہو گا ہی۔ایان منہاس سے بری طرح متاثر ہو رہا تھا۔

کچھ نہ کچھ نہیں بہت کچھ ہو گا اب۔انکل نے ہاتھ جھلاتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر بعد وہ منہاس کے ساتھ ملاقاتی کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

کیسا رہا انٹرویو؟انکل نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

اب یہ آپ لوگ فیصلہ کریں گے کہ کیسا رہا اچھا یا برا؟منہاس نے معصومیت سے بندوق انہی کے کاندھوں پہ رکھی۔

ہمارے فیصلوں کو تو تم رہنے ہی دو۔تم جیسے ہمارے فیصلوں پہ چلتے ہو۔انکل نے اچھا خاصا برا مان کر کہا۔وہ ہنس دیا۔

آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ جھوٹی خبریں زیادہ پھیلتی ہیں۔میڈیا منفی چیزوں اور جھوٹی خبروں کو زیادہ کوریج دیتا ہے۔سچ سے زیادہ جھوٹ پہ یقین کیا جاتا ہے۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔تو اب۔دیکھنا یہ ہے میرے بیان پہ کتنا یقین کیا جاتا ہے۔

تبھی ایان اور غازی بھی آ گئے۔وہ بھی آ کر سامنے بیٹھ گئے۔اسے غازی کے تاثرات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ناراض ہے۔

بھائی موساد کی توخوب بینڈ بجائی آپ نے۔ پچھتا رہے ہوں گے وہ آپ کو اپنا ایجنٹ کہہ کر۔ ایان نے شگفتگی سے کہا تھا۔غازی نے گھور کر دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں یاد دلایا کہ وہ یہاں منہاس کی تعریف کرنے نہیں آئے۔

ویسے چلو جور گرڈا آپ نے موساد کو لگا یا وہ تو بنتا ہی تھا۔ سراج پاشا سمیت جو باقی نام لیے تھے ان بیچاروں کو کیوں رگید ڈالا؟

اب کی بار غازی نے سوال اٹھایا تھا جس پر اسے ایان کی طرف سے شاباشی ملی تھی۔

واؤ گڈ کوئیسچن۔

وہ سب کرپٹ لوگ تھے۔ اپنے عہدوں کا ناجائز فائدہ اٹھانے والے۔ منہاس نے نفرت سے کہا تھا۔
میرے اس بیان سے زیادہ فرق نہ بھی پڑا تو اتنا تو پڑ ہی جائے گا کہ ان کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا جائے۔

اچھا یہاں تو ہر دوسرا شخص ایسا ہی ہے۔ کرپٹ اور اپنے اختیار کا ناجائز فائدہ اٹھانے والا تو کیا سب کے خلاف بیان دو گے؟

انکل زمان نے بغیر کسی تاثر کے سپاٹ انداز میں پوچھا تھا۔ انھیں معلوم تھا اس پہ ان کا غصہ، طیش یا ناراضگی کا کچھ اثر نہیں ہونے والا تو بہتر ہے اس سے نیوٹرل ہو کر بات کی جائے۔

کوشش تو یہی ہے کہ پورے ملک سے ایسے لوگوں کا صفایا کروں مگر یہ وقت لے گا۔ ابھی تو شروعات کی ہے۔ اس نے بغیر ہچکچائے ابرو اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

بھائی آپ نے سوچا بھی ہے کہ آپ نے انٹرویو دے کر خود کو اور نمایاں کر لیا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے گھر گھر تک آپ کی خبریں پہنچ رہی ہیں۔ کیا یہاں سے نکلنے کے بعد سامنا کر سکیں گے آپ کبھی لوگوں کا؟

غازی نے اس کے سامنے مستقبل کی بھیانک شکل رکھی۔ منہاس نے اسے یوں دیکھا جیسے اس نے کوئی احمقانہ بات کہہ دی ہو۔

کم آن غازی۔ اس سوشل میڈیا کے طوفان کو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ پانی کے بلبلہ کی طرح ہے۔ ہماری عوام کو جس طرف لگایا جاتا ہے اسی طرف لگ جاتی ہے۔ ہر نئ خبر ٹاپ ٹرینڈ بنتی ضرور ہے مگر جیسے ہی کوئی نیا شوشہ چھوڑا جاتا ہے پچھلے والے مسلے کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ مجھ سے پہلے بھی کہ غداروں مجرموں اور بڑے لوگوں کے بھی انٹرویو ہوئے ہیں ان کی بھی خبریں سوشل میڈیا کی زینت بنی لیکن اب کسی کو یاد بھی نہیں ہو گا۔ اب بھی ایسا ہی ہو گا۔ کچھ مہینے یا سال گزر جائیں گے تو کسی کو یاد بھی نہیں ہو گا کہ منہاس عالم نام کا بھی کوئی انسان تھا۔

اس نے دور حالت کا جو تجزیہ پیش کیا تھا بالکل درست کیا تھا۔ ہم لوگ ایسے ہی ہیں۔ صرف ایک خبر ایک پوسٹ لگنے کی دیر ہوتی ہے پھر چاہے وہ درست ہو یا غلط کون دیکھتا ہے بس اس پر رائے دینا وہ بھی ایسی جو اکثریت کی ہوتی ہے، ہماری قومی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد جیسے ہی کوئی نیا چٹخارہ ملتا ہے تو زبان کا ذائقہ بدلنے کو ہم اس طرف ہو جاتے ہیں۔

تم نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا ہے۔ کسی کا کچھ نہیں جانا۔ اس وقت صرف تم ساری دنیا کی نظروں میں آئے ہوئے ہو۔

انکل نے ممکنہ خطرے سے آگاہ کیا۔ منہاس اب کی بار چپ رہا۔ وہ ان سب باتوں سے پہلے ہی آگاہ تھا جن سے انکل اسے خبردار کر رہے تھے۔

منہاس بھائی کچھ تو پلان ہو گا آپ کے ذہن میں تبھی آپ نے ایسا انٹرویو دیا۔ ایان نے اسے بولنے پہ اکسایا۔

ہاں میرا پلان یہی تھا کہ موساد کو سبق سکھایا جائے۔ منہاس نے مسکرایا۔ اب اس کے مطلب کا سوال پوچھا گیا تھا۔

اس وقت سی آئی اے کے دو ایجنٹ ہمارے قبضے میں یعنی آئی ایس آئی کے پاس ہیں لیکن میرے بیان کے بعد کہ وہ موساد کے قبضے میں ہیں، موساد کے لیے کافی مشکل ہو جائے گی۔ انڈیا بہت حمایتی بن رہا تھا اسرائیل کا اب اس کے ذہن میں بھی شک آگیا ہے۔ دوسرے ملکوں میں بھی اسرائیل کو لے کر سوال اٹھیں گے۔

اس صورت حال میں ہر لحاظ سے ہمارا فائدہ ہی ہے۔

تمہارے اس بیان کے بعد وہ سب سے پہلے تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔ انکل نے پھر اپنی بات دہرائی تھی۔

جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اس نے لاپرواہی دکھائی تھی۔ کبھی کبھی دشمن کو کمزور سمجھنا بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔ یہ آنے والا وقت جانتا تھا کہ اب کیا ہونے والا تھا۔

رات کے پچھلے پہر سوناٹے کا راج تھا۔ تھانے کی عمارت میں کہیں کہیں بتیاں روشن تھیں۔ تھانے کی پچھلی طرف سپیشل فورس والوں کی عمارت تھی۔ پولیس کی جانب سے منہاس کو آج دوپہر میں اس عمارت میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ وجہ یہ بتائی گئی تھی کہ وہ سپیشل قیدی ہے لہذا اسے جیل میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ رکھنا عقلمندی نہیں ہوگی۔ سپیشل فورس کی سخت حفاظت کے ساتھ اسے میڈیا کے سامنے یہاں لاکر بند کیا گیا تھا۔

رات کے تین بجے سڑک پہ ہلچل سی مچی تھی۔ بکتر بند گاڑیوں کے ٹائر چرچڑا کر رکے تھے۔ گاڑیوں کے دروازے کھلے اور نقاب پوش مسلحہ افراد باہر نکلے۔ وہ تعداد میں پندرہ سے اٹھارہ کے قریب تھے۔ انہوں نے سپیشل فورس کی عمارت کی پچھلی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔

عمارت کی حفاظت پہ معمور سپاہیوں نے کچھ کھٹکا محسوس کیا۔ اس سے پہلے وہ کوئی اندازہ لگا پاتا فائرنگ کی آواز سے پورا علاقہ گونج اٹھا۔ سپاہیوں نے بھی بندوقیں تان لیں اور ایک گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔۔۔

یہ حملہ کس کے لیے کیا گیا تھا یہ صبح چھ بجے کے بولیٹن میں۔ چیخ چیخ کر بتایا جانے لگا۔

ناظرین آپ کو بتاتے چلیں کہ کل رات تین بجے کے قریب سپیشل فورس کی عمارت پہ حملہ کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں کہ سپاہیوں نے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔آپ کو بتاتے چلیں کہ کل صبح کی بات ہے کہ منہاس عالم نے میڈیا کو بیان دیا تھا کہ وہ اسرائیل کا جاسوس ہے اور کل رات منہاس عالم کو مارنے کی نیت سے سپیشل فورس کے یونٹ پہ حملہ کیا گیا ہے۔حملہ آوروں نے دستی بم پھینکے تھے جس کی وجہ سے کافی نقصان اٹھانا پڑا۔

اس کے بعد ٹی وی پہ سی سی ٹی وی فوٹیج دکھائی جانے لگی جس میں اسلحہ بردار لوگ گاڑی سے نکلتے ہوئے دکھائی دیے۔

اس کے بعد سپیشل فورس کی عمارت دکھائی جانے لگی جو بری طرح منہدم ہوئی نظر آرہی تھی۔

غازی نے عزہ کو کال ملائی تھی۔وہ منت کے پاس سو رہی تھی۔ہڑبڑا کر اٹھی۔وقت دیکھا صبح کے سوا چھ ہو رہے تھے۔

غازی اس وقت کیوں کال کر رہا ہے؟اس نے حیرانی سے سوچتے ہوئے کال اٹھائی۔

عزہ منت بھابھی کہاں ہیں؟اس نے چھوٹتے ہی سوال داغا۔

سو رہی ہے۔کیوں کیا ہوا؟

اچھا ایسا کرو کہ ٹی وی کی تار نکال دو۔منت کو ٹی وی کے قریب بھی نہیں جانے دینا۔بلکہ اس کا موبائل بھی اپنے پاس رکھو۔کسی صورت اس کو یہ بات پتا نہیں چلنی چاہیے۔گھر میں بھی کوئی ذکر نہ کرے۔

غازی نے جلدی جلدی ہدایات دیں۔عزہ کی مندی مندی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

ہوا کیا ہے یہ تو بتاؤ۔اس کو پریشانی ہوئی۔

تم خود انٹرنیٹ سے دیکھ لینا میرے پاس ابھی وقت نہیں ہے۔خدا حافظ۔

غازی نے کہتے ہوئے فون رکھ دیا۔عزہ نے جلدی سے موبائل پہ خبریں دیکھیں۔۔۔

ناظرین ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ منہاس عالم شدید زخمی حالت میں ہے۔خطرے کے پیش نظر یہ نہیں بتایا جارہا کہ اسے کس اسپتال میں داخل کیا گیا ہے۔جس شدت سے حملہ آوروں نے حملہ کیا ہے وہ آپ صاف دیکھ سکتے ہیں۔پوری عمارت مکمل طور پر تباہ ہوگئی ہے۔منہاس عالم پہ یہ حملہ یقیناً موساد نے ہی کروایا ہے۔اس حملے کے نتیجے میں وہ اس وقت انتہائی تشویشناک حالت میں ہے۔پولیس کی طرف سے ابھی زیادہ کچھ نہیں بتایا گیا۔جیسے ہی ہمیں کوئی خبر ملتی ہے ہم سب سے پہلے آپ تک پہنچائیں گے۔جڑے رہیں خبروں کی دنیا کے ساتھ۔۔۔

عزہ نے منہ پہ ہاتھ رکھ کر بے ساختہ امڈنے والی چیخ کو روکا تھا۔

ہم نہ سقراط نہ منصور نہ عیسی لیکن

جو بھی قاتل ہے ہمارا ہی تمنائی ہے

PK PK PK PK PK PK PK PK

سی ایم ایچ میں معمول سے کچھ ہٹ کر گہما گہمی تھی۔پولیس کی بھاری نفری پورے اسپتال کے ارد گرد تعینات کی گئ تھی۔کچھ پولیس والے کاریڈور اور کچھ اس دروازے کے آگے مستعد کھڑے تھے جس کے اندر آدھی دنیا کو پاگل کر کے خود وہ اس وقت مزے سے بیڈ پہ لیٹا ٹانگ پہ ٹانگ رکھے آگے کی پلاننگ میں مصروف تھا۔

اسپتال کا یہ کمرہ کافی بڑا تھا۔پورے کمرے میں سفید رنگ کا پینٹ کیا گیا تھا۔بیڈ کے دونوں اطراف میں خوبصورت صوفہ سیٹ پڑے ہوئے تھے۔کمرے کے آخری کونے میں چھوٹا سا ریفریجریٹر تھا جس میں اس کی ضرورت کا تمام سامان موجود تھا۔

کمرے کا منظر کچھ یوں تھا کہ غازی صوفے پہ سر جھکائے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔آخر دس منٹ کی سوچ و بچار کے بعد اس نے جوش سے سر اٹھایا۔

ہم آپ کی جھوٹی موت ڈکلئیر کر دیتے ہیں پھر آپ کی پلاسٹک سرجری کر دیں گے اور آپ کو ایک نۓ شناخت دیں گے ۔کیسا رہے گا؟

غازی نے دماغ لڑانے کے بعد اپنی طرف سے بہترین حل پیش کیا تھا۔وہ تڑپ کر اٹھا تھا۔

میں کیوں کرواؤں پلاسٹک سرجری۔اچھی خاصی شکل ہے میری۔کیوں بگاڑوں اسے؟
اس نے غازی کو کڑے تیور دکھائے مگر وہاں پر واکسے تھی۔

ارے بھائی ہو سکتا ہے پلاسٹک سرجری کے بعد اپ اور خوبصورت لگنے لگیں؟غازی نے لالچ دیا۔منہاس نے منہ بنایا۔

تو تم کروالو نہ۔مجھ سے کم حسین ہو پلاسٹک سرجری کروا کر ہو سکتا ہے میری طرح کے ہو جاؤ۔
اس نے نہایت جلے بھنے انداز میں غازی کو لتاڑا تھا۔حد ہی ہو گھ تھی اچھے خاصے خوبرو آدمی کو وہ پلاسٹک سرجری کا مشورہ دے رہا تھا۔بعد کا کیا بھروسہ وہ کیا سے کیا بن جائے؟منہاس نے سوچتے ہوئے جھرجھری لی۔

اندر آتے ایان اور انکل کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔وہ دونوں صورت حال کا جائزہ لے کر آرہے تھے۔

ویسے منہاس یہ پلان کام کر گیا ہے۔امید تو نہیں تھی مگر پھر بھی توقع سے اچھا نتیجہ نکلا ہے۔زمان انکل نے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔غازی نے سمٹ کر ان کے لیے جگہ بنائی۔ایان منہاس کے بیڈ پہ ٹک گیا تھا۔

سب کا شک موساد پہ ہے کہ یہ حملہ اسی طرف سے کیا گیا ہے۔اس حملے کی وجہ سے تمہارے انٹرویو کی سچائی پہ مہر لگ گئی ہے۔اب وہ پچھتا رہے ہوں گے کہ تمہیں اپنا ایجنٹ کیوں کہا۔

انکل نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

عجیب ہی ماحول بن گیا ہے بھائی۔اتنی سازشیں اور پلان بن رہے ہیں کہ میرا دماغ پک گیا ہے۔انڈین ڈراموں والی فیلنگ آرہی ہے۔لگ رہا ہے جیسے آپ بہو ہوں اور موساد آپ کی ساس۔ کبھی بہو سازش کر رہی ہے اور کبھی ساس۔اب دیکھنا یہ ہے کہ جیت کس کی ہوتی ہے۔

غازی نے اکتا کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی۔

یہ سب دماغوں کا کھیل ہے غازی بچے۔بد قسمتی سے آپ اس دماغ والے حصے سے خالی ہیں۔منہاس نے شرارت سے کہہ کر لبوں کا کونہ دبایا۔وہ اس وقت الگ ہی موڈ میں تھا۔

اچھا تو ایویں ہی میں کمانڈو بن گیا تھا نہ بغیر دماغ کے؟غازی نے اٹھتے ہوئے طنزیہ پوچھا۔

آج بڑے عرصے بعد وہ دونوں بھائی پہلے کی طرح نوک جھوک کر رہے تھے۔ایان اور انکل مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

اچھا تو پھر سسپینڈ کیوں ہو گئے تھے اتنا ہی دماغ تھا اگر؟ منہاس نے ایک اور تیر چلایا۔

اچھا آپ کے پاس بھی تو دماغ تھا پھر آپ کیوں جیل میں آ گئے؟ غازی نے تپتے ہوئے حساب برابر کیا۔

ویل میں تو اپنی مرضی سے جیل میں آیا تھا۔ اپنا دماغ لڑا کر ہی اس مقام تک پہنچا ہوں۔ منہاس نے مزے سے کہا تھا جبکہ غازی سمیت ایان کی آنکھیں پھیلی تھیں جبکہ انکل مبہم سا مسکرائے تھے۔

کیا مطلب اپنی مرضی سے؟ وہ مشکوک انداز میں گویا ہوا۔

منت بھابھی نے فون کر کے پولیس کو بلوایا تھا نہ اسی وجہ سے آپ کی گرفتاری ہوئی۔ ایان نے الجھتے ہوئے سوال کیا۔

منہاس سیدھا ہوا۔ ایک نظر ایان اور غازی کے چہروں کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں اس وقت دنیا بھر کی حیرانی اور پریشانی چہرے پہ سجائے اپنے جواب کے منتظر تھے۔ اس نے اشارے سے انکل سے پوچھا کیا بتا دوں؟ انکل نے سر اثبات میں ہلایا۔

www.urdunovelsmania.com

اچھا تو سنو بھائیو۔منت اگر پولیس کو کال نہ بھی کرتی تو ہم کسی اور ذریعے سے پولیس کو خبر کروا دیتے۔جیل میں آنا تو طے شدہ تھا۔بلکہ وہ انٹرویو اور یہ حملہ تک سب پہلے سے ہی پلانڈ کر لیا گیا تھا۔

کیا؟وہ دونوں اچھل کر کھڑے ہوئے۔نظریں انکل کی طرف اٹھی تھیں۔وہ بھی جانتے تھے؟

ڈیڈ آپ سب جانتے تھے؟ایان نے متحیر ہوتے ہوئے پوچھا۔
شروع دن سے آپ سب جانتے تھے تو پھر ہمارے سامنے وہ سب کیا تھا؟منہاس نے یہ کیا کر دیا؟وہ تو پھنس گیا ہے۔بڑی مشکلات کھڑی کر دی ہیں اس نے۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔۔۔وہ کیا تھا۔

ایان چیخ اٹھا۔غازی کے لیے بھی یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ انکل اور منہاس نے مل کر انہیں پاگل بنایا ہے۔

ریلیکس کرو تم دونوں۔۔۔۔منہاس نے انہیں رام کرنے کی کوشش کی۔

کیا ریلیکس؟ہم پاگل ہو گئے تھے ٹینشن لے لے کر اور انکل تو یوں بات کرتے رہے جیسے آپ بہت بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہوں۔۔لیکن کیا پتا تھا سب ڈرامہ نکلے گا۔
غازی نے صدمے سے چیختے ہوئے کہا۔منہاس نے ایک آنکھ میچتے ہوئے کان کھجایا۔

انکل بالکل خاموش تھے اور چپ چاپ ان دونوں کے شکوے سن رہے تھے۔

بیچاری منت بھابھی۔۔۔بتاؤں گا ان کو خوامخواہ گا گلٹ لے کر نہ بیٹھیں کہ میں نے اپنے شوہر کو پولیس کے حوالے کر دیا۔سب بتاؤں گا کہ آپکے اپنے سارے کارنامے ہیں یہ۔۔

منہاس تھوڑا بے چین ہوا۔تم منت سے کوئی بات نہیں کرو گے۔

میں کروں گا۔غازی ضدی انداز میں بولا۔
بلکہ آج تو میں آپ کی بات بھی کروانے والا تھا ان سے ویڈیو کال پہ۔۔اب وہ بھی نہیں کرواؤں گا۔چلو ایان گھر چلیں۔میرا دماغ خراب ہو رہا ہے۔

وہ غصے سے اٹھتے ہوئے ایان کا بازو پکڑ کر وہاں سے لے گیا۔ایان جانے سے پہلے زمان انکل کو گھورنا اور تاسف سے سر ہلانا نہیں بھولا تھا۔

کافی غصے میں گئے ہیں۔انکل نے تبصرہ کیا۔

ہممم۔اس نے سوچتے ہوئے ہنکارا ابھرا۔

خیر چھوڑو۔۔یہ سب باتیں۔پتا تو چلنا تھا ان کو آج نہیں بتاتے تو کل معلوم ہو جاتا۔دو چار دنوں تک ہو جائیں گے سیٹ۔انکل نے لاپرواہی سے کہتے ہوئے شانے اچکائے۔

انکل وہ۔۔وہ ذرا ہچکچایا۔

موبائل چاہیے آپ کا منت سے بات کرنی ہے۔

ہاں کیوں نہیں۔انہوں نے بشاشت سے کہتے ہوئے اپنے موبائل کا لاک کھول کر اس کی طرف بڑھایا۔

میں چلتا ہوں تم آرام سے بات کر لو۔وہ اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے چلے گئے۔

اس نے منت کا نمبر ملایا۔ذہن میں بے اختیار غازی کی باتیں گونجیں۔

نہیں میں نے منت کو دھوکہ نہیں دیا۔اس نے خود کو تسلی دی۔

تیسری بیل پہ منت نے کال اٹھائی تھی۔

منت سے سب نے منہاس پہ حملے والی خبر چھپا لی تھی۔عزہ کو بعد میں غازی کا مسیج آیا تھا کہ وہ پلانڈ حملہ تھا تب اس کی جان میں جان آئی تھی۔منت ناشتہ کر کے ابھی ابھی کمرے میں آئی تھی جب موبائل پہ بیل ہوئی۔زمان انکل کالنگ لکھا نظر آرہا تھا۔اس نے السلام علیکم انکل کہتے ہوئے کال اٹھائی تھی۔

منو۔۔۔دوسری طرف سے جیسے اس کی روح میں زندگی پھونکی گہ تھی۔وہ ایک دم سے جی اٹھی۔

منہاس۔۔۔وہ دھیرے سے بولی۔

کیسی ہو تم؟اچھار کو میں ویڈیو کال کرتا ہوں۔منت کے جواب دینے سے پہلے ہی اس نے کہہ کر کال کٹ کر دی۔دو منٹ بعد ہی اس نے ویڈیو کال کی۔منت نے دھڑکتے دل کے ساتھ سبز رنگ کے ڈائلر کے نشان کو اوپر کیا۔۔وہ دو مہینوں بعد اس کو دیکھنے والی تھی۔دھڑکن تیز تیز چلنے لگی۔لمحوں بعد ہی اس کو سکرین پہ منہاس دکھائی دیا۔بھورے بال اب پہلے کی نسبت بڑے ہو گئے تھے۔بھوری آنکھوں میں منت کو دیکھ کر خوشی اور چمک لہرائی تھی۔منت نے روتے ہوئے سکرین پہ اس کے چہرے کے نقش چھوئے۔

دوسری طرف منہاس بھی منت کو دیکھ کر خود پہ قابو نہیں رکھ پا یا تھا۔نمی آنکھوں کو پھلانگنے ہی والی تھی کہ اس نے جلدی سے خود کو سنبھالا۔

کیسی ہو تم؟بات کا آغاز منہاس کی طرف سے کیا گیا۔

آپ کیسے ہیں؟کمزور لگ رہے ہیں مجھے۔منت نے آنسو پونچھتے ہوئے فکرمندی سے کہا۔

میں ٹھیک ہوں منو۔کمزور تو تم لگ رہی ہو۔ صحیح سے کھاتی پیتی نہیں ہو نا۔رنگ دیکھو کتنا پیلا ہو رہا ہے۔آنکھیں بھی اندر کو دھنسی ہوئی ہیں۔خیال کیوں نہیں رکھتی اپنا۔

منہاس نے شکوہ کناں انداز میں پوچھا۔وہ جواباً تلخ انداز میں ہنس دی۔

آپ جو نہیں ہیں پھر کس لیے خیال رکھوں۔کب آئیں گے آپ صاحب عالم۔منت روہانسی ہوئی۔اسے سامنے دیکھ کر اسے خود پہ قابو پانا بہت مشکل لگ رہا تھا۔

منہاس کا دل چاہا کہ سب چھوڑ کر ابھی کہ ابھی اڑتا ہوا منت کے پاس چلا جائے۔

منو بس تھوڑا سا صبر اور پھر میں تمہارے پاس ہوں گا۔منہاس نے اسے تسلی دی۔ایسے وقت میں جب منت کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی وہ نہیں تھا اس کے پاس۔

میں تھک چکی ہوں منہاس۔بہت زیادہ تھک چکی ہوں۔

منت نے آزردگی سے کہتے ہوئے بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائی۔

مجھے سکون نہیں ہے۔مجھے ایسے لگتا ہے کسی دن میں پاگل ہو جاؤں گی۔مر جاؤں گی۔

وہ تڑپ کر رہ گیا۔اس وقت وہ اس پرندے کی مانند تھا جو صرف اپنے پنجرے میں پھڑپھڑا سکتا تھا۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

ایسے مت بولو منت۔ ہمت نہیں ہارتے۔ میں نے کہا نہ آجاؤں گا بہت جلد۔ منہاس نے اسے پچکارا۔ کتنی بے بسی تھی وہ اس کے آنسو بھی صاف نہیں کر سکتا تھا۔

ابھی وہ اس کو کھل کر کچھ بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ ایک دفعہ اس سب سے نکل جاتا پھر وہ اس کو بتا دیتا۔ ابھی اسے منت کی فکر تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ منت اس کے بارے میں الٹا سیدھا سوچ کر اپنی صحت خراب کرے۔

جھوٹ مت بولیں۔ جھوٹے ہیں آپ۔ وہ چیخ پڑی۔
پہلے بھی مجھ سے جھوٹ بولے۔ تین سال مجھے سولی پہ چڑھائے رکھا۔ میں انتظار کرتی رہی پھر واپسی کی تو وہ بھی جھوٹ کے ساتھ۔ اتنے ماہ تک صرف جھوٹ بولا مجھ سے۔ کبھی سچ نہیں بتایا۔ ابھی بھی آپ جھوٹ ہی بول رہے ہیں۔ مجھے آپ کی کسی بات کا یقین نہیں ہے۔

منت۔۔ بات سنو۔۔۔

مگر منت فون بند کر چکی تھی۔ فون کو ایک طرف پھینک کر وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔ طبعیت پہلے ہی بوجھل ہو رہی تھی۔ رونے کی وجہ سے اور خراب ہونے لگی۔ شام تک بی پی اتنا شوٹ کر گیا کہ اسے ہسپتال لے جانا پڑ گیا۔

اسکے ہونے سے تھی سانسیں میری دگنی محسن
وہ جو بچھڑا تو میری عمر گھٹا دی اس نے

دو دن اسپتال رہ کر وہ گھر آگئی تھی۔ڈاکٹرز نے اسے ٹینشن لینے سے سختی سے منع کیا تھا۔وہ کیسے سمجھاتی کہ ٹینشن سوچ کر نہیں لی جاتی یہ خود بخود ہی جونک کی طرح چمٹ جاتی ہے اور پھر چھوڑتی نہیں۔سوچوں کے ذریعے سے دماغ کا خون چوستی رہتی ہے۔وہ سارا دن بستر میں پڑی سوچوں کے تانے بانے بنتی رہتی اور ہلکان ہوتی رہتی۔غازی اور عزہ اس کا حوصلہ بندھاتے رہتے تھے۔اسے تسلیاں دیتے تھے لیکن وہ اس کے اندر پنپتی سوچوں سے اس کی جان نہیں چھڑا سکتے تھے۔

اک ہفتے بعد رحمت اس سے ملنے آیا تھا۔وہ اسے اپنے ساتھ کہیں لے کر جانا چاہ رہا تھا۔

نہیں میرا دل نہیں چاہ رہا کہیں جانے کا۔تمہارا شکریہ تم میرا حال پوچھنے آئے مگر میرا موڈ نہیں۔وہ کسلمندی سے بولی۔

دیکھیں منت باجی آپ مجھے منع نہیں کر سکتیں۔میرا مطلب ہے کہ مروت اور لحاظ بھی کوئی چیز ہوتا ہے آپ کو وہ تو کرنا پڑے گا میرا۔رحمت نے منہ بناتے ہوئے اس کے گھٹنوں کو ہاتھ لگایا۔

یہ کیا کر رہے ہو؟منت نے رخ موڑ کر گھٹنے پیچھے کیے۔رحمت اپ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس نیچے بیٹھ گیا۔

منت باجی کہیں تو آپ کے پاؤں پکڑ لیتا ہوں پلیز میرے ساتھ ایسا مت کریں۔آپ کا انکار میری جان لے لے گا۔پلیز پلیز پلیز۔۔۔

رحمت کی ڈرامے بازی عروج پہ تھی۔وہ ہر صورت منت کو منانا چاہتا تھا۔آخر دس منٹ کے واسطوں کے بعد منت مان گۓ۔

اچھا ٹھیک ہے میں چلتی ہوں مگر عزہ کو بھی ساتھ لے کر جاؤں گی۔اس نے شرط بتا کر آمادگی ظاہر کی۔

ویسے تو آپ کی اس ہٹلر دوست سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے مگر چلیں آپ کی خوشی کے لیے یہ بھی قبول ہے۔اس نے بادل نخواستہ منت کی شرط پہ ہامی بھری۔

منت نے عزہ کو فون کر دیا۔وہ اب قریب میں ہی اپنے گھر والوں کے ساتھ شفٹ ہو چکی تھی۔پندرہ منٹ بعد وہ بھی آگۓ تھی۔منت نے بے دلی سے کپڑے تبدیل کر کے منہ پہ چھینٹے مارے اور چادر لے کر باہر آگۓ۔رحمت گاڑی لے کر آیا تھا۔منت اور عزہ پچھلی نشستوں پہ بیٹھ گئیں تو اس نے بھی جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

ویسے تم کہاں لے کر جا رہے ہو؟کہیں ہمیں اغوا تو نہیں کرنا چاہ رہے؟عزہ نے اپنے مخصوص اکھڑے لہجے میں دریافت کیا۔رحمت کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

میڈم اغوا اتنے ترلے اور منتوں کے ساتھ نہیں کیا جاتا۔آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں تو صرف منت باجی کو ساتھ لے کر جانا چاہ رہا تھا آپ تو خوامخواہ میں بیچ میں چلی آئیں۔

رحمت نے کٹیلے لہجے میں دل کی بھڑاس نکالی۔اس سے پہلے عزہ کاروائی کرتی منت نے روک دیا۔

لڑنا نہیں اب تم دونوں۔اور رحمت تم بھی دھیان سڑک پہ رکھو یہ نہ ہو کہ حادثہ ہو جائے۔
اس نے عزہ کا ہاتھ دبا کر چپ رہنے کا اشارہ کیا اور رحمت کو بھی جھاڑ پلائی۔رحمت نے منہ بنا کر رفتار تھوڑی سی زیادہ کی۔آدھے گھنٹے کے بعد گاڑی ایک بڑے سے مینٹل اسپتال کے سامنے آکر رکی تھی۔

یہ تم ہمیں پاگل خانے کیوں لے کر آئے ہو؟عزہ نے اپنی طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے تفسیشی انداز اپنایا۔

کیونکہ ہماری دنیا میں اب آپ کا گزارہ ممکن نہیں۔ہم آپ کو آپ کی اصل جگہ چھوڑنے آئے ہیں۔رحمت نے دانت نکالتے ہوئے منت کی طرف کا دروازہ وا کیا۔

عزہ گھوم کر منت کی جانب آئی۔اسے باہر نکلنے میں مدد دی اور نہایت غصے سے رحمت کو گھورا۔

منت اس کو سمجھا لو میرے منہ نہ لگا کرے سخت زہر لگتا ہے مجھے یہ۔

آپ کونسا شہد لگتی ہیں مجھے عزہ باجی۔رحمت نے بھی حساب برابر کیا۔

او باجی نہ کہنا یہ لفظ بھی زہر سے کم نہیں لگتا۔عزہ نے انگلی دکھائی۔

بس۔۔۔منت نے ہاتھ اٹھا کر دونوں کی چلتی زبان کو بریک لگائی۔

رحمت چلیں۔اس نے اندر جانے کا اشارہ کیا تو وہ سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے آخر وہ ایک کمرے کے سامنے آکر رکے۔عزہ اور منت نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

کسی سے ملوانا ہے آپ دونوں کو۔۔وہ کہتا ہوا دروازہ کھول کر ایک طرف ہو گیا۔منت اور عزہ اندر بڑھیں تو وہ بھی پیچھے آگیا۔

سامنے کا منظر دیکھ کر وہ دونوں دھک سے رہ گئیں۔بیڈ پہ موجود مختلف نالیوں میں جکڑا وجود سارہ معراج کا تھا۔

یہ یہاں اس حال میں؟عزہ نے حواسوں میں آتے ہوئے اپنی حیرانی کو زبان دی۔منت بھی ششدر تھی۔

www.urdunovelsmania.com

رحمت یہ یہاں کیسے؟ گردن موڑ کر رحمت کو دیکھا۔ وہ آگے آیا۔

انہیں سراج پاشا نے قید کر لیا تھا اور بہت ٹارچر کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کا دماغ توازن بہت بگڑ گیا تھا۔ منہاس بھائی کے کہنے کے مطابق اسے پہلے رہا کروایا اور اب اس کا علاج چل رہا ہے۔ پہلے کی نسبت اب اس کی طبعیت کافی بہتر ہے۔ کچھ دنوں تک اسے امریکہ اس کے رشتے داروں کے پاس بھیج دیا جائے گا۔

رحمت نے تفصیل بتائی۔ منت اور عزہ نے اس حسین مورت کو دیکھا جو اپنے وقت کی فرعون تھی مگر بھول گئی تھی کہ وقت بدل جاتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ غرور اور تکبر کے مارے اس کی گردن تنی رہتی تھی اور اب وہ بے جان بستر پہ پڑی تھی۔

رحمت اس کے بیڈ کے پاس گیا اور ہولے سے اس کا شانہ ہلایا۔

سارہ۔۔۔ اٹھو دیکھو کون آیا ہے؟

سارہ نے ہولے سے آنکھیں کھولی تھیں۔ اپنے پاس بیڈ کی داہنی طرف کھڑی منت اور سامنے کھڑی عزہ کو دیکھ کر اس نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔ وہ ان کو پہچان گئی تھی۔

منت اس کو اس حال میں دیکھ کر سب بھول گئی۔اسے یاد رہا تو صرف اتنا کہ اب وہ پہلے جیسی سارہ معراج نہیں ہے ۔کمزور اور لاچار ہے۔

کیسی ہو سارہ؟اس نے سارہ کا ہاتھ پکڑ کر پیار سے پوچھا تھا۔عزہ البتہ آنکھوں میں سختی لیے وہیں کھڑی تھی۔وہ آگے نہیں بڑھی تھی۔سارہ کی آنکھوں میں نمی چمکی۔اسے امید نہیں تھی کہ منت اس سے اس طرح سا برتاؤ کرے گی۔

ٹھیک ہوں۔اس کی نقاہت بھری آواز میں بھی شدید کرب تھا۔
رحمت نے عزہ کو دیکھتے ہوئے اصل بات بتائی۔

سارہ آپ دونوں سے ملنا چاہتی تھی۔پچھلے دو دنوں سے اصرار کر رہی تھی اسی لیے میں آج آپ دونوں کو یہاں لے آیا۔

منت۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔۔معاف۔۔۔کر۔۔۔۔دی۔۔۔دینا۔اس نے ہکلاتے ہوئے منت کے ہاتھ تھامے۔
منت اب اسے کیا کہتی۔سارہ کی حالت اب اس قابل تھی ہی نہیں کہ اسے کچھ یاد دلا کر وہ اس کو شرمسار کرتی۔

سارہ میں نے تمہیں معاف کیا۔منت کھلے دل سے مسکرائی۔

سارہ کی نظریں اب عزہ کی جانب اٹھی تھیں جو کچھ دور کھڑی لاپرواں نظر آنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

عزہ۔۔۔سارہ نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

معافی۔۔۔۔۔معاف کر۔۔دو۔۔۔مجھے۔۔۔

عزہ۔۔۔منت نے آنکھیں دکھائیں تو وہ آگے آئی اور سارہ کے بندھے ہاتھ نیچے کیے۔

میں نے بھی معاف کیا۔اس کے الفاظ کے برعکس لہجہ سپاٹ تھا۔

سارہ معراج نے خوشی کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔۔وہ اس وقت بہت کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر کمزوری اجازت نہیں دے رہی تھی۔

میرا خیال ہے اب ہمیں چلنا چاہیے۔تم آرام کرو۔عزہ نے بے چینی سے کہتے ہوئے منت کے ہاتھ تھامے اور جانے کو مڑی۔

ہاں ہم چلتے ہیں۔تم جلدی ٹھیک ہو جاؤ گی۔منت نے مسکراتے ہوئے سارہ کو کہا تھا۔

آپ دونوں گاڑی میں جا کر بیٹھیں میں آتا ہوں۔رحمت نے چابی منت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں سر ہلاتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ گئیں۔

منہاس۔۔۔کیسا۔۔۔۔۔ہے؟دروازے سے باہر جاتے عزہ کی تیز سماعتوں نے سارہ کا رحمت سے کیا جانے والا سوال سنا تھا۔

اور کرواسے معاف۔ابھی بھی منہاس بھائی کا حال پوچھ رہی ہے رحمت سے۔

عزہ نے باہر آتے ہی بھنا کر کہا۔منت نے سکون سے اس پہ نظر ڈالی۔

وہ منہاس سے محبت کرتی ہے عزہ۔اسے بھول نہیں سکتی۔۔میرے لیے یہ اہم نہیں ہے۔میرے لیے اہم یہ ہے کہ وہ صرف میرا ہے۔میری دسترس میں ہے۔اس کے ساتھ میرا نام جڑا ہے سارہ کا نہیں۔

وہ ہولے سے کہتی ہوئی بالکل الگ ہی منت لگ رہی تھی۔

تمہاری وجہ سے اسے معاف تو کر دیا ہے لیکن دل ابھی صاف نہیں ہوا میرا۔

عزہ نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے شانے اچکا کر کہا۔منت ہنس دی۔

تم بہت برے طریقے سے اسے گھور رہی تھی۔

میرا بس چلتا تو اس سے زیادہ کچھ کرتی۔ لیکن وہ پہلے ہی ادھ موئی پڑی ہوئی تھی اس لیے بس گھورنے کے علاوہ کچھ کر نہیں سکی۔

عزہ نے گاڑی کا دروازہ کھولا پھر کچھ یاد آیا تو دانت پیسے۔

ویسے یہ رحمت کتنی بڑی فلم ہے۔ مجھ پہ ایسے احسان جتا رہا تھا جیسے میں زبردستی آگھ حالانکہ سارہ نے ہم دونوں کو بلایا تھا۔

مجھے سارہ کو دیکھ کر دکھ ہوا۔ منت نے افسوس کیا۔

مجھے نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ اس سے بھی برا ہونا چاہیے تھا۔ عزہ نے تنفر سے کہتے ہوئے سر جھٹکا۔ منت نے ناراضی سے اسے دیکھا۔

بری بات ہے عزہ۔ جزا سزا کا اختیار ہم انسانوں کے پاس نہیں۔ اللہ کے پاس ہے۔ وہ جسے چاہے سزا دے یا معاف کرے ہم کون ہوتے ہیں فیصلے صادر کرنے والے کہ فلاں کے ساتھ برا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ وہ برا تھا۔ اللہ ہے نہ وہ خوب جانتا ہے کس کے ساتھ کیا کرنا ہے۔

رحمت کہاں رہ گیا۔ آنہیں رہا۔ عزہ نے شرمندہ ہوتے ہوئے بات کا رخ موڑا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

کچھ دیر بعد رحمت آتا دکھائی دیا۔ اس نے آکر چپ چاپ چابی لی اور گاڑی سٹارٹ کی۔

ویسے بڑی دوستی نہیں ہے تمہاری اس سارہ کے ساتھ؟ عزہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا تھا۔

وہ اب پہلے جیسی نہیں رہی۔ رحمت نے سڑک پہ نظریں جمائے جواب دیا تھا۔
منہاس بھائی کا حال پوچھ رہی تھی نہ وہ اور کیا کہہ رہی تھی؟
عزہ نے منت کی گھوریوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے پوچھا تھا۔

کچھ نہیں۔ رحمت بہت سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

پہلے منت کے خلاف سازش کی اب منہاس کے خلاف کرنے کا سوچ رہی ہو گی وہ۔ سنو اس پہ نظر رکھنا۔
عزہ نے اندازہ لگاتے ہوئے رحمت کو خبردار کیا۔

وہ بھائی کے خلاف کچھ برا نہیں سوچ سکتی۔ اب تو خیر وہ کچھ سوچنے کے قابل ہی نہیں مگر پہلے بھی اس نے بھائی کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔

رحمت نے ضبط سے جواب دیا۔سارہ کو جتنی بری حالت میں باز یاب کروایا گیا تھا وہ اور منہاس سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔سراج پاشا اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے گا یہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔اس لیے رحمت کو اسے یوں دیکھ کر انسانیت کے ناطے دکھ ہوا تھا۔وہ اپنے پاگل پن میں بھی منہاس کو نہیں بھولی تھی اور یہ چیز جیسے ساری کدورتیں رحمت کے دل سے نکال گئی تھی۔

تم نہیں جانتے رحمت کہ۔۔۔۔

آپ نہیں جانتیں۔رحمت نے بات کاٹتے ہوئے گاڑی روکی۔
میں سب جانتا ہوں مگر کچھ ایسی باتیں ہیں جو آپ نہیں جانتیں۔سراج پاشا کی انڈسٹری کو آگ لگنے والا واقعہ تو سنا ہوگا آپ نے؟
وہ اب رخ موڑے عزہ سے سوال کر رہا تھا۔عزہ نے اس غیر متوقع سوال پہ الجھن سے شانے اچکائے۔

ہاں سنا تھا مگر یہ نہیں معلوم کہ وہ آگ کس نے لگائی تھی۔

منت نے آنکھیں میچیں۔وہ جانتی تھی رحمت اب کس کا نام لے گا۔

منہاس بھائی نے لگائی تھی۔رحمت نے انکشاف کیا۔

یہ بڑی بات نہیں بڑی بات یہ ہے کہ سارہ معراج کو اس بات کی خبر تھی کہ اس کے بھائی کو کنگال کرنے والا کون ہے۔ لیکن اس نے بھائی تک کو خبر نہیں ہونے دی کہ وہ سب جان گئی ہے۔ اس پر جب سراج پاشا نے اسے قید کیا۔ تشدد کیا اس نے پھر بھی زبان نہیں کھولی کہ منہاس بھائی کا ہاتھ تھا اس سب کے پیچھے۔ وہ صرف منت باجی سے حسد کرتی تھی اسی بناء پر اس نے منت باجی کو قید کیا اور دوسرے ہتھکنڈے آزمائے تاکہ وہ انہیں منہاس سے دور کر سکے۔ اور اس بات کی سزا منہاس بھائی اسے دے چکے ہیں تبھی وہ اس حال کو پہنچی ہے۔ اب وہ ایک کمزور اور قابل ترس انسان ہے اور کچھ نہیں۔ سو بہتر ہے اسے معاف کر دیں آپ لوگ۔ شاید اسی بہانے اس کی اگلی زندگی تھوڑی آسان ہو جائے۔ آپ یہ نہ سمجھیں میں اس کی حمایت کر رہا ہوں بس میں اسے انسان ہونے کا مارجن دے رہا ہوں۔ اس کا پاگل پن میں نے دیکھا ہے۔ اس کی چیخیں سنی ہیں۔ اس لیے اب میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے سوا کچھ نہیں۔

رحمت نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بات ختم کی اور رخ موڑ کر گاڑی سٹارٹ کر دی۔ منت اور عزہ کچھ کہنے کے قابل نہیں رہی تھیں۔

موسم میں گرمی کی شدت بہت بڑھ گئی تھی۔ پچھلے دنوں کی نسبت آج سورج سوا نیزے پہ آگ برسا رہا تھا۔ حبس اور شدید گرمی نے سب کو گھروں میں مقید کر دیا تھا۔ جون کی اس چلچلاتی دوپہر میں کچی آبادی والے علاقے کے اک ڈھائی مرلے کے مکان سے چادر میں لپٹا ایک وجود باہر نکلا۔ ہاتھ میں ایک بیگ تھا جس کے اندر کچھ سامان تھا۔ وہ سراج پاشا تھا۔ منہاس کی گرفتاری کے بعد سے وہ انڈر گراؤنڈ تھا اب جا کر اس کی بس ہو گئی تھی اور اس نے یہاں سے نکلنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس نے کچھ وفادار لوگوں کے ذریعے غیر قانونی طریقے سے یہاں سے نکلنے کا پلان بنا یا تھا۔

اک ہاتھ سے بیگ جبکہ دوسرے سے چادر کو اس طرح سے سنبھالا ہوا تھا جس نے اس کے چہرے کو مکمل طور پر ڈھانپ دیا تھا۔اس وقت رش کم تھا مگر بھی جوا کا دکا لوگ نظر آرہے تھے وہ حیرانی سے اس کو دیکھ رہے تھے جو تیز رفتاری سے قدم بڑھا رہا تھا۔

وہ اب تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ منہاس نے اس سے کیا دشمنی نکالی ہے۔اب تو اسے پکا یقین ہو گیا تھا کہ اس کی فیکٹریوں کو آگ لگانے اور اسے مالی نقصان پہنچانے کے پیچھے بھی منہاس کا ہی ہاتھ تھا۔

ایک جگہ پہنچ کر اس نے بیگ سے موبائل نکالا اور کسی کو کال ملائی۔

دس منٹ کے انتظار کے بعد ایک گاڑی آکر رکی تھی۔وہ جھٹ سے اس میں بیٹھ گیا۔

سارا انتظام ہو گیا؟اس نے چادر کو پچھلی سیٹ پہ پھینکتے ہوئے پوچھا۔گاڑی کالے شیشوں والی تھی باہر سے اندر بیٹھے لوگ نظر نہیں آسکتے تھے اسی لیے وہ بے فکری سے پھیل کر بیٹھ گیا اور چادر سے بھی نجات حاصل کی۔

بھائی آپ فکر نہ کریں۔ہم آپ کو باڈر تک باحفاظت پہنچا دیں گے۔ایک ایجنٹ سے بات ہو گئی ہے وہ وہیں ملے گا اور آپ کو باڈر پار کرا دے گا۔

گاڑی چلانے والے نے اس کی تسلی کروائی تھی۔سراج پاشا نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے چند پل کی خاموشی اختیار کی پھر رخ موڑ کر ڈرائیور کی جانب دیکھا۔

بندہ اعتبار والا ہے نہ۔دھوکا تو نہیں دے گا؟

بھائی آپ فکر نہ کریں۔بندہ اعتبار والا ہی ہے۔ایران پہنچائے گا آپ کو۔

کیسا وقت آگیا ہے مجھ پہ۔جان بچاتا پھر رہا ہوں اپنی۔ایک دفعہ یہاں سے نکل جاؤں تو چھوڑوں گا نہیں اس منحاس کے بچے کو۔پتا نہیں کس بات کا بدلہ لے رہا ہے مجھ سے۔

سراج پاشا نے غصے سے گاڑی کے ڈیش بورڈ پہ ہاتھ مارا۔

بھائی آپ کو سچ میں نہیں پتا کہ وہ آپ سے کس چیز کا بدلہ لے رہا ہے؟مقابل نے حیرانی سے سوال کیا۔
نہیں معلوم تو کہہ رہا ہوں نہ۔۔سراج پاشا جھنجھلایا۔

بھائی وہ اپنی ماں کا بدلہ لینے کے لیے آپ کے قریب آیا تھا۔آپ نے اس کی ماں کا قتل کیا تھا۔آئلہ شہاب کا۔اگر آپ کو یاد ہو تو۔

نہیں مجھے نہیں یاد۔زندگی میں اتنے قتل کیے ہیں کہ اب گنتی بھی نہیں یاد تو یہ کیسے یاد ہوگا؟اگر مجھے ذرا سا بھی شک ہو جاتا تو اب تک منہاس کو بھی اس دنیا سے رخصت کر چکا ہوتا۔

اس نے آستین کے سانپ کو بھی مات دے دی۔میرے اندر گھس کر اس نے مجھے نقصان پہنچایا ہے چھوڑوں گا تو نہیں اسے میں۔

سراج پاشا کا رنگ غصے کی زیادتی کی وجہ سے سرخ پڑ چکا تھا۔منہاس کی اصلیت جان کر اس کو دھچکا لگا تھا۔وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اتنا بڑا اداکار نکلے گا کہ اس کی وجہ سے جان کے لالے پڑ جائیں گے۔

بس ایک دفعہ یہاں سے نکل جاؤں پھر اچھے سے پوچھوں گا اس کو۔اس نے سڑک پہ نظریں جماتے ہوئے خود کو تسلی دی تھی۔

____

فراقِ یار کی بارش،ملال کا موسم
ہمارے شہر میں اترا کمال کا موسم

وہ اک دعا میری،جو نامراد لوٹ آئی
زباں سے روٹھ گیا پھر سوال کا موسم

بہت دنوں سے میرے نیم وادریچوں میں
ٹھہرگیا ہے تمہارے خیال کاموسم

جو بے یقیں ہو بہاریں اجڑ بھی سکتی ہیں
تو آکے دیکھ لے میرے زوال کاموسم

محبتیں بھی تیری دھوپ چھاؤں جیسی ہیں
کبھی یہ ہجر، کبھی یہ وصال کاموسم

کوءملاہی نہیں جس کو سونپتے محسنؔ
ہم اپنے خواب کی خوشبو، خیال کاموسم

بارشوں کاموسم شروع ہوچکا تھا۔ گرمی کازور ٹوٹنے لگا تھا۔
وہ اسپتال سے دوبارہ اپنے قید خانے میں آگیا تھا۔ فلحال یہی طے پایا تھا کہ اس کا کیس عدالت میں ویسے ہی چلے گا اور دو چار پیشیوں کے بعد جج اسے رہا کردے گا۔ اس میں بھی ابھی طویل وقت درکار تھا۔ اسے منت کی فکر لگی رہتی تھی۔ خود تو وہ تکلیفیں اور مشکلات سہنے کا عادی تھا مگر منت کو وہ یہ سب برداشت کرتے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اس دن کے بعد سے دوبارہ منت سے بات نہیں کی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اسے دیکھ کر کمزور پڑے۔

یہ قید خانہ اسے چڑچڑا بنا رہا تھا۔دن رات کی تفریق کیے بغیر سارا سارا دن فارغ جیل کے فرش پہ چت لیٹے رہنے کے سوا اور کچھ کرنے کو نہیں ہوتا تھا۔غازی ہر ہفتے چکر لگا لیتا تھا۔انکل کے ساتھ میٹینگ میں ہی ملاقات ہو جاتی تھی جو اسی جیل کے خفیہ سیل میں رات کو انجام پاتی تھی۔

وہ بیٹھا زندگی کے حساب کتاب میں مصروف تھا جب حوالدار نے آکر اس کے سیل کا تالا کھولا۔وہ ایسا تب ہی کرتا تھا جب اس سے ملنے کوئی آیا ہو۔

اس نے حوالدار کے پیچھے دیکھا تو رحمت چلا آرہا تھا۔رحمت اس کے سیل میں داخل ہو گیا تو حوالدار وہاں سے چلا گیا۔

کیسے ہیں آپ بھائی۔رحمت نے اس کے گلے لگتے ہوئے سوال کیا۔

تم ٹھیک ہو؟اس نے رحمت کا سوال گول کرتے ہوئے جوابی سوال کیا۔رحمت ٹھنڈی آہ بھر کر نیچے بیٹھ گیا۔

کچھ نہ پوچھیں بھائی۔زندگی لٹو کی طرح گھما رہی ہے۔اپنے اشاروں پہ نچا رہی ہے۔میری تو بس ہو گئی ہے۔مسلے ہیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے۔ایک کو ختم کرو تو دوسرا ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتا ہے اور کہتا ہے بھائی جان ادھر بھی نظرِ کرم فرمائیں۔ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں۔میں تو تنگ آگیا ہوں۔بقول شاعر کیا کہتے ہیں۔۔۔

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے

ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

رحمت نے دل جلے انداز میں لہک لہک کر شعر کا ستیاناس مارا۔اس کی آواز جیل کی دیواروں سے واپس پلٹ کر آئی تو منہاس نے کانوں میں انگلیاں ٹھونسیں۔

توبہ کتنا بھونڈا گاتے ہو تم رحمت۔اچھا ہوا تم سنگر نہیں بنے ورنہ
آج آبادی کا بڑا حصہ سماعت سے محروم ہو جاتا۔

بھائی میں اس وقت مذاق کے موڈ میں بلکل نہیں ہوں۔رحمت نے ٹانگیں پسارتے ہوئے سر جھٹکا۔

تو میں کونسا تمہیں یہاں لطیفے سنانے کے لیے بیٹھا ہوں۔منہاس نے اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے حساب برابر کیا۔

چند لمحے رحمت لب بھینچے اسے دیکھتا رہا پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

اف بھائی جیل بھی آپ کے ایٹی ٹیوڈ کو کم نہیں کر سکی۔میں متاثر ہوا ہوں۔شدید متاثر۔
رحمت گردن جھکائے سرخم کرتے ہوئے آداب بجالیا۔
تمہیں ہونا بھی چاہیے۔بے نیازی ہی بے نیازی تھی۔
ویسے جس کام کے لیے آئے ہو اس کا بتاؤ۔مجھے فضول کی باتوں میں مت الجھاؤ۔

منہاس کو آخر یاد آیا کہ اسے کوئی کام کہا تھا۔

آہ بھائی۔آپ کے کاموں نے مجھے کسی کام کا نہیں چھوڑا۔رحمت نے مصنوعی کرب سے آنکھیں میچیں۔

رحمت انسان بنو اور سیدھے طریقے سے بتاؤ کہ کیا بنا۔منہاس نے ایک گھونسہ اس کے پیٹ میں رسید کیا۔رحمت کی ڈرامے بازی ہوا ہوئی۔

میں تو آپ کو انٹرٹین کر رہا تھا۔سوچ رہا تھا کہ جیل میں آپ کافی بور ہو رہے ہوں گے تو پہلے جا کر آپ کو تھوڑا ہنسا دوں گا۔

رحمت تمہیں جوکر بننے کی بالکل ضرورت نہیں۔تم مطلب کی بات پہ آؤ۔
منہاس نے اسے پچکارتے ہوئے نظریں باہر پھیریں تو حوالدار ایک بار پھر سامنے سے چلا آرہا تھا۔اس بار اس کے پیچھے ایک آدمی تھا جس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔حوالدار نے کسی معمول کی طرح سیل کا دروازہ کھولا اور ٹرے اس آدمی کے ہاتھ سے لے کر منہاس کے سامنے رکھ کر الٹے قدموں واپس ہوا۔اتنی دیر میں پہلے والا شخص منرل واٹر کی بوتل اور دو ڈسپوزیبل گلاس لے آیا تھا۔حوالدار نے پانی کی بوتل اور گلاس بھی سامنے لا کر رکھے اور تالا لگا کر دونوں چلے گئے۔

رحمت نے ندیدوں کی طرح ٹرے کے اوپر سے کپڑا ہٹایا تھا۔ ٹرے میں دو لوگوں کے لیے کھانا تھا۔ نہاری اور نان کے ساتھ سلاد۔

واہ بھائی۔ آپ کی تو موجیں ہیں۔ جیل میں ہی ریسٹورینٹ والے مزے۔ رحمت نے نان پکڑتے ہوئے کھانا شروع کیا۔

ارے میری وجہ سے شرمائیں نہیں کھل کر کھائیں۔ رحمت منہ بھرا ہونے کی وجہ سے بمشکل بولا۔ منہاس نے افسوس سے چہ چہ کرتے ہوئے کھانا شروع کیا۔

کھانے پینے کا واقعی بڑا سکون ہے رحمت۔ اور آج تمہاری وجہ سے ریسٹورینٹ سے کھانا آیا ہے ورنہ تو حوالدار کے گھر سے کھانا آتا ہے میرے لیے۔ بڑا اچھا بندہ ہے۔ کافی خیال کرتا ہے میرا۔
منہاس نے پانی کی بوتل کھول کر پانی گلاسوں میں انڈیلا۔ رحمت کے آگے اس کا بھرا ہوا گلاس رکھ کر اپنے گلاس کو لبوں سے لگایا۔

ایسا ہے کیا؟ میری وجہ سے کیوں؟ رحمت نے بھرپور توجہ سے کھاتے ہوئے پوچھا۔ منہاس کے ساتھ کھائے کافی مہینے ہو گئے تھے اس لیے وہ آج بڑے عرصے بعد دل سے اور پیٹ بھر کر کھا رہا تھا۔

www.urdunovelsmania.com

بھء تم میرے مہمان ہو اس لیے۔ غازی یا انکل وغیرہ میں سے بھی جب کوئی آتا ہے تو ان کے بھی کھانے پینے کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔

منہاس نے مطمئین انداز میں بتایا اور رحمت عش عش کر اٹھا۔ وہ جیل میں رہ کر بھی ویسے ہی ٹاٹھ باٹھ سے تھا جیسے جیل سے باہر تھا۔

اچھا حوالدار کے گھر سے کیا کیا آتا ہے کھانے کو؟ رحمت نے سرسری سا پوچھا۔

کبھی دال چاول۔۔ کبھی روٹی اور سبزی کبھی کھچڑی کبھی چنے وغیرہ وغیرہ۔۔۔

منہاس نے سادگی سے بتایا۔ پانی پیتے رحمت کو اچھولگا۔

کیا مطلب؟ ایک طرف آپ کو فائیو سٹار ہوٹل والی سہولیات ہیں تو دوسری جانب اتنے سادے کھانے؟

اصل میں بات یہ ہے کہ حوالدار کافی غریب آدمی ہے بیچارہ۔ اوپر والوں کی طرف سے ڈی ایس پی کو سخت آڈرز ہیں کہ میرے لیے بہترین کھانا آڈر کیا جائے۔ جو پیسے میرے کھانے کے لیے روزانہ مختص کیے گئے وہ میں اس حوالدار کو دے دیتا ہوں اور بدلے میں اس کے گھر کا کھانا کھا لیتا ہوں۔ ویسے بھی کھانے کی ڈیوٹی میرے کہنے پر اسی کو دی گئی تھی تو اس لیے اس سب میں کوئی مشکل نہیں ہوئی۔ غریب آدمی ہے اسی بہانے اس کی تھوڑی سی مدد ہو جاتی ہے ۔ہاں آج تمہاری وجہ سے اس بے چارے کے اس وقت کے کھانے کے پیسوں کا نقصان ہو گیا۔ ابھی تم ایسا کرو کھانا کھا کر پانچ سو روپے اس ٹرے میں رکھ دینا۔۔

منہاس اپنا کھانا ختم کر کے اٹھ گیا اور ہاتھ دھونے کے لیے واش بیسن کی جانب بڑھ گیا۔ رحمت تو اس کی بات سن کر سکتے میں آگیا۔ وہ آج تک منہاس کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اب بھی وہ جیل میں قید تھا مگر پھر بھی کسی کی مدد کرنے کا بہانہ اس نے ڈھونڈ ہی لیا تھا۔ ایسے لوگ کہاں ہوتے ہیں۔ رحمت نے جیب سے ہزار روپے کا نوٹ نکال کر ٹرے کے ایک کونے میں رکھ کر ٹرے کو کپڑے سے ڈھانپ دیا۔

منہاس واپس آیا تو رحمت کھانا ختم کر کے اب اس کا منتظر تھا۔

کچھ اور چاہیے تو منگواؤں؟ اس نے پیار سے پوچھا۔

رہنے دیں بھائی اس کے پیسے بھی آپ مجھ سے ہی نکلوائیں گے۔ رحمت نے مذاق کیا مگر وہ سنجیدہ تھا۔

رحمت تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اس وقت میرے پاس پیسے ہوتے تو میں تم سے کہتا۔ غازی یا انکل بھی آئیں تو وہ بھی اپنے کھانے پینے کا خرچ ادا کر کے جاتے ہیں۔ میں۔ بس یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی غریب کی جیب پہ بوجھ بڑھے۔ یہ افسران اپنی جیب سے کچھ نہیں دیتے الٹا ان چھوٹے اہلکاروں پہ اس قسم کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے اسی لیے میں نے تم سے کہا۔

رحمت کو شرمندگی نے آگھیرا۔ جلدی سے منہاس کے گلے لگا۔

بھائی سوری یار۔ قسم سے میں تو مذاق کر رہا تھا۔ معاف کر دیں۔

اچھا چلو ٹھیک ہے۔ کر دیا معاف اب تو پیچھے ہٹو۔ کافی دیر بعد بھی رحمت اس سے چپکا رہا تو اس نے شگفتگی سے کہتے ہوئے اسے پیچھے کیا۔

اچھا مجھے بتاؤ سراج پاشا کا کوئی سراغ ملا؟
اس نے مطلب کی بات پوچھی جس کے لیے رحمت یہاں آیا تھا۔

کہ اب تو دل ہے نہ گھر ہے کہیں بسانے کو
کوئی بھی خواب نہیں ہے تمہیں دکھانے کو

کوئی لطیفہ سناؤ اُداسیاں ٹوٹیں
ترس گیا ہوں میں مدت سے مُسکرانے کو

www.urdunovelsmania.com

مری طرح کے کئی اور سرپھرے ہوں گے

جو اپنا گھر ہی سمجھ لیں گے قید خانے کو

دیا جلانے کی کوشش گناہ سمجھتے ہوئے

تمام شہر ہی آیا ہے گھر جلانے کو

وہ ایک شخص مری کائنات تھا میثم

سو اُس کے بعد تو کچھ بھی نہیں گنوانے کو

(میثم علی آغا)

اسے اب اس قید خانے سے اکتاہٹ ہونے لگی تھی۔سارا سارا دن دیواریں تکتے گزر جاتا تھا۔ہفتہ بھر ہو گیا تھا اب تو کوئی ملنے جلنے والا بھی نہیں آتا تھا۔غازی اپنی ڈیوٹی پہ ہوتا تھا۔رحمت اس کے کام نمٹانے میں مصروف تھا اور انکل نے بھی خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ایسے میں اسے منت کی خیر خبر دینے والا کوئی نہیں تھا۔ادھر سے ادھر چکر کاٹتے ہوئے اس کی نظر تھوڑی دور کھڑے حوالدار پہ پڑی۔ایک خیال اس کے دماغ میں کوندے کی طرح لپکا۔اس نے آواز دے کر اسے اپنے پاس بلایا۔حوالدار دوڑتا ہوا آیا۔

ہاں صاحب؟کچھ چاہیے ہے کیا؟

منہاس چند لمحے تذبذب کا شکار رہا پھر گہری سانس بھرتا اس سے مخاطب ہوا۔

ہاں اصل میں تمہارا موبائل چاہیے تھا۔ایک ضروری کال کرنی ہے۔
منہاس نے زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پہ سجائی تھی۔اس کے لیےبہت مشکل تھا کسی کا احسان لینا وہ بھی اس کا جس پہ وہ احسان کرتا ہو۔

حوالدار نے احتیاطاً ادھر ادھر دیکھا پھر جیب سے موبائل نکال کر ہاتھ میں پکڑا اور رخ سیدھا کر کے ہاتھ پیچھے کر دیے۔منہاس نے اس کے ہاتھوں سے موبائل لے لیا۔

بس چند منٹ۔۔زیادہ دیر نہیں لگے گی۔وہ کہتا ہوا موبائل لے کر واشروم میں آگیا۔بے چینی سے منت کا نمبر ڈائل کیا۔بیل جاتی رہی مگر کسی نے کال ریسیو نہ کی۔اس نے کوفت سے سر جھٹکتے ہوئے دوبارہ کال ملائی۔بیل جاتی رہی ۔پانچویں بیل پہ منت کی آواز سنائی دی۔

جی السلام علیکم کون؟

منو۔۔۔منہاس کے منہ سے سلام کی بجائے اس کا نام نکلا۔منت اپنی جگہ ٹھہر سی گئی۔اسے جیسے یقین نہیں آرہا تھا۔

آپ۔۔۔یہ آپ ہیں نہ منہاس۔اس نے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی گھٹی گھٹی چیخیں دبائیں جو منہاس کی آواز سن کر بے قابو ہو رہی تھیں۔

ہاں منو۔ میں ہوں۔ تم کیسی ہو؟اس نے دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ہولے سے پوچھا۔منت کا غم اس کی بے چینی بے قراری اس کی تکلیف اسے اپنے سینے میں محسوس ہو رہی تھی۔

میں ٹھیک ہوں۔ وہ بہادر بنی۔کمرے سے نکل کر وہ بالکونی میں آگئی۔
آپ کیسے ہیں؟موسم ایکدم سے منت کو حسین لگنے لگا تھا۔

میں بھی ٹھیک ہوں منو۔ تم اپنا خیال رکھتی ہو نا؟اس نے تصدیق چاہی۔منت زبردستی قہقہہ لگا کر ہنسی۔

ہاں میں بہت خیال رکھتی ہوں اپنا۔آپ کب آئیں گے منہاس۔ مجھے آپ کی بہت ضرورت ہے۔آپ پلیز جلدی آ جائیں۔
اس سے زیادہ منت ضبط نہیں کر سکی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ منہاس کے سینے میں گھٹن بڑھنے لگی۔وہ کمزور نہیں تھا مگر منت کے سامنے پڑ جاتا تھا۔

منت تم رو نہیں۔ میں بہت جلد آؤں گا۔اگلے مہینے عدالت مجھے رہا کر دے گی۔ تم فکر نہ کرنا اور اپنا بہت زیادہ خیال رکھنا۔ میں فون رکھتا ہوں۔ خدا حافظ۔

منہاس نے آنکھوں میں آئی نمی صاف کر کے باہر کا رخ کیا۔
بہت شکریہ تمہارا۔اس نے موبائل حوالدار کو دیتے ہوئے کہا۔

ارے نہیں صاحب شکریہ کیسا؟آپ کو کسی اور چیز کی ضرورت ہوئی تو بتانا۔

نہیں فلحال نہیں۔وہ کہتا واپس پلٹ آیا۔زمین پہ بیٹھتے ہوئے اس نے پھر سے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔یہاں دیواروں کو گھورنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔اسے بے اختیار ایک شعر یاد آیا۔

اتنا خراب حال ہوں،زنداں میں بیٹھ کر
دیوار تک رہا ہوں کہ شاہکار چیز ہے

منہاس نے کال کٹ کی تو منت کا دل بھی کٹ کر رہ گیا۔ابھی تو اس نے بہت سی باتیں کرنی تھیں۔کچھ اس کی سننی تھیں کچھ اپنی کہنی تھیں۔ابھی تو بہت کچھ بتانے سے رہ گیا تھا۔دل مسوس کر وہ کمرے میں واپس آگھ۔موبائل بیڈ پہ پھینکتے ہوئے وہ کمرے سے باہر آگھ۔شان سکول سے آنے والا تھا۔اس کے کھانے کا پوچھنے کے لیے وہ کچن میں چلی آئی جہاں اماں روٹی بنا رہی تھیں۔

سالن بن گیا اماں؟ اس نے ہنڈیا کی جانب بڑھتے ہوئے سوال کیا۔

ہاں سالن بن گیا اب روٹی بنا رہی ہوں۔ شان آنے والا ہو گا۔ وہ مصروف سے انداز میں کہہ کر روٹی بیلنے لگیں۔ منت نے پلیٹ میں تھوڑا سا سالن نکال کر چکھا۔

منت رکھ دے اسے۔ تیرے لیے ابھی دلیہ بناؤں گی تو وہ کھانا۔ اماں نے اس کے ہاتھ سے پلیٹ لے کر شیلف پہ رکھ دی۔

اماں منہاس آجائیں گے ناں؟ اماں کے توے پہ روٹی ڈالتے ہاتھ کانپے تھے۔

ہاں آجائے گا۔ کیوں نہیں آئے گا وہ۔ تیرے ابا بتا رہے تھے اگلی پیشی پہ رہا ہو جائے گا وہ۔ سرسری سا کہتے ہوئے روٹی توے سے اتار کر ہاٹ پاٹ میں رکھ کر ڈھکن بند کیا۔ اگلی روٹی کو بیلتے ہوئے انہوں نے دانستہ بات بدلی۔

اچھا منت تو ایسا کر کمرے میں جا کر آرام کر لے۔ یہاں بڑی گرمی ہو رہی ہے۔

اچھا جا رہی ہوں۔ یہ معیز اور جنت بھی نظر نہیں آرہے؟ وہ جاتے جاتے پلٹی۔

بازار گئے ہیں دونوں۔ اماں نے آنچ ہلکی کی۔

وہ کیوں؟ وہ ابھی تک کچن کے دروازے پہ ہی ایستادہ تھی۔

تیرے بچے کے لیے خریداری کرنے گئے ہیں۔ تجھے تو کسی بات کا ہوش ہی نہیں کسی چیز کا۔ وہ تو میں نے ہی دونوں کو آج کہا کہ کچھ کپڑے وغیرہ لے آئیں۔

اماں اپنی کہہ کر روٹی پلٹنے لگی تھیں اور وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتے ہوئے وہاں سے واپس کمرے میں بھاگ آئی۔

وہ کیسے یہ خوشی مناتی؟ بھلا اس خوشی کا منہاس کے بغیر کوئی وجود تھا؟ کوئی تصور تھا؟ یہ وقت تو شوہروں سے لاڈ اٹھوانے اور ناز نخرے کرنے کا ہوتا ہے اور وہ بس اس کے لوٹ آنے کی امید میں دن گزار رہی تھی۔ اماں سچ کہہ رہی تھیں اسے واقعی کسی چیز کسی کام کا ہوش نہیں تھا۔ سارا دن وہ بولائی بولائی سی پھرتی تھی۔

شان کی آواز آئی تو اس نے جلدی سے آنسو صاف کیے۔ وہ بہت سوال کرتا تھا۔
انکل کہاں ہیں؟ کب آئیں گے؟ آپ رات کو چھپ چھپ کے روتی کیوں ہیں؟ اس وقت بھی اگر وہ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لیتا تو سو سوال کرتا۔ آنکھیں پونچھتی ہوئی وہ شان کے کمرے میں آنے سے پہلے اک جھوٹی مسکان چہرے پہ سجا چکی تھی۔

صبح کی کرنیں چہار سو پھیلنے لگیں تو معمول کی زندگی رواں دواں ہوئی۔ وہ چادر سر پہ تان کر باہر نکل آئی۔ سڑک پہ روزانہ کی طرح رش تھا۔ وہ فٹ پاتھ پہ چلتے ہوئے موبائل دیکھنے میں مصروف تھی جب کوئی ایکدم اس کے پیچھے سے بھاگتا ہوا برابر میں چلنے لگا۔ وہ بغیر غور کیے موبائل ہی دیکھتی رہی۔

ایکسکیوزمی۔۔۔غازی سے زیادہ دیر اپنا نظرانداز کیا جانا ہضم نہ ہوا۔

یس۔عزہ نے موبائل سے نظریں ہٹا کر ایک اچٹتی سی نگاہ اس پہ ڈالی اور دوبارہ اپنے مشغلے میں مصروف ہو گۓ۔

کیا میں آپ سے دومنٹ بات کر سکتا ہوں؟غازی نے سامنے آتے ہوئے مودبانہ انداز اختیار کیا تھا۔

جی نہیں میں مصروف ہوں۔عزہ نے نخوت سے کہتے ہوئے اسے سامنے سے ہٹانا چاہا۔پچھلے ایک ہفتے سے وہ مصروف تھا اور اب اس کی باری تھی کہ اسے اگنور کرے۔

اچھا نہ۔ایم سوری۔غازی نے کان پکڑے۔وہ مسکراہٹ دبا کر نفی میں سر ہلا گۓ۔

اس طرح سے سوری نہیں چلے گی۔ابھی دس بار اٹھک بیٹھک کرو اور سوری بولو پھر میں تمہیں معاف کروں گی۔

کیا کہا؟غازی کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔عزہ نے شانے اچکائے۔جیسے کہہ رہی ہو معافی کی صرف یہی صورت ہے۔

غازی نے ایک نظر سڑک کے چلتے ہجوم کی طرف دیکھا۔ ہر کسی کو اپنی پڑی ہوئی تھی کوئی اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں میچیں۔ سر پہ پہنی کیپ تھوڑا اور آگے سرکائی۔ آنکھوں پہ چشمہ لگایا۔ عزہ دلچسپی سے اس کی کاروائی دیکھ رہی تھی۔

وہ گھٹنوں کے بل نیچے جھکا۔ کانوں کو ہاتھ لگائے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ایم سوری ایک۔۔۔ ایم سوری دو۔۔۔۔ ایم سوری تین۔۔۔۔۔

یہ یورپ نہیں پاکستان تھا۔ ارد گرد سے گزرتے لوگ دانتوں میں انگلیاں دابے لاحول پڑھ رہے تھے۔ عزہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ وہ تو بس اسے تنگ کر رہی تھی اور وہ سچ میں اٹھک بیٹھک کرنے لگا تھا۔

ایم سوری چار۔۔۔ ایم سوری پانچ۔۔۔۔ غازی اونچی آواز میں کہتے ہوئے پھر سے بیٹھنے لگا تھا کہ وہ ہڑبڑا کر ہوش میں آئی۔

کیا کر رہے ہو؟ چلو یہاں سے۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے اسے لیے تیز تیز چلنے لگی۔

ابھی پانچ اٹھک بیٹھک باقی تھیں۔ کیا تم نے معافی قبول کر لی؟

وہ اس کے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے معصومیت سے بولا جسے وہ چھوڑنا شاید بھول چکی تھی۔

نہیں باقی کی پانچ تم سے اکیلے میں کرواؤں گی۔ ابھی میں لوگوں کے سامنے تماشا نہیں بنوانا چاہتی تھی۔

اکیلے میں ؟کیا تم مجھ شریف لڑکے سے اکیلے میں ملو گی۔ شرم کرو عزہ۔غازی نے مصنوعی تاسف سے سر ہلایا۔ حسب توقع وہ بھڑک کر رکی تھی۔ چادر کے ہالے میں لپٹا اس کا چہرہ غصے کی تمازت سے لال ٹماٹر بن گیا۔

غازی تم ایک انتہائی ڈفر اور احمق انسان ہو۔ بات مت کرنا مجھ سے۔ غصے سے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے وہ آگے بڑھنے کو تھی جب غازی نے اس کا بازو تھاما۔

تم مجھ سے پوچھو گی نہیں کہ میں کہاں مصروف تھا؟اس کی گھمبیر سنجیدہ آواز پہ وہ پلٹی۔
کہاں ؟۔عزہ نے پوچھا نہیں مگر اس کے تاثرات یہی سوال کر رہے تھے۔

دس منٹ بعد وہ ایک ہوٹل میں بیٹھے تھے۔غازی نے حلوہ پوری کا آڈر دے کر بات کا آغاز کیا۔

اصل میں پچھلے دنوں منہاس بھائی کے سلسلے میں کافی مصروفیت رہی اتنی کہ ان سے بھی ملنے نہیں جا سکا۔

کیوں خیریت تو ہے نہ ؟عزہ نے بیگ نیچے رکھتے ہوئے تشویش سے پوچھا۔وہ بھی کافی دنوں سے منہاس کی خیریت سے بے خبر تھی۔

ہاں اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔اگلی پیشی پہ جج منہاس بھائی کو رہا کر دے گا۔زمان انکل اور ایجنسی والوں نے جج کو اچھے سے سب سمجھا دیا ہے۔وہ وہی کرے گا جو اسے کہا گیا ہے۔
غازی نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے امید ظاہر کی۔عزہ نے میز پہ رکھے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا۔

چلو اچھی بات ہے کہ وہ رہا ہو جائیں گے۔منت بھی کافی پریشان رہتی ہے ان کو لے کر۔گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے تبصرہ کیا۔

تم بتاؤ کوئی بہت ضروری بات تھی کیا؟غازی کو یاد آیا کہ اس نے کافی کالز اور میسجز کیے تھے کہ اسے ضروری بات کرنی ہے۔

ہاں بات تو ضروری تھی اور پریشانی والی بھی۔عزہ نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

کیوں کیا ہوا؟ بھنویں اکھٹی کیے غازی کے ماتھے پہ بل پڑے۔

چچا اور تایا کا تو تمہیں علم ہے کہ ان کو عمر قید کی سزا ہوئی ہے۔عزہ نے نظریں باہر سڑک پہ گاڑتے ہوئے بتانا شروع کیا۔

اب سب رشتے دار میرے بہت خلاف ہو چکے ہیں۔ دھمکیوں پہ دھمکیاں مل رہی ہیں۔ جائیداد میں حصے کا کیس کرنے سے تو اور بھی معاملہ خراب ہو چکا ہے۔

تو تمہیں ڈر لگ رہا ہے ان کی دھمکیوں سے؟ غازی نے الجھن سے پوچھا۔ وہ ڈرنے والی تو نہیں تھی۔ عزہ نے نظریں اس کی جانب پھیرتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

ایسا نہیں ہے۔ تم جانتے ہو میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ عزہ نے بھی وہی بات کہی جو اس کے دماغ میں آئی تھی۔

تو پھر؟ غازی نے بات ادھوری چھوڑ کر استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
امی ان سب باتوں کو لے کر بہت پریشان ہیں۔ انہیں میری فکر ہے۔ کہہ رہی تھیں کہ میں تمہیں شادی کے لیے کہوں۔

اس نے ہاتھ ملتے ہوئے اصل بات بتائی۔ ان دونوں کے درمیان یہی طے ہوا تھا کہ منہاس کی رہائی کے بعد ہی وہ شادی کریں گے۔

ہاں تو تم نے آنٹی کو بتانا تھا نہ کہ۔۔۔۔۔
وہ ویٹر کے آنے پہ چپ ہوا۔ ویٹر نے سلیقے سے پلیٹیں سامنے رکھیں اور واپس چلا گیا۔

غازی نے ایک پلیٹ میں حلوہ اور دوسری میں چنے ڈال کر اس کے آگے کی۔پوریوں اور سلاد والی پلیٹ درمیان میں کھسکا کر اس نے عزہ کو شروع کرنے کا اشارہ کیا۔

تم نے آنٹی کو بتایا نہیں کہ بس کچھ دنوں کی ہی بات ہے۔جیسے ہی منہاس بھائی رہا ہوتے ہیں ہم شادی کر لیں گے۔
پانی کا گلاس بھر کر اس نے عزہ کے سامنے رکھا پھر اپنے لیے بھرنے لگا۔

کہا تھا۔بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ فرقان بھائی کی دھمکی کی وجہ سے بہت ڈر گئی ہیں۔عزہ نے نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے بے بسی سے شانے اچکائے۔

فرقان وہ تمہارے تایا کا بیٹا؟غازی نے کھانے سے ہاتھ روکے۔
کیا دھمکی دی ہے اس نے؟غازی کے تاثرات میں سختی در آئی۔

میں گھر پہ نہیں تھی۔اس نے گھر آکر امی کو اچھا خاصہ ڈرایا ہے کہ اگر میں نے تایا اور چچا کے خلاف کیس واپس نہ لیا تو میرا حال بھی میرے باپ جیسا ہی کرے گا۔اصل میں اسے بٹوارے کی تکلیف اٹھ رہی ہے کہ میں اپنے باپ کا حصہ کیوں مانگ رہی ہوں۔
عزہ نے تنفر سے گردن جھٹکی۔اسے معلوم تھا کہ فرقان کو اپنے باپ یا چچا کی نہیں بلکہ جائیداد کی فکر ستا رہی تھی۔

تم فکر نہیں کرو اس فرقان کو میں دیکھ لوں گا۔اس میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ کچھ کر سکے۔فقط دھمکیاں ہی دے سکتا ہے لیکن پھر بھی اس کو چھوڑوں گا نہیں میں۔غازی نے اس کا ہاتھ تھام کر دباتے ہوئے اپنے ساتھ کی یقین دہانی کروائی۔وہ مسکرا دی۔

میں جانتی ہوں کہ تم ہینڈل کر لو گے۔یہ سب بتانے کا مقصد یہ تھا کہ اگر امی تم سے کوئی بات کریں، جو وہ لازمی کریں گی تو تم ان کو اپنے لحاظ سے تسلی دے کر سمجھا دینا۔مجھے امید ہے وہ تمہاری بات مان جائیں گی۔

میں بات کر لوں گا تم فکر نہیں کرو۔ناشتہ کرو بس دھیان سے۔پہلے سے کمزور لگ رہی ہو۔کھانے پینے کا دھیان رکھا کرو نا۔

اسے مصنوعی ڈانٹ پلاتا وہ ناشتے کی جانب متوجہ ہو گیا۔عزہ اس کو گھورتے ہوئے چپ چاپ ناشتہ کرنے لگی۔ناشتے سے فارغ ہو کر غازی کو اپنی ڈیوٹی پہ جانا تھا اور اسے اپنی ملازمت پہ۔وہ پھر سے ایک کمیکل انڈسٹری کو جوائن کر چکی تھی۔

گاڑی اونچے نیچے پہاڑی راستوں پہ بڑی مہارت سے چلتی جا رہی تھی۔اس وقت وہ ایک پہاڑی راستے سے گزر رہے تھے۔سراج پاشا پچھلے دو دنوں سے سفر میں تھا۔اس نے ترچھی نگاہ سے ساتھ بیٹھے ڈرائیور کو دیکھا۔اس کے خاص آدمی نے دو دن پہلے ہی اس سے ملوایا تھا۔اس کے بقول یہ ایجنٹ ہی اب سراج پاشا کو باڈر پار کروائے

گا۔ دو دنوں سے سوائے راستہ پوچھنے اور بتانے کے اور کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ ایجنٹ لحیم شحیم پینتس سے سینتس سال کے درمیان لگتا تھا۔ چہرے پہ داڑھی مونچھ اور کندھوں تک آتے بال اس کی شخصیت کو پر اسرار بنا رہے تھے۔

سراج پاشا کو یہ آدمی عجیب لگا تھا۔ منہاس نے ایسی چوٹ دی تھی کہ اب اس کے نزدیک ہر شخص ہی شک کے زمرے میں آتا تھا۔ یہ شخص بھی اس کو ناقابل اعتبار ہی لگا تھا مگر اس کے خاص بندے نے کافی یقین دہانی کروائی تھی اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا کہ وہ اسی ایجنٹ کے ساتھ باڈر پار کرتا۔

کتنی دیر اور لگے گی؟ کچھ منٹوں کے بعد اس نے اکتا کر سوال کیا۔ اس ایجنٹ نے جواباً سختی سے لب بھینچے جیسے سراج پاشا کا سوال اسے مخل گزرا ہو۔

گاڑی اب میدانی راستے پہ فراٹے بھر رہی تھی۔ ایجنٹ نے کچھ دیر کے توقف کے بعد گلا کھنکھارا۔

پندرہ منٹ اور لگیں گے۔ پھر علاقہ غیر شروع ہو جائے گا۔ وہاں سے پیدل جائیں گے۔

سراج پاشا سر ہلا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ کھڑکی کے ساتھ لگے آئینے میں اس کی نظر اپنے عکس پہ پڑی تو وہ آہ بھر کے رہ گیا۔ کیا تھا وہ اور اب کچھ ہی مہینوں میں کیا ہو گیا تھا۔ اس کی صحت، خوبصورتی اور مضبوط شخصیت کا بیڑا غرق ہو چکا تھا۔ سوچوں، فکروں اور مستقبل کے خوف نے اسے کملا کر رکھ دیا تھا۔

ایک دفعہ باڈر پار چلا جاؤں بس۔ پھر دوبارہ سے سب کچھ شروع کروں گا اور منہاس کو تو چھوڑوں گا نہیں۔ ایک ایک چیز کا بدلہ لوں گا۔ کتے کی موت ماروں گا اسے۔

وہ خیالوں ہی خیالوں میں منصوبے بنانے لگا کہ کیسے وہ پھر سے طاقت اور اقتدار حاصل کر کے اپنا سکہ چلائے گا۔

چلو اب یہاں سے ہم پیدل جائیں گے۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو وہ چونک کر خیالوں کی دنیا سے باہر آیا۔ ایجنٹ کرخت لہجے میں کہہ کر گاڑی سے اتر چکا تھا۔ وہ بھی برے منہ بناتا گاڑی سے اترا۔

صبح دس بجے کے قریب وہ نکلے تھے اور اب دوپہر ڈھل رہی تھی۔ ایجنٹ نے گاڑی کی ڈکی کھول کر کچھ نکالا اور اس کی طرف اچھالا۔ سراج نے غور سے دیکھا تو وہ ایک پگڑی تھی۔ وہ ایجنٹ بھی ایک اور پگڑی نکال کر اپنے سر پر پہن چکا تھا۔ وہ دونوں شلوار قمیض میں ملبوس تھے۔ پگڑی پہننے سے اب وہ قبائلی لوگوں کی طرح دکھنے لگے تھے۔

ہم کس ملک کی طرف سے باڈر پار کریں گے؟ سراج پاشا نے اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے پوچھا۔

پاکستان اور افغانستان کی سرحد سے باڈر پار ہوگا۔ یہاں سے قریب ہی ہے۔ میں تمھیں باڈر سے تھوڑا دور چھوڑوں گا۔ باڈر تم خود پار کرو گے۔

سراج پاشا کے قدم تھمے۔ کیا مطلب؟ تم میرے ساتھ باڈر پار نہیں کرو گے؟

ملک تم نے چھوڑنا ہے میں نے نہیں۔ وہ مڑ کر درشتی سے بولا۔

اور جلدی چلو ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔رات ہونے تک وہاں پہنچنا ہے۔

کیاانسان ہے یہ ؟میرے ساتھ ایسے کیسے بات کر سکتا ہے ؟سراج پاشا کو غصہ چڑھا تھا۔سر جھٹکتا ہوا وہ اس کے پیچھے پیچھے جارہا تھا جب ایکدم ٹھوکر لگنے سے منہ کے بل گرا۔

اٹھو جلدی۔ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔اگر کسی کی نظروں میں آگئے تو مشکل ہو جائے گی۔ایجنٹ ناگواری سے اسے اٹھاتے ہوئے بولا۔

وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھتا ہوا اٹھا اور کپڑے جھاڑے۔حالات اس کے تکبر اور غرور کو مٹی میں ملا رہے تھے

شام گہری رات میں تبدیل ہو گء۔تین گھنٹے چلنے کے بعد اب وہ ایک سرنگ میں داخل ہو گئے۔سرنگ کافی تنگ تھی۔یہاں سے رینگ کر گزرنا پڑنا تھا۔

ایجنٹ وہیں پہ رک گیا۔"یہاں سے آگے تم اکیلے جاؤ گے"۔

ہاں ٹھیک ہے میں چلا جاؤں گا۔سراج پاشا سر ہلا کر سرنگ میں لیٹ گیا۔منہ میں پنسل ٹارچ دبا کر رینگ رینگ کر وہ آگے بڑھنے لگا۔فلموں میں اکثر یہ منظر دیکھے تھے مگر عملی طور پر کتنا مشکل تھا یہ اب اسے محسوس ہو رہا تھا۔کہنیوں سے خون رسنے لگا تھا،پیٹ اور ٹانگیں بری طرح چھل گء تھیں۔اس نے ہمت نہ ہاری۔زندگی کی

امید اور امنگ اسے آگے بڑھنے پہ مجبور کرتی رہی۔ ایجنٹ نے کہا تھا کہ دو گھنٹے بعد سرنگ ختم ہو جائے گی اور وہ باڈر پار ہو گا۔

وہ رینگتا رہا۔ رک کر سانس متوازن کرتا اور دوبارہ سے مشغول ہو جاتا۔ دو گھنٹے کی سخت تگ و دو کے بعد سرنگ آگے جا کر کھلی ہو گئی تھی اتنی کہ وہ اس میں چل سکتا تھا۔ سرنگ کافی کھلی ہو گئی تھی جیسے کہ کوئی غار ہو۔ اس غار کے دہانے پہ پتھر پڑے ہوئے تھے جن سے باہر کی چمکتے چاند کی روشنی چھن چھن کر اندر آ رہی تھی۔ وہ پتھروں کے اوپر سے ہوتا ہوا باہر آیا۔ کچھ پل کے لیے آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ کسی نے جیسے بہت تیز روشنی کا رخ اس کی طرف کیا تھا۔ اس نے آنکھوں کے آگے ہاتھ کر کے اسپاٹ لائٹ کی روشنی کو اپنی آنکھوں میں پڑنے سے روکا۔

کچھ لمحوں بعد اس کے حواس ٹھکانے پہ آئے تو سامنے کے منظر نے اس کے اوسان خطا کر دیے۔

سامنے تین نقاب پوش افراد ہاتھوں میں بندوقوں کا رخ اس کی طرف کیے ہوئے تھے۔

کیا میں فورسز کے ہتھے چڑھ گیا ہوں؟ پہلا خیال اس کے دماغ میں یہی آیا تھا۔

ویلکم ڈیئر سراج پاشا۔ اک جانی پہچانی سی آواز نے اس کے حواس مختل کیے۔ یہ آواز تو۔۔۔

رحمت نے اپنے چہرے سے نقاب سرکایا۔باقی دونے بھی نقاب اتارے۔ان میں سے ایک ایجنٹ تھااور دوسرا اس کا خاص آدمی جس نے اسے پناہ دی تھی۔اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔تو اسے شروع دن سے بیوقوف بنا یا گیا تھا۔

اس سے پہلے وہ بھاگنے کی کوشش کرتا ان تینوں نے اسے گرفت میں لے لیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اسے گاڑی میں ہاتھ پاؤں باندھ کر بٹھائے پھر سے کسی پہاڑی راستے پہ رواں دواں تھے۔

تم لوگوں نے مارنا ہی تھا تو پہلے کیوں نہیں مارا؟اتنے ڈراموں اور تماشوں کی کیا ضرورت تھی؟وہ چلا کر پوچھنے لگا۔

وہ ڈرامے اور تماشے نہیں تھے۔۔رحمت نے گاڑی کی سپیڈ تھوڑی کم کرتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہا۔
وہ امید تھی،چند دنوں کی مہلت تھی۔۔وہ چند دن بھیک اور خیرات میں تمہیں زندگی نے نوازے۔
اگر تمہیں اسی وقت سزادی جاتی تو فائدہ نہ ہوتا۔مرے ہوئے کو مارنے میں کوئی مزہ نہیں آتا۔تمہیں امید دی گئ جینے کی۔امید سمجھتے ہو نہ ءزندگی۔۔۔۔
رحمت نے اس کے اڑے رنگ دیکھ کر مسکراتے ہوئے بات جاری رکھی۔
تمہیں امید ہوئی کہ اب تم اک نءزندگی شروع کروگے۔اسی امید نے تمہیں اک نءزندگی دی بھی۔بس ہم اسی وقت کا انتظار کر رہے تھے کہ ہمت ہارے ہوئے سراج پاشا کی بجائے زندگی جینے کی بھرپور امید خود میں سمائے سراج پاشا کو ہم موت کی بانہوں میں دیں۔

تم۔۔ تم لوگ مجھے پولیس، ایجنسی، عدالت کے حوالے کر دو۔۔ میں گرفتاری دینے کو تیار ہوں۔
سراج پاشا نے بندھے ہاتھوں سے التجا کی۔

پولیس اور عدالتیں پھانسی نہیں دیتی نہ۔ اور ایجنسی والوں کے کسی کام کے اب تم رہے نہیں۔ ساری معلومات تو بھائی نے دے دیں ان کو تو اب تمہارے منہ سے کچھ اگلوانا بھی نہیں ہے ان کو۔ اب بس ایک ہی صورت بچتی ہے کہ تم اپنے گناہوں کا بوجھ لیے اس دھرتی کا بوجھ کم کرو۔
گاڑی سے زیادہ رحمت کی زبان تیز چل رہی تھی۔ یہ انتہائی خطرناک راستہ تھا جس کے دونوں طرف کھائیاں تھیں۔ رات کے اس پہر اس سڑک پہ دور دور تک کسی گاڑی کا نام و نشان نہیں تھا۔ صبح ہونے میں دو گھنٹے باقی رہ گئے تھے اور ان کو جو کرنا تھا وہ صبح کی سپیدی نمودار ہونے پہ ہی کرنا تھا۔ گاڑی رحمت ڈرائیو کر رہا تھا۔ سراج پاشا کو اس کے ساتھ والی سیٹ پہ باندھا گیا تھا جبکہ باقی دو پچھلی سیٹوں پہ تھے۔ آگے بہت خطرناک موڑ تھے۔ رحمت نے گاڑی روک کر سگریٹ سلگالی۔

novels mania
www.urdunovelsmania.com

مجھے معاف کر دو۔۔ منہاس سے میری بات کروا دو۔ میں اس سے معافی مانگ لوں گا۔ وہ اب منتوں پہ اتر آیا تھا۔ اسے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کس علاقے میں ہے۔ آس پاس گھپ اندھیرے کے سوا مدد کے لیے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

صبح کی پُو پھوٹنے لگی۔ رات کی سیاہی آہستہ آہستہ صبح کے اجالے میں مدغم ہونے لگی۔

چلو بھء کام کا وقت ہو گیا۔ رحمت نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔ سراج پاشا کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس کے ساتھ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

گاڑی انتہائی کم رفتار میں چل رہی تھی۔ اچانک رحمت نے پیچھے والوں کو اترنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں آرام سے چلتی گاڑی سے اتر گئے۔

یہ تھوڑا سا آگے جا کر ڈھلوانی راستہ شروع ہو جائے گا اور اس سے آگے کھائیاں ہیں۔ رحمت نے جھک کر بریک چھیڑتے ہوئے مصروف سے انداز میں بتایا۔

گاڑی کے بریک میں نے فیل کر دیے ہیں۔ لیکن تم فکر نہ کرو سپیڈ بہت سلو ہے۔

رحمت اس کے سر پر دھماکہ کر کے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ سراج پاشا نے آگے پیچھے ہوتے ہوئے خود کو چھڑانے کی کوشش کی مگر اس کو نہایت مضبوطی سے باندھا گیا تھا۔ وہ لحہ بہ لحہ خود کو موت کی طرف بڑھتے دیکھتا رہا۔ یہ بہت خوفناک انتقام تھا۔ گاڑی پانچ منٹ تک سیدھی چلتی رہی تھی اور ان پانچ منٹوں میں وہ پانچ سو بار مر چکا تھا۔ اچانک موڑ آیا لیکن گاڑی سیدھ میں جاتی ہوئی کھائی میں گر گء۔ سراج پاشا نے موت کے فرشتے کو دیکھ کر چلاتے ہوئے توبہ کرنی چاہی مگر اب وقت گزر چکا تھا۔

پیچھے پیدل آتے تینوں نے برائی کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

خس کم جہاں پاک۔ رحمت نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے تبصرہ کیا۔

رحمت بھائی ویسے سراج پاشا کو آج کے دن اور اسی طرح سے مارنے کا کیا معاملہ ہے؟

سراج پاشا کے خاص آدمی نے پہلی بار اپنی زبان کھولی۔

پتا نہیں یہ تو بھائی کو پتا ہو گا۔انہوں نے ہی کہا تھا کہ اس کو آج کی تاریخ پہ اپنے انجام کو پہنچانا ہے۔رحمت نے شانے اچکاتے ہوئے واپسی کے راستے پہ قدم بڑھائے۔وہ خود بھی الجھن کا شکار تھا۔ان کے آدمیوں کی شروع دن سے سراج پاشا پہ نظر تھی۔وہ جب چاہے اسے ختم کر سکتے تھے مگر منہاس نے جانے آج کی ہی تاریخ کیوں منتخب کی۔۔اسے فوری طور پر منہاس کو اطلاع بھی کرنی تھی اور اس معاملے کی گھتی بھی سلجھانی تھی۔۔

وہ اب پہلے کی نسبت بہتر تھی۔سامان پیک ہو چکا تھا۔آج اس کی فلائٹ تھی۔وہ ہمیشہ کے لیے امریکہ جا رہی تھی۔اس کا بہت دل تھا کہ ایک بار منہاس سے مل کر جائے مگر وہ جانتی تھی کہ یہ ممکن نہیں۔بجھے اور بھاری دل کے ساتھ وہ ائیرپورٹ کی طرف روانہ ہوئی۔

خیالوں کی یلغار نے اس کی آنکھیں دھندلا دیں۔منہاس کے ساتھ گزارا اک اک پل اسے یاد آنے لگا۔اس کے بے مروتی اس کا اکھڑپن سب یاد آنے لگا۔اس کو پانے کے لیے اس نے کتنے غلط راستوں کا انتخاب کیا۔ہر تدبیر آزمالی مگر وہ اس کی نہیں منت کی قسمت میں تھا اسے ہی ملا۔

اس نے جہاز کی کھڑکی سے نیچے دیکھا۔آخری بار۔۔۔منہاس عالم کی سرزمین دیکھی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں موند گی۔

کوئی تردید کا صدمہ ہے نہ اثبات کا دکھ۔۔

جب بچھڑنا ہی مقدر ہے تو کس بات کا دکھ؟

میز پر چائے کا بھاپ اُڑاتا ہوا کپ——

اور ساتھ رکھا ہے نہ ہونے والی ملاقات کا دکھ

——————"——————"——————

احاطہ عدالت میں آج معمول سے زیادہ رش تھا۔ آج منہاس عالم کے کیس کی آخری سماعت تھی۔ میڈیا والے بھی اپنے مائیک سنبھالے ادھر سے ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ پولیس کی بھاری نفری کے حصار میں وہ پولیس وین سے باہر نکلا۔

تھوڑی دور ہی انکل، ایان اور غازی کچھ آدمیوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ وہ اگرچہ حلیہ بدل کر آئے تھے مگر وہ ان کو پہچان چکا تھا۔ سر کو خم کرتا وہ ان کے نزدیک سے گزرا تھا۔

اس نے سارے کام نمٹا دیے تھے۔ موساد اسے بھول کر اب اپنی فکر میں پڑ گئی تھی۔ اس کے اک بیان نے موساد کے راستے میں سینکڑوں رکاوٹیں کھڑی کر دیں تھیں۔ موساد کے پاکستان میں موجود ایجنٹس پکڑے جا چکے تھے۔ منشیات فروشوں اور دوسرے مجرموں کو بھی پکڑا جا چکا تھا۔ سراج پاشا بھی اپنے منطقی انجام تک پہنچ چکا تھا۔ اس نے عین اسی دن اسے سزا دی تھی جس تاریخ کو اس کی ماں قتل ہوئی تھی۔ سارے حساب کتاب مکمل تھے۔ اب کوئی دشمن اور انتقام باقی نہیں بچا تھا۔

اب بس وہ اپنے فیصلے کا منتظر تھا۔ اسے امید تھی وہ آج رہا ہو جائے گا۔

ایک خوبصورت زندگی پہ اس کا بھی تو حق تھا۔ سات سال اس نے اپنی زندگی کے اس ملک کے مستقبل پہ وار دیے تھے اور بدلے میں شہرت کی بجائے بدنامی پائی تھی۔ اب اس صرف اتنی سی تمنا تھی کہ وہ ایک باعزت اور پر سکون زندگی اپنے خاندان کے ساتھ گزارے۔

راہدری میں اسے رحمت نظر آیا جس نے دور سے ہی اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا تھا۔ یہاں بھی عوام کا اک جم غفیر تھا۔ ہر طرف سے اس کے خلاف نعرے بازی ہو رہی تھی۔ مشتعل لوگوں نے ہاتھوں میں پلے کارڈز اٹھائے ہوئے تھے جن پر اس کو سخت سزا دینے کا کہا گیا تھا۔ لوگوں کی نظروں میں وہ مجرم تھا۔ یہ کوئی فیری ٹیل نہیں تھی کہ ایکدم وہ زیرو سے ہیرو بن جاتا۔ اصل زندگی میں بہت کچھ کرنے والوں کو بھی ہیرو کا درجہ نہیں مل پاتا وہ تو پھر عوام کی نظروں میں گینگسٹر تھا۔ اس انٹرویو سے درپردہ فائدہ ہوا تھا۔ اکثریت اب بھی اس کے خلاف ہی تھی۔ اوپر والوں نے اسے یقین دلایا تھا کہ آج فیصلہ اس کے حق میں ہوگا۔

وہ ہتھکڑیوں میں جکڑے ہاتھوں کو دیکھ کر مسکرایا۔ آج یہ ہاتھ آزاد ہوں گے۔ انہی ہاتھوں سے وہ منت کے ہاتھ تھامے گا۔ رپورٹرز آگے پیچھے گھومتے ہوئے اس سے مسلسل کچھ پوچھ رہے تھے مگر وہ اپنے ہی خیالوں میں چلتا جا رہا تھا۔

کمرہ عدالت میں پہنچ کر اسے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا۔ ایک افسر اس کی ہتھکڑی تھامے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ چند منٹ میں ہی کمرہ بھر گیا۔ انکل، ایان، غازی اور وہ ممبران سامنے کی نشستوں پہ آکر بیٹھ گئے۔ رحمت البتہ دوسری جانب کی تیسری قطار میں بیٹھا تھا۔

جج اپنے چیمبر سے نکل کر آیا تو سب تعظیماً کھڑے ہو گئے۔سب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے جج نے کرسی سنبھالی۔آج جج بدلا گیا تھا خاص اسی کے فیصلے کے لیے۔سب کے چہروں پہ آنے والے فیصلے کو لے کر سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔وہ بظاہر پر سکون تھا مگر آنے والے وقت کو سوچ کر اس کے اندر بھی ہلچل مچی ہوئی تھی۔منہاس کو جج کچھ جانا پہچانا لگا مگر وہ یاد نہ کر پایا کہ اسے کہاں دیکھا ہے۔اس جج کو دیکھ کر پہلی بار اس کے دماغ میں یہ خدشہ کلبلایا کہ اگر اس جج نے اس کے خلاف فیصلہ دے دیا تو کیا ہو گا؟

مخالف وکیل اس کے خلاف ثبوت اور دلائل پیش کر رہا تھا اور وہ بس اس جج کے چہرے کے تاثرات جانچنے میں مصروف تھا جو وکیل استغاثہ کی کاروائی سے خاصا متاثر نظر آرہا تھا۔وکیل صفائی جو اس کا وکیل تھا اب وہ اپنی باری پہ اسے بچانے کی بھرپور کوشش کررہا تھا۔اس کی بے چین نظریں بھٹکتی ہوئیں انکل پہ پڑیں تو انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے دلاسا دیا۔غازی بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔رحمت اپنے پیچھے بیٹھے رپورٹر حضرات کے تبصرے سننے میں مصروف تھا۔

دلائل ختم ہوئے تو چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔جج نے آڈر آڈر کرتے ہوئے خاموش رہنے کی تلقین تو سب کی زبانیں بند ہوئیں۔

سارے ثبوت اور بیانات جو عدالت میں پیش کیے گئے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ منہاس عالم ملکی سالمیت کے لیے کتنا بڑا خطرہ ہے۔مجرم اپنے انٹرویو میں خود اعتراف کر چکا تھا کہ وہ ایک ملک دشمن غدار ہے اور ایسے لوگوں کو

معافی کا کوئی حق نہیں۔اس لیے عدالت مجرم منہاس عالم کو غداری کی سزا دیتے ہوئے سزائے موت یعنی پھانسی کا حکم سناتی ہے۔

پھانسی؟

عدالت نے منہاس عالم کو پھانسی کی سزادے دی؟کمرہ عدالت میں موت کا سا سناٹا پھیلا تھا۔کٹہرے میں کھڑے منہاس کی رگیں تن گئیں۔وہی ہواچس کا ڈر کچھ دیر پہلے اسے ستارہا تھا۔

ویل ڈاہیل۔۔۔یہ پلان کا حصہ نہیں ہے۔خفیہ ٹیم کے ممبران بھی اپنی اپنی جگہ شاکڈ ہوئے تھے۔

اس جج کو اچھی طرح سے سمجھا یا گیا تھا پھر اس نے ایسا فیصلہ کیوں دیا؟ زمان انکل نے پیشانی مسلی۔

غازی اپنی جگہ سے بے اختیار کھڑا ہو گیا۔یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ وہ بلند آواز سے چیختا تھا۔

یہ جج جسٹس معین کا بھائی ہے۔کاش میں یہ بات پہلے جان پاتا۔رحمت کو یہ بات اب سے پانچ منٹ پہلے کسی رپورٹر کے منہ سے سننے کو ملی تھی کہ اس جج کے بھائی کا نام معین ہے اور وہ بھی جج رہ چکا ہے۔

منت جو بڑے شوق سے خبریں لگا کر بیٹھی اس کی آزادی کے پروانے کا انتظار کر رہی تھی یہ خبر سن کر اس کے حواس گم ہوئے تھے۔اسے لگا جیسے اس سے پہلے وہ مر گئی ہے۔یہ سب سن کر اسے اپنے زندہ ہونے کا یقین کرنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔

عزہ ابھی ابھی آدھی چھٹی لے کر عدالت پہنچی تھی۔بھاگ کر آتے اس کے قدم کمرہ عدالت سے باہر کھڑے صحافیوں کی بریکنگ نیوز پہ تھمے تھے جو اپنے اپنے چینل پہ رپورٹ کر رہے تھے کہ منہاس عالم کو عدالت نے پھانسی کی سزا سنائی ہے۔

کمرہ عدالت میں واپس آئیں تو ابھی تک وہاں کسی نفس کو یقین نہیں آیا تھا کہ کیا واقعی ایسا فیصلہ سنایا گیا ہے۔آج عین موقعے پہ فیصلے کے دن جج بدلا گیا تھا اس بات نے سب کو یقین دلا دیا تھا کہ منہاس کو یقینی طور پر معاف کر دیا جائے گا لیکن بازی یوں بھی پلٹ جائے گی ایسا کب کسی نے سوچا تھا۔

جج نے دو دنوں کے بعد پھانسی کی تاریخ دی تھی۔منہاس ساکت رہ گیا تھا۔اس جج نے اس سے کیا دشمنی نکالی تھی وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔اسے اس جج کی آنکھوں میں اپنے لیے واضح سرد مہری اور نفرت دکھائی دے رہی تھی۔

سب کے اعصابوں پہ بم پھوڑ کر جج عدالت سے اپنے چیمبر جا چکا تھا اور اب پولیس اسے واپس جیل میں لے جا رہی تھی۔

آپ لوگوں کو اور کوئی جج نہیں ملا تھا؟ لے دے کر اس جسٹس معین کے بھائی کو بٹھا دیا میری زندگی کا فیصلہ کرنے۔

وہ غصے سے بولتا ہوا ادھر سے ادھر چکر کاٹتا سخت اضطراب کا شکار لگ رہا تھا۔ اس کا دماغ کھول رہا تھا۔

ہمیں کیا پتا تھا کہ عین پیشی سے دو دن پہلے پرانا جج بیمار ہو کر اسپتال پہنچ جائے گا۔ عین وقت پہ صرف وہی میسر تھا۔ اس نے ہمیں اپنے ساتھ کی بھرپور یقین دہانی کروائی تھی اور یہ عقدہ تو آج ہی کھلا ہے کہ وہ جسٹس معین کا بھائی ہے۔
انکل زمان نے جھنجھلاتے ہوئے بتایا۔ وہ آج یہاں آنے سے پہلے اس جج سے اچھی خاصی تلخ کلامی کر کے آئے تھے۔

مجھے بتائیں آپ کی کیا بات ہوئی ہے اس جج سے؟ وہ چکر کاٹتا ہوا عین ان کے سامنے آ کر رکا۔

وہ اپنے بھائی کی موت کا ذمہ دار تمہیں ٹھہرا رہا تھا۔ اسی کا بدلہ لینے کے لیے اس نے تمہیں سزائے موت سنائی۔ انکل نے تھکے ہارے انداز میں بتایا۔ کبھی کبھار حد سے زیادہ خود اعتمادی بھی نقصان دہ ہوتی ہے۔ انہیں اس جج کی معلومات اور تفصیلات کروا لینی چاہیے تھی مگر اب پچھتانے کے سوا کچھ حاصل نہیں تھا۔

تو ٹھیک ہے اب میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں بچا کہ میں یہاں سے فرار ہو جاؤں۔ منہاس نے سختی سے کہتے ہوئے جیل کی سلاخوں کو زور سے جھٹکا دیا جیسے ابھی سلاخیں توڑ کر نکلنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے پاس کیا ہے۔ انکل نے سرسراتے ہوئے سرگوشی کی۔ وہ چونک کر پلٹا۔

اس بات کا کیا مطلب ہوا؟ کیا وہ بلیک میل کر رہا ہے؟

جب ہم اس سے بات کرنے گئے تو اس نے ہماری ساری باتیں ریکارڈ کر لیں۔ نہ صرف آڈیو میں بلکہ ویڈیو میں بھی۔ میرے ساتھ ایف آئی اے کے دو اعلیٰ افسر بھی تھے۔ اب وہ جج دھمکی دے رہا ہے کہ اگر اس کو مجبور کیا گیا یا سپریم کورٹ میں اپیل کی گئی یا تمہیں فرار کروایا گیا تو وہ میڈیا میں ثبوت دے دے گا جس سے صاف ہو جائے گا کہ ایک غدار اور ملک دشمن ایجنٹ کو بچانے میں ملک کے اپنے ادارے ملوث ہیں۔ منہاس ہم بری طرح سے پھنس چکے ہیں۔

انکل ہاتھوں میں سر دیے واقعی میں بہت پریشان لگ رہے تھے۔ انہیں کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ معاملات ٹھیک ہوتے ہوتے پھر سے خراب ہو رہے تھے۔ انہیں وہاں سے چوٹ پڑی تھی جہاں سے امید ہی نہیں تھی۔

اب یہی ہو سکتا ہے یہ میں یہاں سے سیدھا اس جج کے گھر جاؤں اور اس کا دماغ سیدھا کروں۔ دل تو چاہ رہا ہے کہ اس بد دماغ جج کو پنکھے سے لٹکا کر اس کا پھانسی کا شوق پورا کر دوں۔

وہ کوفت کے مارے اک ہاتھ کی ہتھیلی پہ دوسرے ہاتھ کا مکا بنا کر مارتا ہوا سخت دباؤ میں تھا۔منت کی طبعیت الگ خراب تھی جو اس کی ٹینشن میں اضافے کا باعث تھی۔غازی وہیں تھا اس ہدایت پہ منت کے پاس۔اس طرح کی صورت حال اچھے اچھوں کے ہوش گنوا دیتی ہے وہ تو پھر کمزور دل کی لڑکی تھی اور منہاس خود اب اکتا چکا تھا۔اتنا کچھ کر کے اپنا وقت عمر اور جوانی کے بہترین ایام گنوا کر بھی ملک دشمن ایجنٹ اور غدار کا داغ اس کے ماتھے پہ سجا کر عمر بھر کی ذلت مقدر میں لکھ دی گئی تھی۔اب تو دل چاہ رہا تھا سچ مچ کا پھندا لگا لے خود کو۔۔۔۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

یہ وقت غصہ کرنے کا نہیں منہاس. ہمیں ٹھنڈے دماغ سے سوچنا ہوگا کہ اب کیا کیا جائے۔انکل نے اسے شانت کرنے کی کوشش کی۔

انکل اور کچھ نہیں ہو سکتا۔آخری حل یہی ہے فرار۔وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے پر سوچ انداز میں گویا ہوا۔
میں تو پہلے دن سے ہی یہ سلاخیں توڑ دیتا مگر آپ اور آپ کی ٹیم کی باتوں میں آکر اتنے مہینے ضائع کر دیے میں نے۔
اسے افسوس ہوا تھا اور انکل کو اسے دیکھ کر قلق ہو رہا تھا کہ اب پتا نہیں اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اوراس جج کے کام دیکھیں دو دن میں پھانسی کا آڈر دے رہا ہے جیسے اسے پکا یقین ہو کہ اگر سزا میں زرا سی بھی تاخیر کی تو کہیں بھونچال ہی نہ آجائے۔

منہاس کا اشتعال کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

سینکڑوں مجرم ہیں جن کو پھانسی کی سزا سنائے بھی سالوں گزر گئے ہیں اوراس فیصلے پہ ابھی تک عمل درآمد نہیں ہو سکا اور میری دفعہ تو اتنی پھرتیاں دکھا رہے ہیں جیسے میں خوفناک بلا ہوں جو سب کو کھا جائے گی۔

تم فکر نہیں کرو یہ دو دن کی مہلت کیا وہ جج یہ سزا بھی مؤخر کرنے پہ مجبور ہو جائے گا۔ میں کچھ کرتا ہوں۔ تمہارے ساتھ اب ایسا تو ہونے نہیں دوں گا میں۔

انکل نے کھڑے ہوتے ہوئے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔ منہاس پھیکا سا مسکرا دیا۔ ایسی غیر یقینی سی صورت حال پیدا ہو چکی تھی کہ اسے مشکل ہی سے انکل کی بات پہ یقین آیا تھا۔

منت کی خیریت سے مطلع کر دیجیے گا مجھے۔ اس نے انکل کو جاتے ہوئے آواز دی۔

ہاں میں سیدھا ادھر ہی جا رہا ہوں۔ منت کی خیر خبر لے لوں گا اور غازی کو ادھر بھیج دوں گا۔ تم بات کر لینا اس سے۔ بہت پریشان ہے وہ۔

انکل کہتے ہوئے پلٹ گئے تو وہ جیل کی سلاخوں کے ساتھ سر ٹکا گیا۔ کچھ دیر بعد حوالدار آگیا۔

صاحب کھانا لاؤں؟ یہ کھانے کا وقت نہیں تھا مگر وہ شاید بات کرنے کا بہانہ چاہتا تھا۔ منہاس نے سر اٹھایا۔

نہیں یار ایسے حالات میں کسے بھوک لگتی ہے۔وہ آزردگی سے مسکرادیا۔حوالدار کو بھی سارے حالات کا علم تھا۔وہ جانتا تھا کہ دودن بعد اسے پھانسی کی سزا سنائی گئی ہے۔

صاحب آپ بہت عجیب قیدی ہو یہاں کے۔

مطلب؟ وہ الجھن کا شکار ہوتے ہوئے چونکا۔

مطلب یہ کہ آپ ایک اونچے بندے ہو۔آپ کی طرح کے اور بھی قیدی آتے ہیں۔جیل میں شاہانہ طور طریقے سے وقت گزارتے ہیں۔آپ ہی کی طرح ان کے کھانے کے بھی آڈرز آتے ہیں لیکن۔۔۔
وہ ٹھوڑی کھجاتا ہوا رکا۔۔۔۔

لیکن کیا؟ منہاس سمجھ چکا تھا وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

لیکن صاحب آپ کی طرح ان کو پھانسی کی سزا نہیں دی جاتی۔۔وہ تو بڑے دھڑلے سے عدالت سے رہا ہو کر جاتے ہیں۔وہ سادگی سے حقیقت بیان کر رہا تھا۔

یہ عدالتیں اونچے لوگوں کو سزا دینے کے لیے تو نہیں بنیں پھر آپ کو کیوں دی؟

تمہیں کہاں سے لگتا ہے کہ میں اونچا بندہ ہوں۔ میں تو عام سا انسان ہوں یار۔ منہاس تلخی سے سر جھٹک گیا۔ حوالدار نے نفی میں سر ہلایا۔

نہیں عام تو نہیں بہت خاص ہو آپ۔ آپ کے لیے بڑے بڑے اونچے افسروں کے فون آتے ہیں۔ خبروں میں بھی آپ کا بڑا نام اور چرچا ہے اور۔۔۔۔

تم یہ بتاؤ کہ میں تمہیں کیسا لگتا ہوں؟ منہاس نے اس کی بات کاٹ کر اپنا سوال پوچھا۔
میرا مطلب ہے کہ میڈیا اور ثبوتوں کے مطابق تو میں غدار اور جاسوس ہوں تو تمہاری کیا رائے ہے اس بارے میں؟
منہاس نے آج تک کبھی کسی دوسرے سے اپنے بارے میں رائے نہیں مانگی تھی مگر اس وقت وہ ہر وہ کام کرنا چاہتا تھا جو اس نے کبھی نہ کیا ہو۔

حوالدار اس کے سوال پہ سوچ میں پڑا تھا۔ اسے زیادہ سوچنے کی بھی ضرورت نہیں پڑی۔ مسکراتے ہوئے اس نے سلاخوں پہ دھرے منہاس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں دبا یا۔

صاحب مجھے یقین ہے کہ ایسا بالکل نہیں۔ آپ ایک اچھے انسان ہو۔ میرا دل نہیں مانتا کہ آپ ایک جاسوس یا غدار ہو۔

حوالدار نے بھرپور یقین سے کہا۔ بھلا ایسا شخص جس کی آنکھوں میں ہی سچائی نظر آتی ہو وہ بھلا جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے
۔

خیر کوئی فائدہ نہیں ہے اب ان سب باتوں کا۔ فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ منہاس نے بے حسی سے شانے اچکائے جیسے اس کا نہیں کسی اور کا فیصلہ ہوا ہو۔

میری مانو تو آپ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میں مدد کروں گا آپ کی۔ کچھ لمحوں بعد حوالدار نے سرگوشی کی۔ وہ اس کے خلوص پہ دل سے خوش اور حیران ہوا تھا۔
سلاخوں سے ہاتھ باہر نکال کر اس پر خلوص شخص کے کندھوں پہ ٹکاتے ہوئے اس نے شکریہ ادا کیا۔

تم ایک اچھے آدمی ہو۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے لیے سوچا۔ مجھے جب بھی مدد کی ضرورت ہوئی تو تمہیں یاد رکھوں گا۔

وہ اسے نہیں کہہ سکتا تھا کہ فرار ہونے کے لیے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ وہ چاہتا تو ابھی کے ابھی جیل کے تالے اس کے لیے کھل جاتے مگر پھر سارا کھیل بگڑ جاتا۔

’______، ______، ______، ______، ______،

تجھ کو معلوم کہاں پیاس کے معنی ہمدم.
تو نے دیکھی بھی ہے جلتی ہوئی حسرت کوئی؟

سانس رکتا ہے لہو نبض میں جم جاتا ہے
تو نے دیکھی بھی ہے مرتی ہوئی قربت کوئی؟

ہر طرف کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بادل زور سے کڑکنے لگے اور موسلادھار بارش شروع ہو گئ۔ موسم ایک دم سے خطرناک روپ دھار چکا تھا۔ جبھی وہ اسے سامنے سے آتا دکھائی دیا۔اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے جو اسے بازوؤں سے پکڑ کر کہیں لے جا رہے تھے۔وہ اندھا دھند ان کے پیچھے بھاگی۔ بارش اور طوفان کے تھپیڑے اسے بار بار پیچھے کو دھکیل رہے تھے مگر وہ منہاس کو آوازیں دیتی مسلسل آگے بڑھ رہی تھی۔اچانک ایک اونچی سی جگہ پہ جا کر وہ سب رک گئے۔ منت بھی رک گئ۔ پھر اس نے دیکھا کہ ان لوگوں نے اس اونچی چٹان پر سے منہاس کو نیچے دھکا دے دیا۔ منت چلاتی ہوئی بھاگی۔ وہ بار بار منہاس کا نام پکار رہی تھی اور اونچی آواز سے رو رہی تھی۔۔

منت۔۔۔منت۔۔۔۔۔ہوش میں آؤ۔ کسی نے اس کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے زور سے کہا تو وہ چیختے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

وہ۔۔۔۔وہ منہاس کو لے گئے۔ مار دیا اسے۔۔ مجھے جانا ہے اس کے پاس۔ مار دیا اسے۔۔ دھکا دے دیا۔۔

وہ عزہ کی گرفت میں مچلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ شور سن کر غازی بھی اندر آگیا۔

منت اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔ وہ جلدی سے ڈاکٹر کو بلانے باہر بھاگا۔

عزہ مار دیا۔۔۔ دھکا دے دیا۔۔ میرے سامنے۔۔۔۔ وہ بے ربط سے الفاظ کہتی ابھی تک خواب میں ہی تھی۔

منت خواب تھا وہ۔ کچھ نہیں ہوا منہاس بھائی کو۔۔ ٹھیک ہیں وہ بالکل۔۔ عزہ نے اسے پانی پلاتے ہوئے دلاسا دیا۔ اس وقت وہ اور غازی ہی یہاں تھے۔ منت کی امی کو تھوڑی دیر پہلے وہ ضد کر کے گھر بھیج چکی تھی۔

ڈاکٹر آیا تو وہ ابھی بھی ہولے ہولے لرز رہی تھی۔ اس نے سکون کا انجیکشن دیا تو کچھ ہی دیر میں وہ غنودگی میں چلی گئی۔

ان کا بی پی خطرناک حد تک بڑھ گیا ہے۔ یہی سلسلہ چلتا رہا تو آگے جا کر ماں اور بچے دونوں کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ کوشش کریں ان کو کوئی پریشانی والی بات نہ بتائی جائے۔

ڈاکٹر ہدایات دے کر چلا گیا۔ عزہ اور غازی نے تھکے ماندے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

کچھ سوچا ہے تم نے اب کیا کرنا ہے۔اس جج نے تو سارے راستے بند کر دیے ہیں۔عزہ نے منت کے سرہانے بیٹھتے ہوئے پریشانی سے سوال کیا۔

مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ کیا کرنا ہے۔غازی نے کنپٹی مسلی۔
ہم سب کو یقین تھا کہ جج ہماری مرضی کے عین مطابق فیصلہ کرے گا لیکن اس نے توقع کے برعکس ایسی چال چلی ہے کہ ہم کچھ کر بھی نہیں سکتے۔

کیوں نہیں کر سکتے۔ہر مسلے کا حل ہوتا ہے۔اس مسلے کا بھی ہوگا۔ناامیدی کی باتیں مت کرو۔عزہ نے اسے ٹوک دیا۔وہ منت کے سر میں ہولے ہولے انگلیاں پھیرتے ہوئے گہری سوچ میں تھی۔

سب سے پہلے تو یہ دو دن بعد والی پھانسی کو روکنا ہوگا پھر ہی آگے کا لائحہ عمل طے ہو سکتا ہے۔غازی پر سوچ انداز میں کہتے ہوئے چکر کاٹتے ہوئے کھڑکی کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

رات کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔وقت بہت تیزی سے ہاتھوں سے نکلتا جا رہا تھا۔فیصلہ چند گھنٹے پہلے سنا یا گیا تھا اور تب سے اب تک صرف سوچنے میں ہی رات بھی آچکی تھی۔

مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ پھانسی دو دن بعد کیسے دی جا سکتی ہے؟یہ تو کسی اصول میں نہیں لکھا۔
عزہ کے کہنے پہ وہ مڑا۔اس وقت اس کی آنکھوں میں صرف بے بسی دکھائی دے رہی تھی۔

مائی ڈیئر یہ پاکستان ہے۔یہاں طاقتور اور صاحب اقتدار ہی قانون بناتا اور توڑتا ہے۔اس جج کو کون پوچھے گا۔

ہم اس جج کو کسی طریقے سے بلیک میل کر کے کام نہیں نکلوا سکتے؟عزہ نے موہوم سی امید کے ساتھ کہا۔
غازی نے نفی میں سر ہلایا۔ایسا نہیں ہو سکتا۔صرف وہ اکیلا ہوتا تو بات اور تھی سننے میں آ رہا ہے کہ اس پر بیرونی طاقتوں نے دباؤ ڈال کر فیصلہ کروایا ہے۔منہاس بھائی کے بچے کھچے سب دشمن اک ساتھ اکھٹے ہو چکے ہیں۔

عزہ خاموش ہو گئی۔کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھایا۔اک خیال کے تحت اس کی آنکھیں چمکیں۔
ایک کام ہو سکتا ہے۔اس سے یہ ہو گا کہ پھانسی کی جو تلوار دو دن کی صورت لٹک رہی ہے وہ ٹوٹ جائے گی۔

مطلب؟غازی کچھ نہ سمجھا۔عزہ اٹھ کر اس کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی اور پلان سمجھانے لگی۔

کم از کم ہمیں مہلت مل جائے گی۔پھر آرام سے اس جج کا سوچیں گے کہ اس سے فیصلہ کیسے بدلوایا جائے۔

غازی بھی متفق نظر آنے لگا۔اس نے توصیفی انداز میں اسے سراہا۔

تم بہت ذہین ہو۔یہ آئیڈیا مجھے کیوں نہیں آیا۔

کیونکہ تم ذہین نہیں ہو اسی لیے۔اس نے ہنس کر کہا تو وہ بھی ہنس دیا۔کچھ دیر کے لیے ہی سہی کلفت زائل ہوئی تھی۔

ٹھیک ہے میں نکلتا ہوں پھر۔انکل کو راستے میں کال کر کے پوچھ لوں گا اور سب بتا بھی دوں گا۔

غازی موبائل جیب سے نکال کر دروازے کی جانب بڑھتے بڑھتے رکا۔

منت بھابھی کا خیال رکھنا۔کوئی مسلہ ہو تو مجھے کال کر دینا۔

تم یہاں کی فکر نہ کرو۔معیز اور جنت آنے والے ہوں گے۔ہم منت کو سنبھال لیں گے۔وہ رسانیت سے مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ باہر تک آئی۔

او کے خدا حافظ۔۔

خدا حافظ۔۔اللہ کامیاب کرے۔وہ زیر لب کہتی کمرے میں پلٹ آئی۔منت گہری نیند میں تھی۔اس نے دکھ سے اسے دیکھا۔پہلے اسے لگتا تھا جیسے ساری آزمائشیں اور تکلیفیں اسی کے لیے ہیں۔ابو کے قاتلوں سے لے کر انڈسٹری کے خلاف مقدمہ کرنے تک جانے کتنی بار اس کے حوصلے تھکن کا شکار ہوئے کتنی بار اس کی ہمت ٹوٹی۔اسے لگتا تھا جیسے یہ سب کبھی ختم نہیں ہوگا۔وہ سب آسان نہیں تھا مگر نہ وقت بلاآخر گزر ہی گیا تھا۔اسے امید تھی منت کی تمام آزمائشیں بھی بہت جلد ختم ہو جائیں گی۔

تھوڑی دیر پہلے ہی حوالدار کھانا دے کر گیا تھا۔ بھوک اور پیٹ بھی کیا چیز ہے۔انسان جتنے بھی غم میں کیوں نہ ہو آخر تو کھانا پڑتا ہے۔رات کے غالباً نو بجے تھے جب کچھ کالے کوٹ والوں کو اس نے اندر آتے دیکھا۔وہ جج کو دیکھ کر چونکا۔اس کا یہاں کیا کام؟ جج کے ساتھ باقی وکیل تھے۔ان کے عام سے کپڑوں میں ملبوس اک اور شخص بھی تھا۔وہ کھڑا ہو گیا۔

حوالدار بوکھلا گیا۔ جج کے اشارے پہ اس نے حوالات کا تالہ کھولا۔وہ خاموشی سے لب بھینچے دیکھتا رہا کہ اب کیا ہونے جا رہا ہے۔

کیسے ہو تم؟یقیناً خوف زدہ اور پریشان۔ہے نا؟ جج نے سیل کے اندر داخل ہوتے ہوئے طنزیہ پوچھا۔باقی سب نے تقلید کی اور اندر آ گئے۔ان کے ساتھ آنے والا آدمی باہر ہی کھڑا رہا۔

میں جیسا بھی ہوں تمہارے سامنے ہوں۔دیکھ سکتے ہو تو دیکھ لو۔اس نے انتہائی اکھڑ لہجے میں کہا۔ جج کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

تمیز سے بات کرو اس وقت تم ایک جج سے بات کر رہے ہو۔اس نے انگلی اٹھاتے ہوئے نفرت سے منہاس کو دیکھا۔

یہ جیل ہے عدالت نہیں جہاں میں تمہیں مائی لارڈ کہہ کر مخاطب کروں۔ جج ہو گے عدالت میں۔ رات کے اس پہر تم مجھ پہ توہین عدالت کا کوئی مقدمہ نہیں کر سکتے۔ منہاس کے سکون سے کیے گئے وار نے اس کے تن بدن میں آگ لگائی تھی۔

تم اندر آؤ اور اپنا کام شروع کرو۔ جج نے باہر کھڑے آدمی کو اندر آنے کا کہا۔ منہاس نے اب دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا سا ہے۔ وہ آدمی اس تھیلے کو پکڑ کر اندر آ گیا۔

یہ جلاد ہے۔ اس کو دھیان سے دیکھ لو۔ یہی تمہیں پھانسی کے تختے پہ لٹکائے گا۔ جج نے اپنے تئیں اپنا بدلہ اتارا۔ اب تمہیں پھانسی سے کوئی نہیں بچا سکتا منہاس عالم۔ میں اس بات کو یقینی بناؤں گا کہ تمہیں سزائے موت ہو وہ بھی دو دن کے بعد۔

اس جلاد نے باری باری مختلف چیزیں اپنے تھیلے سے نکالنی شروع کیں۔ ان میں وزن کرنے والی مشین، پیمائش فیتہ رسی وغیرہ شامل تھیں۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

پاکستان، افغانستان، بھارت اور ایران سمیت دنیا کے کئی ممالک میں سنگین جرائم کے مرتکب افراد کو سزائے موت پھانسی کے ذریعے دی جاتی ہے جبکہ مختلف ممالک میں اس سزا کے مختلف طریقہ کار ہیں، کچھ ممالک میں مجرم کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے گولیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے، کچھ ممالک میں بجلی کی کرسی پر بٹھا کر اور کہیں زہر کا انجکشن لگا کر سزائے موت دی جاتی ہے۔ پرانے زمانے میں سنگساری کر دیا جاتا تھا۔

جب بھی کسی کو پھانسی دینی ہوتی ہے تو ایک دو دن پہلے مجرم کا ناپ تول کیا جاتا ہے۔اس کا قد ما پا جاتا ہے۔اس کا وزن کیا جاتا ہے۔اس کے گلے کی بھی پیمائش کی جاتی ہے تاکہ اس حساب سے رسہ لیا جا سکے۔فرض کریں اگر مجرم کا وزن پچاس کلو ہے تو سو کلو کے حساب سے رسے کو چیک کیا جاتا ہے۔

پھانسی سے قبل مجرم کا وزن اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ رسی کیسی اور کتنی درکار ہوگی جو اس کے جسم کے بوجھ کو سہار سکے۔ہر مجرم کے وزن کے مطابق رسی تیار کی جاتی ہے۔مجرم کے وزن کے برابر ریت ایک بوری میں بھر کر اسے تختہ دار پر تجرباتی پھانسی کے عمل سے گزارا جاتا ہے۔

فوری موت کو یقینی بنانے کے لیے رسی کی لمبائی بہت اہمیت رکھتی ہے۔رسی زیادہ لمبی ہونے کی صورت میں ملزم کا سر تن سے جدا بھی ہو سکتا ہے لیکن بہت زیادہ چھوٹی کرنے پر مجرم کی موت دم گھٹنے سے ہی ہوگی، یعنی اس میں بہت وقت صرف ہوگا۔

ایک اندازے کے مطابق اس طرح جان نکلنے میں پون گھنٹہ تک لگ سکتا ہے، یعنی یہ بہت اذیت ناک موت ہو سکتی ہے۔پھانسی دینے کے لیے جو رسی استعمال کی جاتی ہے وہ تین چوتھائی انچ سے لے کر سوا انچ تک موٹی ہوتی ہے۔ اسے پھانسی سے قبل گرم پانی میں اُبالا جاتا ہے اور خوب کھینچ تان کر سخت کیا جاتا ہے تاکہ اس میں لچک اور گھماؤ ختم ہو جائے۔

www.urdunovelsmania.com

رسی میں جو گرہ لگائی جاتی ہے اسے موم یا صابن سے خوب چکنا کیا جاتا ہے تاکہ تختہ کھینچنے کے بعد وہ پھندے کو گردن کے گرد اچھی طرح کسنے میں مدد دے۔ پھانسی سے قبل قیدی کے ہاتھ اور ٹانگیں، دونوں باندھے جاتے ہیں۔ چہرے کو ڈھانپ دیا جاتا ہے، پھر پھندا گردن کے گرد ڈالنے کے بعد گرہ کو بائیں کان کے قریب رکھا جاتا ہے۔

پھانسی دیتے ہوئے اس کے پیروں کے نیچے سے تختہ کھینچ لیا جاتا ہے، یوں قیدی نیچے لٹک جاتا ہے۔ اس کے جسم کا پورا وزن گردن پر زور ڈالتا ہے جس سے گردن کی ہڈی ٹوٹ جانی چاہیے لیکن ایسا شاذونادر ہی ہوتا ہے کہ مجرم گردن کی ہڈی ٹوٹنے سے مرا ہو۔

وہ یہ سب جانتا تھا اسی لیے سمجھ گیا کہ وہ یہ ساری چیزیں کیوں لایا ہے۔ وہ خاموشی سے جبکہ جج استہزائیہ انداز میں ساری کاروائی دیکھتا رہا۔ وہ منہاس کا قد اور وزن ماپ کر اس کی گردن کی جانب بڑھا تاکہ گلے کی پیمائش کی جا سکے۔ منہاس کی حد بس یہیں تک تھی۔ اس نے جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے پیمائشی ٹیپ لے کر خود اپنے گلے کے گرد گھمائی۔ وہ آدمی خجالت کے مارے آگے بڑھا تاکہ دیکھ سکے پیمائش کتنی ہے۔

صاحب ساری معلومات لے لی ہے اب میں چلتا ہوں۔ سارے کام نمٹانے کے بعد جلاد واپس جانے کو مڑ گیا۔

میرے باپ جیسے بھائی نے بھی خود کو ایسے ہی پھندا لگایا تھا جیسے اب تمہیں لگے گا۔ جج نے پرتپش نظریں اس کے آر پار کرتے ہوئے کہا۔

منہاس مسکرایا۔کیا سچ میں؟

ہاں تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ تمہاری وجہ سے معین بھائی کی زندگی عذاب بن گئی تھی۔سب نے چھوڑ دیا ان کو۔مایوس ہوکر انہوں نے خودکشی کرلی۔ جج کا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی رندھا ہوگیا۔

میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ کیا سچ میں میری پھانسی کے پیچھے یہی وجہ ہے؟ سینے پہ ہاتھ لپیٹے وہ دل جلانے والی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے آگے بڑھا اور جج کی نظروں میں سچائی تلاش کرنا چاہی جو اسے نظر نہ آئی۔

تو اور کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ جج لمحے بھر کو گڑبڑایا پھر سنبھل گیا۔ تم کونسا دودھ کے دھلے ہو۔غیر ملکیوں کے لیے جاسوسی کرتے ہو تو جاسوس کا انجام سزائے موت ہی ہوتی ہے۔

اچھا تو میں غیر ملکیوں کے لیے جاسوسی کرتا ہوں اور تم؟ منہاس نے بات ادھوری چھوڑی۔ جج نے استفہامیہ انداز میں ابرو اچکائے۔ان دونوں کے بیچ یوں مکالمے بازی ہورہی تھی جیسے دو مخالف سیاسی پارٹیوں کے رکن آپس میں بحث کررہے ہوں اور باقی سب یوں تھے جیسے خاموش تماشائی کھڑے ہوں۔

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

تم بتاؤ گے اس پھانسی کی سزا سنانے کے لیے تمہیں کتنے پیسے دیے گئے ہیں؟ منہاس کے معصومانہ انداز میں پوچھے جانے والے سوال نے جج کے چہرے کا رنگ متغیر کیا تھا۔

کیا مطلب ہے اس بات کا؟ وہ ہکلایا۔دل کا چور چہرے پہ آنے لگا تو وہ رخ موڑ گیا۔

مطلب تو تم خوب سمجھ گئے ہو۔ وہ طنزیہ لہجے میں مسکرایا۔

فضول بکواس کر رہے ہو تم۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ تمہاری بے سر و پا باتیں سنوں۔ وہ اپنا کوٹ جھاڑتے ہوئے بکتا جھکتا اپنے ساتھیوں سمیت چلا گیا۔

ذلیل انسان۔ منہاس اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔ اس نے تو اندھیرے میں تیر چلایا تھا کہ کسی نے شاید اس جج کو خرید لیا ہو لیکن اس کے چہرے کے بدلتے رنگ ساری کہانی سنا گئے تھے۔

______.......________.......__________.......______

موسم خوشگوار تھا۔ صبح سے ہی ہلکی ہلکی ہوائیں چل رہی تھیں۔ وہ چائے کا کپ لے کر بالکونی میں آگھ۔ دوسرے ہاتھ میں موبائل تھا۔ غازی کا نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس نے کپ لبوں سے لگایا۔

تھوڑی دیر بیل جاتی رہی پھر اس کی آواز سنائی دی۔

ہاں عزہ کیسی ہو؟

میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ کام ہو گیا تھارات کو۔ اس نے کپ منڈیر پہ رکھتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔

ہاں اس جلاد کو اس کے گھر سے اٹھوالیا تھا۔اب نہ رہے گا جلاد اور نہ رہے گی پھانسی۔غازی نے مزے سے کہتے ہوئے محاورے کی ٹانگ توڑی۔

یہ تو بہت اچھا ہو گیا۔وہ خوش ہوئی۔موبائل دوسرے کان پہ لگاتے ہوئے کپ لیے وہ کمرے میں چلی آئی۔اس کا ارادہ بن گیا تھا کہ جلد از جلد منت کو اسپتال پہنچ کر خوش خبری دے۔

اب آگے کیا کرنا ہے؟جلاد والا کام تو ہو گیا لیکن اب ہم کریں گے کیا۔چائے جلدی جلدی پیتی وہ موبائل سے کان لگاتی الماری کی طرف بڑھی۔

میرا خیال ہے اب اس جج کو اغوا کرلیں گے۔غازی نے خیال ظاہر کیا۔
اس سے زبردستی فیصلہ تبدیل کروائیں گے۔کیسا آئیڈیا ہے؟

بکواس ہے۔عزہ نے منہ بنا کر کہا۔کپڑے استری اسٹینڈ پہ رکھتے ہوئے ایک ہاتھ سے سوئچ لگایا اور غازی کو صلواتیں سنائیں۔

وہ جج ہے کوئی گلی محلے میں چلتا پھرتا کوئی عام سا انسان نہیں ہے کہ اسے اغوا کرلیتے ہیں..فضول آئیڈیاز پتا نہیں کہاں سے لے آتے ہو۔ابھی میں منت کے پاس جا رہی ہوں تم بھی وہیں آجاؤ۔مل کر کچھ پلان بناتے ہیں۔

اچھا ٹھیک ہے۔ میں آتا ہوں۔ غازی نے جھینپ کر کال بند کی۔ وہ تیار ہو کر کمرے سے باہر آئی۔
امی میں منت کے پاس جا رہی ہوں۔ آپ جائیں گی۔ اس نے لاؤنج میں سبزی بناتی امی کی جانب دیکھا پھر گھڑی پہ نظر دوڑائی۔ ایک بج رہا تھا۔ اس کی توقع کے عین مطابق امی نے جواب دیا۔

دو بجے بچیاں آجائیں گی۔ ابھی ان کے لیے کھانا بنا لوں پھر ان کو کھلا کر اور ٹیوشن بھیج کر آجاؤں گی۔ تم جاؤ میری طرف سے حال پوچھ لینا بچی کا۔ اللہ اس کے دکھ درد دور کرے۔

انہوں نے منت کے لیے افسوس کیا۔ وہ سر ہلاتے ہوئے خدا حافظ کہتی اسپتال چلی آئی۔ غازی اس سے پہلے ہی موجود تھا۔

وہ منت کے پاس آئی۔ وہ چپ چاپ تکیے کے سہارے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے گال کو پیار سے چھوا۔
کیسی ہو منو؟
زندہ ہوں۔ اس نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔ عزہ کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اماں نے بے بسی سے عزہ کو دیکھا اور اشارے سے ڈھارس بندھانے کو کہا۔

وہ تو ہم سب ہی زندہ ہیں۔ میں تمھاری طبعیت دریافت کر رہی تھی۔ وہ بشاشت سے کہتی اس کے پاس ٹک گئی۔ غازی صوفے پہ اماں کے پاس بیٹھ گیا۔

ویسے منت تمہارا نام گنیز ورلڈ بک آف ریکارڈ میں لکھا جانا چاہیے۔ خدا کا خوف کرو اتنی بار تم اسپتال آچکی ہو۔ ذرا سی بات ہوتی ہے اور تم دھڑام سے زمین بوس ہو کر اسپتال پہنچی ہوتی ہو۔ تھوڑی بہادر بنو یار۔

عزہ نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے مصنوعی غصے سے کہا۔ غازی سر جھکا کر موبائل پہ مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر منت کو مخاطب کیا۔

بھابھی منہاس بھائی سے بات کروادوں؟

منت کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ وہ ہنوز پتھر بنی بیٹھی رہی۔

بھابھی بات کریں گی منہاس بھائی سے؟ غازی نے اپنا سوال پھر سے دہرایا۔

نہیں ضرورت نہیں۔ اس نے سختی سے منع کیا۔ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

چلو چھوڑو نہ کرو بات۔ میں تمہارے لیے پھل لائی ہوں۔ وہ کھاتے ہیں۔

عزہ نے ایک جانب رکھی میز سے پھل اٹھائے اور کاٹنے شروع کیے۔

مزید دس منٹ اس کے پاس بیٹھنے کے بعد وہ دونوں اسپتال کی کینٹین میں آ گئے۔

چائے اور سینڈوچ کا آڈر دے کر وہ دونوں کونے میں رکھی کرسیوں پہ آ کر بیٹھ گئے۔

ہاں اب بتاؤ شروع سے ساری بات۔ عزہ نے دونوں ہاتھ میز پہ رکھتے ہوئے اسے بولنے کا موقع دیا۔

بات کچھ بھی نہیں۔اس جلاد کی ساری معلومات نکلوالی تھیں۔آدھی رات کو اس کے گھر سے اٹھالیا اسے۔غازی نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے فخر سے بتایا۔

پھر انکل کو کال کر دی۔انہوں نے ویسے کوئی ردِ عمل نہیں دیا تھا۔بس اوکے کہا اور کال کاٹ دی۔اس نے الجھن سے بتایا۔اسے کافی حیرانی ہوئی تھی جب اس نے انکل کو اپنے منصوبے سے آگاہ کیا تھا تب بھی بس انہوں نے سر ہلا دیا تھا اور اب بھی۔۔۔

چلو جلاد کی گمشدگی کی وجہ سے دو تین دن تو لگیں گے انہیں انتظام کرنے میں۔سوال یہ ہے ہم ایسا ان دنوں میں کیا کریں کہ بازی پلٹ جائے۔عزہ نے انگوٹھے سے میز پہ ٹھک ٹھک کرتے ہوئے پوچھا۔

ویسے پہلے انکل سے پوچھ لینا چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اس سلسلے میں؟ عزہ نے خیال ظاہر کیا۔

انکل نے مجھے تو کچھ نہیں بتایا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں یا وہ اور ان کی ٹیم کوئی پلان بنا رہی ہے۔انہوں نے تو مجھے دو حرف تسلی کے نہیں کہے۔ایسا لگ رہا ہے سب منہاس بھائی سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

وہ مایوسی کا شکار ہو رہا تھا۔عزہ نے اس کے ہاتھ دباتے ہوئے تسلی دی۔

ایسا مت سوچو۔صرف تمھی نہیں وہ بھی بہت پریشان ہیں۔منہاس بھائی کو لے کر ان کے خلوص پہ شک نہیں کرو۔

عزہ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ میں اس جج کا حشر نشر بگاڑ دوں اور۔۔۔

اس سے پہلے وہ کچھ اور کہتا موبائل پہ بیل ہوئی۔اس نے جیب سے موبائل نکالا۔زمان انکل کی کال تھی۔عزہ نے اشارے سے پوچھا کون ہے؟

انکل کال کر رہے ہیں۔عزہ کو بتا کر اس نے جلدی سے کال اٹھائی

السلام علیکم انکل۔۔کیسے ہیں آپ؟

وعلیکم السلام۔غازی تم اس جلاد کو چھوڑ دو۔اس کی ضرورت ہے۔انکل نے گھمبیر لہجے میں مطلب کی بات پہ آتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب ضرورت ہے؟میں سمجھا نہیں؟غازی کی حیرت ان کی بات سن کر دو چند ہو گئی۔

ابھی میرے پاس سمجھنے یا سمجھانے کا وقت نہیں ہے۔جو کہا ہے وہ کرو۔ابھی کے ابھی اس آدمی کو اس کے گھر چھوڑو۔

انکل تحکم سے کہہ کر کال کٹ کر گئے۔وہ جھنجھلاتا ہوا اٹھا۔

عزہ میں جا رہا ہوں بعد میں چکر لگاؤں گا۔اس نے کوفت سے کہتے ہوئے گاڑی کی چابی اٹھائی۔

جا کہاں رہے ہو؟عزہ بھی کھڑی ہو گئی۔

وہ بھی بعد میں بتاؤں گا۔ابھی سوال جواب کا وقت نہیں ہے۔مجھے جانا ہے۔وہ تیزی سے کہتے ہوئے وہاں سے چلا گیا اور وہ وہیں کھڑی رہ گئی۔

اگلا دن کافی ہنگامہ خیز طلوع ہوا۔ صبح وہ معمول کے مطابق اٹھا. ناشتہ کیا۔ناشتے کے بعد اس نے حوالدار سے فون لے کر غازی کو کال ملائی۔

کچھ دیر اس سے بات چیت کی۔منت کا حال پوچھا۔اس کا خیال رکھنے کی تاکید کر کے اس نے انکل کو کال ملائی۔وہ دو گھنٹوں بعد آنے کا کہہ رہے تھے۔شکریہ ادا کر کے اس نے موبائل واپس کیا۔

حوالدار کچھ دیر بعد دوبارہ چائے لے کر آیا۔اس نے شکریہ کہتے ہوئے کپ تھام لیا۔

بھاپ اڑاتی چائے پیتے ہوئے وہ مسلسل کچھ سوچ رہا تھا۔کون ہوسکتا تھا جس نے اس کی دشمنی میں جج کو خرید لیا تھا۔۔

دو گھنٹوں سے پہلے ہی زمان انکل آتے دکھائی دیے۔ان کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔حوالدار نے مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جلدی سے سیل کا تالا کھولا۔

اس نے بغور انکل کا ستا ہوا چہرہ دیکھا۔اس نے ان کو گدے پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے فائل کی جانب دیکھا۔

یہ کیا ہے انکل اور خیریت ہے آپ پریشان لگ رہے ہیں۔ ویسے جس طرح کے حالات چل رہے ہیں پریشان ہونا فرض بنتا ہے۔

شگفتگی سے کہتے ہوئے وہ بھی ان کے برابر میں نیم دراز ہوتے ہوئے کہنی سر کے نیچے ٹکا گیا۔

کورٹ کے آڈرز ہیں یہ۔ وہ جج کافی پھرتیاں دکھاتا پھر رہا ہے۔ انکل نے فائل اپنے پاس پھینکتے ہوئے بےزاری سے کہا۔

تو کیا اس بات کی وجہ سے پریشان ہیں؟ منہاس نے دوسرے ہاتھ سے فائل کے اندر رکھے کاغذ نکالے۔ وہ جانتا تھا اصل وجہ یہ نہیں ہے وہ کسی اور وجہ سے پریشانی میں ہیں۔

راسے کچھ آفرز آئی ہیں۔ انہوں نے سر اٹھاتے ہوئے گومگو کی کیفیت میں کہا۔ وہ بہت ضبط سے یہ بات اس سے کرنے آئے تھے۔

کیسی آفرز؟ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تشویش سے بھنویں اکھٹی ہوئیں۔ اسے خطرے کی گھنٹی بجتی محسوس ہونے لگی۔

انکل نے کچھ کہنے کے لیے مناسب الفاظ جوڑے۔ منہاس چپ چاپ ان کو دیکھتا رہا۔ وہ کشمکش کا شکار لگ رہے تھے۔

انکل آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

رانے پیشکش کی ہے کہ اگر تمہاری پھانسی ہو نے دی جائے تو وہ ہمارے سو قیدی رہا کر دے گی۔ انکل نے رک رک کر بات مکمل کی تھی۔ وہ پلکیں جھپکانا بھول گیا۔ حیرانی کے مارے منہ کھل گیا۔
اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

اب آپ سب لوگ یقیناً یہ چاہتے ہوں گے کہ آپ کے سو قیدیوں کی زندگی کے لیے ایک منہاس عالم کو تختہ دار پہ لٹکا کر اس اپنی زندگی کا چراغ گل کر دے۔
اس نے بے حد تلخی اور درشتی سے سوال کیا تھا۔ انکل نے سر جھکا لیا گویا ان کے پاس اس کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا اور وہ یہی کہنے آئے تھے۔

بہت اچھے یعنی اک بار پھر سے منہاس عالم ہی قربانی دے گا وہ بھی اپنی جان کی۔ اس نے دکھ سے کہتے ہوئے رخ موڑ لیا۔

میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے

میں ویسے بھی مارا جاؤں گا

پھانسی گھاٹ پہ سب کچھ تیار تھا۔ میڈیا اور کافی لوگ دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ آخر کار بقول لوگوں کے برائی کا انجام برا ہونے جا رہا تھا۔ سو قیدیوں کے بدلے اک جان کیا معنی رکھتی ہے۔ جانے کتنی جانیں اب تک لٹ چکی ہیں آج اک اور سہی۔ دو لوگ منہاس عالم کو بازؤوں سے پکڑ کر پھانسی گھاٹ کے چبوترے تک لائے۔ اس کے تاثرات عجیب ہو رہے تھے۔ چہرے پہ سختی چھائی ہوئی تھی۔ حاظرین کا مجمع کافی دور تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سٹیج پہ کوئی زبردست شو ہونے جا رہا ہے۔ شائقین وہی لوگ تھے جو اس کو تختہ دار پہ لٹکانا چاہتے تھے۔ یہ سین اس وقت کہ جگہ براہ راست دیکھا جا رہا تھا۔ پچاس قیدی ایڈوانس میں پاکستان کے حوالے کر دیے گئے تھے جبکہ باقی پچاس اس کی پھانسی کے بعد بھیجے جانے تھے۔

اس کے ہاتھ باندھے گئے۔ چہرے اور گردن پہ سیاہ کپڑا ڈالا گیا۔ سینکڑوں دلوں کی دھڑکن تھمی۔ گلے میں رسی ڈالی گئی۔ فشار خون بلند ہونے لگے۔ رگیں تن گئیں۔ جلاد آگے بڑھا اور ایک جھٹکے سے لیور کھینچا۔ پاؤں تلے سے زمین سرکنا تو محاورہ ہے۔ پاؤں تلے سے زندگی نکلنا کسے کہتے ہیں یہ تختہ دار پہ لٹکائے جانے والوں کو دیکھ کر پتا چلتا ہے۔ ایک جھٹکے سے تختہ کھینچا گیا اور کچھ دیر پہلے متحرک وجود اب ساکت ہوا میں جھول رہا تھا۔ سب کے بدلے انتقام منہاس عالم کی موت کے ساتھ پورے ہو گئے۔

حاکمِ شہر بتا۔۔۔!!

وقت کے شکنجوں نے

خواہشوں کے پھولوں کو

نوچ نوچ توڑا ہے۔۔

کیا یہ ظلم تھوڑا ہے۔۔؟

درد کے جزیروں نے۔۔

آرزو کے جیون کو

مقبروں میں ڈھالا ہے۔۔

ظلمتوں کے ڈیرے ہیں

لوگ سب لٹیرے ہیں۔۔

موت روٹھ بیٹھی ہے

ذات ریزہ ریزہ ہے

تار تار دامن ہے

درد درد جیون ہے

شبنمی سی پلکیں ہیں

قرب ہے نہ دوری ہے۔۔

زندگی ادھوری ہے۔۔۔

اب یقین آیا کہ۔۔!!

www.urdunovelsmania.com

موت بھی ضروری ہے۔۔

*********______________________*********______________________*******

لاہور بادشاہی مسجد کے ہال میں اس وقت سب مرد اکھٹے تھے۔آج غازی اور عزہ کے نکاح کی تقریب تھی۔غازی نے بجھے دل سے تیاری کی۔اس نے کتنی کوشش کی تھی کہ اس کی شادی میں اس کا بھائی شریک ہو مگر قسمت کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔منہاس کے بغیر اپنے نکاح کی تقریب اسے خالی اور ویران لگ رہی تھی۔زمان انکل اس کی کیفیات سمجھ گئے تھے۔اسے گلے لگا کر تسلی دی۔۔

منت اپنی دو ماہ کی بیٹی کو سنبھالے عزہ کے پاس ہی بیٹھی تھی۔شاید ابھی ان کی شادی میں کچھ اور تاخیر ہو جاتی مگر عزہ کی امی کی خراب طبعیت کے پیش نظر انہیں یہ فیصلہ لینا پڑا۔منہاس کے جانے کے تین ماہ بعد آج سب نے منت

کے چہرے پہ مسکراہٹ دیکھی تھی۔سادہ سی تقریب تھی جس میں سوائے قریبی عزیزوں اور دوستوں کے کوئی اور شامل نہیں تھا۔

عزہ نے بوسکی رنگ کی گھیردار کام والی میکسی کے ساتھ ہم رنگ ڈوپٹہ سر پہ جمایا ہوا تھا۔ماتھے پہ جھومر اور کانوں میں آویزے لٹکائے ہوئے تھے۔نکاح کی مناسبت سے ہلکے پھلکے میک اپ اور جیولری میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

اس کا اور غازی کا مشترکہ فیصلہ تھا کہ وہ کوئی بہت بڑا فنکشن نہیں رکھیں گے۔سادگی سے نکاح کریں گے۔

مولوی صاحب آئے تو منت نے سرخ رنگ کی اوڑھنی سے عزہ کے چہرے پہ گھونگھٹ نکال دیا۔نکاح کے بعد مبارک سلامت کا شور اٹھا۔مرد حضرات تو مسجد میں ہی تھے۔وہ سب جمعے کی نماز ادا کر کے واپس آنے والے تھے۔غازی نے اسے فون کر کے نکاح کی مبارکباد دی تھی پھر فون بند کر کے وہ بھی وضو کرنے چل دیا۔

منت میری دو چار تصویریں بنانا جلدی سے۔پھر میں نے نماز پڑھنی ہے۔وہ چاہتی تھی وضو کرنے سے پہلے کچھ تصویریں غازی کو دکھانے کے لیے کھینچوانا چاہتی تھی۔

نماز ادا کر کے اس نے دوبارہ میک اپ کیا اور جیولری بیگ میں رکھی۔رخصتی کے بعد اس کا اور غازی کا یہاں سے کہیں اور جانے کا ارادہ تھا۔

www.urdunovelsmania.com

کچھ دیر بعد مہمان چلے گئے تو منت اس کے کمرے میں آئی۔

عزہ عبایا وغیرہ پہن لو۔رخصتی کا وقت آگیا ہے۔غازی بھائی باہر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔
وہ عبایا پہن کر اور نقاب کر کے اس کے ساتھ باہر چلی آئی۔اس نے نکاح سے پہلے اسے نہیں دیکھا تھا ابھی دیکھ رہی تھی۔سفید کلف لگے شلوار قمیض میں وہ آج الگ ہی روپ میں تھا۔گلے میں کالے رنگ کی چادر اور پیروں میں پشاوری چپل تھی۔

غازی اور وہ امی سے رخصت لے کر اور سب سے مل کر گاڑی میں آ بیٹھے۔

تم بہت اچھے لگ رہے ہو۔نکاح کا روپ آیا ہے یا کوئی اور بات ہے؟
عزہ نے ہی شوخی سے کہتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

نظر نہ لگا دینا ماشاءاللہ کہو۔غازی نے اس کے سراپے پہ نظر ڈالتے ہوئے مصنوعی تفاخر سے کہا۔اسے مایوسی ہوئی۔
عزہ کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

ماشاءاللہ غازی صاحب۔۔عزہ کی ہنسی گاڑی میں گونجی۔وہ اب آگے جھک کر اس کی بلائیں لے رہی تھی۔

www.urdunovelsmania.com

یہ انصاف نہیں ہے۔ میں نے تو ابھی تک تمہیں دیکھا ہی نہیں۔ میرا خیال ہے ہم گھر چلتے ہیں۔ غازی نے بے چینی سے کہا۔

تم نے کیا آج انوکھا دیکھنا ہے مجھے۔ ایسے کہہ رہے ہو جیسے پہلے کبھی دیکھا نہیں ہے۔ عزہ نے پرس کھولتے ہوئے موبائل نکالا۔

نہیں آج دیکھنا تھا تم بیوی بن کر کیسی لگ رہی ہو گی؟ میرا خیال ہے سارے پلانز کینسل کر کے گھر جانا چاہیے۔ اس نے حتمی لہجے میں کہتے ہوئے گاڑی کا رخ بدلنا چاہا۔

ارے یار کیا ہو گیا ہے۔ یہ لو فلحال کے لیے تصویر دیکھ لو۔ اب میں نقاب اتار کر تو تمہیں درشن کروانے سے رہی۔ وہ اس کے اتاؤلے پن پہ حیران ہو رہی تھی۔ غازی نے موبائل واپس کر دیا۔

نہیں مجھے اصلی والی عزہ دیکھنی ہے۔ کوئی بات نہیں شام کو واپسی ہی ہے گھر۔۔ جہاں اتنا انتظار کیا وہاں تھوڑا اور سہی۔

اس نے مسکراتے ہوئے گاڑی کا رخ پھر سے اپنی منزل کی طرف موڑ دیا۔
راستے میں مارکیٹ سے انہوں نے کافی تحائف لیے۔۔ کچھ کھانے پینے کی چیزیں بھی ساتھ لیں اور دوبارہ سفر شروع ہو گیا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ ایک بلند و بالا عمارت کے سامنے کھڑے تھے۔۔ جس پر بڑے بڑے الفاظ میں orphanage(یتیم خانہ)لکھا تھا۔

وہ ہاتھوں میں وہ چیزیں اٹھائے اندر چلے آئے۔

آج کے دن کی خوشی وہ یہاں آکر منانا چاہتے تھے۔کھانے کی دیگ کا آڈر وہ پہلے ہی دے چکا تھا۔ بچوں میں تحائف تقسیم کرتے ہوئے ان کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے ان دونوں کو بلکل احساس نہیں ہوا کہ وہ کسی اجنبی جگہ پہ ہیں۔ اگلے دن کا ولیمہ بھی انہوں نے یہیں رکھا تھا۔انچارج کے شکریہ ادا کرنے پہ وہ بہت شرمندہ ہوئے۔

یہ بس ہمارے دل کی عارضی سی خوشی ہے۔اصل خوشی تب ہوگی جب ہم ان بچوں کے لیے کچھ کر سکیں۔اور ہمارا خواب ہے کہ ہم واقعی میں ان یتیم بچوں کے ماں باپ بن کر ان کو پالیں۔

غازی نے دکھ سے آس پاس بھاگتے دوڑتے زندگی سے بھرپور مگر یتیم بچوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔یتیم لفظ نہیں ہے اک چوٹ ہے جو ایسے اداروں میں بچوں کو دیکھ کر دل پہ لگتی ہے۔۔

سارا دن وہاں گزار کر وہ رات کو گھر واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔

غازی میں نے سوچا ہے کہ مجھے ابو کی جو پراپرٹی ملی ہے اس سے میں کچھ کروں۔را ستے میں عزہ نے پر سوچ انداز میں اپنا ارادہ ظاہر کیا۔

ہاں کیوں نہیں۔میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہم دونوں مل کر اس مشن کو لے کر آگے چلیں۔ہم اک فاؤنڈیشن بنائیں گے اور بے سہارا بچوں کو سہارا دیں گے۔میں نے ویسے کافی دیر پہلے سے ہی اس پہ کام شروع کر رکھا ہے ۔اب تو بس پیپر ورک رہ گیا ہے۔بلڈنگ تو میں نے خرید رکھی ہے۔

غازی نے موڑ کاٹتے ہوئے تفصیلات سے آگاہ کیا۔وہ کافی عرصے سے اس کام کو اکیلا لے کر چل رہا تھا اب عزہ کا ساتھ پا کر وہ خوش ہوا تھا کہ وہ بھی اس کے جیسے ہی خیالات رکھتی ہے۔

پانچ سال بعد۔۔۔۔

بلند عمارتوں کا شہر۔۔۔دی الفا ورلڈ سٹی۔۔۔کینیڈا کا سب سے بڑا شہر اور معاشی مرکز۔۔۔ٹورنٹو۔۔

یہ نیشنل میراتھن ریس کا میدان تھا جہاں اس وقت سینکڑوں شائقین بیٹھے آنے والے لمحات کا انتظار کر رہے تھے۔ موسم بہت خوشگوار تھا۔کچھ ہی دیر میں مقابلے میں حصہ لینے والے سب بچے میدان میں آ گئے اور اپنی اپنی لائن میں تیار اور مستعد کھڑے ہو گئے۔

یہ ریس دس سے بارہ سال کے بچوں کے درمیان منعقد کی گئی تھی۔چند منٹوں بعد جھنڈا لہرایا گیا اور سیٹی بجائی گی۔تمام بچوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔شائقین کے حصے میں پانچویں قطار میں چھٹی سیٹ پہ بیٹھی اک پانچ سالہ بچی اچھل اچھل کر اپنے بھائی کے نام کے نعرے لگا رہی تھی۔

Heybrocomeoncomeon...runfast....youcandoit..runfast....

اس نے گھٹنوں تک آتی گلابی رنگ کی فراک کے ساتھ سفید ٹائٹس پہنا تھا۔گہرے بھورے بالوں کے ساتھ سرخ و سفید رنگت کی حامل وہ ایک خوبصورت بچی تھی۔لوگ اس کے یوں چلانے پر اسے مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔

اس کے بالکل ساتھ بیٹھی اس کی ماں نے ٹھوکا دے کر اسے نیچے بٹھایا۔

مریم بیٹھ جاؤ۔۔

Itsmarrynotmaryammom.

ہمیشہ کی طرح اس نے منہ پھلا کر اپنی ماں کی تصیح کی اور دوبارہ سے اپنے مشغلے میں مصروف ہو گئی۔

Bro...Runfast....

ہاتھ ہلاہلاکراور حلق پھاڑ کر وہ میدان میں بھاگتے اپنے بھائی کو حوصلہ دے رہی تھی جو مسلسل دوسرے نمبرپہ جا رہا تھا۔

تھوڑی ہی ریس بچی تھی اورا بھی تک اس کا بھائی اپنے سے آگے والے کو کراس نہیں کر پا یا تھا۔مریم کی بھوری آنکھوں میں تشویش چھانے لگی۔

Ohnohewillloosetherace..

اس نے پریشانی سے ماتھے کو مسلتے ہوئے کہا۔اس کی ماں البتہ سکون سے ریس دیکھ رہی تھی۔بچی البتہ بار بار گردن نفی میں جھٹک کر خود کو یقین دلا رہی تھی کہ اس کا بھائی جیت جائے گا۔

اختتام قریب آگیا۔شائقین میں بے چینی کی لہر دوڑی۔دوسرے نمبر والے لڑکا ابھی تک پیچھے ہی تھا۔۔فنشنگ لائن تھوڑی ہی دور تھی۔اچانک ہی اس نے بھرپور طاقت سے بھاگنا شروع کر دیا۔یہ غیر متوقع تھا۔سب کو پہلے والے کی جیت واضح نظر آرہی تھی لیکن عین موقع پہ بازی پلٹ گہ تھی۔اگلے تیس سیکنڈز میں وہ ایسی پھرتی سے بھاگا کہ سب حیران ہی ہوتے رہ گئے اوراس بچے نے دوڑ جیت لی۔

Waoooo.thatsunbelievable..heamazedme..howdidhedo this..

مریم نے پہلے کھڑے ہوتے ہوئے خوشی سے نعرہ لگا یا پھر حیرانی سے ماں کی جانب دیکھتی ہوئی بولی۔

میں جانتی تھی وہ جیت جائے گا۔آخر بیٹا کس کا ہے۔اس کی ماں کے لہجے میں تفاخر تھا۔بیٹی کے بر عکس اس نے اردو میں کہا تھا۔

لمبی سی سکرٹ پہنے اور سر پہ حجاب لیے وہ ایک جاذب نظر اور پر کشش خاتون تھی۔اپنی بیٹی مریم کا ہاتھ تھام کر وہ جانے کو اٹھی۔

Momthisisnotfair..weshouldgoonstage..

مریم نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔ماں نے اسے گھوری سے نوازا۔ سٹیج پہ اب پوزیشن لینے والے بچوں کو بلا یا جا رہا تھا اور ان کے ماں باپ سٹیج کے ایک جانب کھڑے ہو گئے تھے۔

وہاں کیمرے ہیں۔ہم وہاں نہیں جا سکتے۔احمد کا ٹیچر جائے گا سٹیج پہ۔ہم اب چلیں گے۔تمہاری کلاس کا وقت ہو رہا ہے۔

Hmm.teacher…thesocalledteacher.Ireallydon’tlikehim.

اس نے نخوت سے کہا اور سر جھٹکتے ہوئے ماں کے ہمراہ قدم بڑھائے۔

وہ جانتی تھی کہ وہ احمد کا اصل ٹیچر نہیں ہے۔

مریم بری بات ہے۔ایسے نہیں کہتے۔۔اس کی ماں نے تنبیہ کرتے ہوئے پھر سے اپنی بات اردو میں ہی کی۔

مریم کو انگلش سکھانا مجبوری تھی تاہم اسے اردو بھی آتی تھی لیکن یہ الگ بات تھی کہ وہ انگریزوں میں رہ رہ کر خود کو بھی انگریز سمجھنے لگ گئی تھی۔ سفید رنگت اور خوبصورت نقوش اس نے اپنے باپ سے چرائے تھے۔اچھے خوبصورت ماحول نے بھی اس کی پرورش پہ خاصہ اثر ڈالا تھا۔گھر میں وہ اردو بولتی تھی مگر جب کہیں وہ باہر نکلتی اس کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ انگلش ہی بولے۔

دس سالہ احمد اب اپنی ٹرافی وصول کر رہا تھا۔اس سے اب وہ سوال کیا جا رہا تھا جو سبھی لوگوں کے ذہنوں میں تھا۔

ریس کے شروع میں ہی آپ پیچھے تھے جب کے اچانک آخری لمحوں میں آپ آگے کیسے؟

شان مسکرایا۔اس کی مسکراہٹ کو کیمرے نے فوکس کیا۔وہ اب کیمرے میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے ٹیچر کا کہنا ہے کہ جب آپ مقابلے میں ہوں تو اپنے مخالف کو آخری وقت تک یہی سمجھنے دیں کہ وہ آپ سے چار قدم آگے ہے پھر عین موقع پہ بھرپور طاقت سے بازی پلٹ دیں۔میں نے یہی کیا۔میں شروع سے ہی تیز بھاگ سکتا تھا مگر میں نہیں بھاگا کیونکہ میں اپنے ٹیچر کی بات پہ عمل کر رہا تھا۔

اس چھوٹے سے بچے کی ایسی بات پہ تالیاں بجی تھیں۔کہ نظروں میں ستائش ابھری تھی۔اس نے واقعی میں بہت ہوشیاری کا مظاہرہ کیا تھا۔

اس کے ٹیچر کے لبوں پہ اس کی بات سن کر پراسرار مسکراہٹ پھیلی تھی۔

کینیڈا کے جنوبی حصے میں واقع ہونے کی وجہ سے ٹورنٹو کا موسم معتدل نوعیت کا ہے۔ٹورنٹو کی گرمیاں گرم اور نم جبکہ سردیاں سرد تر ہوتی ہیں۔شہر میں چار الگ الگ نوعیت کے موسم پائے جاتے ہیں اور روزمرہ کا درجہ حرارت سردیوں میں بالخصوص کافی فرق ہو سکتا ہے۔شہری آبادی اور آبی زخیرے کے نزدیک ہونے کی وجہ سے ٹورنٹو میں دن اور رات کے درجہ حرارت میں کافی تغیر دیکھنے کو ملتا ہے۔گنجان آباد علاقوں میں رات کا درجہ حرارت سردیوں میں بھی نسبتاً کم سرد رہتا ہے۔تاہم بہار اور اوائل گرما میں سہ پہر کا وقت کافی خنک بھی ہو سکتا ہے جس کی وجہ جھیل سے آنے والی ہوائیں ہیں۔تاہم بڑی جھیل کے کنارے واقع ہونے کی وجہ سے برفباری، دھند اور بہار اور خزاں کا موسم تاخیر سے بھی آ سکتا ہے۔

ٹورنٹو میں موسم سرما میں زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت کچھ وقت کے لیے منفی 10 ڈگری سے نیچے رہ سکتا ہے جو ہوا کی رفتار کی وجہ سے زیادہ سرد محسوس ہوتا ہے۔اگر اس صورت حال میں برفباری یا بارش بھی شامل ہو جائے تو روزمرہ کی زندگی کے کام کاج رک جاتے ہیں اور ٹرینوں، بسوں اور ہوائی ٹریفک میں خلل واقع ہوتا ہے۔نومبر سے وسط اپریل تک ہونے والی برفباری زمین پر جمع ہو جاتی ہے۔تاہم سردیوں میں اکثر درجہ حرارت کچھ وقت کے لیے 5 سے 12 ڈگری تک بھی چلا جاتا ہے جس سے برف پگھل جاتی ہے اور موسم خوشگوار ہو جاتا ہے۔ ٹورنٹو میں گرمیوں کا موسم نم رہتا ہے۔عموماً درجہ حرارت 23 سے 31 ڈگری تک رہتا ہے اور دن کے وقت درجہ حرارت 35 ڈگری تک بھی پہنچ سکتا ہے جو ناخوشگوار بن جاتا ہے۔بہار اور خزاں موسم کی تبدیلی کو ظاہر کرتے ہیں۔

آج کل موسم نہ تو بہت زیادہ گرم تھا اور نہ بہت زیادہ سرد۔۔وہ مریم کا ہاتھ پکڑے مسلم کمیونٹی میں بنے اپنے گھر کے سامنے آرکی۔یہ اصل میں مسلم فیملیز کا بنا یا گیا ایک چھوٹا سا محلہ تھا جہاں سب لوگ ہی مسلمان تھے۔
مسیحی مذہب یہاں کا سب سے بڑا مذہب ہے۔دوسرے نمبر پر اسلام، پھر ہندو مت، یہودیت، بدھ مت، سکھ مت اور دیگر مشرقی مذاہب بھی موجود ہیں۔

پرس سے چابی نکالتے ہوئے اس نے اپنے پیچھے آواز سنی۔
مبارک ہو زینب۔سنا ہے تمہارا بیٹا احمد میراتھن ریس میں فرسٹ آیا ہے۔
اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تو مسز قدوسی ہاتھ میں پھلوں کی ٹوکری تھامے اس سے مخاطب تھیں۔وہ مسکرا دی۔

بہت شکریہ مسز قدوسی۔اس نے چابی تالے میں لگاتے ہوئے خوشدلی دکھائی۔

شکریہ سے کام نہیں چلے گا زینب۔تمہیں شام کو پورے محلے کو مٹھائی کھلانی ہوگی۔
مسز قدوسی نے کہتے ہوئے ٹوکری سے کچھ پھل مریم کو پکڑائے۔

جی جی ضرور۔۔کیوں نہیں۔وہ مریم کا ہاتھ پکڑ کر اندر داخل ہوئی۔بڑے سے لان سے گزر کر داخلی دروازے کی دہلیز پہ جوتے اتارے اور ساتھ ہی ایک جانب پڑے ریک میں رکھے۔مریم نے بھی تقلید کی۔دروازے سے آگے

دبیز قالین بچھا یا گیا تھا اسی لیے ننگے پاؤں ہی گھر میں داخل ہوا جا تا تھا۔ یہ عادت اور روایت اس نے ترکی سے لی تھی۔

احمد کے گھر آنے تک وہ کچھ اچھا بنانا چاہ رہی تھی اس لیے کچن میں آگئی۔

مریم اپنے پزل سولو کرو جلدی۔ اس نے وہیں سے ہانک لگائی۔

MomIwantsomerestatthistime...

مریم نے بیڈ پہ لیٹتے ہوئے جوابی ہانک لگائی۔ اتنے میں دروازے کی گھنٹی بجی۔

کر لو ریسٹ۔ آ گئے ہیں تمہارے انسٹرکٹر۔ اب پوچھیں گے تمہیں کہ پزل سولو نہیں کیے تو کیا جواب دو گی۔ اس نے فریج سے گوشت نکالتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔

مریم جھنجھلاتے ہوئے اٹھ بیٹھی جب کہ وہ اب دروازہ کھولنے جا رہی تھی۔

مسکراتے ہوئے اس نے آنے والے کا خیر مقدم کیا۔

آئیے آپ کا ہی انتظار ہو رہا تھا۔ آپ کی لاڈلی سٹوڈنٹ نے کام نہیں کیا اور اس وقت وہ منہ پھلا کر بیٹھی ہے۔

آنے والے نے جوتے اتارے۔ مفلر اتار کر کھونٹی پہ لٹکا یا اور اس کی معیت میں اندر قدم بڑھائے۔ وہ اسے کمرے میں جانے کا اشارہ کرتی اب کچن میں جا چکی تھی۔ اس کا ارادہ میکرونی اور سینڈوچ بنانے کا تھا۔ احمد کو یہ دونوں چیزیں بہت پسند تھیں اسی لیے وہ چاہ رہی تھی کہ اس کے آنے سے پہلے سب کچھ بن جائے۔

مریم تم نے پزلز سولو کیوں نہیں کیے؟ کرخت لہجے میں کیا گیا سوال۔

میرا موڈ نہیں تھا۔اکتائے ہوئے لہجے میں جواب۔

اوکے تو پھر سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔آج تمہیں سزا ملے گی تاکہ آئندہ تم اپنا کام نہ چھوڑو۔

واٹ؟ سزا؟ مریم تحیر سے چلائی۔اسے آج تک سزا نہیں ملی تھی اور یہ اس کے لیے بڑی حیرت کی بات تھی۔

یس۔سامنے والے نے سکون سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

نووے۔میں ابھی کرتی ہوں پزل سولو۔وہ جلدی سے الماری کی طرف بڑھی اور ایک بیگ باہر نکالا۔اس بیگ سے کچھ نکال کر وہ بیڈ پہ لے کر آئی۔یہ ایک نامکمل تصویر تھی جس کے مختلف حصے اس نے جوڑ کر پورے کرنے تھے۔کچھ ریاضی کے سوال تھے جس کی اس کو مشقیں کروائی جاتی تھیں۔

وہ ذہین تھی اسی لیے اگلے دس پندرہ منٹوں میں وہ اپنا سارا کام کر چکی تھی۔مکمل کرنے کے بعد وہ ایک مینار کی تصویر لگ رہی تھی۔مریم کو یاد آیا کچھ روز پہلے اس نے اپنی ماں کے لیپ ٹاپ پہ بھی یہی تصویر دیکھی تھی۔

یہ کیا ہے؟ مریم نے مینار پہ انگلی رکھتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔

اک ٹاور ہے مریم۔۔سامنے والے نے آہستگی سے بتایا۔

ٹاور جیسے سی این ٹاور؟اس نے ٹورنٹو کے مشہور ٹاور کا نام لیا جہاں وہ اکثر جاتے رہتے تھے۔

ٹورنٹو کے افق پر سب سے اہم عمارت سی این ٹاور ہے جو 553 میٹر سے زیادہ بلند ہے۔برج خلیفہ کی تعمیر سے قبل یہ دنیا کی سب سے اونچی آزاد کھڑی عمارت تھی۔
ٹورنٹو کا سب سے اہم سیاحتی مرکز سی این ٹاور ہے۔اس ٹاور کے خالقین کے لیے یہ بات خوشگوار حیرت کا سبب ہے کہ ان کے اندازوں کے برعکس تیس سال سے زیادہ عرصے تک یہ عمارت دنیا کی بلند ترین عمارت شمار ہوتی رہی ہے۔

لیکن یہ سی این ٹاور سے بہت چھوٹا ٹاور ہے۔آئی ڈونٹ لائک اٹ۔مریم نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے مسترد کیا۔

لیو دس ٹاپک۔پزل سولو ہو گئے اب میتھس کریں؟وہ جانے پوچھ رہا تھا یا بتا رہا تھا۔مریم نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

آج تو رہنے دیں۔آج بھائی نے ریس جیتی ہے اسی خوشی میں نہیں پڑھتے۔
وہ کسی صورت ریاضی کی مشقیں حل نہیں کرنا چاہتی تھی۔

چلو ٹھیک ہے سائیکلنگ کرتے ہیں۔کافی دن ہو گئے تمہارا ٹیسٹ نہیں لیا۔
وہ کھڑا ہوتا ہوا بولا اور ہاتھ بڑھایا۔مریم نے اپنا ننھا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دیا تو اس نے ایک جھٹکے سے اسے گود میں اٹھا لیا۔

ڈیڈیو آر بیسٹ۔۔۔مریم نے چٹا چٹ اس کے گالوں کو چوم لیا۔اسے سائیکلنگ کرنا بہت پسند تھا۔

باپ بیٹی کمرے سے باہر آئے۔وہ کچن میں مصروف تھی۔

مریم اپنی موم کو بتاؤ ہم باہر جا رہے ہیں۔اس نے سرگوشی کی۔

Momwearegoingoutside...willjoinyouatlunch..

ٹھیک ہے مگر جلدی آئیے گا۔لنچ سے پہلے آپ دونوں گھر پہ ہوں۔

اوکے باس۔باپ بیٹی کی مشترکہ آواز گونجی۔وہ مسکرا کر رہ گئی۔

مریم اور وہ اس کی چھوٹی سی سائیکل اور کچھ ضروری سامان والا بیگ لے کر باہر آ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں مریم اپنی سائیکلنگ کے جوہر دکھانے لگی۔ کبھی وہ ایک ہاتھ چھوڑ دیتی تو کبھی دونوں۔

یہاں چوکوں اور پارکوں میں ہر جگہ عوام کی سہولت کے لیے آئس رنک بھی بنے ہوئے ہیں۔ جہاں لوگ آئس سکیٹنگ کر سکتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ تھک گئی تو باپ کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی جو اس کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پانی کی بوتل اسے پکڑائی۔ پانی پی کر وہ اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

مریم۔۔ اس نے مریم کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے ہولے سے پکارا۔

ہمم۔۔ وہ آنکھیں بند کیے کیے ہی بولی۔

میں چاہتا ہوں تم جج بنو۔ تم بنو گی نا؟ اس نے ہمیشہ والا سوال دہرایا۔
نو ڈیڈ۔ آئی ڈونٹ لائک ججز۔ اس نے بھی ہمیشہ والا جواب دیا۔ پتا نہیں کیوں لیکن مریم کو شروع سے ہی ججز اچھے نہیں لگتے تھے۔

تو پھر میری بیٹی کیا بنے گی؟ اس نے جھک کر مریم کے گال چومے۔

پرائم منسٹر۔۔مریم نے چہک کر اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔

اچھا یہ خیال کہاں سے آیا آپ کو؟اس نے حیرت سے سوال پوچھا۔
پتا نہیں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔مریم نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

کیا وہ گڈ لکنگ ہوتے ہیں اس لیے؟اس نے اس کا ذہن جانچنا چاہا۔

نو۔۔گڈ لکنگ تو آپ بھی ہیں۔مریم نے فوراً نفی کی۔

تو کیا اس لیے کہ وہ بڑی بڑی گاڑیوں میں گھومتے ہیں؟

نو ڈیڈ۔۔

تو کیا اس لیے کہ وہ ٹی وی پہ آتے ہیں؟

نووے۔۔۔اس نے پھر سے سر کو نفی میں جنبش دی۔

تو؟وہ جیسے تھک گیا پوچھ پوچھ کر۔

ایکچوئیلی آئی لائک دی پاور آف پرائم منسٹر۔۔ ہماری ٹیچر نے بتایا تھا پورے کنٹری میں سب سے پاور فل پرائم منسٹر ہوتا ہے۔ وہی آڈرز دیتا ہے۔ کسی کے انڈر نہیں ہوتا۔ سب اس کو فالو کرتے ہیں۔

مریم نے سوچتے ہوئے اپنی پسند کی توجیہہ بیان کی۔ وہ ابھی پانچ سال کی تھی مگر ابھی سے اس کا مزاج ایسا تھا کہ ماں باپ کے علاوہ کسی دوسرے کے رعب میں نہیں آتی تھی۔

چلو اب کافی ریسٹ ہوگیا۔ نیکسٹ گیم کا ٹائم ہوگیا ہے۔ اس نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔ مریم منہ بسورتے ہوئے اٹھی۔ یہ روزانہ کا معمول تھا۔ سکول جانے سے پہلے اسے اور احمد کو سیر اور ورزش کروائی جاتی تھی۔ سکول سے آنے کے بعد جو وقت باقی بچے ٹیوشنز اور پڑھائی کو دیتے تھے ان کی ٹریننگ ہوتی تھی۔ دونوں بچے ذہین تھے سکول میں ہی سارا کام کر لیتے تھے۔

وہ اسے لیے پارک میں آگیا۔ وہاں مختلف جھولے لگے ہوئے تھے۔ یہ مسلم کمیونٹی کی ہی چھوٹی سی پارک تھی جہاں والدین اپنے بچوں کو چھوٹی موٹی تفریح کے لیے لے آتے تھے۔

کیا میں یہاں جھولے لینے آئی ہوں؟ پوچھنے کے باوجود مریم کو یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس کے باپ نے اس کی امیدوں کے عین مطابق جواب دیا۔

مریم ہم یہاں ٹریننگ کے لیے آئے ہیں۔ جھولے آپ بعد میں لے لینا۔

اس نے ارد گرد نگاہ دوڑائی۔ایک جگہ لوہے کی اونچی سی راڈ سے کچھ بڑے بچے لٹک رہے تھے۔وہ مریم کو لیے ادھر چلا آیا۔

اس کو ہاتھوں میں اٹھا کر اوپر کیا۔ مریم سمجھ گئ اسے کیا کرنا ہے۔گھر میں بھی اکثر وہ ایسے ہی کرتی تھی۔اس نے اس راڈ پہ ہاتھ جمائے اور لٹک گئ۔

کم آن مریم خود کو تھوڑا اوپر اٹھاؤ۔وہ بالکل اس کے پیچھے کھڑا ہدایات دے رہا تھا۔مریم نے آہستہ آہستہ خود کو تھوڑا اوپر کرنا شروع کیا۔

ارے حمزہ۔۔پیچھے سے کسی کے آواز دینے پہ وہ پلٹا تو داؤد کھڑا تھا۔وہ ان کے گھر سے پانچ بلاک آگے رہتا تھا۔مشرق اور مغرب کا امتزاج۔۔۔خود کو ڈیوڈ کہلانے والے داؤد کا تعلق ایران سے تھا۔

او ہائے داؤد۔اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھائے۔
کیسے ہو حمزہ۔۔داؤد نے خوشدلی سے پوچھا۔وہ ٹھیک ہوں کہہ کر مریم کی طرف متوجہ ہوا۔
مریم خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھی۔بار بار وہ خود کو اوپر اٹھاتی تھی مگر راڈ تک سر پہنچ جاتا تھا اس سے اوپر نہیں جایا جاتا تھا۔

مریم اپنا سارا ویٹ ہاتھوں پہ ڈالو اور آہستہ آہستہ خود کو اوپر اٹھاؤ۔ تم کر سکتی ہو۔ شاباش ہری اپ۔۔۔ اس نے ایک بار اس کو کمر سے پکڑ کر اوپر کیا اور دوبارہ اسے لٹکنے کو چھوڑ دیا۔

حمزہ وہ ابھی چھوٹی بچی ہے۔ داؤد نے تاسف سے مریم کو دیکھا جو بار بار خود کو اوپر اٹھا رہی تھی۔

یہی چھوٹی بچی دو سال سے سکیٹنگ کے مقابلے جیت رہی ہے۔ پچھلے تین سال سے سائیکل ریس میں فرسٹ آ رہی ہے۔ اپنے سکول میں فٹ بال کی چیمپئین ہے۔ مجھ سے زیادہ تیز بھاگ لیتی ہے۔ اس کے لیے مشکل نہیں ہے کر لے گی۔ حمزہ نے پر سکون انداز میں جواب دیتے ہوئے مریم کو دیکھا۔ داؤد شانے اچکا تا ہوا چلا گیا۔

مریم ٹرائی اگین۔۔۔

ڈیڈ میرا سر اس راڈ سے اوپر نہیں جا رہا۔ وہ بے بسی سے بولی۔ اس نے اسے پکڑ کر نیچے اتارا۔ ماتھے پہ آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے پیار سے سمجھایا۔

مریم کسی کو اپنے سر سے اونچا نہیں ہونے دیتے۔ ہمیں اپنا سر کسی بھی صورت نیچا نہیں ہونے دینا چاہیے۔ یہ ایک بے جان سی راڈ ہے۔ پاور اس کے اندر نہیں تمہارے اندر ہے۔ تو اس کا مطلب ہے تمہیں اپنی پاور اور زیادہ کرنی ہو گی تاکہ تم اس راڈ کے اوپر صرف سر ہی نہیں اپنی پوری باڈی کو اوپر اٹھا سکو۔۔ سمجھ آئی۔

یس ڈیڈ۔۔آئی ول ٹرائی مائی بیسٹ۔۔مریم نے جوش سے کہا۔

چلو شاباش۔اس نے دوبارہ کمر سے پکڑ کر اس کو اونچا کیا۔مریم نے راڈ دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے تھام لی اور آہستہ آہستہ خود کو اوپر اٹھایا۔۔۔

مریم تمہیں پتا ہے پرائم منسٹر کے پاس پاور کیوں ہوتی ہے؟

کیوں ڈیڈ۔۔مریم مصروف سے بولی۔اس کا دھیان اب صرف اپنے کام پہ تھا۔

کیونکہ کوئی اس کے سامنے سر نہیں اٹھاتا۔ہر وہ شخص پاورفل ہے جو اپنا سر ہمیشہ اونچا رکھتا ہے۔جھکتا نہیں ہے۔خود کو اوپر اٹھاؤ اور یہ سمجھ لو کہ اس وقت تم میں بہت پاور ہے اتنی کہ کہ تم اس راڈ سے اپنا سر اور جسم اوپر اٹھا کر اس کے اوپر کھڑی ہو سکتی ہو۔

ڈیڈ کیا ایسا پوسیبل ہے؟مریم نے پوچھتے ہوئے تھوڑا سا اور زور لگایا۔سر اب راڈ کے برابر پہنچ گیا تھا۔

بالکل پوسیبل ہے میری جان۔بس تم مسلسل کوشش کروگی تو سب ممکن ہے۔اس نے مریم کی ہمت بندھائی۔وہ اور زور سے کوشش کرنے لگی۔سر تھوڑا سا اوپر ہوا تھا۔

ویلڈن مریم۔۔اس نے پرجوش ہو کر تالیاں بجائیں تھیں۔ارد گرد لوگ اکھٹے ہونے لگے اور سب تالیاں بجانے لگے۔

مریم نے ہمت کی اور بھرپور طاقت سے اپنے بازؤوں کو اوپر اٹھایا۔جسم آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا۔حوصلے دیتی آوازیں اسے انرجی دے رہی تھیں۔ایک آخری دفعہ اس نے جسم کو جھٹکا دیا اور اوپر اٹھی۔سر اوپر اٹھ گیا تھا۔اس نے ٹاسک پورا کر لیا تھا۔بے دم ہو کر اس نے ہاتھ چھوڑے اور باپ کی جھولی میں آ گری۔

سب لوگ اس کے پاس آ کر پیار کرنے لگے۔اس نے خوشی سے مریم کو ہوا میں اچھال کر کیچ کیا۔

آر یو ہیپی ڈیڈ؟مریم نے اسے خوش دیکھ کر تصدیق چاہی۔

آف کورس مائی لٹل ڈول۔اس نے مریم کو گلے لگایا۔اس کی بیٹی اس کا فخر تھی۔اس نے اپنا نہیں اپنے باپ کا سر اونچا کیا تھا۔

ڈیڈ گھر چلیں۔موم ویٹ کر رہی ہوں گی۔مریم کے یاد دلانے پہ اس کی نظر گھڑی پہ گئی۔

اوہ نو۔۔۔تمہاری موم سے ڈانٹ پڑ جائے گی۔تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔

مصنوعی تشویش سے کہتے ہوئے سامان سمیٹا اور اسے گود میں اٹھائے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

پاکستان۔۔۔لاہور۔۔۔۔۔

ہلکی پھلکی ہواؤں نے شہر کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ گرمیاں اگلے مہینے سے شروع ہونے والی تھیں۔اس لیے ابھی موسم تھوڑا خوشگوار ہی تھا۔

وہ ابھی ابھی ایک کانفرنس سے واپس آئی تھی۔سائنس اور ٹیکنالوجی کے موضوع پہ منعقد ہونے والی اس ورکشاپ میں ملک بھر سے لوگوں نے شرکت کی تھی۔اس نے صدارت کی تھی اور لیکچر بھی دیا تھا اس کے علاوہ باقی سارے انتظامات کو بھی اسی نے دیکھا تھا تو اب وہ کافی تھک چکی تھی۔

نہا کر تازہ دم ہوئی تو اپنے بیٹے کا خیال آیا۔سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھاتے ہوئے امی کو کال ملائی۔تین سالہ سبحان کو وہ انہی کے پاس چھوڑ کر گئی تھی۔

السلام علیکم امی۔۔ سبحان نے تنگ تو نہیں کیا؟ اس نے معمول کے مطابق سوال پوچھا۔

ارے نہیں میرا بچہ بہت اچھا اور سمجھدار ہے۔وہ بھلا کیوں تنگ کرے گا۔انہوں نے ہمیشہ کی طرح سبحان کی طرفداری کی۔یہ الگ بات کہ وہ اتنا شرارتی تھا کہ تنگ لفظ تو بہت چھوٹا اور کم پڑ جاتا تھا۔

کیا کر رہا ہے وہ ابھی؟ اس نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کیا۔

ابھی ابھی سویا ہے۔ کھیل رہا تھا پہلے ردا کے ساتھ۔

اچھا چلیں اسے سونے دیں۔ جب اٹھ جائے تو کال کر دیجیے گا۔ میں لینے آجاؤں گی۔
عزہ نے خدا حافظ کہتے ہوئے جلدی سے بات ختم کی۔ ٹی وی پہ چلتی خبر ہی کچھ ایسی تھی۔

ایلیٹ فورس کا سرچ آپریشن۔۔ ایس ایس پی برہان غازی کی سربراہی میں تشکیل دیے جانے والے اس آپریشن میں مختلف مقامات سے ڈاکوؤں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ کچھ ڈاکو اس آپریشن میں جان سے گئے ہیں جبکہ ایس ایس پی برہان غازی سمیت دو اہلکار بھی زخمی ہوئے ہیں۔

وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی۔ جلدی سے موبائل اٹھا کر غازی کو کال ملائی۔ نمبر بند جا رہا تھا۔ اس نے رحمت کو کال ملائی۔

جی عزہ باجی خیریت ہے۔۔ ضرور کوئی کام ہو گا ورنہ آپ اور مجھے کال کریں ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔
وہ حسبِ عادت شروع ہو چکا تھا۔ عزہ نے کوفت سے اس کی بات سنی۔۔

غازی کیسا ہے؟ وہ چادر لیتے ہوئے تشویش سے پوچھنے لگی۔

کیا مطلب غازی کیسا ہے؟ بہت پیارا ہے۔ ہینڈسم ہے۔ رحمت نے بے پر کی ہانکی۔ عزہ نے بمشکل خود کو کچھ سخت کہنے سے باز رکھا۔

میرے پوچھنے کا مطلب ہے اس کا کیا حال ہے رحمت؟ وہ بیگ کندھے پہ ڈال کر بھاگتی ہوئی وہ گاڑی میں آ کر بیٹھی۔ چوکیدار نے جلدی سے گیٹ کھولا۔

حال تو اس کا پہلے بہت اچھا تھا مگر جب سے اس نے آپ سے شادی کی ہے بہت برا حال ہو گیا ہے بے چارے کا۔ چہ چہ چہ۔۔ رحمت نے افسوس کرتے ہوئے غازی کے حال پہ تبصرہ کیا۔

رحمت میں تمہاری جان نکال دوں گی۔ انسان بن جاؤ۔ موبائل سپیکر پہ ڈال کر وہ گاڑی کو گیٹ سے باہر لائی۔ میں نے ابھی ابھی نیوز پہ دیکھا ہے کہ وہ زخمی ہوا ہے۔ مجھے معلوم ہے تم ابھی اس کے پاس ہی بیٹھے ہوئے ہو گے۔ مجھے بتاؤ وہ ٹھیک ہے نہ۔۔ اسے زیادہ تو نہیں لگی۔
اس کی آواز نم ہو گئی۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے آ رہے تھے۔

عزہ باجی بالکل ٹھیک ہے آپ کا بندہ۔ پریشانی والی بات نہیں ہے۔ معمولی سی چوٹ لگی ہے۔ رحمت نے بھرپور انداز میں اس کی تسلی کروائی تو اس کو تھوڑا سکون ملا۔

رحمت نے فون سائیڈ پہ رکھا تو غازی نے اسے گھورا۔

رحمت کیوں تنگ کرتے ہو میری بیچاری بیوی کو۔

وہ سامنے ہی بیٹھا ساری گفتگو سن رہا تھا۔اس کا موبائل بند تھا۔اس کا ارادہ بالکل بھی عزہ کو بتانے کا نہیں تھا مگر برا ہو میڈ یا کا۔۔سب کچھ نشر کر دیا۔

اس وقت تو تم بیچارے لگ رہے ہو غازی بھائی۔ابھی تمہاری بیوی آ کر تم پہ چیخے گی۔چلائے گی اور واللہ وہ لمحات قابل دید ہوں گے۔پھر پتا چلے گا کون بیچارا ہے اور کون بیچاری۔رحمت نے کچھ دیر بعد والی کاروائی کا نقشہ کھینچا۔

موبائل رکھ کر وہ گاڑی کی رفتار بڑھا گئی تھی۔اگلے بیس منٹ میں وہ اسپتال میں موجود تھی۔کاؤنٹر سے غازی کے کمرے کا پوچھ کر وہ بھاگتی ہوئی ایمرجینسی شعبے کی طرف آئی۔

دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی۔سامنے ہی وہ اور رحمت مزے سے چپس کھا رہے تھے۔اس کے اندر اشتعال کی ایک لہر دوڑی۔وہ کتنی پریشانی میں گھر سے یہاں تک کا فاصلہ طے کر کے آئی تھی اور وہ محترم مزے اڑا رہے تھے۔

اس نے قریب آتے ہی غصے سے ہاتھ مار کر چپس کا پیکٹ گرا یا تھا۔

دونوں جو سر جھکائے بیٹھے تھے جان گئے کہ اب خیر نہیں۔

مجھے اتنی فکر ہو رہی تھی تمہاری اور تم سے اتنا نہیں ہوا کہ خیریت کی اطلاع کر دو الٹا یہاں مزے ہو رہے ہیں۔اس نے بیگ بیڈ پہ پٹختے ہوئے کہا جو نیم دراز غازی کی ٹانگوں پہ لگا تھا۔

سوری یار۔۔موبائل کی بیٹری آف ہو گئی تھی۔غازی نے منمناہٹ کی۔رحمت ہنسی دبا گیا۔

تو رحمت سے فون لے کر کر دیتے۔بلکہ میں نے جب اسے کال کی تو تمہیں مجھ سے بات کرنی چاہیے تھی لیکن تمہیں میرا احساس ہی نہیں ہے۔

عزہ کا پارہ کسی صورت کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔غازی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں رحمت کو مدد کے لیے کہا۔

آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو عزہ باجی۔یہ شخص واقعی احساس سے عاری ہے۔میں نے کہا بھی کہ بات کر کے تسلی کروا دو کہ سب ٹھیک ہے مگر منع کر گیا کہ چھوڑو یار اب کون عزہ کی لمبی چوڑی باتیں سنے۔موڈ نہیں ہے میرا۔

رحمت نے گوہر افشانی کی حد ہی کر دی۔وہ آنکھیں اور منہ کھول کر اسے دیکھنے لگا جو جلتی پہ اور تیل ڈال رہا تھا۔عزہ نے غصے سے غازی کے زخمی بازو پہ ہاتھ مارا۔

ارے کیا کر رہی ہو۔۔۔ابھی ابھی اس بازو سے گولی نکالی ہے اور تم پھر سے مجھے درد دے رہی ہو۔۔۔غازی نے تکلیف سے کراہتے ہوئے آنکھیں میچیں۔وہ گھبرا گئی۔

ایم سوری مجھے دھیان نہیں رہا۔تم کیوں اپنا دھیان نہیں رکھتے۔جس عہدے پہ تم ہو وہاں ضروری تو نہیں کہ ہر بار تم بھی لازمی ساتھ جاؤ۔

وہ روہانسے لہجے میں کہتے ہوئے دوسری طرف آئی۔رحمت جلدی سے کھڑا ہوا۔وہ بیڈ پہ بیٹھ کر اس کے ہاتھ پکڑ کر اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگی اور وہ بیچارا چپ کر کے سننے لگا۔

آپ دونوں کی اب پرائیویٹ باتیں شروع ہو گئی ہیں۔ میں بھی چلتا ہوں اپنی بیوی کے پاس۔بیچاری انتظار کر رہی ہو گی۔

اور ہاں عزہ باجی۔۔وہ جاتے جاتے پلٹا۔
یہ غازی کو کوئی گولی وولی نہیں لگی۔بس گولی چھو کر گزری ہے۔ڈاکٹر کے نزدیک تو بالکل گھبرانے والی بات نہیں ہے مگر خیر آپ خیال رکھیے گا۔۔

جاتے جاتے بھی وہ اپنا آپ دکھانا نہیں بھولا تھا۔غازی نے اس کو بعد میں پوچھنے کا اشارہ کیا تھا اور وہ ہنستے ہوئے چلا گیا۔

رحمت اور جنت کی دو سال پہلے ہی شادی ہو گئی تھی۔رحمت کو انکل زمان نے اپنی ٹیم میں شامل کروالیا تھا۔ان سب کی زندگیاں ٹریک پہ آچکی تھیں سوائے معیز کے۔اس کے لیے لڑکی ڈھونڈی جا رہی تھی۔بقول رحمت کے

۔۔

ہم سب ایک دوسرے کے رازوں سے آگاہ ہیں اس لیے ہماری آپس میں ہی شادیاں ہونا بڑا فائدہ مند ہے لیکن معیز بیچارے کے لیے مشکل ہو جائے گی۔اس کی شادی رہنے ہی دیتے ہیں۔

www.urdunovelsmania.com

اور معیز اس کو گھورتے ہوئے کہتا۔ واہ اپنی شادی رہنے دینی تھی نہ تب تو بڑے جلدی مچائی ہوئی تھی آپ نے اور میری باری پہ یہ سب باتیں۔ اب تو میں جنت سے آپ کی شکایت لگا کر رہوں گا۔

رحمت اور جنت میں کمال کی انڈرسٹینڈنگ تھی لیکن اس کے باوجود رحمت جنت سے ڈرتا تھا۔۔ بھء اچھے شوہر بیویوں سے ڈرتے ہی ہیں۔

وہ ہر روز کی طرح شام کو احمد اور مریم کو لیے باہر آگیا۔ ٹورنٹو کی ہوائیں اس وقت بہت بھلی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں سکیٹنگ کرنے لگے اور وہ ایک جگہ کھڑا ان کو دیکھنے لگا۔

مریم اگرچہ سکیٹنگ کے کء مقابلے جیت چکی تھی مگر احمد کے مقابلے میں وہ ابھی پیچھے ہی تھی۔ وہ بھرپور کوشش کر رہی تھی کہ کسی طرح احمد سے آگے نکل سکے۔

www.urdunovelsmania.com

منہاس۔۔۔۔ اچانک اس کی پشت سے آواز ابھری۔ اسے لگا جیسے کائنات تھم گء ہو۔ ٹورنٹو میں اس کی جان پہچان کا کون نکل آیا۔

اس نے بے اختیار مڑ کے دیکھا۔ ایک کافی عمر کے خوبرو سے انسان کو دیکھ کر اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

زمان انکل۔۔۔وہ کہتے ہوئے بے اختیار ان کے سینے سے جا لگا۔ پانچ سال بعد پورے پانچ سال بعد وہ انہیں دیکھ رہا تھا۔

ماضی کے کچھ مناظر اس کی نگاہوں میں گھوم گئے۔

ماضی۔۔۔۔

انکل آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

را نے پیشکش کی ہے کہ اگر تمہاری پھانسی ہو نے دی جائے تو وہ ہمارے سو قیدی رہا کر دے گی۔ انکل نے رک رک کر بات مکمل کی تھی۔ وہ پلکیں جھپکانا بھول گیا۔ حیرانی کے مارے منہ کھل گیا۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

اب آپ سب لوگ یقیناً یہ چاہتے ہوں گے کہ آپ کے سوتیلیوں کی زندگی کے لیے ایک منہاس عالم کو تختہ دار پہ لٹکا کر اس کی زندگی کا چراغ گل کر دیا جائے۔

اس نے بے حد تلخی اور درشتی سے سوال کیا تھا۔ انکل نے سر جھکا لیا گویا ان کے پاس اس کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا اور وہ یہی کہنے آئے تھے۔

بہت اچھے یعنی اک بار پھر سے منہاس عالم ہی قربانی دے گا وہ بھی اپنی جان کی۔ اس نے دکھ سے کہتے ہوئے رخ موڑ لیا۔

ہاں منہاس عالم قربانی دے گا مگر اپنی جان کی نہیں۔ انکل نے کھڑے ہوتے ہوئے اس کے شانوں پہ ہاتھ دھرے۔ اس نے الجھن سے ان کو دیکھا۔

کیا مطلب؟ وہ حیران ہوا تھا۔

انکل نے اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اس کے برابر میں بیٹھ گئے۔

پہلے تو ہم سب نے یہی سوچا تھا کہ جلاد کو غائب کر دیں گے اور اس عرصے میں اس جج کا فیصلہ تبدیل کروائیں گے۔ لیکن بعد میں یہ فیصلہ تبدیل کرنا پڑا۔

انکل نے اپنا پلان بتانا شروع کیا۔ یہ جلاد کو خاموشی سے غائب کرنے والا پلان وہ خود پہلے ہی بنا چکے تھے۔ غازی اور عزہ نے بھی اسی نہج پہ سوچا تو انہوں نے غازی کے ذمے یہ کام لگا دیا۔ لیکن یہاں آنے سے پہلے وہ غازی کو کہہ چکے تھے کہ وہ جلاد کو چھوڑ دے۔

کچھ لمحے کے توقف کے بعد انہوں نے گلہ کھنکھار کر بات جاری کی۔

ہمارا شک بلکل ٹھیک نکلا۔ وہ جج واقعی بکا ہوا نکلا۔ اس نے بیرونی طاقتوں سے تمہاری پھانسی کے بدلے بھاری قیمت وصول کی ہے۔ اسی لیے اب ہم بظاہر وہی کریں گے جو وہ چاہتے ہیں۔

وہ تو چاہتے ہیں کہ مجھے پھانسی لگے اور بظاہر یہ کیسے ہو گا؟ منہا س کو یہ بات ہضم نہ ہوئی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ بظاہر پھانسی بھی دی جائے اور وہ بچ بھی جائے۔

کہیں آپ ایسا تو نہیں سوچ رہے کہ میری جگہ کسی اور مجرم کو پھانسی دلوائیں گے؟ اس امکان کے ذہن میں آتے ہی اس نے پر جوش ہو کر پوچھا۔

ایسا کر سکتے تھے لیکن وہاں میڈ یا موجود ہو گا۔ ہمیں سب کو یقین دلانا ہو گا کہ تم واقعی مر چکے ہو۔انکل نے سرد آہ بھری۔

اور یہ کام کیسے کریں گے؟منہاس کا سوال جوں کا توں تھا۔

ویسے راپہ یقین نہ کریں کہ وہ جنگی قیدی آپ کے حوالے کرے گی۔ منہاس کو تھوڑی دیر پہلے والی بات یاد آئی تو بے اختیار کہا۔

اول تو وہ کوئی قیدی واپس نہیں کریں گے اور اگر کریں گے بھی تو غریب مچھیرے یا وہ دیہاتی لوگ جو غلطی سے باڈر پار کر کے ان کی آرمی کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ منہاس کے باور کروانے پہ انکل کندھے اچکا کر مسکرائے۔

خیر یہ تو ہم بھی جانتے ہیں مگر ہم صرف را کی وجہ سے یہ نہیں کر رہے۔ دنیا کی نظروں میں اب تمہیں مر ہی جانا چاہیے۔ تاکہ اک نۓ شناخت کے ساتھ تم اپنی زندگی کا دوبارہ آغاز کر سکو۔

غالباً تھوڑی دیر پہلے اسی قربانی کی بات ہو رہی تھی؟اس نے مشکوک انداز سے پوچھا۔

ہاں تمہیں یہ ملک چھوڑ کر جانا ہوگا۔ تب تک جب تک کہ یہاں حالات تمہارے حق میں سازگار نہیں ہو جاتے۔انکل نے قربانی کی نوعیت ظاہر کی۔وہ خاموش ہو کر رہ گیا۔ پاکستان چھوڑ کر کہیں اور جانے کا خیال ہی سوہانِ روح تھا۔

اچھا چھوڑو ساری باتیں میں تمہیں پلان سمجھاتا ہوں۔انکل نے اسے اداسی سے باہر نکالنے کو بات کا رخ کام کی طرف موڑا۔

ہم تمہارے ہم شکل کو پھانسی دیں گے۔

ہم شکل؟اب یہ میرا ہم شکل کہاں سے پیدا ہوگیا؟منہاس جھلاگیا۔انکل بھی پتا نہیں کیا فلموں والی باتیں کر رہے تھے۔

پیدا نہیں ہوا ہم بنائیں گے آڈر پہ۔انکل نے ایک آنکھ میچی اور اس کی جھنجلاہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے جیب سے موبائل نکال کر اس کے سامنے کیا۔

یہ پڑھو۔انہوں نے ایک خبر کی طرف اشارہ کیا۔

منہاس نے ان کے موبائل کے ہاتھ لے کر خبر پڑھنا شروع کی۔

دلچسپ و عجیب دھوکے باز نے سیلیکون ماسک سے خود کو فرانسیسی وزیر ظاہر کیا اور 90 ملین ڈالر ٹھگ لیے۔

سلیکون ماسک؟ وہ سب سمجھ گیا کہ انکل کیا کہنا چاہتے تھے۔

پوری خبر پڑھو۔ انہوں نے اسے مزید پڑھنے کا اشارہ کیا۔

تاریخ دھوکے بازی کی عجیب و غریب داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ اسی طرح کی ایک دھوکہ بازی میں ایک شخص نے سیلیکون ماسک سے خود کو فرانسیسی وزیر دفاع ژان-ایولودریان ظاہر کیا اور اپنے دولت مند شکاروں سے 80 ملین یورو یا 90 ملین ڈالر ٹھگ لیے۔ ژان-ایولودریان 2012 سے 2017 تک فرانس کے وزیر دفاع رہے۔ آج کل وہ ملک کے یورپ اینڈ فارن افیئرز کے وزیر ہیں۔ وہ فرانس کے اہم سیاستی رہنما سمجھے جاتے ہیں لیکن وہ کچھ حد تک گمنام بھی رہتے ہیں۔

تفتیشی افسروں کے مطابق اسی وجہ سے دھوکہ دہی سے شناخت کی چوری میں استعمال کیا گیا۔ شناخت کی چوری کی یہ واردات معلوم انسانی تاریخ کی سب سے بڑی واردات سمجھی جارہی ہے۔ اس واردات میں ایک یا زیادہ دھوکے بازوں نے سیلیکون کا ایک ماسک استعمال کیا۔ انہوں نے ایک بڑے کمرے کو سرکاری دفتر کی طرح سجایا اور دھوکے سے حکومتی شخصیات اور کاروباری لوگوں کو یقین دلایا کہ وہ ژان-ایولودریان سے رابطہ کررہے ہیں۔

حکومتی اور کاروباری شخصیات سے رابطے میں ماسک لگائے دھوکے بازوں نے حکومتی اور کاروباری شخصیات سے درخواست کی کہ مشرق وسطیٰ میں اسلامی شدت پسندوں کی طرف سے اغوا کیے گئے صحافیوں کو چھڑانے کے لیے تاوان کی ادائیگی میں مدد دیں۔ اس پیغام کو سن کر بہت سے لوگ چالاکی سمجھ گئے لیکن بہت سے لوگوں نے کئی ملین

ڈالر عطیہ کر دیئے۔یہ فراڈ اگرچہ بہت سادہ ہے لیکن بہت ہوشیاری سے کیا گیا ہے۔دھوکہ دہی کے دوران دھوکے باز فون پر وزیر بن کر بات کرتے۔

اس کے بعد سکائپ پر ویڈیو کال کرتے۔سامنے آنے والی ایک ویڈیو کال میں نظر آرہا ہے کہ دھوکے باز سیلیکون کا ماسک پہنا ہوا ہے اور دفتر کی سیٹنگ بالکل سرکاری دفتر جیسی ہے۔دھوکہ باز کوشش کرتے کہ ویڈیو کال کی کوالٹی خراب ہو اور کال مختصر ہو۔اس ویڈیو کال میں دھوکہ باز صحافی کی رہائی کے لیے زیادہ سے زیادہ رقم عطیہ کرنے کا کہتے۔دھوکہ باز لوگوں سے درخواست کرتے کہ فرانس سرکاری طور پر تاوان نہیں دے سکتا اس لیے کاروباری حضرات مدد کریں۔

دھوکے بازوں نے تاوان کی رقم چین کے ایک ایسے اکاؤنٹ میں منگوائی، جسے بعد میں ٹریس نہ کیا جا سکے۔2015 سے 2017 کے آخر تک دھوکے بازوں نے اس طرح دھوکہ دہی سے 80 ملین یورو یا 90 ملین ڈالر اکھٹے کیے۔بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق آدھی سے زیادہ رقم ایک ترکش کاروباری شخص نے دی جبکہ دولت مند آغا خان نے 18 ملین ڈالر گنوائے۔دھوکہ کھانے والوں میں سے کوئی بھی شخص پریس سے بات کرنا نہیں چاہتا۔فرانس میں اس کیس کی تحقیقات جاری ہیں۔

تو اب آپ کیا چاہتے ہیں؟اس نے گہری سانس بھرتے ان کو موبائل واپس کیا۔

ہم تمہارا اسیلیکون ماسک بنوائیں گے اور تمہاری جسامت کے کسی شخص کو پہنا دیں گے۔ لوگ اسے منہاس عالم ہی سمجھیں گے۔

انکل نے اب مختلف ویب سائٹس نکالنی شروع کیں جہاں انسانی شکل کے سیلیکون ماسک بنائے جاتے تھے۔

انکل میں جانتا ہوں کہ سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے اور ایسے انسانی ماسک اب مختلف ممالک میں بنائے جاتے ہیں۔ مگر پاکستان میں ایسا کوئی سین نہیں ہے۔ اور ویسے بھی ہفتہ دس دن لگتے ہیں پھر جا کر آڈر پہ کوئی ماسک بنتا ہے۔ اور یہ ایڈز میں ہی دکھاتے ہیں کہ اتنے حقیقی ماسک ہیں ورنہ مجھے نہیں لگتا کہ یہ حقیقی انسانوں سے مشابہت رکھتے ہوں۔

منہاس نے بیزاری سے اپنا موقف بیان کیا۔ اسے یہ پلان فیل ہوتا نظر آ رہا تھا۔

تم سمجھ نہیں رہے میں تمہیں شروع سے ساری بات سمجھتا ہوں۔ انکل نے اسے دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔
دیکھو سب سے اہم بات یہ ہے کہ جرائم کی شرح سیلیکون ماسک کی وجہ سے بہت بڑھ چکی ہے۔ یہ الگ بات کہ ابھی تک پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں یہ ٹرینڈ اتنا عام نہیں ہوا۔ لیکن اب ہمیں بھی جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرنا ہو گا۔ اگر اتنا حقیقی نہ بھی بنا تو خیر ہے۔ ہم لوگوں کو کافی دور رکھیں گے اور دور سے تو اتنا واضح نہیں ہو گا کہ ماسک لگایا گیا ہے ویسے بھی صرف کچھ لمحوں کی بات ہو گی پھر کالے کپڑے سے منہ ڈھانپ دیا جائے گا۔

جہاں تک بات ہے آڈر پہ بنوانے کی تو ہم نے بہت ہی قابل آرٹسٹس سے رابطے کیے ہیں۔ایک دودن تک وہ پاکستان پہنچ جائیں گے۔

آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ نامی گرامی جج مجھے پرسوں تختے پہ لٹکوانے کے آڈرز دے چکا ہے۔منہاس نے دانت پیستے ہوئے سر جھٹکا۔

انکل نے ناک سکوڑتے ہوئے اس کی بات تحمل سے سنی۔

کسی بھی قانون کی رو سے دودن میں پھانسی نہیں دی جا سکتی لیکن اس جج نے تمہاری غداری اور جاسوس ہونے کی بناءپر جلدی دکھائی ہے اور پورا ملک بھی اسے سپورٹ کر رہا ہے تو وہ زیادہ ہی ہواؤں میں اڑنے لگا اور جلد ہی فیصلہ دے دیا مگر اس مسلے کا بھی حل ہے۔

کوئی ایسا مسلہ ہے جس کا حل آپ کے پاس نہ ہو۔اس نے جل کر پوچھا۔وہ ہنس دیے۔

ایسا کوئی مسلہ نہیں جو حل نہ ہو سکتا ہو۔اور یہ تمہارا ہی ڈائلاگ ہوا کرتا تھا یار۔۔۔بھول گئے؟انکل نے لطیف سا طنز کیا۔

میری چھوڑیں آپ حل بتائیں۔وہ اکتاہٹ سے کہتا ہوا گدے پہ آ کر نیم دراز ہو گیا۔

ہم دوراستے اپنائیں گے۔پنجاب بھر میں اس وقت صرف دو جلاد ہیں جو پھانسی لگاتے ہیں۔ایک جلاد کو تو ہم اٹھا چکے ہیں۔میرے آدمی اب دوسرے کے پیچھے گئے ہیں۔جلاد کے بغیر تو پھانسی ہو گی نہیں۔اگرچہ یہ اتنا ضروری

نہیں مگر پھر بھی رسک نہ ہی لیا جائے تو بہتر ہے اور دوسرا سپریم کورٹ میں اس جج کے فیصلے کے خلاف کل ہی درخواست دی جائے گی۔ اگرچہ بعد میں اس کا فیصلہ بھی پھانسی ہو گا مگر اس میں تھوڑا وقت مل جائے گا۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس دن کافی ہوں گے وہ بھی اس لیے کہ ان لوگوں کو پاکستان آنے اور واپس جا کر ماسک بنانے میں بھی کافی وقت لگے گا۔ اگر ماسک ٹھیک سے نہ بنے یا درمیان میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو ہم کوئی دوسرا پلان بنا لیں گے۔

انکل نے طویل کہانی سنا کر ایک لمبا سانس لیا۔ منہاس کو قائل کرنا ہمیشہ سے ہی ایک مشکل کام رہا تھا۔ ابھی بھی ان کی توقع کے عین مطابق اس نے پھر سے اعتراض اٹھایا۔

اور وہ جج؟ اس کی دھمکی کا کیا؟

منہاس اب ہم ایسی دھمکیوں سے توڑنے سے رہے۔ رحمت نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کل صبح تک اس جج کا منہ بند کروا دے گا۔

رحمت؟ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ اس سے پوچھے بغیر وہ اتنا بڑا قدم اٹھانے جا رہا تھا۔ اسے حیرت ہوئی۔ وہ ہر کام اس کے مشورے اور ہدایت کے مطابق کرتا تھا۔

کیا کرے گا وہ؟

اب یہ تو نہیں پتا مجھے۔انکل نے لاعلمی کا اظہار کیا۔اب پتا نہیں وہ واقعی بے خبر تھے یا بن رہے تھے۔منہاس نے مشکوک انداز سے ان کو گھورا۔

تم شکوک و شبہات کا شکار مت ہو۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔ہم یہ سب ڈرامے تمہیں بچانے کو ہی کر رہے ہیں۔

انکل نے آہستہ آہستہ اسے دوبارہ سارا پلان سمجھانا شروع کیا۔اگلے بیس منٹ وہ اس پلان کے مختلف نکات پہ بحث کرتے رہے۔پھر انکل چلے گئے۔وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر ٹیک لگائے لگائے ہی سو گیا۔حوالدار کے کھانا لانے پہ اس کی آنکھ کھلی تھی۔اس کے وقت پوچھنے پر حوالدار نے بتایا کہ چار بج چکے ہیں۔وہ کافی دیر سویا تھا اس لیے اب خود کو ترو تازہ محسوس کر رہا تھا۔شام سے رات تک کا وقت اس نے بڑی بے چینی سے کاٹا تھا۔

رات کو غازی آیا تھا۔اسے بھی سارے پلان کی خبر ہو چکی تھی۔

آپ فکر نہ کریں میرے خیال سے یہ بہترین حل ہے۔اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے۔
غازی نے اس کو بھرپور یقین دہانی کروائی۔پہلے پہل اسے بھی کافی اعتراض ہوئے تھے مگر آخر کار وہ رضامند ہو گیا تھا۔

پتا نہیں غازی کیا ٹھیک ہے اور کیا غلط؟میں تو عجیب سی کشمکش میں ہوں۔اس نے سر دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے بوجھل سے انداز میں کہا۔

غازی کافی دیر تک اس کے پاس بیٹھا رہا تھا پھر چلا گیا۔وہ چاہتا تھا کہ اک بار منہاس منت سے بات کر لے مگر وہ منع کر گیا۔

زندگی رہی تو اب ہی بار اس سے آزاد ہو کر ملوں گا۔جہاں اتنے مہینے گزار لیے وہاں یہ چند دن بھی سہی۔

صبح اسے اطلاع مل گئی کہ رحمت نے واقعی جج کا منہ بند کروا دیا تھا۔دوپہر کو وہ ملنے آیا تو اس نے بغل گیر ہونے کی بجائے اسے پیٹ میں مکا رسید کیا تھا۔

اب تم اتنے تیز ہو گئے ہو کہ مجھے بتائے بغیر فیصلے لینے لگے ہو۔

اف بھائی۔۔وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھتا دہرا ہوا۔

بس کرو اوور ایکٹنگ اور شروع سے ساری بات بتاؤ۔اس نے دوسرا مکا مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو رحمت جلدی سے سیدھا ہوا۔

بات اصل میں یہ ہے کہ میں نے اس جج کو اسی طریقے سے بلیک میل کیا جس طرح سے اس نے انکل زمان کو بلیک میل کیا۔

پہلیوں میں بات نہیں کرو۔یہ بتاؤکیا کیا تم نے؟منہاس نے اسے ڈرامے سے باز رکھنے کو سختی سے پوچھا۔

اچھا تو پھر سنیں یہ ہے بدلے اور بلیک میلینگ کی داستانِ عظیم۔

رحمت ایک بار پھر پٹری سے نیچے اترا۔منہاس حوفناک تیور لیے آگے بڑھا تو اس نے فوراً سید ھے ہوتے ہوئے انسانوں کی طرح بتانا شروع کیا۔

اس جج کا بیٹا کافی عاشق مزاج ہے۔آے دن لڑکیوں کے ساتھ گھومنا پھرنا اس کے مشاغل ہیں۔میں نے اس کی گرل فرینڈ کے ذریعے اسے گھر سے نکلوایا۔ایک ہوٹل میں ایک پرائیویٹ کمرے میں ان کے کچھ قابل اعتراض لمحات میں نے ریکارڈ کر لیے۔

رحمت نے دانت نکالتے ہوئے مزے سے بتایا۔منہاس نے گھورا۔

تمہیں شرم نہ آئی لوگوں کی قابل اعتراض ویڈیو بناتے۔

بھائی جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔رحمت نے سٹائل سے کہتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

پھر کیا ہوا رحمت؟منہاس نے ضبط سے پوچھتے ہوئے دانت کچکچائے۔

بس پھر کیا میں نے اس کے باپ کو وہ قابلِ اعتراض ویڈیو بھیجی اور اس کے بدلے انکل زمان لوگوں کی ویڈیو لی۔ایک ہاتھ دے اور دوسرے ہاتھ سے لے والا معاملہ کیا ہے۔اب اس کے پاس ہمیں بلیک میل کرنے کو کچھ نہیں رہا۔

واہ بھی۔کہاں سے آئی اتنی عقل تم میں۔کافی شاطر ہو گئے ہو۔منہاس نے ابرو اچکائے ستائش سے کہا۔

بس آپ کی صحبت کا اثر ہے۔رحمت نے جھک کر اسے تعظیم پیش کی۔
ڈرامے باز۔وہ ہنستے ہوئے اسے گلے لگا گیا۔کبھی کبھی اسے خود پہ رشک آتا تھا کہ رحمت جیسا ساتھی اس کے ہر مشکل وقت میں اس کے ساتھ کھڑا ہوتا تھا۔

اگلے معاملات بہت تیزی سے طے ہوئے۔سپریم کورٹ میں درخواست دائر ہو گئی۔یہ بھی اک رسمی کاروائی ہی تھی۔

جاپان اور امریکہ سے دو لوگ آئے تھے اس کے چہرے کا سیلیکون ماسک بنانے۔انہوں نے پلاسٹر آف پیرس کی مدد سے اس کا چہرے کا نقشہ حاصل کیا پھر وہ واپس چلے گئے۔وہ اپنی لیب میں ماسک بنانا چاہتے تھے۔غازی بھی ان کے ساتھ ہی چلا گیا تھا۔
پہلی کوشش میں دونوں سے ہی ماسک ٹھیک نہیں بنے۔ہفتہ گزر گیا۔اگلے ہفتے جاپانی آرٹسٹ کی جانب سے جو ماسک بنایا گیا وہ قابل قبول تھا۔وہ منہاس کے چہرے سے نوے فیصد مشابہت رکھتا تھا۔کوئی اگر دور سے دیکھتا تو

وہی لگتا۔یہ ماسک چہرے سے گردن اور سینے کے تھوڑے سے حصے کو مکمل طور پر ڈھانپ لیتا تھا۔یہ لچکدار تھا جس کو آسانی سے پہنا جا سکتا تھا۔غازی کی واپسی اس آرٹسٹ کے ساتھ ہی ہوئی تھی۔اس ماسک پہ سر کے بال اور داڑھی مونچھ کے بال لگانا باقی تھے اور غازی چاہتا تھا وہ یہ کام منہاس کے سامنے بیٹھ کر کرے۔

اسی دوران سپریم کورٹ نے بھی کورٹ کے فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے دس دنوں بعد اس کی پھانسی کے آڈرز دے دیے تھے۔اب وقت آگیا تھا کہ اگلے مرحلے پہ کام کیا جاتا۔

میری جگہ کسی زندہ انسان کو پھانسی نہیں ہونے چاہیے پھر چاہے وہ مجرم ہی کیوں نہ ہو۔

اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا۔اس کی پھانسی سے عین ایک گھنٹہ قبل سرد خانے سے اک لاوارث مجرم کی لاش منگوائی گی جس کی ایک دن قبل ہی موت ہوئی تھی۔

آخر وہ وقت بھی آہی گیا جس کا انتظار جانے کس کس کی نیندیں اڑائے بیٹھا تھا۔

پھانسی گھاٹ پہ سب کچھ تیار تھا۔میڈیا اور کافی لوگ دیکھنے آئے ہوئے تھے۔آخرکار بقول لوگوں کے برائی کا انجام برا ہونے جا رہا تھا۔

سو قیدیوں کے بدلے اک جان کیا معنی رکھتی ہے۔جانے کتنی جانیں اب تک لٹ چکی ہیں آج اک اور سہی چاہے اصل نہ سہی لوگوں کی نظروں میں ہی سہی۔منہاس نے موبائل پہ براہ راست پھانسی گھاٹ کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

اس لاش کو رسیوں سے باندھ کر اکڑا یا گیا اور سیدھا رکھا گیا تھا۔منہاس کے چہرے جیسا سیلیکون ماسک اس کو پہنا کر سب کے سامنے لایا گیا تھا۔بہت دور سے ویڈیو بنائے جانے کے باعث چہرے بہت واضح نہیں تھے مگر پھر بھی کوئی یہ شک نہیں کر سکتا تھا کہ چبوترے پہ کھڑا منہاس عالم نہیں ہے۔

جلاد آگے بڑھا۔اس کے ہاتھ باندھے گئے۔چہرے پہ سیاہ کپڑا ڈالا گیا۔

گلے میں رسی ڈال کر گرہ کسی گئی۔ سینکڑوں دلوں کی دھڑکن تھمی۔فشار خون بلند ہونے لگے۔رگیں تن گئیں۔جلاد آگے بڑھا اور ایک جھٹکے سے لیور کھینچا۔پاؤں تلے سے زمین سرکنا تو محاورہ ہے۔پاؤں تلے سے زندگی نکلنا کسے کہتے ہیں یہ تختہ دار پہ لٹکائے جانے والوں کو دیکھ کر پتا چلتا ہے۔ایک جھٹکے سے تختہ کھینچا گیا اور کچھ دیر پہلے متحرک وجود اب ساکت ہوا میں جھول رہا تھا۔اپنی آنکھوں سے منہاس کو مرتے دیکھ کر بہت سے لوگوں کی رگوں میں سکون کی لہر دوڑی تھی۔منہاس عالم کی موت کے ساتھ ہی بہت سے بدلے پورے ہوئے تھے۔

میں جو کچھ ہوں، وہی کچھ ہوں، جو ظاہر ہے وہ باطن ہے
مجھے جھوٹے در و دیوار چمکانا نہیں آتا

میں دریا ہوں مگر بہتا ہوں میں کہسار کی جانب
مجھے دُنیا کی پستی میں اُتر جانا نہیں آتا

بہت کمزوریاں ہیں مجھ میں اک یہ بھی ہے کمزوری
ضرورت میں بھی مجھ کو ہاتھ پھیلانا نہیں آتا

پرندہ جانبِ دانہ ہمیشہ اڑ کے آتا ہے
پرندے کی طرف اڑ کر کبھی دانہ نہیں آتا

ہوا ہے جو سدا، اس کو نصیبوں کا لکھا سمجھا
عدیم اپنے کیے پر مجھ کو پچھتانا نہیں آتا

انکل کا پلان اور جدید ٹیکنالوجی کا تجربہ کامیاب رہا تھا۔ کسی کو شک نہیں گزرا تھا کہ پھانسی پانے والا منہاس عالم نہیں ہے۔

ایک مہینے تک وہ انڈر گراؤنڈ رہا تھا۔ اسی دوران اس کی بیٹی کی بھی پیدائش ہوئی۔ اسی دن اس کو غیر قانونی طریقے سے ملک سے باہر جانا تھا۔ وہ ہاسپٹل میں اپنی بیٹی کو دیکھنے آیا باوجود اس کے کہ انکل نے بہت منع کیا وہ رہ نہ سکا۔ بچی بہت پیاری تھی۔ اس نے اس کا نام مریم رکھا۔

دو گھنٹے منت اور مریم کے پاس گزار کر وہ چلا گیا۔ پہلے ایران اور وہاں سے ترکی۔۔ ترکی میں اس کے کاغذات بنائے گے جن کی رو سے اس کا نام حمزہ رکھا گیا۔ وہیں اسے غازی کی شادی کی اطلاع ملی۔ مریم تین ماہ کی ہو چکی تھی۔ منت، شان اور اس کے کاغذات بھی بنا دیے گئے۔ منت کا نام زینب اور شاہان کا احمد کے نام سے پاسپورٹ بنا۔ اگلے مہینے وہ بھی اس کے پاس ترکی میں تھے۔ وہاں ایک پورا سال گزار کر انہوں نے کینیڈا میں ٹورنٹو کا رخ کیا۔ وہ اپنا حلیہ کافی بدل چکا تھا۔ بال لمبے ہو کر پونی کی شکل اختیار کر گئے تھے۔ داڑھی بھی مٹھی بھر سے

تھوڑی زیادہ کرلی۔ بھورے بال بھوری دھاڑی۔۔ بھوری آنکھیں اور سفید رنگت۔۔۔ وہ ترکوں کے ماحول میں رچ بس کر خود بھی ایک ترک ہی بن گیا تھا۔ ترک ہونے کی حثیت سے ہی اس کی فیملی ٹورنٹو میں قیام پذیر ہوئی تھی۔

ٹورنٹو کی آبادی کاسموپولیٹن اور بین الاقوامی ہے جو کینیڈا میں آنے والے تارکین وطن افراد کی دلچسپی کو ظاہر کرتی ہے۔ شہر کی کل آبادی کا تقریباً انچاس فیصد حصہ کینیڈا سے باہر پیدا ہوا ہے۔ یونیسکو کی طرف سے اسے دنیا بھر میں سب سے زیادہ مختلف النسل افراد رکھنے والا شہر کہا جاتا ہے۔ اکانومسٹ انٹیلی جنس یونٹ اور مرسر کوالٹی آف لونگ سروے کے مطابق رہائش کے لیے یہ شہر دنیا بھر میں سب سے بہتر ہے۔

گزشتہ چار برسوں سے وہ یہیں رہائش پذیر تھے۔ زندگی بہت پر سکون گزر رہی تھی یہاں مگر اب یہاں زمان انکل کو دیکھ کر اس کو احساس ہونے لگا کہ شاید سکون صرف اتنا ہی تھا۔ پرندے کے آشیاں میں لوٹنے کا وقت آگیا تھا۔

چند دنوں بعد۔۔

ہم پاکستان کیوں جا رہے ہیں؟ منت نے سامان پیک کرتے منہاس کو دیکھتے ہوئے روہانسے لہجے میں پوچھا۔

تمہارے بھائی معیز کی شادی ہو رہی ہے۔ کیا تم نہیں جانا چاہتی۔ اس نے سکون سے اپنا کام جاری رکھا۔

کیوں نہیں جانا چاہتی۔۔ جس طرح جنت کی شادی پہ گئی تھی اسی طرح سے جاؤں گی۔ چند دن رہ کر آجاؤں گی۔ مگر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میں ہرگز نہیں جانا چاہتی۔۔

اس نے صاف انکار کیا۔ وہ بھول نہیں سکتی تھی کن اذیتوں سے گزر کر وہ یہاں آئی تھی۔

وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ تھامے۔ اسے معلوم تھا کہ منت کو کیسے منانا ہے۔

اچھا سنو مجھے وہ شعر سناؤنہ جو تم ہمیشہ سناتی ہو۔
منہاس نے فرمائش کی۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ہرگز نہیں۔

پلیز منو۔۔ ایک بار وہ شعر سناؤنہ۔۔

منت اس کے منو کہنے پہ پگھل جاتی تھی اب بھی یہی ہوا۔ اس نے نظریں جھکائے شعر پڑھنا شروع کیا۔

جب نام پکارے جائیں گے
تو تیرے نام کے ہجوں پہ
میرا دل دھڑک جائے گا

تیرے نام کے اک اک نقطے پہ

میری سانس اٹک جائے گی

جب نام پکارے جائیں گے

میں نام تمہارا مانگوں گی

میں ساتھ تمہارا چاہوں گی

میں کروں گی التجا فریاد

نہ مانگوں گی کچھ تیرے بعد

کہوں گی یا رب میری محبت

چاہت میری کر دیں عنایت

منہاس نے اس کے ہاتھ لبوں سے لگاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

جب نام پکارے جائیں گے

روزِ محشر میں سب کے

تو میں دعا کروں گا

کہ اس ہمیشگی کی زندگی میں

رب میری زندگی کو تیری

محبت کے رنگوں سے بھر دے

تمہارا نام لے کر

تمہیں مانگ لوں گا

کیونکہ سنو جہاں

میں وہ دائمی زندگی

تمہارے ساتھ جینا چاہوں گا۔

منت مبہوت رہ گئی۔ آج تک وہ بس سنتا آیا تھا اس نے یوں کبھی کھل کر اپنی محبت کا اقرار نہیں کیا تھا۔

منت یقین رکھو اب ہمیں کوئی جدا نہیں کر پائے گا۔ ہمیں ہمارے اصل کی طرف لوٹنا ہے۔۔

اور یہ لوٹنے کا خیال اب آیا ہے آپ کو۔ پانچ سال بعد۔۔۔۔

وہ شکوہ کناں انداز میں بولی۔ پھر بچوں کا سہارا لیا۔

بچے کبھی نہیں مانیں گے۔ خاص طور پر مریم۔۔

میں بھی بچوں کی خاطر ہی یہ فیصلہ کر رہا ہوں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں سے ہیں۔ ان کی شناخت کیا ہے۔ مریم بڑی ہو رہی ہے میں چاہتا ہوں اس کی تربیت پاکستان میں ہو۔ میں نہیں چاہتا وہ یہاں غیر لوگوں کو اور اس غیر ملک کو اپنا مان لے۔

اس نے بھی بچوں کے کندھوں پر بندوق رکھ کر چلائی۔ کافی دیر وہ منت کو قائل کرتا رہا۔۔ آخر وہ مان گئی۔ اس نے مان ہی جانا تھا۔ پانچ سال کی دوری نے وطن کی محبت میں کمی ضرور کی تھی مگر وہ محبت ختم نہیں ہوئی تھی۔

میں بچوں کا سامان پیک کرتی ہوں آپ ہمارا کر لیں۔۔ وہ اٹھ کر بچوں کے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے بچوں کے مستقبل یہاں بہت روشن تھے مگر وہ اس بلاوے کا کیا کرتا جو زمان انکل لے کر آئے تھے۔ اس کے ملک کو اس کی ضرورت تھی۔ وہ انکار کیسے کر سکتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا جب نام پکارے جائیں تو وہ منہ موڑنے والوں میں سے کہلائے۔ ساری بات نام پکارے جانے کی ہی تو تھی۔۔

ہے دل کے لیے آسان بہت

آسان بہت یہ دوری ہے

ہے اک ارادہ دل کی جگہ

منزل پہ پہنچنا ضروری ہے

جب نام پکارے جائیں گے

سب اہل وفا کے تب یارو

میں بھی تو پکارا جاؤں گا

میں یاد وفا کو آؤں گا

میں بھی تو پکارا جاؤں گا

میں یاد وفا کو آؤں گا

جذبے کے لیے ترستا کیا ہے

مشکل آگے ہنستا کیا ہے

جذبے کو اک جان کافی ہے

اس سے زیادہ سستا کیا ہے

جب نام پکارے جائیں گے

سب اہل وفا کے تب یارو

میں بھی تو پکارا جاؤں گا

میں یاد وفا کو آؤں گا

تھا سب لیکن پر ہوش نہ تھا

تھا کوئی جو پر جوش نہ تھا

کچھ اور سمجھ کر آیا جو

اب سمجھا میں بے ہوش نہ تھا

جب نام پکارے جائیں گے

سب اہل وفا کے تب یارو

میں بھی تو پکارا جاؤں گا

میں یاد وفا کو آؤں گا

.... ختم شد ....

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com